ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ

ماہ نومبر 2013

دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں

RS:65

ماہنامہ خوفناک لاہور

ماہ نومبر کے شمارے کی جھلکیاں

سحرانہ آنکھیں

قیمت۔ 65 روپے

ماہنامہ خوفناک لاہور

ماہ نومبر کے شمارے کی جھلکیاں

سحرانہ آنکھیں

قیمت۔ 65 روپے

خوفناک کی کہانی، ناقابل فراموش واقعات یا کسی بھی عنوان کے تحت شائع کسی مراسلے یا اس کے کسی حصہ کو بطور ثبوت یا سند کسی بھی عدالتی کارروائی میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ خوفناک میں شائع ہونے والی تمام کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام و واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلیشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشر شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریتی گن روڈ، لاہور)

اسلامی صفحہ:

ابو جہل کا قتل

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے کہ میں جنگ بدر کے روز صف کے اندر تھا کہ اچانک مڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دائیں بائیں دو نوعمر جوان ہیں گویا ان کی موجودگی سے میں حیران ہو گیا کہ اتنے میں ایک نے اپنے ساتھی سے چھپا کر مجھ سے کہا چچا جان مجھے ابو جہل کو دکھلا دیجئے، میں نے کہا بھتیجے تم اسے کیا کرو گے؟ اس نے کہا۔ "مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ کو گالی دیتا ہے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میرا وجود اس کے وجود سے الگ نہ ہو گا یہاں تک کہ ہم میں جس کی موت پہلے لکھی ہے وہ مر جائے"۔

وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس پر تعجب ہوا اتنے میں دوسرے شخص نے مجھے اشارے سے متوجہ کر کے یہی بات کہی۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے چند ہی لمحوں بعد دیکھا کہ ابو جہل لوگوں کے درمیان چکر کاٹ رہا ہے میں نے کہا، ارے دیکھتے نہیں یہ رہا تم دونوں کا شکار جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے"۔ ان کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی وہ دونوں اپنی تلواریں لئے جھپٹ پڑے اور اسے مار کر قتل کر دیا پھر پلٹ کر رسول اللہؐ کے پاس آئے آپؐ نے فرمایا تم میں سے کس نے قتل کیا ہے؟ دونوں نے کہا میں نے قتل کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اپنی اپنی تلواریں پونچھ چکے ہو؟ بولے نہیں۔ آپؐ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ البتہ ابو جہل کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دیا۔ دونوں حملہ آوروں کا نام معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن غفرا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ معاذ بن عمرو بن جموح نے بتایا کہ میں نے مشرکین کو سنا وہ ابو جہل کے بارے میں جو گھنے درختوں جیسی نیزوں اور تلواروں کی...... باڑھ میں تھا کہہ رہے تھے ابوالحکم تک کسی کی رسائی نہ ہوا۔ معاذ بن عمرو کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات سنی تو اسے اپنے نشانے پر لے لیا اور اس کی سمت جما رہا۔ جب گنجائش ملی تو میں نے حملہ کر دیا اور ایسی ضرب لگائی کہ اس کا پاؤں نصف پنڈلی سے اڑ گیا۔ واللہ جس وقت یہ پاؤں اڑا ہے تو میں اس کی تشبیہ صرف اس گٹھلی سے دے سکتا ہوں جو موسل کی مار پڑنے پر جھٹک کر اڑ جائے ان کا بیان ہے کہ ادھر میں نے ابو جہل کو مارا اور ادھر اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر تلوار چلائی جس سے میرا ہاتھ کٹ کر میرے بازو کے چمڑے سے لٹک گیا اور لڑائی میں مخل ہونے لگا۔ میں اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے سارا دن لڑا، لیکن جب وہ مجھے اذیت پہنچانے لگا تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھا اور اسے زور سے کھینچ کر الگ کر دیا اس کے بعد ابو جہل کے پاس معوذ بن عفرا پہنچے وہ زخمی تھی انہوں نے ایسی ضرب لگائی کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا صرف سانس آتی جاتی رہی اس کے بعد معوذ بن عفرا خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے (حوالہ کتاب الرحیق المختوم)۔

محمد الیاس ساقی۔ کسووال

سرکار کی آمد مرحبا

حضور شہنشاہ کل ﷺ بڑی شانوں بڑی رعنائیوں اور زیبائیوں کے ساتھ اس دنیا میں تشریف لائے۔ نیابت بھی آپ ﷺ پر ختم، رسالت بھی آپ ﷺ پر ختم اور معرفت بھی آپ ﷺ پر ختم۔ آپؐ نے نہ صرف ان سب کا حق ادا فرما دیا بلکہ اوج ثریا تک پہنچا ڈالا۔

قرآن مجید و فرقان حمید جو ہماری ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ ہے اور شریعت محمدیؐ جو دین و دنیا میں برکات کا وسیلہ ہے یہاں یہ دونوں نعمتیں ہمیں آپؐ کے نعلین پاک کے صدقہ میں ملیں اور کل قیامت کے روز حشر کے میدان میں کوئی کسی کو پوچھنے والا نہ ہو گا ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہو گا۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر بھی دم نہ مار سکیں گے۔ اس روز ہم سب کو آپؐ کے دامان شفقت ہی میں پناہ ملے گی آپؐ ہی ہم سب عاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے آپؐ کا فرمان مبارک ہے کہ حشر کے روز تعریف کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت کی تمام مخلوق آپؐ کے پیچھے چلے گی آپ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے اور سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ اللہ کریم اس روز بڑے غضب میں ہوں گے جونہی اللہ پاک کی نگاہ حبیبؐ پر پڑے گی اللہ کریم کا غضب لطف و کرم میں تبدیل ہو جائے گا اللہ تعالیٰ آپؐ کو سجدہ سے اٹھائیں گے اور اپنے ساتھ تخت پر داہنے ہاتھ بٹھائیں گے یہی وہ مقام ہے جسے مقام "محمود" کہا جاتا ہے جو اس روز آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ اللہ فرمائے گا اے میرے حبیب آپؐ جس کی شفاعت فرمائیں گے ہم اسے بخشتے جائیں گے اس طرح مخلوق آپؐ کے وسیلہ سے نجات پائے گی۔ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ حضور اکرمؐ کی دنیا میں تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے رب العالمین وہ قدرت والا ہے جس نے پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔ فضل الٰہی پر خوشی منانا حکم الٰہی ہے اور حضور ﷺ رب کا فضل بھی ہیں اور رحمت بھی۔ لہٰذا ان کی ولادت پر خوشی منانا اسی آیت پر عمل ہے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں! کہ ہم کو حضور ﷺ کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ امام ابن جوزی فرماتے ہیں میلاد شریف کی تاثیر کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے اور اس میں مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ میلاد شریف کی حقیقت ہے حضور ﷺ کی ولادت کا واقعہ بیان کرنا۔ حضرت حلیمہؓ کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا۔ حضورؐ کی نعت پاک نظم یا نثر میں پڑھنا سب اسی کے تابع ہیں اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں ہو یا مجلس جمع کر کے اس کو میلاد شریف کہا جائے گا۔ ڈیئر دوست! خوشی کے اس موقع پر حضورؐ کی ذات اقدس پر زیادہ سے زیادہ درود پاک کے نذرانے پیش کریں، روزہ رکھیں، دین و دنیا کی بھلائی کے لئے دعا کریں مجھ جیسے گناہ گار کو بھی دعاؤں میں یاد رکھئے گا لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ ایسی مجلس میں حرام کام کرنا سخت گناہ ہے باجے وغیرہ کے ساتھ نعت خوانی کرنا گناہ ہے بری باتوں سے مجلس پاک ہونی چاہیے اگر کسی جگہ یہ چیزیں دیکھنے کو ملیں تو انہیں دور کرنے کی کوشش کی جائے لیکن میلاد شریف منانا کو بدعت کہنا نادانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھے!

طاہر رشید۔ راولپنڈی

سحرانہ آنکھیں

---تحریر: عائشہ سحر عرف فری۔ اسلام آباد۔

سا گر محبت تو میں بھی تم سے کرنے لگی ہوں بلکہ بہت زیادہ کرنے لگی ہوں تم سے رابطہ کرنا میری محبت میں شامل نہ تھا لیکن دھیرے دھیرے مجھے بھی تم سے محبت ہونے لگی اور ہوتی ہی چلی گئی لیکن بے بس ہوں پتہ نہیں کیوں ایسا لگتا ہے کہ جیسے۔۔۔ خیر چھوڑو بس مجھے اپنا خون پلا دو میری پیاس بجھا دو مجھے نئی طاقت دے دو اس کی اس بات پر میں ہنس دیا اور اپنا آپ اس کے سامنے رکھ دیا اور کہا جہاں سے جی چاہے اپنے دانت رکھ کر میرا خون پی لو۔ اتنا کہہ کر میں نے آنکھیں بند کرلیں میں نے محسوس کیا کہ اس کے دانت میری گردن میں پیوست ہوئے تھے لیکن ساتھ ہی اس کی سسکاریوں کی گونج بھی مجھے سنائی دے رہی تھی یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ میرا خون پینے پر خوش نہیں ہے۔ میں مست ہونے لگا تھا وہی مستی مجھے ملنے لگی تھی جو ہر روز میں محسوس کرتا تھا آج میں جان گیا تھا کہ وہ مست کر کے میرے ساتھ کیا کرتی ہے یہی کچھ کرتی ہے جو وہ اب کر رہی تھی لیکن مجھے اب اپنی زندگی سے کوئی بھی پیار نہ تھا میرا پیار تو وہ تھی جو ہر روز میرا خون پیتی تھی وہ میرا عشق تھی وہ میرا سب کچھ تھی ہاں وہ میرا سب کچھ تھی اس کے علاوہ مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے تھا اپنی زندگی بھی نہیں۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

میرا آج میرا کالج میں پہلا دن تھا اور میرا ایک سال کا کورس تھا لیکن جب کورس ختم ہونے میں چند دن باقی رہ گئے تو میں نے نوٹ کیا کہ ایک لڑکی روزانہ ہی میری طرف بڑے پیار سے دیکھتی تھی جب وہ میری طرف دیکھ کر مسکراتی تو مجھے عجیب سی خوشی ہوتی لیکن میں محسوس کرتا کہ اس آنکھوں میں ایک کشش ہے ایسی کشش جو اس سے پہلے میں نے کسی بھی لڑکی کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی۔ اور ایک بات میں نے نوٹ کی کہ وہ چھٹی ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے ہی چلی جاتی تھی جس وجہ سے میں بہت ٹینشن میں تھا کہ پتہ نہیں۔ یہ چھٹی سے پہلے کیوں چلی جاتی ہے کون ہے کہاں رہتی ہے اس کا نام کیا ہے ایک دن جب وہ چھٹی سے پہلے ہی کالج سے نکل گئی تو میں نے بھی طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا کر پرنسپل سے چھٹی لی اور اس کے پیچھے ہی کالج سے باہر نکل گیا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو میں نے اسے مسکراتے ہوئے ہیلو کہا اس نے مجھے اس انداز سے دیکھا کہ میں ڈر سا گیا یوں لگا کہ جیسے میں کسی انہونی چیز کو دیکھ رہا ہوں اس کی نیلی آنکھیں پوری طرح روشن تھیں لیکن جلد ہی اس کی یہ کیفیت بدل گئی اور وہ مسکرا دی پھر اس نے میرا نام پوچھا میں نے بتا دیا لیکن جب میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا پھر کبھی بتاؤں گی۔ اتنا کہہ کر وہ آگے کی طرف چل دی اور میں اس کو جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا میری نظریں اس پر ہی جمی ہوئی تھیں جتنی دور وہ جاتی رہی ایک سایہ بنتی رہی اور پھر نجانے وہ کہاں غائب ہوگئی میں اس کی معصوم صورت آنکھوں میں سمائے ہوئے گھر کی طرف چل دیا۔ میں اسے کے بارے میں جاننا چاہتا تھا کہ

وہ کون ہے کہاں سے آتی ہے اور اس کی نیلی آنکھوں میں ایسی کشش کیوں ہے کہ دیکھنے والے کو نئی سوں میں ڈبو دے۔

ایک دن میں نے اس کی دوست سے پوچھنا چاہا کہ آپ کی دوست جو چھٹی سے پہلے ہی چلی جاتی ہے اس کا نام کیا ہے وہ کہاں رہتی ہے لیکن اس نے مجھے بتانے سے انکار کر دیا ایک بات بتاتا چلوں کہ کالج ہمارے گاؤں سے دور شہر میں تھا لیکن میں روزانہ ہی پیدل آتا جاتا تھا ایک دن میں کالج جا رہا تھا کہ وہ مجھے رکشہ میں بیٹھی نظر آئی جو سات والے گاؤں سے شہر کو جاتا تھا میں نے سوچا کہ شاید وہ اسی گاؤں میں رہتی ہے اس گاؤں کا نام میں جانتا تھا ہمارے کالج سے کچھ فاصلہ پر ایک ریلوے اسٹیشن ہے جس سے گزر کر ہمیں کالج جانا پڑتا تھا جب میں اسٹیشن پر پہنچا تو وہ بھی وہاں میرا ہی انتظار کر رہی تھی جب میں اس کے پاس گیا تو وہ مسکرا دی اور اس نے مجھے سلام کیا میں نے بھی سلام کا جواب دیا پھر میں نے پوچھا۔

اس دن آپ نے اپنا نام نہیں بتایا میں نے آپ کی دوست سے بھی پوچھا تھا لیکن اس نے بھی نہیں بتایا تھا اب آپ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ میری بات سن کر وہ مسکرائی اور بولی۔

میرا نام شیلا ہے اور میں آپ کے گاؤں کے ساتھ والے گاؤں میں رہتی ہوں اتنا کہہ کر وہ مسکرا دی اس کے مسکرانے کا انداز کچھ عجیب سا تھا میں حیران سا رہ گیا لیکن میرا اندازہ ٹھیک نکلا تھا کہ وہ ساتھ والے گاؤں رہتی ہے تب میں نے پوچھا۔

آپ چھٹی سے پہلے کیوں چلی جاتی ہیں ۔میری بات سن کر وہ ٹال مٹول سے کام لینے لگی جیسے وہ اپنے بارے میں کچھ بھی بتانا نہ چاہتی ہو لیکن جب میں نے مجبور کیا تو بولی۔

میرا گاؤں کالج سے دور ہے جس وجہ سے میں جلدی چلی جاتی ہوں کیونکہ بعد میں مجھے کوئی سواری نہیں ملتی گاؤں جانے کے لیے اور ہاں آئندہ میری دوست سے کچھ مت پوچھنا۔

میں نے کہا ٹھیک ہے نہیں پوچھوں گا۔

اسی طرح ہم باتیں کرتے کرتے کالج پہنچ گئے پھر جب چھٹی ہوئی تو ہم دونوں پر ایک ساتھ چل دیئے اور باتیں کرتے ہوئے اسٹیشن کی طرف آ گئے میں نے اسے ایک لیٹر دیا جس میں نے کچھ اشعار اور اپنا موبائل نمبر لکھا ہوا تھا وہ لیٹر دیا جو اس نے پکڑ لیا اور شاپ پر آ گئی جہاں سے وہ رکشے میں بیٹھ کر اپنے گاؤں جاتی تھی اور میں پیدل ہی جاتا تھا اس کے گاؤں جانے کے لیے ہمارے گاؤں میں سے گزرنا پڑتا تھا اس لیے وہ مجھے روزانہ ہی رکشے میں بیٹھی ہوئی نظر آتی تھی اور مجھے جہاں دیکھتی وہ رکشہ سے نیچے اتر جاتی اور مجھ سے باتیں کرتی ہوئی کالج تک آتی اس کی چال اور لباس سے لگتا تھا کہ وہ کسی کھاتے پیتے خاندان سے ہے ایک وقار تھا اس کی شخصیت میں ایک نکھار تھا اسکے جسم پر ایک حسن تھا اس کے چہرے پر جو بھی اس کو دیکھتا بس دیکھتا رہ جاتا کالج کے کئی لڑکے اس کے دیوانے تھے اور وہ کسی بھی گھاس نہیں ڈالتی تھی صرف مجھ میں دلچسپی لیتی تھی اور میں خود میں فخر کرتا تھا کہ وہ صرف میرے ساتھ ہی چلنا پسند کرتی ہے لیکن اس نے ابھی تک مجھے اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا جب بھی میں نے پوچھنے کی کوشش کی اس نے ٹال دیا۔ اور میری باتون کا رخ موڑ دیا یوں سمجھ لیں جب بھی اس سے اس بارے میں بات کرتا تو وہ باتوں کا رخ محبت کی طرف لے آتی ۔اور ہم دونوں محبت کی باتوں میں سب کچھ بھول جاتے۔

اس کالج میں میرے تین دوست بھی تھے ان کے نام ۔عباس۔ نعیم اور انعام تھے ۔ دو دن بعد شیلا نے مجھے کہا۔

ساگر میں کزن کی شادی میں جا رہی ہوں

اور مجھے وہاں دو تین دن لگ جائیں گے اس کی بات سن کر میں بجھ سا گیا۔ اور کہا

نہیں میں تم کو ایک دن کے لیے جانے کی اجازت دے سکتا ہوں دو دن کی نہیں۔

ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی کہ جلدی واپس آ جاؤں لیکن جانا تو ہے۔

میں نے کہا ٹھیک ہے جانا اور جلدی آنے کی کرنا اور یوں وہ شادی میں چلی گئی اور میرا کالج میں بالکل بھی دل نہیں لگ رہا تھا جب دو دن بعد بھی وہ نہ آئی تو میں نے سوچا کہ اس کے پیچھے جاؤں کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ وہ شادی میں کہاں گئی ہے اور میں نے وہاں جانے کی پوری طرح ٹھان لی۔

گھر والوں نے مجھے کسی ضروری کام پر بھیج دیا سو میں نہ سکا دراصل میں اس کے بارے میں پتہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون تھی کیا تھی لیکن ابھی تک میں کچھ بھی نہ جان پایا تھا تین دن بعد شیلا واپس آئی تو اس نے یہ شعر دیکھا تو اس کی پیاری آنکھوں مین آنسو آ گئے اور اس نے مجھے سوری بولا تو میں نے بھی اسے معاف کر دیا۔

ایک ہفتہ بعد ہماری الوداعی پارٹی تھی کیونکہ ہمارا ایک سال کا کورس مکمل ہونے والا تھا آخر پارٹی کا دن بھی آ گیا لیکن ہم سب سٹوڈنٹس نے یونیفارم ہی پہنا ہوا تھا پارٹی کی تیاریاں مکمل ہو گئیں سٹیج بھی سجا دیا گیا سب لڑکیوں میں شیلا بہت ہی پیاری لگ رہی تھی جی چاہتا تھا کہ اسے دیکھتا ہی رہوں میرے دوست میرے پاس آئے اور کہا۔

ساگر ایک کیمرہ رینٹ پر لے آؤ تصویریں بنائیں گے۔

میں نے کہا ہاں یار یہ تو تم لوگوں نے میرے دل کی بات کر دی ہے۔ ہم تینوں دوست بازار گئے اور رینٹ پر کیمرہ لے آئے شیلا کا دھیان میری ہی طرف تھا جو مجھے دیکھ کر بار بار مسکرا رہی تھی لیکن آج بھی میں اس کی آنکھوں میں وہ سب دیکھ رہا تھا جو بہت ہی خطرناک تھا ایک سحر تھا ایک ایسا جادو تھا جو کسی بھی لڑکی میں نہیں تھا میرے دل کو ایک جھٹکا لگا لیکن مین جلد ہی سنبھل گیا میں اس سے نظریں چرانے لگا اس دوران اچانک ایک لڑکی میرے پاس آئی اور کہا۔

ساگر مجھے بھی کیمرہ لا دو میں نے بھی تصویریں بنانی ہیں دراصل وہ لڑکی جس کا نام سلطانہ تھا وہ بھی مجھ سے پیار کرتی تھی بہت چاہتی تھی مجھے لیکن میں اسے کوئی رسپانس نہیں دیتا تھا کیونکہ میں تو شیلا سے محبت کرتا تھا جب سلطانہ میرے پاس آئی تو شیلا نے دیکھ لیا اور غصے سے گھورتی ہوئی کلاس روم میں چلی گئی میں اس کے پاس تو نہیں جا سکتا تھا لیکن مجھے سلطانہ پر بہت غصہ آ رہا تھا کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی شیلا کی دوست نے مجھے آ کر بتایا کہ ساگر آپ کی شیلا بہت غصہ میں ہے اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے اور میں جانتی ہوں اس کے غصہ کو اگر اس کو غصہ آ جائے تو پھر وہ انسان کا وہ حال کرتی ہے کہ دیکھنے والا توبہ کر اٹھتا ہے اس کی بات سن کر میں کانپ کر رہ گیا اور سوچا کہ میں اس سے اس کے بارے میں پوچھتا ہوں سو میں نے اس سے پوچھ لیا کہ تم اس کے باوے میں اور کیا کیا جانتی ہو مجھے بھی بتاؤ میرا اتنا کہنا تھا کہ وہ بات کو ٹال گئی میں ایک بار پھر اپنی حسرت دل میں لے کر رہ گیا میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ جس سے میں پیار کرتا ہوں اس کے بیک راؤنڈ کیا ہے اور پھر اس کی آنکھوں کی کشش اس میں چھپا ہوا سحر مجھے پریشان کیے ہوئے تھا اور دوسرا مجھے اس سے پیار بھی اس قدر ہو گیا تھا کہ اس کا چہرہ نظروں سے ہٹا بھی نہیں پا سکتا تھا میں نے اس کی دوست کو سب کچھ سچ بتایا جو اس نے جا کر شیلا کو بتا دیا۔

جب پارٹی شروع ہوئی تو سب سے پہلے میں نے اسٹیج پر جا کر قرآن پاک کی تلاوت کی جس

سے پارٹی کا آغاز ہو گیا پھر نعیم نے نعت شریف پڑھی پھر کچھ ہنسی مذاق چلا رہا لیکن شیلا کمرے سے باہر نہ آئی۔ کافی دیر بعد شیلا کمرے سے باہر آئی اور اسٹیج پر آتے ہی یہ گانا سنایا جس کو سنتے ہی میری آنکھوں میں آنسو آ گئے

کب تک یاد کروں میں اس کو
کب تک اشک بہاؤں
یارو رب سے دعا کرو
میں اس کو بھول جاؤں

یہ گانا سن کر میں بہت رویا اور کالج سے باہر پارک میں چلا گیا مجھے روتے ہوئے ایک کلاس فیلو نے دیکھ لیا اور میرے پاس آیا اور مجھے تسلیاں دینے لگا بولا یار وہ بھی تم سے بہت پیار کرتی ہے بس ذرا غصے میں ہے تو ہمت سے کام لے اور چل میرے ساتھ کالج وہ مجھے بازو سے پکڑے کالج لے آیا اور پھر میں نے شیلا سے اپنے ناکردہ جرم کی معافی مانگی اس نے اسی سحرانہ انداز میں مجھے دیکھا لیکن پھر وہ بھی مسکرا دی۔ ہمارے پیار کے بارے میں سب کالج والوں کو پتہ چل گیا تھا سب لڑکے لڑکیاں دعا کرتے تھے کہ ہم ایک ہو جائیں کبھی جدا نہ ہوں۔ کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ وہ میرے علاوہ کسی کو بھی پیار نہیں کرتی تھی اور پیار کرتی بھی کیسے جس طرح وہ میری سوچوں میں رہتی تھی میں بھی اس کی سوچوں میں بستا تھا

پارٹی کا اختتام ہوا تو سب اپنے دوستوں کے گلے لگ کر بہت روئے میں بھی بہت رویا کہ پتہ نہیں پھر کب ملنا نصیب ہوگا۔

اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جسطرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

کچھ دیر بعد سب اپنے گھروں کو جانے لگے میں اور شیلا بھی چل پڑے پھر ہم دونوں ایک شاپ میں بیٹھ گئے ہم نے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں کبھی جدا نہ ہونے کے وعدے کئے ہم نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا اور اسی وقت بازار میں یہ گانا لگا ہوا تھا

میرے ہاتھ میں سدا تیرا ہاتھ رہے
میرے ساتھی تو ہمیشہ میرے ساتھ رہے

شیلا نے مجھے کہا۔ ساگر میں آپ کو ایک گفٹ دینا چاہتی ہوں آپ کہاں ملو گے میں کچھ دیر میں آ جاؤں گی۔

میں نے اس سے کہا شاپ پر آ جانا میں وہیں تمہارا انتظار کروں گا۔ لیکن آنا جلدی۔

وہ مسکراتے ہوئے چلی گئی اور میں اٹھ کر شاپ پر چلا گیا کچھ دیر بعد شیلا ایک گفٹ لے کر آئی جو بہت خوبصورتی سے پیک کیا ہوا تھا اس نے مجھے گفٹ دیا اور کہا۔

ساگر میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں مجھے کبھی مت چھوڑنا ورنہ میں مر جاؤں گی۔

میں نے کہا آئندہ ایسی بات مت کرنا میں ہمیشہ آپ کا ساتھ دوں گا تم جانتی ہو میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا ہوں تم سے زیادہ میں تم سے پیار کرتا ہوں جب تک تم کو دیکھ نہ لوں مجھے چین نہیں ملتا ہے میری بات سن کر اس کو کچھ تسلی ہوئی اور پھر ہم گھر کو چل دیئے میں پیدل ہی جا رہا تھا کہ وہ مجھے رکشے میں بیٹھی نظر آئی جو ہمارے گاؤں سے ہی گزر رہا تھا۔ اس نے رکشہ رکوا دیا اور اس سے اتر کر میری طرف آئی اور بولی ساگر میں تم کو ملنے آؤں گی میرا انتظار کرنا۔ اتنا کہہ کر وہ دوبارہ رکشہ میں بیٹھ گئی اور میری نظروں سے اوجھل ہو گئی اب اس نے کہاں آنا تھا کہاں ملنا تھا مجھے کچھ بھی معلوم نہیں تھا لیکن اتنا جانتا تھا کہ اگر اس نے کہہ دیا ہے تو پھر وہ ضرور ملنے آئے گی۔ یہی سوچ لے کر میں گھر پہنچا اور جب میں نے اس کا گفٹ کھولا تو ایک ہی پیاری غزل لکھی ہوئی تھی جو مجھے بے حد پسند تھی

تم بن جیا جائے کیسے
کیسے جیا جائے تم بن
صدیوں سے لمبی ہیں راتیں
صدیوں سے لمبے ہوئے دن
آ جاؤ لوٹ کر تم
یہ دل کہہ رہا ہے

یہ غزل دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے غزل کی بیک سائیڈ پر شیلا نے خود اپنے ہاتھوں سے آئی لو یو اے آئی مس یو سوچ اور انگلش میں ایس اے لکھا ہوا تھا۔

میں رات کو اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا کہ مجھے اس کی آواز سنائی دی پہلے تو مجھے کچھ وہم سا ہوا لیکن جب دوبارہ آواز سنائی دی تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھا باہر دیکھتے ہی مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے وہ باہر کھڑی تھی اس نے اپنے آپ کو سیاہ کپڑوں میں لپیٹ رکھا تھا مجھے دیکھتے ہی وہ ایک طرف گاؤں سے باہر کی طرف چل دی۔ میں بھی دروازہ کھول کر باہر کی طرف چل دیا کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور کیوں جا رہا ہوں موسم بہت ہی اچھا تھا چلتے چلتے میں ایک جگہ درخت کے پاس پہنچ گیا جہاں وہ کھڑی تھی اس کے لبوں پر وہی سحرانہ مسکراہٹ تھی۔

تم اتنی رات گئے کیسے آ گئی۔ میں نے دل کی بات کہہ دی جو اسے دیکھ کر میرے دل میں آئی تھی میری اس بات پر وہ بولی

ساگر پیار کرنے والوں کے آگے دن رات کا تصور نہیں ہوتا ہے ان کے سامنے محبوب کا ہی چہرہ ہوتا ہے اور مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہے کہ کتنی رات ڈھلی ہے اور کتنی باقی ہے لیکن اگر تم کو کوئی ڈر ہے تو واپس چلے جاؤ۔ گویا اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا تھا نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے بس یہی سوچ رہا تھا کہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اکیلی آنا۔ میری اس بات پر وہ ہنس دی اور بولی میرا جواب پھر وہی ہوگا کہ پیار کرنے والوں کے سامنے محبوب کے چہرے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا ہے آؤ میرے ساتھ اتنا کہہ کر وہ ایک طرف کو چلنے لگی اور میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا لیکن میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ ساگر اس سے بچ جاؤ ورنہ جان سے بھی جاؤ گے یہ ایسا خیال تھا کہ میرے قدم خود بخود واپس کو مڑ گئے۔ اور میں بھاگ نکلا۔ اس کو بہت عجیب سا لگا لیکن اس نے مجھے کچھ بھی نہ کہا جب دوسرے دن میری اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا تم نے رات کیسی حرکت کی تھی میں نے کہا میرا بھائی آ گیا تھا میری یہ بات سن کر وہ چپ ہو گئی اور ساتھ ہی مسکرا دی میں نے کہا۔ کیا تم کو رات کو میرے پاس آتے ہوئے ڈر نہیں لگا تھا۔ میری بات سن کر وہ بولی مجھے ڈرنے والے لوگ اچھے نہیں لگتے ہیں اور نہ ہی میں ڈرپوک ہوں میں جب بھی جہاں بھی چاہوں جا سکتی ہوں مجھے کسی بھی سے ڈر نہیں لگتا ہے اگر تم میرے ساتھ نہیں چل سکتے تو ابھی سے مجھے بتا دو تا کہ میں تمہارا ٹائم ضائع نہ کروں۔ نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں ڈرنے والا نہیں ہوں اور نہ ہی بزدل ہوں نہ ہی ڈرپوک ہوں میری بات سن کر وہ ہنس دی اور بولی ٹھیک ہے محبت میں تمہارا امتحان لینا چاہتی ہوں دیکھتی ہوں کہ تم میرے پیار میں کتنے مخلص ہو۔ ہاں ہاں کیوں نہیں میں نے بہادری دکھاتے ہوئے کہا حالانکہ میں دل میں ڈر رہا تھا۔ کہ نجانے کون سے امتحان کی بات کر دے۔ بتاؤ کون سا امتحان لینا ہے مجھ سے میری بات سن کر وہ بولی بتاؤں گی ابھی نہیں وقت آنے پر پھر ہم دونوں جدا ہو گئے

دن اسی طرح گزرتے گئے ہم ہر ہفتے کالج جاتے تھے ایک دوسرے کو دیکھتے تھے باتیں کرتے تھے اور دل کی پیاس بجھاتے تھے کالج سے واپسی پر ہم کسی ڈرنک کارنر میں جاتے کچھ دیر بیٹھ کر پیار و محبت

کی باتیں کرتے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں اٹھاتے اور کبھی جدا نہ ہونے کے وعدے کرتے۔

ایک دن کی بات ہے ہم ایک شاپ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ میرے بڑے بھائی نے ہمیں دیکھ لیا اور میں نے بھی ان کو دیکھ لیا وہ مجھے دیکھ کر بہت غصے میں دکھائی دے رہے تھے اور میں جانتا تھا کہ اب میرا وہ حال کریں گے کہ شاید میں نے کبھی سوچا بھی نہ ہو۔ وہ وہ میرا بھائی آ گیا ہے میں نے شیلا کو آگاہ کیا تو اس نے ایک نظر میرے بھائی کی طرف دیکھا لیکن منہ سے کچھ بھی نہ بولی۔ بھائی نے وہاں آکر مجھے اپنے پاس بلا کر کہا۔

یہ کون ہے۔

میں نے ڈرتے ہوئے کہا میری دوست ہے۔

یہ سنتے ہی بھائی نے میرے اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ مجھے زمین گھومتی ہوئی محسوس ہوئی پھر بھائی نے پوچھا اس کا نام پتہ کیا ہے میں نے اس کو نام پتہ غلط بتا دیا۔ اور کہا۔

اس کے سامنے مجھے کچھ بھی مت کہنا گھر جا کے چاہے جان سے مار دینا بھائی نے شیلا سے کہا تم جاؤ وہ چپ چاپ وہاں سے گھر چلی گئی کچھ دیر بعد بھائی مجھے بھی گھر لے آیا اور آتے ہی مارنا شروع کر دیا۔ اس دن بھائی نے مجھے بہت مارا میرے منہ سے خون نکلنے لگا بازو پر بھی چوٹیں آئیں میرا بہت برا حال ہو گیا تھا بھائی نے موبائل بھی چھین لیا مجھ سے اور کہا۔ آئندہ اس کا نام بھی لیا تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا میں چپ چاپ اس کی باتیں سنتا رہا اور میری شیلا سے دو دن سے بات نہ ہو سکی یہ دو دن میں نے رو کر گزارے پھر میں نے امی سے کہا۔

پلیز امی جان بھائی سے موبائل لے دیں امی کی بہت منتیں کیں پھر بہت مشکل سے امی نے مجھے موبائل لے دیا اور ساتھ وارننگ دیتے ہوئے مجھ سے کہا۔

اس سے کبھی بات مت کرنا ورنہ نہ صرف موبائل دوبارہ چھین لیا جائے گا بلکہ مار بھی پڑے گی لیکن میں اس کے بنا کیسے رہ سکتا تھا میں نے جھوٹ بول کر موبائل لے لیا اور موقع دیکھ کر میں نے اس کو کال کر دی۔ تین دن بعد جب ہماری بات ہوئی تو شیلا میرا حال پوچھنے لگی۔ ساگر تم کیسے ہو ٹھیک تو ہو ناں۔

میں نے کہا میں بالکل ٹھیک ہوں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ بولی مجھے تمہاری ہی فکر ہے میں تم سے ملنا چاہتی ہوں بولو کہاں ملو گے میں بھی اس کو دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ مجھے اس کے بنا کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا میں نے کہا کالج میں ملتے ہیں

وہ بولی ٹھیک ہے کل وہاں آ جانا۔

اوکے ٹھیک ہے میں نے کہا اور فون بند کر دیا

اگلے دن وہ کالج آئی اور میں اسے لے کر ایک آئس کریم میں چلا گیا مجھے دیکھ کر وہ سرد سی آہ بھر کر رہ گئی اور ایک گہری نظر مجھ پر ڈالی

ساگر میری وجہ سے آپ یہ حالت ہوئی ہے اگر چاہو تو اس کی سزا مجھے دے سکتے ہو جبکہ میں اسے تسلیاں دے رہا تھا۔

مجھے کچھ نہیں ہوا میں بالکل ٹھیک ہوں بڑی مشکل سے اس کا موڈ ٹھیک ہوا اور ہم پہلے کی طرح ہنسنے مسکرانے لگے۔ اور یوں ہم دونوں جدا ہو کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

ایک رات شیلا کی کال آئی تو مجھے لگا کہ وہ کچھ پریشان ہے جب میں نے پوچھا تو اس نے ٹال مٹول سے کام لیا لیکن میرے بے حد اصرار پر اس نے بتایا کہ بس میں تم سے ابھی ملنا چاہتی ہوں بس میرے پاس آ جاؤ۔ میں نے ٹائم دیکھا تو کانپ سا گیا رات بارہ بجے کا وقت تھا میں نے انکار کرنا چاہا تو اس نے کہا جلدی آؤ میں انتظار کر رہی ہوں اپنے گاؤں

میں اتنا کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ میرے دل میں کئی وسوسوں نے جنم لیا کہ ساگر آج تمہاری خیر نہیں ہے آج تم اس کے ہاتھ کبھی بھی زندہ نہیں بچ سکتے تم جانتے ہو کہ اس کی آنکھیں انسانی نہیں ہیں ان آنکھوں میں ایک سحر ہے موت کا سحر۔ لیکن پھر سوچا کہ جو ہو گا دیکھا جائے مجھے اس کے پاس جانا چاہیے ہو سکتا ہے کہ اس کو بہت ضروری بات کرنی ہو کیونکہ اس کی آواز بتا رہی تھی کہ وہ پریشان ہے۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اور رات کے اندھیرے میں اس کے گاؤں کی طرف چل دیا میں نے اپنی حفاظت کے لیے ایک چھری رکھ لی تھی۔ ہر طرف ویرانہ ہی ویرانہ تھا لہلہاتی ہوئی فصلیں ایسے لگ رہی تھیں جیسے آدم خور بھوت ہوں۔ میں بہادر بننے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے باوجود بھی دل میں خوف پرورش پا رہا تھا جیسے بھی ہوا میں اس کے گاؤں میں جا پہنچا۔

اس طرف آ جاؤ مجھے ایک طرف سے اس کی آواز سنائی دی وہ کوئی فصل تھی گنے کی فصل وہ اس کے ایک کونے میں کھڑی تھی اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں میں نے اللہ کا نام لیا اور اس کی طرف ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ تم مجھے ملنے ضرور آؤ گے تم میرے امتحان میں پاس ہو گئے ہو۔ میں نے کہا شکر ہے کہ میں تمہارے امتحان میں پاس ہو گیا ہوں۔ میری اس بات پر وہ مسکرا دی۔ میں نے کہا ہاں مجھے بتاؤ کہ تم نے مجھے یہاں اس وقت کیوں بلایا ہے۔

بس ویسے ہی دیکھنا چاہتی تھی کہ تمہارے دل میں میرے لیے کتنی محبت ہے اور اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم مجھ سے سچا پیار کرتے ہو اور ہاں سنو گھر والے میری شادی کرنا چاہتے ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ تمہارے علاوہ میں کسی اور کی بنوں میں نے کہا

اس میں ٹینشن والی کون سی بات ہے وہ بولی میری خالہ اور پھوپھو اپنے بیٹوں کے لیے میرا رشتہ مانگ رہی ہیں لیکن ابو کو یہ سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ کسے ہاں کریں اور کسے انکار کریں لیکن میں نے گھر والوں کو صاف بتا دیا کہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تو ابو نے انہیں بعد میں آنے کا کہہ دیا اس نے مجھے کہا اپنے امی ابو کو ہمارے گھر بھیجو ورنہ بہت دیر ہو جائے گی۔

میں نے کہا ہاں میں ضرور ان سے بات کروں گا تم فکر مت کرو۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ میری کمر پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگی تھی اس کی اس حرکت نے مجھے مست کرنا شروع کر دیا اور پھر میرے ساتھ کیا کچھ ہوا میں کچھ بھی نہیں جانتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اس رات کے بعد مجھے اس سے پیار ہو گیا تھا اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجھے یونہی ملتی رہے اس نے مجھ پر کیا جادو کر دیا تھا میں نہیں جانتا بس اتنا جانتا تھا کہ اس کا چہرہ میری نظروں کے سامنے رہتا تھا۔

میں نے ایک دن ڈرتے ہوئے امی سے بات کی لیکن امی نے صاف انکار کر دیا اور کہا۔

وہ لوگ ہماری برادری کے نہیں ہیں اس لیے تمہاری شادی اس کے ساتھ کبھی بھی نہیں ہو سکتی میں نے کہا۔

ٹھیک ہے لیکن اگر میں شادی کروں گا تو شیلا سے ہی کروں گا ورنہ کبھی شادی نہیں کروں گا میں ہر وقت گم سم اور اداس رہنے لگا اور سوچتا کہ کاش ہمارے گھر والے مان جائیں لیکن کوئی بھی اس سے شادی کے لیے رضامند نہیں تھا پھر ایک دن اس نے مجھے ملنے کا کہا تو میں کالج چلا گیا وہ بھی آ گئی پھر ہم ایک آئس کریم میں گئے وہاں بیٹھے رہے جب تک وہ میرے ساتھ رہی وہ بار بار کہہ رہی تھی کہ ساگر میں آپ کے بغیر نہیں جی سکتی کیونکہ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اور میں اسے تسلی دیتا کہ کچھ نہیں ہو گا تم ٹینشن مت لو ہم ضرور ایک ہو جائیں گے بہت مشکل سے اسے چپ کروایا اور ہم کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اپنے اپنے گھر چل دیئے

کڑے ہیں ہجر کے لمحات اس سے کہہ دینا

سر رہی ہے میری ذات اس سے کہہ دینا
وفا کی راہ میں میں آج بھی اکیلا ہوں
کوئی نہیں ہے میرے ساتھ اس سے کہہ دینا

مجھے کیا ہو گیا تھا میں نہیں جانتا لیکن اتنا محسوس کر رہا تھا کہ میں دن بدن کمزور ہو جاتا ہوں اور وہ ہر روز ہی مجھے ملنے کے لیے آ جاتی تھی اور پھر مجھے اپنے ساتھ لے جاتی تھی ایک دن اس نے مجھے بتایا کہ تم جاننا چاہتے تھے کہ میں کون ہوں کہاں سے آتی ہوں تو میں تم کو بتا دوں۔ میں انسان نہیں ہوں ایک پری ہوں پرستان سے آئی ہوں مجھے یہاں قید کر لیا تھا اور جب میں آزاد ہوئی تو اپنی تمام طاقتیں کھو چکی تھی میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ چالیس دن تک کسی ایسے انسان کو خون پیئو جو تم سے زمانہ سے بھر کر پیار کرے سو میں اس کام کے لیے میں نے تم کو چن لیا اور میں نے محسوس کیا کہ تم مجھے زمانہ سے بھر کر چاہنے لگے ہو میں نے تم کو پوری طرح اپنی محبت کے جال میں پھنسا لیا لیکن کبھی کبھی تمہارا بے پناہ پیار کر دیکھ کر میں کڑ جاتی کہ میں تمہارا خون نہیں پیئوں گی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہارے ہی ساتھ رہوں گی لیکن مجھے میرے ساتھی نے ایسا نہیں کرنے دیا اس نے مجھے کہا یہ انسانی دنیا ہے اور انسانی دنیا میں ہمارا کوئی کام نہیں ہے ہمیں اپنی دنیا میں جانا ہوگا اور وہاں ہی اپنی زندگی گزارنا ہوگی۔ اس کی بات سچ تھی مجھے ایسا ہی کرنا پڑا۔ مجھے تمہارا خون پینا پڑا اور میں چاہتی تھی کہ میرے اس کام کا تم کو معلوم نہ ہو سو میں تم کو اپنے سحرانہ ہاتھوں سے مست کر دیتی تھی اور پھر تمہارا خون پینے لگ جاتی تھی تم کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ کیا کچھ کر رہی ہوں تم تو بے ہوش ہو چکے تھے اور پھر میں خود ہی تم کو تمہارے گاؤں میں ایک محفوظ جگہ پر رکھ آتی تھی۔ یہ کام میں ہر روز کرتی ہوں اور اب کچھ ہی دنوں میں میں اپنی منزل پا لوں گی نہ صرف اپنی دنیا میں چلی جاؤں گی بلکہ انہی طاقتوں کی مالک بن جاؤں گی جو کبھی میرے پاس ہوتی تھیں۔ وہ بولتی جا رہی تھی اور میں اس کا منہ دیکھتا جا رہا تھا مجھے اس کا معصوم چہرہ بہت ہی اچھا لگتا تھا اور میں چاہتا تھا کہ وہ ہمیشہ میرے سامنے رہے میں نے کہا شیلا دیکھو چاہے میرے جسم میں پرورش پاتا ہوا خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لو لیکن خدا کے لیے مجھ سے دور نہ جانا میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکوں گا اتنا کہہ کر میں نے اپنا ہاتھ اس کے آگے کر دیا اور کہا لو چوس لو میرا خون اور اپنی منزل کو پا لو میں تم کو تمہاری منزل دوں گا وہ تمام طاقتیں تم کو دوں گا جو تم چاہتی ہو بس مجھے چھوڑ کر مت جا: میں اس سے ایسے کہہ رہا تھا جیسے اس سے محبت کی بھیک مانگ رہا ہوں میری باتیں سن کر اس کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے بولی۔

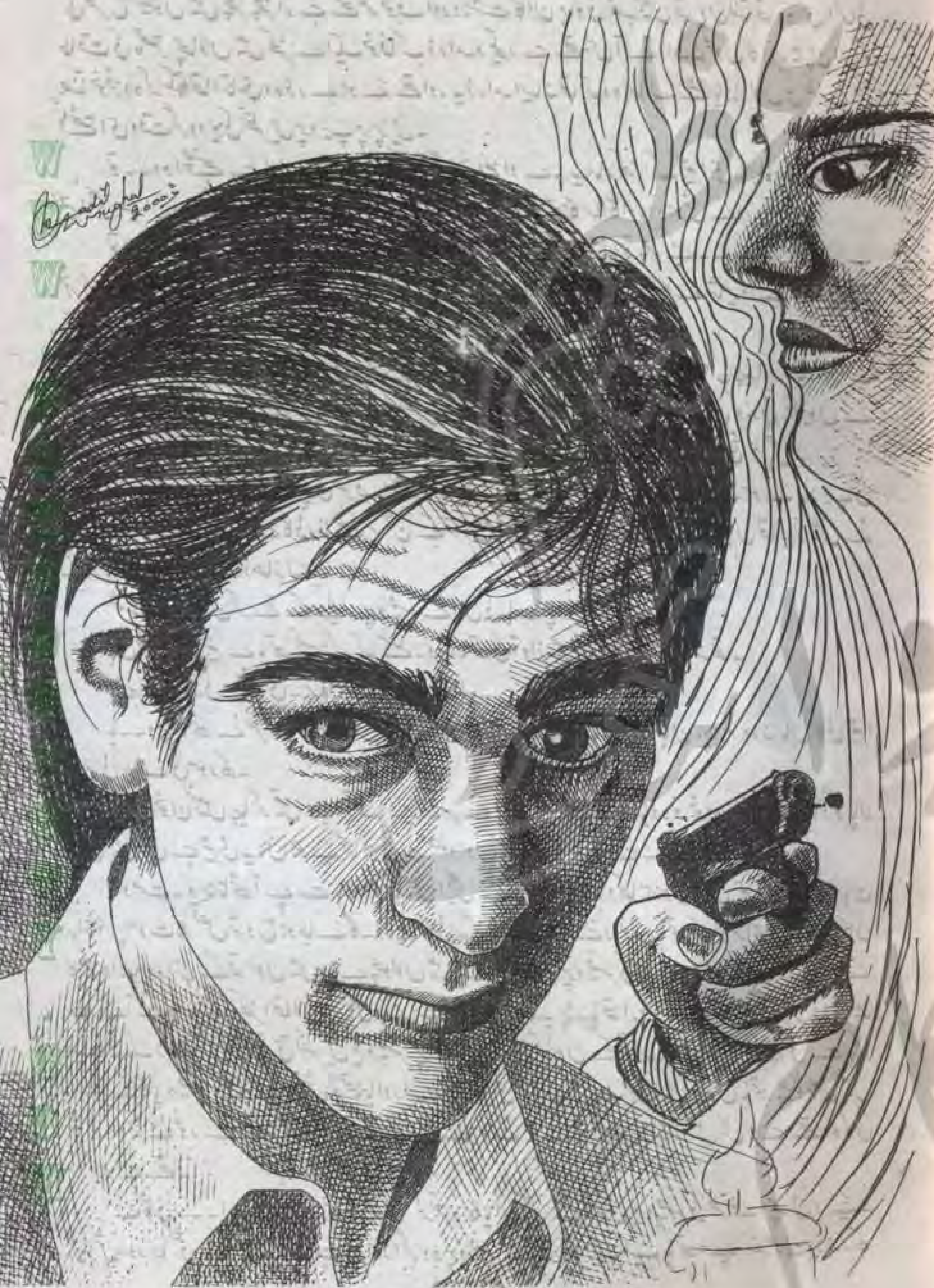
ساگر محبت تو میں بھی تم سے کرنے لگی ہوں بلکہ بہت زیادہ کرنے لگی ہوں تم سے رابطہ کرنا میری محبت میں شامل نہ تھا لیکن دھیرے دھیرے مجھے بھی تم سے محبت ہونے لگی اور ہوتی ہی چلی گئی لیکن بے بس ہوں پتہ نہیں کیوں ایسا لگتا ہے کہ جیسے ۔۔۔ خیر چھوڑو بس مجھے اپنا خون پلا دو میری پیاس بجھا دو مجھے نئی طاقت دے دو اس کی اس بات پر میں ہنس دیا اور اپنا آپ اس کے سامنے رکھ دیا اور کہا جہاں سے جی چاہے اپنے دانت رکھ کر میرا خون پی لو۔ اتنا کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں میں نے محسوس کیا کہ اس کے دانت میری گردن میں پیوست ہوئے تھے لیکن ساتھ ہی اس کی سسکاریوں کی گونج بھی مجھے سنائی دے رہی تھی یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ میرا خون پینے پر خوش نہیں ہے۔ میں مست ہونے لگا تھا وہی مستی مجھے ملنے لگی تھی جو ہر روز میں محسوس کرتا تھا آج میں جان گیا تھا کہ وہ مست کر کے میرے ساتھ کیا کرتی ہے یہی کچھ کرتی ہے جو وہ اب کر رہی تھی اور اب مجھے اپنی زندگی کی پرواہ نہ تھی کیونکہ میں نے اپنی زندگی اس کے نام کر دی تھی وہ چاہے بچا کر رکھے چاہے موت کے حوالے کر دے بس۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔ آج وہ اکیلی نہیں آئی تھی اس کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا بہت ہی خوبصورت لڑکا تھا اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی وہ میرے قریب آئی اور بولی یہ میرا ساتھی ہے میں اس کے ساتھ آج اپنے وطن پرستان چلی جاؤں گی آج میرا تمہارے ساتھ آخری دن ہے آخری رات ہے اس کے بعد میں تم کو اور تم مجھ کو نہیں دیکھ پاؤ گے اس کی بات سن کر میں بجھ سا گیا اور کہا نہیں نہیں تم کہیں نہیں جاؤ گی میرے پاس ہی رہو گی میں تم کو کہیں بھی نہیں جانے دوں گا میری بات سن کر وہ رو دی اور بولی مجبوری ہے ورنہ میں خود بھی یہی چاہتی تھی میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا اور کہا ہاں اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے تو پھر ایک کام کرنا میری ایک خواہش کو پورا کرنا۔ ہاں ہاں بولو کیا خواہش ہے تمہاری میں تمہاری اس خواہش ضرور پورا کروں گی میں نے آج میرے جسم کا تمام خون چوس لینا کیونکہ تمہارے بن میں جی نہیں پاؤں گا میری بات سن کر وہ ایک درد سے بولی۔ میں میں ایسا نہیں کروں گی۔ تمہیں ایسا ہی کرنا ہوگا اپنے محبوب کی اس خواہش کو پورا کرنا ہوگا اس کے ساتھ آئے ہوئے نوجوان نے کہا۔ چلو جلدی کرو وقت بہت کم ہے اس نے پھر سے کہا تو شیلا نے میری گردن پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے اور مجھے مستی چڑھنے لگی جو چڑھتی ہی چلی گئی مجھے آج اپنا ہوش نہ رہا تھا۔ صرف اتنا جانتا تھا کہ جیسے میری کوئی سانسیں کھینچ رہا ہوں جیسے کوئی میری جان نکال رہا ہو بس اس کے بعد میں کچھ بھی نہیں جان سکا۔ ہوش آیا تو میں ایک بیڈ پر پڑا ہوا تھا میرا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ اس کے بچنے کی امید بہت ہی کم ہے اس کے اندر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ صرف سانسیں لے سکتا ہے بس۔۔

اب میں ہر روز جیتا اور ہر روز مرتا ہوں لیکن اس کی یاد نے پیچھا نہیں چھوڑا اس کی باتیں بہت یاد آتی ہیں جب وہ کہتی تھی کہ ساگر مجھے کبھی مت چھوڑنا ورنہ میں مر جاؤں گی بہت روتا ہوں اسے یاد کر کے اب تو آنسو بھی ختم ہو گئے ہیں میں نے اسے ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی لیکن آج تک اسے ڈھونڈ نہیں پایا۔ دل میں ایک حسرت ہے کہ مرنے سے پہلے اسے ایک بار دیکھوں اور پوچھوں کہ میرے ساتھ ایسا کیوں کیا کیا کمی تھی میرے پیار میں جو میرے ساتھ میرے پیار کے ساتھ اتنا بڑا دھوکا کیا میں ہر روز خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے ایک بار اپنی شیلا سے ملا دے ایک بار اس کا دیدار کرا دے صرف ایک بار۔ جب بھی شیلا کے گفٹ دیکھتا ہوں تو آنسو رکنے کا نام نہیں لیتے مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں ہاں آج رات وہ مجھے دکھائی دی تھی وہ اس کے ساتھ تھا دونوں ہی مسکرا رہے تھے ان کے لبوں پر سچی خوشی تھی سچی مسکراہٹ تھی مجھے دیکھ کر وہ بولی ساگر تم زندہ ہو میں سمجھی کہ تم مر چکے ہو گے۔

ہاں میں مر چکا ہوں کیسے زندہ ہوں یہ میں خود بھی نہیں جانتا لیکن شاید اب جان گیا ہوں کیونکہ میں نے خدا سے ایک سوال کیا تھا کہ آخری بار تم سے ملوا دے آخری بار تمہارا دیدار کرا دے اور آج تمہارا دیدار ہو گیا ہے اور بس۔

قارئین کرام اس کے بعد اس کی لاش ہسپتال میں ہمیں ملی میں اس کے روم میں گئی دیکھا تو وہ مرا ہوا تھا اس کے جسم میں جو خون کا ایک قطرہ تھا وہ بھی خشک ہو چکا تھا۔ میں اس کے مردہ جسم کو دیکھ کر کئی لمحات تک اس کی کہانی کے بارے میں سوچتی رہی۔

انگلیاں آج بھی اسی سوچ میں ہم ہیں فراز
اس نے کیسے نئے ہاتھ کو تھاما ہوگا۔



کالا جادو

--خواجہ عاصم۔ سرگودھا۔ قسط نمبر ۵

لے ملیچھ۔ میری ماں کالی کی شکتی کا وار سنبھال۔ جے کالی۔ اپنے پورے زور سے نعرہ لگایا تیزی سے چند قدم آگے بڑھا اور ترشول پروفیسر پر کھینچ مارا۔ اسی لمحے پروفیسر نے سامنے ہوا میں پھونک ماری ایک انہونی ہوئی اور ایک ناقابل یقین منظر جنم لیا۔ ترشول کسی تیز رفتار تیر کی طرح پروفیسر کی طرف لپکا تھا مگر آدھے راستے میں ہی جیسے کسی نے اسے جھپٹ لیا ویناناتھ اور پروفیسر کے بیچوں بیچ فضا میں وہ ترشول معلق ہو کر رہ گی ویناناتھ کی آنکھیں پہلے تو حیرت سے ساکت ہوئیں پھر پھٹنے کو آ گئیں کیونکہ ترشول کا رخ پروفیسر کی طرف سے پھر کر خود ویناناتھ کی طرف ہو گیا تھا۔ پروفیسر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئیں بڑی میٹھی ٹھنڈی اور اطمینان سے لبریز مسکراہٹ۔ ویناناتھ نے پیچھے ہٹ کر ہاتھ اٹھایا اور ترشول سے بچنے کی کوشش کی مگر اس کا اکلوتا ہاتھ ہوا میں ناچ کر رہ گیا۔ ترشول جس تیزی سے پروفیسر کی طرف روانہ ہوا تھا اس سے کئی گنا تیز رفتار ینے واپس پلٹا اور حیرت اور خوف اور بے یقینی کے ناپتے مجسمے ویناناتھ کے سینے مین ترازو ہو گیا۔ ایک بھیانک چیخ اس کے لبوں سے آزاد ہوئی۔ ترشول اس کے دل کے آر پار ہو کر کمرے سے باہر نکل گیا وہ ترشول اسے اپنے ساتھ اڑاتا ہوا واپس کالی کے بت کی طرف لپکا زمین سے ڈیڑھ دو فٹ اونچا اٹھا ہوا ویناناتھ بے بسی سے ہاتھ پاؤں مارتا ہوا چیخ رہا تھا پھر ٹھک کی آواز سے ترشول کالی کے بت سے ٹکرایا اور ویناناتھ تڑپتا ہو فرش پر گر کر لوٹ پوٹ ہو گیا اس کے ہونٹوں سے یوں چیخیں نکل رہی تھیں جیسے کوئی اسے ذبح کر رہا ہوں اس نے دو چار پلٹیاں کھائیں اور ہائے ہا۔ کی ایک لمبی آواز کے ساتھ فرش پر چت ہو گیا اس کی حیرت زدہ نظریں اب بھی کالی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو اسے بے نور آنکھوں سے گھور رہی تھیں۔ ساری فضا میں خاموشی تیر رہی تھی۔ ہر سو سناٹے کا راج تھا۔ صرف ان تینوں کے سانسوں کی مدھم سی بازگشت تھی جو انہیں اس ماحول کا حصہ ثابت کر رہی تھی۔ الحمدللہ۔ پروفیسر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی جانب دیکھا اور تشکر سے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں میرے مالک تیرا احسان ہے کہ تو نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے میں مجھے اپنی امان میں رکھا مجھ پر تیرے کرم کی کوئی حد نہیں میرے مالک الحمدللہ۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ۔ انہوں نے بندھے ہوئے ہاتھ ماتھے پر رکھ لیے اور سر جھکا لیا۔ کیلاش اور ساکشی نے چونک کر پروفیسر کو اور ایک دوسرے کو دیکھا ان کے جسم نارمل ہو چکے تھے ہر قسم کا بوجھ ختم ہو گیا تھا انہوں نے آہستہ سے اپنے ہاتھ پروفیسر کے کندھوں سے ہٹا لیے۔۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

ملیچھ مسلے تو نے کالی کے مہان استھان پر پگ دھر کے اپنی مرتیو کو آواز دی ہے ماں کالی تجھے بھسم کر دے گی نابکار۔ گرودیو حلق کے بل دھاڑا۔ اس کے سامنے کھڑے پروفیسر کے لبوں پر بڑی حقارت آمیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی اس طنزیہ مسکراہٹ نے جیسے جلتی پر تیل ڈال دیا گرودیو کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی اس کی انگارہ آنکھوں میں شعلے سے لپکے سرخی بدن تھرایا اور ہونٹوں سے کف بہہ کر گھنی داڑھی پر پھیلنے لگا کیلاش اور ساکشی پروفیسر کے دائیں بائیں بڑے حوصلے سے قدم جمائے کھڑے تھے ان کے دل زخمی پرندوں

کی طرح سینوں میں پھڑ پھڑا رہے تھے مگر خوف اور دہشت کا ان پر کوئی غلبہ نہیں تھا یوں لگتا تھا وہ کسی انجانی طاقت کی چھتر چھاؤں میں کھڑے ایک خوفناک ڈرامہ دیکھ رہے تھے بس آنے والے لمحوں کا انجانا پن ان کو جتنا خوفزدہ کر سکتا تھا اتنا ہی وہ ڈرے ہوئے تھے اور یہ ڈرامہ ایسا نہ تھا کہ وہ بھاگ نکلتے یا بزدلوں کی طرح چیخ اٹھتے اسی وقت گرو دیو کی نظریں پردیپ پر پڑیں۔

تو۔۔وہ اچنبھے سے بولا۔ اچھا ہوا تو بھی آگیا حرامزادے۔۔یہ سارا کھڑاگ تیرا ہی پھیلایا ہوا ہے آج تیرا بھی بلیدان دے کر میں کالی کا من کشل کر دوں گا۔۔پردیپ کو جھٹکا سا لگا اور وہ ہوش کے در آ گرا۔

تو اس کا مطلب ہے میں اس کمینے کی شکتی کا شکار ہو کر یہاں نہیں پہنچا تو پھر کیسے۔۔کیسے میں یہاں بے خبری کے عالم میں آگیا۔ اس کے ذہن پر ہتھوڑے سے برسنے لگے پروفیسر نے کالے شاپر والے ہاتھ کو سینے تک بلند کیا اور پنڈت ویناناتھ کی قہر آلود نگاہیں اس پر جم گئیں۔

یہ تیرا ہی ظلم ہے ناں پروفیسر کی بڑی تجی کھڑی اور گونجیلی آواز نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا۔ جواب میں ویناناتھ نے ایک پل کے لیے شاپر سے نظریں ہٹائیں، پروفیسر پرسکون آنکھوں مین کوندتی بجلیوں نے اسے جیسے جھٹکا دیا فوراً ہی اس نے دوبارہ نظریں شاپر پر جما دیں اس کے دماغ میں کھلبلی سی مچ گئی تھی۔

یہ۔۔اس نے انگلی سے شاپر کی طرف اشارہ کیا یہ تو۔۔اس نے ٹھہرے کھڑے ڈولتے ہوئے پردیپ کی طرف دیکھا جو ان سب سے کافی فاصلے پر صحن کے شروع میں موجود اور نا موجود کے درمیان تھا یہ تو میں نے تجھے دیا تھا الو کے پٹھے وہ دھاڑا۔

شمشان میں دفن کرنے کے لیے۔ پروفیسر نے اس کی بات پوری کر دی۔

ہاں مگر۔۔یہ تیرے ہاتھ کیسے لگ گیا مسلے۔ ویناناتھ کی آواز میں اب بھی وہی طنطنہ تھا۔

یہ میرے اللہ کی مرضی تھی۔ پروفیسر نے ہاتھ جھکا لیا۔

ہا۔۔ویناناتھ نے نفرت سے گردن گھمائی۔ تیرا اللہ ارے بھاگ جا اپنی جان بچا کر ورنہ ماں کالی تیرا خون پی جائے گی مورکھ۔

مائیں خون نہیں پیا کرتیں بے وقوف۔ پروفیسر نے جیسے کسی بچے کو سمجھایا وہ تو خون پلا پلا کر اولاد کو پالا کرتی ہیں کیسی ہے تیری یہ ماں جو بے گناہوں اور معصوموں کا خون پی جاتی ہے۔

بومت۔ ویناناتھ آپے سے باہر ہو گیا میں ابھی تجھے کالی کا چمتکار دکھاتا ہوں ابھی تیری ساری زبان درازی پہ موت کا رقص شروع ہو جائے گا۔ وہ پلٹا کالی کے بت کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس نے جے کالی کا نعرہ لگایا اور اس کے قدموں میں پڑے پھولوں میں سے مٹھی بھر کر پروفیسر کی طرف مڑا اب وہ بالکل کالی کے بت کے آگے وسط میں کھڑا تھا اس پر کالی کے بت کا اندھیرا سا یہ پڑ رہا تھا اردگرد کی مدھم روشنی میں وہ بہت بھیانک لگ رہا تھا اس کی تڑپتی نظریں پروفیسر پر جمی تھیں۔ مٹھی کو لبوں کے قریب لے جا کر وہ تیزی سے کچھ بدبدانے لگا پروفیسر نے شاپر کیلاش کو تھمایا اور اسے اور ساکشی کو اپنے قریب کر لیا پھر دونوں ہاتھ پہلوؤں میں لٹکا کر وہ بڑے غور سے ویناناتھ کو گھورنے لگے ان کے ہونٹ بڑے غیر محسوس انداز میں ہل رہے تھے وہ کوئی ورد کر رہے تھے۔

جے کالی۔۔۔اچانک ویناناتھ نے چیخ کر نعرہ لگایا اور مٹھی کے پھول پروفیسر کی طرف اچھال دیئے۔ کیلاش اور ساکشی نے گھبرا کر حرکت کی اور اگر وہ پروفیسر نے ان کا ایک ایک ہاتھ اپنے کندھوں پر نہ رکھ

لیا ہوتا تو وہ ان شعلوں سے بچنے کے لیے یقیناً ادھر ادھر بھاگ اٹھتے جو پھولوں سے اڈ کر ان کی طرف لپک پڑے تھے۔ پھول دیوہیکل شعلوں میں بدل گئے تھے اور تیزی سے ان کی طرف ہوا میں تیرتے ہوئے چلے آرہے تھے پروفیسر نے اچانک دایاں ہاتھ سامنے کی طرف اٹھایا اور شعلے آدھے راستے ہی میں رک گئے۔ پروفیسر کی ہتھیلی میں سے شفاف پانی کی ایک باریک دھار نکلی اور ان شعلوں کو یوں سرد کر کے غائب ہو گئی جیسے وہاں کچھ تھا ہی نہیں مگر نہیں وہاں کچھ کیوں نہیں تھا شعلے جلے ہوئے پھولوں کی شکل میں صحن کے فرش پر آگرے تھے ویناناتھ کی آنکھیں پہلے تو حیرت سے پھٹ گئیں پھر جیسے وہ پاگل ہو گیا جے کالی اس نے اپنے پورے جسم کی طاقت صرف کر کے نعرہ لگایا ساتھ ہی اس نے دائیں پاؤں کو فرش پر زور سے مارا فوراً ہی دھڑ دھڑاہٹ کی آوازیں ابھریں اور دائیں بائیں کی کوٹھڑیوں سے نکل کر آٹھ دس گھٹے ہوئے سروں والے پجاری اپنے گیروے لاچوں کو سنبھالتے ہوئے ویناناتھ کے دائیں بائیں آ کھڑے ہوئے ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چمکدار تیغہ تھا جن پر پڑتی ہوئی روشنی منعکس ہو کر فضا کو کوندتی بجلیوں کے مفہوم سے آشنا کر رہی تھی بوڑھا ہنگران میں سب سے آگے تھا ختم کر دو ان پاکھنڈیوں کو ویناناتھ ان تینوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حلق کے بل چیخا۔ آناً فاناً وہ آٹھ دس پجاری پروفیسر کیلاش اور ساکشی کی طرف دوڑ پڑے پروفیسر نے گھبرائے بغیر انگلی کے اشارے سے اپنے کیلاش اور ساکشی کے سامنے فرش پر خیالی لکیر کھینچ دی اور اس پر ہلکی سی پھونک مار دی۔ پجاری بھاگے ہوئے آئے اور جہاں پروفیسر نے لکیر کھینچی تھی وہاں آ کر یوں جھٹکا کھا کر پیچھے کو لڑھکے جیسے اپنے ہی زور میں کسی نادیدہ دیوار سے ٹکرا گئے ہوں ساتھ ہی ان کی مکروہ چیخوں نے وہاں غل مچا دیا ایک پجاری کا تیغہ اچٹ کر اس کے اپنے ہی پیٹ میں گھس گیا تھا اور باقی اپنے ماتھے اور ناک کو سہلاتے ہوئے ایک دوسرے پر ڈھیر ہو گئے تھے ویناناتھ کے غصے میں اور ابال آیا اس کا دوسرا وار بھی خالی گیا تھا جے کالی کے اس فرسودہ نعرے کو بلند کرتے ہوئے وہ دو قدم آگے بڑھا اور کسی جاپ میں لگ گیا پھر اس کے سارے بدن میں جیسے ہوا بھرتی چلی گئی اس کی دھوتی پھول کر کپا بن گئی بازو اطراف میں پھیل گئے اور قد بڑھنے لگا چند ہی لمحوں بعد اس کا سر مندر کی دیواروں سے باہر نکل گیا اور اب وہ تقریباً بیس فٹ کی اونچائی سے ان تینوں کو دیکھ کر قہقہے لگا رہا تھا اس کے ہذیانی اور خوفناک قہقہوں نے کیلاش اور ساکشی کے ساتھ پردیپ کو بھی بوکھلا دیا وہ دائیں بائیں تو پہلے ہی ڈول رہا تھا یہ منظر اس کے حواس پر ایسا چھایا کہ وہ فرش پر گرا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوتا چلا گیا۔ ساکشی اور کیلاش نے گھبرا کر پروفیسر کی طرف دیکھا جن کے دائیں کندھے پر کیلاش اور بائیں پر ساکشی کا ہاتھ رکھا ہوا تھا چاہنے کے باوجود وہ اپنے ہاتھوں کو وہاں سے نہ ہٹا سکے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے ان کے ہاتھوں کو بڑی مضبوطی سے پروفیسر کے کندھوں پر جما دیا ہو جیسے ان کے ہاتھ منوں وزنی ہو گئے ہوں جن کو حرکت دینا اب ان کے بس سے باہر تھا۔ پروفیسر نے سر اٹھا کر بڑے تحمل سے ویناناتھ کی طرف دیکھا جو اپنا کئی فٹ بڑا ہاتھ پروفیسر کی طرف بڑھا کر شاید ان کو گرفت میں لینا چاہتا تھا پروفیسر نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہی شیشی نکالی جس میں سے انہوں نے پانی لے کر کیلاش اور ساکشی پر چھڑکا تھا اس کا ڈھکن کھول کر چلو میں پانی بھرا اور ویناناتھ پر اچھال دیا۔

آہ۔۔آہ۔۔جونہی اس پانی کے قطرے ویناناتھ کے بدن پر پڑے وہ بلک اٹھا اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ پیچھے ہٹا اور دوسرے ہی لمحے اس کا دیوہیکل جسم دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔ دھواں چھٹا تو وہ کالی کے بت کے آگے فرش پر لوٹنیاں کھا رہا تھا اس کے حلق سے کربناک چیخیں نکل رہی تھیں اور اس کے پورے بدن پر بڑے

برے اپنے مودار ہوئے سے للبا تھا ان آبلوں کی جلن اس سے برداشت نہیں ہو پا رہی تھی۔ آہ۔۔ آہ میں مرا۔ ماں کالی ماں مجھے شکتی دے دے ماں۔۔ ماں۔۔ وہ ڈکراتا ہوا کالی کے قدموں میں لوٹ رہا تھا۔

اسے اپنا خون پلا دینا وینا ناتھ۔۔ پروفیسر نے طنز سے اسے مخاطب کیا۔ تیری یہ ماں خون پینے کی عادی ہے خون کے بغیر یہ تیرے کام نہیں آئے گی۔ اسے اپنا خون پلا۔ وینا ناتھ اچانک بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس نے ایک پل کو بڑے کرب سے پروفیسر کی طرف دیکھا پھر وہ فرش سے لپک کر اٹھا اور اپنے قریب کھڑے شنکر کی طرف جھپٹا شنکر نے گھگھیا کر اسے دیکھا وینا ناتھ نے اس کے ہاتھ سے تیغہ چھین لیا دوسرے ہاتھ سے بوڑھے شنکر کی گردن دبوچ کر وہ اسے کالی کے قدموں میں گھسیٹ لایا پھر اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھ پاتا اس کا تیغے والا ہاتھ بلند ہوا اور شنکر کی گردن کٹ کر دور جا گری۔ اس نے تیزی سے تیغہ ہاتھ میں چھوڑ اشنکر کے خون اگلتے تڑپتے مچلتے بدن کو شانوں سے تھاما اور کالی کے قدموں میں جھکا دیا اس کا خون کالی کے قدموں میں چھل چھل بہتا جا رہا تھا اور اس کا فرش پر اچھلتا کودتا سر خرخراتا ہوا باقی پجاریوں کے آگے رقص کر رہا تھا چند لمحوں بعد سہمے ہوئے پجاریوں کے آگے مرنے والے شنکر کا اچھلتا سر ساکت ہو گیا اور اس کا بے حس و حرکت بدن کالی کے قدموں میں اوندھا پڑا تھا۔

جے کالی وینا ناتھ نے کراہتی ہوئی آواز میں کہا ماں تیرے بھگت نے تجھے اپنے سب سے لاڈلے سب سے پیارے متر کی بھینٹ دان کر دی ہے اسے سویکار کر لے ماں اور مجھے اس ملیچھ پر وجے پراپت کر دے ماں وجے پراپت کر دے ماں۔۔ وہ اوندھے منہ کالی کے قدموں میں گر پڑا اس کا سر اور منہ شنکر کے خون میں لت پت ہو گیا مگر وہ ماتھا رگڑنے اور کالی کو پکارے جا رہا تھا۔ پروفیسر نے اضطراب سے بدن کا وزن ایک سے دوسرے پاؤں پر منتقل کیا اور تیزی سے منہ ہی منہ میں کسی وظیفے کا ورد کرنے لگے اسی وقت ایک انہونی نے حقیقت کا روپ دھار لیا۔ مندر کے برآمدے کی چھت سے لٹکتی گھنٹیاں خود بخود بج اٹھیں ہر طرف ایک ہی ایسی ناگوار بدبو پھیل گئی کہ ان تینوں کو قے روکنا مشکل ہو گیا کالی کے تمام پجاری پلٹے اور جے کالی ماں جے کالی ماتا۔ پکارتے ہوئے صحن ہی میں کالی کے بت کے سامنے سجدے ریز ہو گئے۔ وینا ناتھ تڑپ کر اٹھا اور اس کے خون میں لتھڑے ہوئے چہرے پر بڑی خوفناک مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

جے کالی۔ وہ پورے زور سے دہاڑتا ہوا پروفیسر کی طرف پلٹا مگر یہ کیا اس کا نعرہ حلق ہی میں دم توڑ گیا گھنٹیوں کی ٹن ٹن میں بدبو کے طوفان میں وہ وہاں کھڑا حیرت سے اس جگہ کو گھور رہا تھا جہاں اب سے چند لمحے پہلے اس کا دشمن مسلا اپنے دو ساتھیوں سمیت کھڑا تھا مگر اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح آگے کو دوڑا اور فرش پر اوندھے منہ پڑے پجاریوں کے جسموں کو روندتا ہوا صحن کے آخری کونے تک چلا گیا مگر وہاں کچھ ہوتا تو اسے ملتا صرف بائیں کونے میں پردیپ کا بے حس و حرکت جسم پڑا تھا اور بس۔

او مسلے۔ او ملیچھ۔ او بزدل کہاں کھا گیا ڈر کر رفو چکر ہو گیا کیا سامنے آ کتے سامنے آ۔ وہ آپے سے باہر ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہا تھا عورتوں کی طرح طعنے دے رہا تھا پاگل بادلوں کی طرح گرج رہا تھا مگر برسنے کے لیے اس کے سامنے کچھ نہیں تھا اسی وقت تمام پجاری فرش سے اٹھے اور ماں کالی جے کالی کہتے ہوئے اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں جا گھسے ان کو وینا ناتھ کے ہاتھوں اپنی موت بڑی قریب دکھائی دے رہی تھی اس سے کیا بعید تھا کہ اگلی مرتبہ ان میں سے کسی کی گردن اڑا دیتا شنکر اس کا چہیتا شیشک تھا جب وہ اس کے ہاتھ سے نہیں بچا تھا تو ان کی کیا حیثیت تھی۔

ماں۔۔ ماں۔۔ وہ دیوانوں کی طرح دوڑتا ہوا کالی کے بت کے پاس آ کر رک گیا اس کا حال حماقت اور پاگل پن کے آمیزے سے جنم لینے والے بچے جیسا ہو رہا تھا۔

ماں وہ بھاگ گئے کہاں گئے ماں ان کو میرے سامنے لا ماں۔۔ تیری شکتی سے بھاگ کر وہ کہاں جا سکتے ہیں ان کو میرے سامنے لا۔ میں ان تینوں کی تیرے قدموں میں بلی دے کر تجھے پرسن کر دوں گا ماں وہ جیسے کالی کو نافیوں کا لالچ دے رہا تھا۔ پھر وہ پلٹا بے یقینی سے اس نے پھر اس جگہ کو دیکھا جہاں سے پروفیسر اور اس کے ساتھی غائب ہوئے تھے مگر وہ جگہ اب بھی کسی فقیر کی جھولی کی طرح بے آباد تھی۔

ماں۔۔ ماں۔۔ وہ اوندھے منہ کالی کے قدموں میں گرا اور زور زور سے اس کے پتھریلے پیروں پر گھونسے مارنے لگا۔ ماں ان کو واپس لا ماں ان کو واپس لا وہ مچل مچل کر چیختا رہا مگر جواب میں خاموشی کے سوا کوئی احساس نہ ابھرا اس کا حلق چیخ چیخ کر خشک ہو گیا ہاتھ گھونسے برسا برسا کر شل ہو گئے اس کی آنکھوں سے بے بسی کا نمکین پانی بہہ نکلا اس کی زندگی میں ایسا برا دن تو آج تک نہیں آیا تھا۔ ٹن ٹن کی آوازیں مدھم ہوتے ہوئے تھم گئیں بدبو کا ریلا ہوا میں تحلیل ہوتے ہوئے ناپید ہو گیا۔ فضا میں پہلے جیسی خاموشی نے راج جما لیا وہ تھکے تھکے انداز میں اٹھا بے سر کے شنکر کے لاشے کو ٹھوکر مار کر ایک طرف پھینکا اور بڑی سرد نگاہوں سے کالی کے چہرے کو دیکھا جس پر نحوست اور ویرانی کا مکمل پہرہ تھا آج تو نے اپنے بھگت کو نراش کیوں کر دیا ماں وہ ہونٹ بھینچ بھینچ کر بولا۔

کیا بھول ہو گئی مجھ سے بول ماں بول میرے دشمن کو تنے نے اس طرح نکل کیسے جانے دیا تو آئی بھی اور چلی بھی گئی مگر میرا اشرو میرا دشمن بچ کر نکل گیا کیوں ماں کیوں وہ پھر چیخ اٹھا۔

اس لیے وینا ناتھ کہ تیری کالی ماں میرے اللہ کی طاقت کے آگے ٹھہر ہی نہیں سکتی تھی۔ آواز تھی یا بم جو وینا ناتھ کے سر پر پھٹا۔ وہ اچھل کر پلٹا اور یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر ابل پڑیں کہ پروفیسر اپنے دونوں ساتھیوں سمیت اپنی جگہ پر موجود تھا۔ وہ تینوں اسے بڑی تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

ماں۔۔ اس نے گردن گھما کر کالی کے بت کی طرف دیکھا۔ یہ کیا ماں وہ حیرت سے پروفیسر کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

یہ میرے اللہ کے کلام کا ایک معمولی سا کرشمہ ہے بے وقوف مگر تو اس بات کو کیا اور کیسے سمجھے گا تو تو کالی کے کالے دامن کا پناہ گزین ہے بلا اپنی اس خونخوار ماں کو۔۔ اور یقین رکھ اب میری تیری نظروں سے اوجھل نہیں ہوں گا بالکل اسی طرح تیرے سامنے موجود رہوں گا جیسے اب تیری کالی ماں یہاں میرے سامنے کبھی نہیں آئے گی۔ اس نے بھینٹ لینی تھی لے لی اس نے تجھے احمق بنانے کے لیے گھنٹیاں بجا کر بہلا لیا۔ اس کے وجود سے پھوٹتی بدبو نے تجھے خوشی اور اس کی مدد کا یقین دلانا تھا وہ اس نے دلا دیا مگر ہوا کیا کچھ بھی نہیں جاہل ڈینا ناتھ یہ سب فریب ہے نظر کا دھوکا ہے دل کا خرابی ہے یقین کی ادھر دیکھ میری طرف میں تب بھی یہیں تھا جب تو پاگل کتے کی طرح مجھے ڈھونڈتا پھر رہا تھا اب بھی یہیں ہوں جب تیری ان کالی تجھے پنجہ دے کر لوٹ گئی اب بول کیا حال کروں میں تیرا سیدھی طرح میری بات مان لے گا یا مجھے اپنے اللہ کا چابک تجھ پر برسانا پڑے گا۔ وینا ناتھ پہلے حیرت سے پھر نفرت سے اور اب بڑے قہر بڑے انداز میں اسے گھور رہا تھا جیسے وہ اب ان تینوں پر کسی خونخوار شیر کی طرح جھپٹا کہ جھپٹا مگر وہ اتنی آسانی سے تو ہار ماننے والا نہیں تھا۔ اس کی رگوں میں خون کی جگہ کالے علم کا اندھیرا اٹھکھیں مار رہا تھا۔ اس کے دماغ میں عقل کے بجائے کالی کا بت براجمان تھا اس

کی ہر سوچ میں کفر اور ضلالت کی وہ بدبو رچی بسی تھی جس پر ایمان کی نرم و گداز خوشبو بے اثر تھی۔

بک چکا یا ابھی اور کچھ کہے گا۔ وینا ناتھ بڑے سرد لہجے میں بولا۔

تیرے لیے میری بات بکواس ہے وینا ناتھ۔ پروفیسر نے بڑے تحمل سے کہا مگر میرے اللہ کا حکم ہے کہ ہر مسلمان اپنے مدمقابل کافر کو پہلے ایمان کی دعوت ضرور دے اور میں تجھے پورے خلوص کے ساتھ اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

ہا۔۔ہ۔۔ وہ نفرت سے بل کھا کر رہ گیا۔ کائروں کی طرح جان بچانے اور صلح کی بھکشا مانگنے کی بات نہ کر مسلے تیرا کیا وچار ہے کہ میں تیری چکنی چپڑی باتوں میں آ کر گھٹنے ٹیک دوں گا۔

وہ تو تجھے ٹیکنے ہی ہیں وینا ناتھ۔ سیدھی طرح نہیں تو دوسرے طریقے سے پروفیسر نے نرمی سے کہا۔

مسلے وینا ناتھ کا حلق پھٹ گیا تو اب مجھ سے بچ نہیں سکتا کچھ۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا

ابھی نہیں وینا ناتھ۔ ابھی نہیں۔ پروفیسر نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا ابھی میری بات پوری نہیں ہوئی میرے اللہ کا میرے آقا و مولا نبی ﷺ کا فرمان ہے مخالف اسلام پر اپنا دین پیش کرو تو پوری صراحت کے ساتھ مجھے اس فرمان کو پورا کرنے کا موقع دے پھر بھی اگر تیری سمجھ میں میری بات نہیں آئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ تیرے دل پر میرے اللہ نے قفل لگا رکھا ہے تو جیسا تو کہے گا ویسا کر لیں گے۔

میں تیری کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔ وہ پاؤں پٹخ کر بولا۔

لیکن میں تجھے سنا کر ہی رہوں گا۔ اچانک پروفیسر کے لہجے میں تحکم ابھر آیا۔ وینا ناتھ ٹھٹک کر رہ گیا۔ اس نے پروفیسر کے سرخ ہوتے ہوئے چہرے کو دیکھا اور منہ کھول کر رہ گیا اس کے حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ سن اور دل و دماغ کے دروازے کھول کر سن وینا ناتھ اپنی ماں کالی کی گود اور کالے علم کی دنیا سے باہر نکل آ تیری ہر خطا معاف کر دی جائے گی۔ تجھے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ کیونکہ اسلام لانے کے بعد میرا اللہ پچھلے گزرے ہوئے آخری پل کا جرم اور گناہ بھی معاف کر دیتا ہے۔ میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آ یہ دعوت الی اللہ کی پہلی سیڑھی ہے۔

میں تھوکتا ہوں تجھ پر۔۔۔ وینا ناتھ نے فرش پر زور سے تھوک دیا۔

الحمدللہ۔ پروفیسر نے آسمان کی طرف دیکھا میرے اللہ اور تو گواہ رہنا پھر انہوں نے ساکشی اور کیلاش کو باری باری دیکھا اور یہاں زمین پر تم دونوں میرے گواہ ہو کہ میں نے وینا ناتھ کو توحید کی دعوت دی مگر اس نے صاف انکار کر دیا وہ دونوں سر ہلا کر رہ گئے وہ تو کٹھ پتلیاں ہو گئے تھے دیکھ رہے تھے سن رہے تھے اور بس۔ وینا ناتھ میرے اللہ کی طرف دعوت کا دوسرا قدم یہ ہے کہ تو اپنے کالے علم کی ساری شکتیاں جو تو نے مدھو پردیپ اور دیوان صاحب پر استعمال کی ہیں واپس لیکر ان کے اثرات زائل کر دے مدھو کو آزاد کر دے پردیپ اور دیوان صاحب کا پیچھا چھوڑ دے۔

سمجھ مسلے میں تیری بکواس سنی نہیں نہیں وینا ناتھ کٹ کھنے کتے کی مانند غرایا اس کی جلتی بجھتی آنکھیں پروفیسر پر مچی ہوئی۔

تھیں ٹھیک ہے وینا ناتھ پروفیسر نے ایک گہری سانس لی اور ان کا جسم تن سا گیا تو اگر جہنم کا ایندھن ہی بننا چاہتا ہے تو یہی سہی میرا اللہ جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے اسے کوئی بھی سیدھے راستے پر نہیں لا سکتا تیرے دل پر قفل لگا دیا گیا ہے میں ایک معمولی سا مسلمان اسے کیسے کھول سکتا ہوں۔

بس۔۔۔ وینا ناتھ نے ہاتھ اٹھا کر مزید کچھ کہنے سے ان کو روک دیا۔۔ اب مزید ایک شبد نہیں بہت کہہ لیا تو نے اور بہت سن لیا میں نے تو یہ بتا کہ مدھو کا سر میرے حوالے کرتا ہے یا نہیں۔ اس نے سرخ سرخ آنکھوں سے کیلاش کے ہاتھ میں لٹکتے شاپر کو گھورتے ہوئے کہا۔

پاگل ہے تو وینا ناتھ۔ پروفیسر نے اچانک بڑی پاٹ دار آواز میں کہا ان کے لہجے سے ساری نرمی ختم ہو گئی تھی وینا ناتھ نے بھی چونک کر ان کی طرف دیکھا میرے اللہ کے دین کی طرف آنے والے دونوں راستے تو نے اپنی کم عقلی ہٹ دھرمی اور سفلیانہ زعم کے ہاتھوں بند کر لیے ہیں اب آخری راستہ یہ ہے کہ تو مجھ سے مقابلہ کر اپنی پوری کالی طاقتیں لے کر مجھ پر ٹوٹ پڑ مجھے جی کی حسرتیں نکالتے ہوئے نیست و نابود کر ڈال اور میں تیرے تمام تر اندھیروں کو اپنے اللہ کے ایک ہی اسم پاک سے جلا کر تیرا خاتمہ کر دوں گا انشاء اللہ

اچھا۔ خلاف توقع وینا ناتھ نے آپے سے باہر ہونے کے بجائے بڑے تمسخر سے کہا بڑا مان تھا تجھے اپنے اللہ پر

ہاں وینا ناتھ۔ تیرا الیقین تیرا بھروسہ تیرا دھرم شروع سے آخر تک صرف جھوٹ ہے اور میرے اللہ کا نام بھی سچا ہے وہ خود بھی سچا اور اس کے اس غلام دل میں روشن اس کا یقین بھی سچا اور یہ شک تو تیرے دل کے کسی گوشے میں ٹیس کی طرح موجود ہوگا کہ جیت ہمیشہ سچ ہی کی ہوتی ہے جواب میں وینا ناتھ نے اچانک مکاری کا مظاہرہ کیا وہ پروفیسر کو باتوں میں لگا کر منہ ہی منہ میں کوئی جاپ کر رہا تھا ادھر پروفیسر کی بات ختم ہوئی ادھر اس نے جے کالی کا بلند بانگ نعرہ لگا کر کالی کے بت کے قدموں میں پڑا تیغہ اٹھایا اور اپنی بائیں کلائی کاٹ ڈالی اس کا ہاتھ پہنچے کے پاس سے کٹ کر لٹک گیا مگر اس کے کسی انداز سے تکلیف کا معمولی سا احساس بھی ظاہر نہ ہوا اس نے چھل چھل بہتے کلائی کے خون سے دائیں ہاتھ کا چلو بھرا اور پلٹ کر کالی کے چہرے پر چھینٹا دے مارا۔ فضا ایک دم تاریک ہوتی گئی روشنیاں یوں بجھ گئیں جیسے کبھی وہاں روشنی ہوئی ہی نہ تھی گڑگڑاہٹ کی تیز آواز نے سارے ماحول کو جکڑ لیا اور اسی لمحے کالی کی پتھریلی آنکھیں سو واٹ کے بلب کی طرح ایک دم روشن ہو گئی ہر طرف تیز روشنی کی لہریں پھیل گئیں تبھی پروفیسر نے کسی وظیفے کا ورد شروع کر دیا وینا ناتھ نے اپنے لٹکتے ہوئے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے کھینچ کر جسم سے الگ کیا اور کالی کے قدموں میں دے مارا۔

جے کالی وہ زور سے گرجا میں اپنے شریر کے ایک حصے کی بھینٹ دیتا ہوں ماں مجھے اپنی شکتی دے دے بنی کالی شکتی چند لمحوں کے لیے مجھے دے دے صرف چند لمحوں کے لیے تیرے بھگت کی یہ وہ اچھا ہے جو وہ اپنے لہو بھر کی تپسیا کے بدلے مانگ رہا ہے۔ اس کے الفاظ ادا ہونے کی دیر تھی کہ کالی کی آنکھوں نے اس کا احاطہ کر لیا اس کی آنکھوں سے بہتی تیز روشنی نے وینا ناتھ کو سر سے پاؤں تک نہلا دیا پھر کالی کا ترشول والا ہاتھ حرکت ہوا۔ کیلاش اور ساکشی کی حیرت زدہ آنکھیں پھیلتی چلی گئیں مگر ان کی حیرت اس منظر کو نہ بدل سکی جو ان کے سامنے جنم لے رہا تھا کالی کا ترشول والا ہاتھ بلند ہوا کسی جیتی جاگتی ہستی کی طرح اور ترشول وینا ناتھ کی طرف اچھال دیا گیا اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں بجھ گئیں۔ وہ پھر پتھر کی ہو گئی اندھیرا چھٹ گیا اور روشنی نے فضا کو منور کر دیا۔

جے کالی۔۔۔ وینا ناتھ نے اکلوتے دائیں ہاتھ سے فضا میں اڑتا ہوا ترشول لپک لیا اور کسی پاگل کتے کی طرح پروفیسر کی طرف پلٹا جو اپنا ورد مکمل کر چکے تھے اور ہونٹ بھینچے اسے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے لے مسلے۔ میری ماں کالی کی شکتی کا وار سنبھال۔ جے کالی۔ اسنے پورے زور سے نعرہ لگایا تیزی سے چند

قدم آگے بڑھا اور ترشول پروفیسر پر کھینچ مارا۔ اسی لمحے پروفیسر نے سامنے ہوا میں پھونک ماری ایک انہونی ہوئی اور ایک ناقابل یقین منظر جنم لیا۔ ترشول کسی تیز رفتار تیر کی طرح پروفیسر کی طرف لپکا تھا مگر آدھے راستے میں ہی جیسے کسی نے اسے جھپٹ لیا ویناناتھ اور پروفیسر کے بیچوں بیچ فضا میں۔ وہ ترشول معلق ہو کر رہ گی ویناناتھ کی آنکھیں پہلے تو حیرت سے ساکت ہوئیں پھر پھٹنے کو آگئیں کیونکہ ترشول کا رخ پروفیسر کی طرف سے پھر کر خود ویناناتھ کی طرف ہو گیا تھا۔ پروفیسر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئیں بڑی میٹھی ٹھنڈی اور اطمینان سے لبریز مسکراہٹ۔ ویناناتھ نے پیچھے ہٹ کر ہاتھ اٹھایا اور ترشول سے بچنے کی کوشش کی مگر اس کا اکلوتا ہاتھ ہوا میں ناچ کر رہ گیا۔ ترشول جس تیزی سے پروفیسر کی طرف روانہ ہوا تھا اس سے کئی گنا تیز رفتاری سے واپس پلٹا اور حیرت اور خوف اور بے یقینی کے ناچتے مجسمے ویناناتھ کے سینے میں ترازو ہو گیا۔ ایک بھیانک چیخ اس کے لبوں سے آزاد ہوئی۔ ترشول اس کے دل کے آر پار ہو کر کمرے سے باہر نکل گیا وہ ترشول اسے اپنے ساتھ اڑاتا ہوا واپس کالی کے بت کی طرف لپکا زمین سے ڈیڑھ دو فٹ اونچا اٹھا ہوا ویناناتھ بے بسی سے ہاتھ پاؤں مارتا ہوا چیخ رہا تھا پھر ٹھک کی آواز سے ترشول کالی کے بت سے ٹکرایا اور ویناناتھ تڑپتا ہوا فرش پر گر کر لوٹ پوٹ ہو گیا اس کے ہونٹوں سے یوں چیخیں نکل رہی تھیں جیسے کوئی اسے ذبح کر رہا ہوں اس نے دو چار پلٹیاں کھائیں اور بابا۔ کی ایک لمبی آواز کے ساتھ فرش پر چت ہو گیا اس کی حیرت زدہ نظریں اب بھی کالی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو اسے بے نور آنکھوں سے گھور رہی تھیں۔ ساری فضا میں خاموشی تیر رہی تھی۔ ہر سو سناٹے کا راج تھا۔ صرف ان تینوں کے سانسوں کی مدھم سی بازگشت تھی جو انہیں اس ماحول کا حصہ ثبت کر رہی تھی۔ الحمدللہ۔ پروفیسر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی جانب دیکھا اور تشکر سے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں میرے مالک تیرا احسان ہے کہ تو نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے میں مجھے اپنی امان میں رکھا مجھ پر تیرے کرم کی کوئی حد نہیں میرے مالک الحمدللہ۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ۔ انہوں نے بندھے ہوئے ہاتھ ماتھے پر رکھ لیے اور سر جھکا لیا۔ کیلاش اور ساکشی نے چونک کر پروفیسر کو اور ایک دوسرے کو دیکھا ان کے جسم نارمل ہو چکے تھے ہر قسم کا بوجھ ختم ہو گیا تھا انہوں نے آہستہ سے اپنے ہاتھ پروفیسر کے کندھوں سے ہٹا لیے۔

بابا۔ اچانک ان کے بالکل قریب ایک مدھم سی سرگوشی ابھری کیلاش اور ساکشی کے بدن پل بھر کو لرزے مگر دوسرے ہی لمحے وہ حواس میں آگئے یہ سرگوشی یہ آواز تو جیسے ان کے ذہنوں میں سدا سے موجود تھی مدھو کی آواز۔

جان بابا۔ پروفیسر نے پیار سے کہا۔

میں مکت ہوگئی بابا میں مکت ہوگئی وہ خوشی سے سرشار لہجے میں بولی۔

مبارک ہو بیٹا پروفیسر نے اسی میٹھے لہجے میں کہا میں چاہتا تھا کہ یہ درندہ تیرے ہی ہاتھوں جہنم واصل ہو میرے اللہ نے میری دعا سن لی تجھے سکون مل گیا ناں بیٹا۔

ہاں بابا۔ بالکل سکون مل گیا اب کوئی بوجھ نہیں اب کوئی درد نہیں اب کوئی بے کلی نہیں وہ بچوں کی طرح بولتی چلی گئی۔

شکر ہے میرے مالک تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ پروفیسر نے اوپر دیکھ کہا

تو کیا۔ ساکشی نے کہنا چاہا۔

ہاں ساکشی دیوی کالی کا ترشول مدھوں نے لپک لیا تھا اور اس نے اپنے ہاتھوں ویناناتھ کے وجود کو خاک میں ملا دیا یہی اس کی آزادی کے لیے ضروری تھا یہی اس کے انتقام کا تقاضا تھا اور یہی اس کی سب سے بڑی آرزو تھی۔

مگر یہ کالی کی طاقت سے آگے مدھو۔ ساکشی اب بھی مطمئن نہ ہوئی۔

ساکشی دیوی میں نے ویناناتھ کے عمل کے جواب میں مدھو کی روح کو اپنے اللہ کی امان میں دے دیا تھا جو ہر شے کا مالک و خالق اور معبود ہے وہ ایک لمحہ جب کالی نے اپنی ساری طاقت ویناناتھ کے حوالے کر دی تھی اسی ایک لمحے میں میرے اللہ نے اپنی بے پناہ طاقت کا معمولی سا ایک ذرے کے کئی کروڑویں حصے سے بھی کم کالی سے ویناناتھ نے اپنی زندگی بھر کی تپسیا کا بدلہ اس ایک لمحے کی شکل میں مانگ لیا تھا وہ اسے ترشول کی صورت میں اپنی طاقت تھما کر بری الذمہ ہو گئی تھی اب یہ ویناناتھ کی قسمت تھی کہ وہ اسی طاقت کے ہاتھوں جہنم واصل ہو گیا۔ اور کوئی سوال کی ضرورت باقی نہ رہی ساکشی نے خاموش ہو کر سر جھکا لیا۔ کیلاش نے پلٹ کر دور پڑے پردیپ کے بے حس و حرکت بدن کی طرف دیکھا۔

سر پردیپ کا کیا کریں اس نے پروفیسر سے پوچھا۔

اسے اٹھا کر لے چلو بعد میں دیکھیں گے پروفیسر نے ہاتھ بڑھا کر کیلاش سے مدھو کے سر والا شاپر لے لیا مدھو بیٹا اپنی امانت لو اور ہمیں اجازت دو پروفیسر نے شاپر والا ہاتھ بلند کیا۔

بابا اسے میں کیا کروں گی میرے لیے اب اس کی کوئی اہمیت نہیں رہی نہ ہی ضرورت۔

تو پھر میں اسے کہیں دفن کر دوں بیٹا۔

جو آپ مناسب سمجھیں بابا۔ بس میرے پتا جی کو سنبھال لیجیے گا وہ پھر اداس ہو گئی۔

اچھا بیٹا کوشش کروں گا۔ پروفیسر نے وعدہ کر لیا اب چلیں۔

ہاں بابا میں کبھی کبھی آیا کروں آپ سے ملنے۔ اس نے جیسے چلنے سے پہلے پوچھا۔

کیوں نہیں بیٹا۔ اور کبھی کیوں جب جب تجھے دنیا میں آنے کی اجازت ہو تب تب آجایا کرنا اپنے بابا سے ملنے۔

اچھا بابا۔ وہ گلوگیر لہجے میں بولی ساکشی دیدی اس نے اس سارے عرصے میں پہلی بار اسے پکارا تھا۔

ہاں ہاں مدھو۔ وہ چونک پڑی۔

میں آپ کا اور کیلاش بھیا کا احسان نہیں چکا سکتی آپ ہی کی وجہ سے آج میں مکت ہو سکی ہوں۔

دیدی بھی کہتی ہو بھیا بھی مانتی ہو اور احسان کی بات بھی کرتی ہو مدھو کیلاش نے ساکشی کی بات اچک لی تم آزاد ہو گئیں اس سے بڑی خوشی شاید ہم زندگی میں کبھی حاصل نہیں کر پائیں۔

خوش رہو بھیا۔ دیدی اچھا بابا میں جا رہی ہوں۔

اچھا بیٹا۔ پروفیسر نے ہاتھ ہلایا ساکشی اور کیلاش نے بھی سامنے دیکھتے ہوئے اس نادیدہ وجود کو الوداع کہنے کے لیے ہاتھ ہلائے جو نظر نہ آتے ہوئے بھی ان کے احساس کا ایک حصہ بن کر رہ گیا تھا۔

چلو کیلاش بابو پردیپ کو اٹھاؤ۔ پروفیسر نے آخری بار کالی اور اس کے قدموں میں بے حس و حرکت پڑے ویناناتھ پر نظر ڈالی اور تینوں پردیپ کی طرف چل پڑے کیلاش نے جھک کر اسے ہلانا چاہا اور چونک پڑا۔

سر۔۔۔ یہ تو۔۔۔ یہ تو مر گیا۔ وہ تیزی سے بولا۔

کیا۔ ساکشی بھی بری طرح چونکی۔

واہ میرے مالک۔ پروفیسر نے عجیب سے لہجے میں دل پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ کیا انصاف ہے تیرا کوئی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا جو تو نے کر دکھایا۔ پھر وہ کیلاش کی طرف متوجہ ہوئے چھوڑ دو اسے یہیں سمجھو ہم لوگوں نے اسے یہاں دیکھا ہی نہیں۔ شاید یہ اس سارے ماحول کی دہشت اور خوف کو برداشت نہیں کر سکا اور جان ہار گیا آؤ چلیں پہلے مدھو کی امانت زمین کے سپرد کر دیں آ جاؤ۔ وہ ان دونوں کے ساتھ مندر کی سیڑھیاں اترتے چلے گئے ان کے عقب میں مردہ وینا ناتھ کی حیرت زدہ آنکھیں اب بھی کالی کے چہرے پر جمی شاید اپنے اس طرح مر جانے کی وجہ پوچھ رہی تھیں اور کالی۔ وہ اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اسے یوں دیکھ رہی تھی جیسے جواب میں کچھ بھی کہنے سے ہچکچا رہی ہوں۔ جیسے اسے بھی اپنی بھی کالی طاقت کے اس بری طرح بے عزت ہونے کا یقین نہ آ رہا ہو۔

کیلاش خاموش ہو گیا۔ دیوان صاحب نے بڑی افسردگی سے سر جھکا لیا اور ماتھے کو مسلنے لگے اور نرملا۔ وہ خود پر قابو نہ رکھ سکی بے اختیار ہچکیوں کی شکل میں دل کا درد امڈ پڑا آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برسیں۔ اور وہ بستر پر اوندھی گر کر تکیے میں منہ چھپائے سسکنے لگی۔ اسے کیلاش کی کسی بات پر شک نہیں تھا اور یقین نے اس کے دل پر ایسے کچوکے لگائے تھے کہ وہ بے حال ہو گئی تھی کچھ بھی تھا پردیپ بہر حال اس کا شوہر تھا وہ کئی سالوں سے اس کی وفادار بیوی تھی اس کی ایسی موت کے بارے میں اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ کیلاش اٹھ کر کمرے کی کھڑکی میں جا کھڑا ہوا اس کا دل بھی بے حد اداس ہو رہا تھا گزری رات کے واقعات اسے خواب و خیال لگ رہے تھے وہ چاہتا تھا کہ نرملا جی بھر کر اپنی بھڑاس نکال لے تا کہ اس کے دل میں کوئی شے زخم کی ٹیس بن کر جم نہ جائے اس وقت کے لیے رونا تڑپنا آنسو بہانا بے حد ضروری تھا گذشتہ رات وہ پروفیسر اور سائشی کالی کے مندر سے سیدھے دریا کنارے پہنچے تھے صبح ہونے میں ابھی کافی وقت باقی تھا پروفیسر اور کیلاش نے مل کر دریا کنارے جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں دو فٹ گہرا گڑھا کھود کر مدھو کے سر اور دیوان صاحب کے پتلے والا شاپر دفن کر دیا۔ تھا اور پر اچھی طرح دبا دبا کر مٹی برابر کرنے کے بعد وہ وہاں سے چلے اور کیلاش کی گاڑی میں فلیٹ پر لوٹ آئے پھر سائشی کو اس کے ہوٹل اتار کر کیلاش نے پروفیسر کی ہدایت کے مطابق اسی وقت ہاسپٹل کا رُخ کیا سورج طلوع ہو رہا تھا جب وہ ہاسپٹل میں دیوان صاحب کے کمرے میں پہنچا۔ نرملا سو رہی تھی مگر دیوان صاحب نیم غنودگی کے عالم میں تھے کیلاش کی آمد پر وہ تھوڑی کوشش کے بعد پوری طرح ہوش میں آ گئے ان کو باتھ روم سے منہ دھو کر واپس آنے پر نرملا بھی جاگتی ہوئی ملی۔ کیلاش نے بڑی ہمت سے ان دونوں کو ذہنی طور پر پردیپ کی موت کی خبر کے لیے تیار کیا پھر گذشتہ لمحات کی ساری کاروائی بڑے اختصار سے سنانے کے بعد آخر میں جب اس نے پردیپ کی موت سے آگاہ کیا تو دونوں باپ بیٹی کا برا حال ہو گیا۔ دیوان صاحب نے پردیپ کو ہمیشہ بیٹے کی طرح رکھا تھا داماد تو کبھی سمجھا ہی نہ تھا۔ اور نرملا کے لیے وہ پہلے دن سے بھگوان کا روپ رہا تھا۔

کیلاش بابو۔ دیوان صاحب کی پژمردہ آواز پر وہ چونک پڑا۔

جی۔ وہ کھڑکی سے ہٹ آیا نرملا کی متورم آنکھیں اور سوگوار حسن نے اسے دہلا کر رکھ دیا۔ وہ اس وقت غم کی ایسی موت دکھائی دے رہی تھی جسے خوبصورتی کے اعلیٰ ترین پیمانے پر رکھا جا سکتا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں کنول چہرہ سنبھالے وہ فرش کو گھور رہی تھی دیوان صاحب بستر پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھے کیلاش کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ہمیں پردیپ کی لاش کو لانا ہو گا وہاں سے۔

میں آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا دیوان صاحب لیکن مجھے آشا نہیں کہ ہمیں وہاں سے ان کی لاش مل سکے اس نے آہستہ سے کہا۔

وہ کیوں۔ دیوان صاحب نے حیرت سے کہا۔ نرملا نے بھی اپنی سرخ اور نم آنکھیں اس پر اٹھائیں۔

وہاں کا مہا پجاری وینا ناتھ اور اس کا نائب شنکر موت کا شکار ہوئے ہیں دیوان صاحب۔ پردیپ کی لاش ان دونوں کے ساتھ ہی غائب کر دی گئی ہو گی۔ ویسے اگر آپ چاہیں تو میں چلنے کو تیار ہوں۔۔

ہمیں پتہ تو کرنا چاہیے کیلاش۔ دیوان صاحب مصر تھے۔

تو ٹھیک ہے آپ تیار ہو جائیے چلتے ہیں اس نے غیر ضروری بحث سے ہاتھ کھینچ لیا۔ نرملا نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر کھلے ہوئے نرم و گداز ہونٹ بند کر لیے ایک نظر کیلاش کو دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ دیوان صاحب نے لباس بدلا جوتے پہنے نرملا نے اونی جرسی پر گرم شال اوڑھی اور تینوں کمرے سے نکل آئے۔ کیلاش ہی کی گاڑی میں وہ کالی کے مندر پہنچے کیلاش کا دل زور سے دھڑک اٹھا جب اس نے مندر کے سامنے سڑک کے کنارے گاڑی روکی۔ صبح کے نو بج رہے تھے سورج چمک رہا تھا ایک ایک دو دو افراد مندر کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے اور اتر رہے تھے مندر کے سامنے دیوان صاحب کی گاڑی کھڑی تھی جو گذشتہ رات تک پردیپ کے استعمال میں تھی۔ دیوان صاحب۔ کیلاش نے ساتھ بیٹھے دیوان نریندر سنگھ کی طرف گردن گھمائی۔

اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو ایک بات کہوں۔

کہو بیٹا۔ کیا بات ہے۔ وہ اس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھ کر بولے۔

مجھے اندر جانے سے مکت کیجیے۔ رات یہاں کے تمام پنڈت پجاریوں نے مجھے دیکھا ہے آپ اپنے طور پر پتہ کر لیں۔

اچھا۔۔ وہ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگے۔۔ کیوں نرمل بیٹی تم چلو گی اندر۔

نہیں پتا جی میں اتنا حوصلہ نہیں رکھتی آپ ہو آئیے اس نے افسردہ آواز میں کہا۔

ٹھیک ہے تم دونوں رکو میں خود جاتا ہوں دیوان صاحب نے گیٹ کھولا اور باہر نکل گئے۔ چند منٹ بعد وہ مندر کے صحن میں موجود تھے ادھر ادھر ہر طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے انہوں نے جیسے کچھ تلاش کرنے کی کوشش کی مگر کچھ بھی پلے نہ پڑا ہمت کر کے وہ کالی کے بت کے قریب پہنچے اس کے بازو ہر ہاتھ اور ہاتھ میں موجود کسی نہ کسی شے کو غور سے دیکھتے ہوئے ان کے دل پر عجیب وحشت سی طاری ہو گئی ان کی بھٹکتی ہوئی نظریں جب کالی کے ایک ہاتھ میں موجود ترشول پر پڑیں تو وہ چونک کر ٹھٹک گئے ترشول کے تینوں پھل اور لوہے کے دستے کا بالائی حصہ جیسے سرخ سرخ تازہ خون میں سنا ہوا تھا انہوں نے اپنا شک دور کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور ترشول کے ایک پھل کو چھوا انگلی کو آنکھوں کے سامنے کر کے دیکھا تو ان کا دل زور زور سے دھڑک اٹھا ان کی انگلی پر سرخ سرخ خون موجود تھا بے اختیار ان کی نظریں کالی کے پیروں پر آ رکیں وہاں بھی خون کے ہلکے ہلکے تازہ دھبے موجود تھے جھک کر انہوں نے خون کے ان دھبوں کو غور سے دیکھا انگلی سے چھو کر دیکھا خون ان کی دوسری انگلی پر بھی لگ گیا۔

کیا بات ہے مہاشے ایک تیز آواز دیوان صاحب کو چونک کر سیدھا ہونے پر مجبور کر دیا۔ تیزی سے پلٹ کر دیکھا تو ایک گھٹے ہوئے سر والا موٹا سا پجاری انہیں بری طرح گھور رہا تھا۔

کچھ نہیں۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔ میں تو بس یونہی دیواں صاحب بری طرح گڑبڑا گئے

ماں کالی کے بھگت سے جھوٹ مت بولو مہاشے۔ وہ بڑی تلخی سے بولا آج ویسے بھی ہمارا جی اچھا نہیں ہے

کیا ہوا مہاراج۔ کوئی اشبھ بات ہو گئی۔

ہاں۔ وہ ایک دم اداس ہو گیا ہمارے گرو پنڈت وینا ناتھ کا دیہانت ہو گیا ان کی ارتھی شمشان لے جائے جا چکی ہے ہم بھی وہیں جا رہے ہیں تم بھی اس پن میں حصہ ڈالو۔ چلو ہمارے ساتھ۔

جی مہاراج میں ضرور چلتا ہوں مگر وہ گھبرا گئے۔

اچھا اچھا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بگڑے لہجے میں بولا نہیں جانا تو نہ جاؤ مگر زیادہ دیر یہاں رکو مت پراتھنا کے لیے اندر ماں کالی کے پاس جاؤ اس نے سامنے والے حصے میں دور بنے ہوئے کمرے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔

جی مہاراج۔ جی دیوان صاحب جلدی سے وہاں سے ہٹ گئے بڑبڑاتا ہوا پنڈت وہاں سے باہر کو چل دیا دیوان صاحب آہستہ قدموں سے تھوڑی دور گئے پلٹ کر دیکھا تو موٹا پنڈت نجانے کدھر غائب ہو چکا تھا وہ وہیں سے پلٹے اور باہر کو دل دیئے۔ کار میں داخل ہو کر دیوان صاحب نے گیٹ بند کیا تو ان کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا پسینے سے ماتھا تر تھا اور دل کی رفتار بے حد تیز تھی۔

کیا ہوا پتا جی آپ ٹھیک تو ہیں۔ نرملا نے پچھلی سیٹ سے آگے کو جھکتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں بیٹی چلو کیلاش جلدی یہاں سے دل گھبرا رہا ہے سردی میں بھی ان کا پسینہ خشک نہیں ہو رہا تھا کیلاش نے گاڑی سٹارٹ کی اور یوٹرن لے لیا دیوان صاحب کی عدم موجودگی میں سارا وقت وہ اور نرملا مندر کی سیڑھیوں کو دیکھتے رہے۔ تھے دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم رہے تھے اور اب ان کی واپسی پر وہ کچھ پریشان ہو گئے تھے دیوان صاحب کی حالت ہی ایسی ہو رہی تھی کچھ دور نکل آنے پر دیوان صاحب نے رومال سے ایک بار پھر چہرے اور پیشانی کو خشک کیا اور ایک گہرا سانس لے کر سیٹ سے سر ٹکا لیا آنکھیں موند کر ہے رام کہا اور کانپ کر رہ گئے۔

دیوان صاحب کیا ہوا کچھ تو کہیے کیلاش نے ایک نظر ان کو دیکھا

کچھ نہیں ہوا بیٹا وہاں واقعی ماں کالی کا ترشول خون آلود ہے اس کے پیروں میں بھی تازہ خون ہے جیسے کسی نے صاف تو کیا ہو مگر پوری طرح نہیں ایک پنڈت ملا تھا وہاں اس نے بتایا کہ رات ان کا گرو دیوناتھ مر گیا میں نے آگے جانے کی خود میں ہمت نہیں کی وہیں سے پلٹ آیا ہوں۔

پتا جی نرملا نے پیچھے ہاتھ بڑھا کر ان کے شانے تھام لیے اور ہولے ہولے دبانے لگی۔

اب میں ٹھیک ہوں بیٹی۔ تم گھبراؤ نہیں۔ وہ پیار سے بولے اور اس کے ہاتھوں کو تھپکنے لگے۔ اچانک سڑک پر بھیڑ سی جمع دیکھ کر کیلاش کو گاڑی روکنا پڑی راستہ تقریباً بند ہوا تھا لوگوں کا خاصا بڑا ہجوم تھا جو کسی شے کو گھیرے ہوئے تھا۔

کیا ہو گیا یہاں۔ دیوان صاحب بڑبڑائے۔

شاید کوئی حادثہ۔ کیلاش نے کہنا چاہا اسی وقت ہجوم میں سے ہٹ کر ایک آدمی کار کے پاس سے گزرا اس نے فوراً اپنی طرف کا شیشہ گرایا اور اس آدمی کو آواز دی سنیئے۔

جی۔ وہ آدمی رک گیا۔ فرمائیے۔

کیا ہوا یہاں یہ بھیڑ کیوں لگی ہے۔

ارے کیا بتاؤں جناب دل کانپتا ہے بات کرتے ہوئے وہ واقعی لرز گیا۔

ہوا کیا ہے بھائی کیلاش نے پھر پوچھا۔

سڑک کنارے ایک بوری پڑی تھی صاحب کسی نشہ باز نے ابھی چند منٹ پہلے اسے کھول ڈالا تو اندر سے وہ تھوک نگلتے ہوئے ہکلا گیا اندر سے کسی آدمی کے جسم کے کٹے ہوئے ٹکڑے نکلے۔

کیا۔ وہ تینوں وحشت زدہ ہو گئے۔

جی ہاں صاحب۔ اب لوگ تماشہ بنا کر کھڑے ہیں پولیس کو اطلاع کر دی گئی ہے۔ مگر ابھی تک اسی وقت دور سے پولیس کار کا سائرن سنائی دیا جو تیزی سے قریب آ رہی تھی۔ وہ آدمی ادھوری بات چھوڑ کر آگے بڑھ گیا کیلاش نے انجن بند کیا اور نیچے اترا۔

آپ بیٹھئے۔ میں ابھی آیا۔ وہ ان دونوں کے جواب کا انتظار کیے بغیر تیزی سے ہجوم کی طرف بڑھ گیا۔ لوگوں کے درمیان سے زبردستی راستہ بناتا ہوا وہ آگے پہنچا سڑک پر بوری کھلی پڑی تھی لاش کے کچھ ٹکڑے اندر تھے کچھ باہر بکھرے تھے اور لاش کا کٹا ہوا سر بوری میں سے جھانک رہا تھا دیکھ کر کیلاش کا سانس رک گیا اس کے سامنے پردیپ ٹکڑوں کی شکل میں بنا پڑا تھا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ ایک لمحے کے بعد وہ پلٹا اور تیز قدموں سے کار تک چلا آیا اندر بیٹھ کر اس نے کار سٹارٹ کی اور تھوڑا بیک کر کے اسے دوسری سڑک پر ڈال دیا

کیا ہوا کیلاش۔ تم اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہو۔ دیوان صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

دیوان صاحب وہ پردیپ کی لاش ہے۔ ہمارا اس وقت لاش کے قریب موجود ہونا درست نہیں ہے واپس ہاسپٹل چلتے ہیں۔ پولیس خود آپ سے رابطہ کرے گی وہ ایک ہی سانس میں کہتا چلا گیا۔ دیوان صاحب منہ کھولے رہ گئے اور نرملا۔ اس کا رنگ ایک بار تو بالکل زرد پڑا پھر وہ آدھ بجھ کر سیٹ پر پیچھے کو گر سی گئی۔ اس نے شال کا پلو چہرے پر رکھ لیا اور سسک پڑی دس منٹ بعد وہ ہاسپٹل کے کمرے میں موجود تھے ڈاکٹر پریم بے حد پریشانی کے عالم میں کمرے کے باہر ہی ٹہل رہا تھا۔ ان کو آتا ہوا دیکھ کر وہ بڑے درشت لہجے میں بول پڑا دیوان صاحب یہ کیا مذاق ہے۔

مذاق۔ وہ حیرت سے اسے دیکھتے رہ گئے کیا مذاق بھئی۔

آپ اچانک کہاں چلے گئے تھے آپ کی حالت ایسی نہیں ہے کہ آپ یوں دوڑتے پھریں۔

ارے بھئی میں تو ذرا ہوا خوری کے لیے گیا تھا رات بھر تم نے مجھے سلائے رکھا سارا بدن ٹوٹ رہا تھا وہ تو بھلا ہو کیلاش کا کہ یہ صبح صبح ہی آ گیا۔ اور مجھے کالندی کا۔ ڈن سے کیا تم نے خود ہی تو مارننگ واک کو میرے لیے ضروری بتایا تھا کیا بھول گئے دیوان صاحب نے پورا پورا ڈرامہ کیا۔ کیلاش اور نرملا بھی ان کے یوں ایک دم سنبھل جانے پر حیران رہ گئے۔

مارننگ واک۔ ڈاکٹر پریم کا لہجہ نرم پڑ گیا۔

اور نہیں تو کیا میں مارننگ شو دیکھنے گیا تھا دیوان صاحب نے ذرا لہجہ بدلا۔ تم ڈاکٹروں کی بھی عجیب مصیبت ہے تمہاری بات مانو تو مشکل اور نہ مانو تو مشکل

اچھا اچھا۔ ڈاکٹر پریم نے ان کو بازو سے تھام لیا۔ اندر چلیے لیکن آئندہ آپ کبھی میری اجازت کے بغیر کہیں نہیں جائیں گے۔ مارننگ واک کے لیے بھی نہیں۔

اچھا بھئی اچھا۔ کہتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہوگئے۔
آپ کپڑے بدلیے اور آرام سے بستر پر لیٹیئے وہ ان کی نبض دیکھ کر بولا ناشتہ کے آدھ گھنٹہ بعد میں آؤ نگا پھر بات ہوگی ویسے حیرت ہے ایک ہی رات میں آپ کی نبض صحتمند آدمیوں جیسی کیسے ہوگئی۔
مارننگ واک بھئی۔ مارننگ واک دیوان صاحب نے کہا اور بستر کی طرف بڑھ گئے پریشانی کے باوجود کیلاش مسکراہٹ نہ دبا سکا۔ پھیکی سی لہر نرملا کے ہونٹوں پر بھی آئی اور ڈاکٹر پریم سر ہلاتے ہوئے نرس کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔ دیوان صاحب ان کے جاتے ہی تھکے تھکے انداز میں بستر پر گر سے گئے۔ ان کی ساری مصنوعی بشاشت دم توڑ گئی۔ نرملا ان کے قریب آ کھڑی ہوئی اور کیلاش کمرے کے درمیان جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ کیلاش یہ ڈاکٹر تو پاگل ہے بیٹا ہم گھر نہ چلے چلیں۔ دیوان صاحب نے آہستہ سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔
اگر آپ خود کو ٹھیک محسوس کر رہے ہیں۔ کیلاش نے بات روک دی۔
میں بالکل ٹھیک ہوں بیٹا وہ ہاتھ اٹھا کر بولے اصل پریشانی تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ان کی آواز میں دکھ دھواں سا بھر گیا اب کیا بیماری اور کیسی بیماری۔
پتا جی۔ نرملا ان کے کندھے سے لگ گئی اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔
بس بیٹا بس اب رونے سے بھی کیا حاصل اس نے جو بویا کاٹ لیا ہم نے تو اسے آخر دم تک سینے سے لگانا چاہا مگر۔۔ مگر۔ وہ گلوگیر آواز میں کہتے کہتے خاموش ہوگئے۔ کیلاش نے چاہا آگے بڑھ کر ان دکھی دلوں کو تسلی دے دو بول حوصلے کے کہے مگر نہ جانے کیوں وہ اپنی جگہ کھڑا سوچتا رہ گیا۔ اسی وقت کمرے کے دروازے پر دستک دے کر نرس اندر داخل ہوئی وہ ناشتہ کی ٹرالی دھکیل رہی تھی ناشتہ دو سے زیادہ آدمیوں کے لیے تھا دیوان صاحب کے کہنے پر کیلاش نے ان کے ساتھ ہی ناشتہ کیا ناشتے کے بعد وہ کرسی پر بیٹھ گیا دیوان صاحب نے ابھی تک کپڑے تبدیل نہیں کئے تھے وہ گھر جانے کا فیصلہ کر چکے تھے نرملا اپنے بیڈ پر خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اچانک نرملا کے موبائل پر بیل ہوئی اس نے چونک کر میز پر پڑا موبائل اٹھایا گھر سے فون تھا اس نے نمبر چیک کر کے بٹن دبایا۔
یس نرملا سپکنگ۔
نرملا دیوی میں انسپکٹر ورما بول رہا ہوں آپ کے گھر سے دوسری طرف سے ایک بھاری آواز ابھری۔
یس انسپکٹر۔ خیریت۔ نرملا کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔
خیریت تو نہیں ہے دیوی ایک بری خبر ہے آپ کے لیے انسپکٹر نے پیشہ ورانہ الفاظ دہرائے۔
جی کہیے اس نے متوقع خبر کے لیے خود کو تیار کر لیا کیلاش اور دیوان صاحب کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں وہ صورت حال کا اندازہ لگا چکے تھے۔
آپ کے پتی مسٹر پردیپ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔
کیا نرملا نے حیرت سے کہا کب کیسے وہ تیزی سے بولی۔
ہمیں تھوڑی دیر پہلے ان کی لاش ایڈورڈ روڈ پر ایک بوی میں ملی ہے ان کی جیب سے ان کا شناختی کارڈ ملا تو ہم آپ کے گھر پہنچے یہاں سے پتہ چلا کہ آپ اپنے پتا جی کے پاس ہاسپٹل میں ہیں۔
جی۔ جی مگر۔ وہ حواس باختہ سی بولی اور موبائل دیوان صاحب کی طرف بڑھا دیا۔

ہیلو۔ انہوں نے فون ہینڈل کرتے ہوئے کہا۔
کون۔ انسپکٹر ورما نے آواز بدلنے پر پوچھا۔
میں ہوں دیوان نریندر سنگھ نرملا کا پتا۔
اوہ۔ دیوان صاحب میں بتا رہا تھا کہ اس نے دوبارہ تفصیل بتائی۔
لاش اس وقت کہاں ہے دیوان صاحب نے ساری بات سن کر کہا۔
لاش تو ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے دیوان صاحب کسی نے بڑی درندگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسے ہم نے پوسٹ مارٹم کے لیے جنرل ہاسپٹل بھجوا دیا ہے۔
اچھا تو ہم پہنچ رہے ہیں۔
جی میں بھی وہیں جا رہا ہوں آپ آدھ گھنٹے تک وہیں آجایئے گا۔ نمستے اس نے فون کاٹ دیا۔ دیوان صاحب نے فون بند کیا اور نرمل کی طرف بڑھا دیا۔
لاش جنرل ہاسپٹل میں پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوادی گئی ہے ہمیں آدھ گھنٹے تک وہیں آنے کو کہا ہے۔
نرملا سر ہلا کر رہ گئی۔ کیلاش نے ایک گہرا سانس لیا۔
اس حالت میں پوسٹ مارٹم کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے بھلا۔
مرے ہوئے انسان پر بھی نشتر چلا کر گیان پراپت کیا جاتا ہے کیلاش بابو پردیپ کا پاپ کتنا بڑا تھا کہ اسے مرنے کے بعد بھی چیرا پھاڑا جا رہا ہے دیوان صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔
تم ساتھ نہ چلو تو اچھا ہے بیٹا میں اور کیلاش چلے جاتے ہیں۔
جی۔ نرملا نے کہا اسی وقت ڈاکٹر پریم کمرے میں داخل ہوا۔
ارے آپ نے ابھی تک چینج نہیں کیا وہ تیزی سے بولا۔
ڈاکٹر پریم۔ دیوان صاحب نے ہاتھ اٹھا کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔ وہ وہیں رک گیا۔ ہم لوگ جنرل ہاسپٹل جا رہے ہیں۔
کیوں۔ وہ چمک کر بولا یہاں کیا علاج۔۔
میرے داماد کو کسی نے قتل کر دیا ہے اس کی لاش لینے جا رہے ہیں انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔
کیا۔ وہ بھونچکا رہ گیا۔
ہاں تم فی الحال مجھے ڈسچارج کرو بعد میں دیکھیں گے انہوں تکئے کے نیچے سے چیزیں اٹھاتے ہوئے بولے اور ڈاکٹر پریم نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کبھی دیوان صاحب نے اس کی طرف پلٹ کر کہا۔ بل آفس بھجوا دینا۔ اور نرملا بیٹی تم اپنی گاڑی پر گھر چلی جاؤ ہم ہاسپٹل سے گھر جلدی پہنچنے کی کوشش کریں گے۔
جی۔ وہ افسردہ لہجے میں بولی۔
مائی گڈنس۔ ڈاکٹر پریم نے آگے بڑھ کر نرملا کو سینے سے لگا لیا۔ بیٹا یہ سب کیسے ہوگیا۔
پتہ نہیں انکل۔ کچھ پتہ نہیں۔ وہ گلوگیر آواز میں بولی۔
تم لوگ جاؤ میں وہاں کے ایم ایس کو فون کر دیتا ہوں تمہیں کوئی وقت نہیں ہوگی۔ اور نرملا کو میں خود چھوڑ آؤں گا تم لوگ جاؤ جلدی۔ دیوان صاحب کیلاش کے ساتھ کمرے سے نکل گئے ڈاکٹر پریم نے نرس کو نرملا کے ہاتھ مل کر چیزیں سمیٹنے کو کہا۔ تم گاڑی میں بیٹھو بیٹی۔ میں وہیں آ رہا ہوں وہ کہہ کر باہر نکلنے لگا۔

انقل میں پہنچ جاؤں گی۔ آپ۔۔۔ نرملا نے کہنا چاہا۔
ہرگز نہیں۔ وہ رک کر بولا۔ اس حالت میں تمہیں اکیلا چھوڑنا کیا میرے لیے ممکن ہے تم چلو میں آرہا ہوں وہ باہر نکل گیا نرملا نے چند منٹ میں تیاری کی نرس نے باسکٹ اٹھائی اور دونوں کمرے سے باہر نکل گئیں۔

پردیپ کی لاش ان کو دو گھنٹے کے اندر اندر مل گئی تھی قاتل نے کسی تیز دھار آلے سے اس کے مردہ جسم کے ٹکڑے کئے تھے وہ کسی ایسے صدمے یا خوف سے مرا تھا جو اس کے اعصاب اور خصوصاً دل کے لیے ناقابل برداشت ثابت ہوا تھا۔ شام سے پہلے پہلے انہوں نے شمشان میں اس کا کریا کرم کر دیا شہر بھر کے لوگ دیوان صاحب کی کوٹھی پر جمع ہو گئے تھے نرملا ایک بار کھل کر روئی پھر وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی سفید ساڑھی میں دوسری عورتوں کے درمیان بیٹھی وہ سنگ مرمر کی ایک ایسی مورت لگ رہی تھی جس کا سنگھار غم اور سوگواری کے رنگوں سے کیا گیا ہو معصوم حسن کا وہ مجسمہ اپنے صانع کی مشاقی کا نہ بولتا شاہکار تھا کیلاش مہمانوں کے جانے کے بعد تک وہیں رکا رہا دیوان صاحب بے حد افسردہ تھے ان کے دماغ سے جہاں پردیپ کی موت نے ایک بڑا بوجھ ہٹا دیا تھا وہیں بیٹی کی بیوگی کا غم ان پر سوار ہو گیا تھا پھر ان کے دل کے نہاں خانے میں کہیں پردیپ کی موت کا دکھ بھی دبک رہا تھا وہ جو کچھ بھی تھا۔ بہرحال چند ہفتے پہلے تک ان کا چہیتا اور بیٹوں سے بڑھ کر عزیز تر داماد تھا جو ان کی بیٹی کے ماتھے کا جھومر بھی تھا۔ اور اب۔ نرملا کیلاش اور دیوان صاحب ڈرائنگ روم میں سر جھکائے بیٹھے تھے رات کے آٹھ بج رہے تھے ان کے سامنے صوفوں کے درمیان پڑی میز پر کافی کے خالی کپ پڑے تھے کھانا کھانے کی کسی کو بھی خواہش نہیں ہو رہی تھی نرملا کے اصرار پر کیلاش اور دیوان صاحب نے کافی کا کپ حلق میں انڈیل لیا تھا۔
اچھا سر۔ آہستہ سے سر اٹھا کر کیلاش نے پہلے ایک نظر نرملا کو دیکھا جو سفید ساڑھی میں بالکل اپسرا لگ رہی تھی سوگوار اور غمزدہ اپسرا پھر دیوان صاحب کو مخاطب کیا میں اب چلتا ہوں آپ بھی آرام کریں۔
اچھا بیٹے۔ دیوان صاحب نے اسے ممنونیت سے دیکھا تم نے آج اس لمحے تک ہمارے ساتھ جو بھلائی کی ہے اس کا شکریہ ادا کر کے میں اپنی نظروں میں ہلکا پڑ جاؤں گا تم نے وہ کیا جو ایک بیٹا ہی کر سکتا ہے۔
میں چاہتا بھی نہیں سر کہ آپ میرا شکریہ ادا کریں میں نے جو کچھ بھی کیا فرض سمجھ کر کیا آپ میری ڈیوٹی سے مطمئن ہیں میرے لیے یہی کافی ہے۔
نہیں کیلاش بابو۔ نرملا نے اپنی منور اور بڑی بڑی آنکھوں میں اسے تولا یہ صرف فرض کی بات نہیں ہے آپ اگر صرف اپنی ڈیوٹی نبھا رہے تھے اور نبھا رہے ہیں تو اس کے عوض ہم آپ کو تنخواہ کے نام پر محض مذاق کر رہے تھے۔
نہیں نرملا دیوی۔ وہ بڑے مضبوط لہجے میں بولا۔ میں جس حالت میں دیوان صاحب سے ملا تھا اس وقت بے شک ان کی مجبوری تھی کہ انہوں نے اپنی قیافہ شناس نظروں سے مجھے جانچ لیا اور اپنا انتہائی معاملہ میرے سپرد کر دیا مگر اس کے جواب میں انہوں نے مجھے روزگار اور قلاش کو جو کچھ دیا میں اسے کس طرح بھول جاؤں آج میرے گھر والے ایک پرسکون چھت کے نیچے آرام سے رہ رہے ہیں تو یہ انہی کی دین ہے آج اگر میں ایک باعزت فرد کے طور پر سوسائٹی میں چل پھر رہا ہوں تو یہ بھی انہی کی بدولت ہے میری رگوں میں جن ماں باپ کا خون دوڑ رہا ہے نرملا دیوی وہ متوسط طبقے کے لوگ ضرور ہیں مگر ان کی تربیت میں وفا خلوص اور نیک

نیتی بنیادی اکائیاں ہیں میں نے صرف اس تربیت اس دودھ اور خون کی لاج نبھائی ہے آج آپ کے ہاں میرا کام ختم ہو گیا یہ ایسی بات کا وقت تو نہیں ہے مگر میں آپ سے وداع ہونے سے پہلے جاننا چاہوں گا کہ اب میرے لیے کیا حکم ہے۔ اس نے سوالیہ نظریں دیوان صاحب پر جما دیں جو اسے اچنبھے سے دیکھ رہے تھے۔
کام ختم ہو گیا۔ اس سے کیا مطلب ہے تمہارا وہ الجھ کر بولے۔
دیکھئے سر۔ آپ نے مجھے پردیپ صاحب کے لیے ملازم رکھا تھا وہ آنجہانی ہو گئے۔ اب آ گے۔
دیکھو بیٹا۔ دیوان صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات وہیں روک دی یہ صحیح ہے کہ تم پردیپ کے لیے رکھے گئے تھے لیکن کیا یہ صحیح ہو گا کہ اس کے مرنے کے بعد تمہیں دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر باہر پھینک دیا جائے۔ تم نے یہ بات سوچی بھی کیسے بیٹا۔ پچھلے دنوں تم نے آفس بھی سنبھالا وہ کیا تھا وہ تو تمہارے فرائض میں شامل نہیں تھا پھر تم نے اس کے لیے انکار کیوں نہ کیا۔ اگر تمہاری رگوں میں شرافت خون بن کر دوڑ رہی ہے تو اب تک تم نے ہم لوگوں میں کیا کمی پائی ہے دل کی بات کہوں بیٹا۔ تو مجھے تمہارے اب پہلے سے زیادہ ضرورت ہے تم جیسا بیٹا مل جائے تو میں بھگوان سے بیٹا نہ دینے کا کبھی گلہ ہی نہ کروں گا۔
سر۔ کیلاش بے حد متاثر ہو رہا تھا۔
سر نہیں۔ دیوان صاحب بولو۔ بیٹا۔ میں نے بہت دنوں سے تمہیں ایک فیملی ممبر کی جگہ دے رکھی ہے کیا یہ تم سے انیائے ہو گا۔
نہیں دیوان صاحب ہرگز نہیں وہ شرمندہ سا ہو گیا۔
تو بس آئندہ کبھی ایسی بات نہ کہنا جس طرح تم نے ہمارے دکھ سکھ میں ہمارا ساتھ دیا ہے اس کا بدلہ تو شاید ہم منش ہونے کے ناطے کبھی نہ چکا سکیں پرنتو ایک دوسرے کے ساتھ عزت اور پیار کا ناطہ جوڑ کر رہ تو سکتے ہیں ناں یا نہیں رہ سکتے۔
کیوں نہیں دیوان صاحب وہ ندامت سے بولا میں اپنے کہے پر شرمندہ ہوں۔
یہ بھی تمہاری بڑائی ہے بیٹا کہ تم اپنی بھول کر سویکار کرنے میں دیر نہیں کرتے۔ بہرحال آئندہ کبھی ایسی بات زبان پر نہ لانا۔
جی نہیں۔ کبھی نہیں۔ وہ سر جھکا کر بولا۔
اور اگر ایسا ہوا تو ڈنڈ بھی دیا جا سکتا ہے کیلاش بابو۔ نرملا نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔
میں خوشی سے اس گھر سے ملنے والی ہر سوغات کو دل میں چھپا لوں گا نرملا دیوی چاہے وہ ڈنڈ ہی کیوں نہ ہو کیلاش نے کہتے ہوئے اسے آنکھ بھر کر دیکھا اور نرملا نے نظریں چرا لیں۔ تو اب مجھے آگیا ہے۔ کیلاش نے دیوان صاحب کو دیکھا اگر کوئی کام نہ ہو تو میں گھر جانا چاہوں گا۔
ضرور بیٹا تم بھی تھک گئے ہو گے۔ کل آفس بند رہے گا تم دوپہر تک ادھر ہی چلے آنا کچھ ضروری معاملات ڈسکس کر لیں گے۔
جی۔ کیلاش اٹھا اسی وقت اس کے موبائل پر بیل ہوئی اس نے اوپری جیب سے موبائل نکالا نمبر چیک کیا ساکشی کال کر رہی تھی۔ او کے دیوان صاحب میں صبح حاضر ہو جاؤں گا۔ نمستے۔ وہ دونوں باپ بیٹی کو پرنام کر کے باہر نکل آیا۔ ان کے سامنے ساکشی سے بات کرنا اس نے مناسب نہ سمجھا تھا۔
یس۔ کیلاش سپیکنگ۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے رابطہ قائم کر لیا۔

اتنی دیر خیریت تو تھی۔ سائشی نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

ہاں میں رستے میں تھا۔ تم بولو۔

میں ہوٹل سے بول رہی ہوں تم ادھر ہی آجاؤ۔

اوکے میں دس منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔ اس نے فون بند کر دیا۔ اور گاڑی کا رخ ہوٹل کی طرف کر دیا۔

ہوں۔ سائشی نے بستر پر بیٹھے بیٹھے لحاف کو پوری طرح خود پر لپیٹ لیا اس کا مطلب ہے کہ پردیپ کے آنجہانی ہونے کے بعد اب تم اس گھر میں خاصے اہم ہو گئے ہو۔

کیا مطلب۔ اس نے صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔ اہم ہو جانے کا مطلب کیا ہے تمہارا۔

میرا مطلب ہے۔ وہ اسے معنی خیز نظروں سے دیکھ کر بولی۔ آخر کو نرملا دیوی جوان ہے تازہ تازہ بیوہ ہوئی ہے گھر بھی مالدار ہے

بکومت۔ وہ منہ بنا کر بولا اس انداز میں سوچ رہی ہو تم۔

کیا میں غلط سوچ رہی ہوں وہ معصومیت سے بولی۔

بالکل غلط۔ وہ سختی سے بولا۔

ذرا میری طرف دیکھو۔ سائشی نے اسے پچکارا۔

کیا دیکھوں۔ وہ جھلا کر رہ گیا۔

دیکھو تو۔ وہ اسی لہجے میں بولی۔ اور بے اختیار کیلاش کی نظریں اس کی نظروں سے جا ٹکرائیں سائشی کی آنکھوں میں نجانے کیا تھا کہ کیلاش نے نظریں چرالیں۔ نہ نہ۔۔ یوں نہیں میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرو وہ جلدی سے بولی۔

دیکھو شکو جان۔ تم زیادتی کر رہی ہو وہ آہستہ سے بولا۔

میں زیادتی کر رہی ہوں یا تم۔ وہ پٹ سے بولی۔

میں نے کیا زیادتی کی ہے۔ وہ حیرت سے بولا۔

دوست بھی کہتے ہو دغا بھی کرتے ہو یہ زیادتی نہیں ہے کیا وہ بڑے شاعرانہ انداز میں بولی۔

دغا۔ کیسا دغا۔ انجان پن سے کیلاش نے پوچھا۔

دل کی بات چھپانا اور وہ بھی دوست سے دغا نہیں تو اور کیا ہے۔

دل کی بات۔ کیسی دل کی بات۔ وہ گڑبڑا گیا۔

دیکھو دوست یا تو کھل جاؤ یا مجھے کہنے دو۔ مگر شرط یہ ہے کہ جھوٹ نہیں چلے گا۔ سائشی نے کہا۔

چلو تم کہو۔ اگر تم نے سچ کہا تو میں انکار نہیں کروں گا اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔

اوکے۔ سائشی نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔ تمہیں پہلی ملاقات یاد ہے ناں۔ اپنی اور میری اسی کمرے میں ہوئی تھی۔۔

ہاں۔ اچھی طرح یاد ہے۔

اس ملاقات میں تم نے کہا تھا کہ تم کسی اور سے محبت کرتے ہو۔

ہاں کہا تھا۔

تو وہ۔ جس سے تم محبت کرتے ہو۔ سائشی نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔۔ کون ہے۔

یہ میں نہیں بتا سکتا۔ وہ اڑ گیا۔

میں بتا دوں۔ اس نے پٹ سے پوچھا۔

جب میں نے تمہیں نہیں بتایا تو تم کیسے جان گئیں وہ الجھ سا گیا۔

تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں بچے۔ وہ بڑے بزرگانہ انداز میں بولی۔

تو کہو۔ مگر ایک بات سن لو۔ کیلاش نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا کوئی بھی نام منہ سے نکالنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا ایسے ہی لٹھ نہ مار دینا۔

ورنہ کیا کرو گے تم۔ وہ آنکھیں نکال کر بولی اول تو میرا اندازہ غلط ہو نہیں سکتا اور اگر ایسا ہو بھی گیا تو میں نے کون سا اشتہار دیا ہے جو کسی کی رسوائی ہو جائے گی۔

تم سے میں جیت نہیں سکتا میری ماں۔ تم بولو جو بھی بولنا ہے کیلاش نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

ہاں اتنا وقت خواہ مخواہ ضائع کر دیا۔ پر اب میں بھی تو کہہ سکتی ہوں کہ اگر میری بات سچ نکلی تو تم جرمانہ بھرو گے۔ وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

کیسا جرمانہ۔ وہ چونکا۔

مجھے نہ بتانے کا جرمانہ۔

ٹھیک ہے مگر کیا۔

یہ میں بعد میں بتاؤں گی میری مرضی ہے جو میں مانگ لوں۔

اوکے اب بول دو ورنہ رات بھر یہیں صوفے پر بیٹھا اکڑتا رہوں گا۔

اچھا بس اب میں پٹاری سے شملہ کی بلی نکالنے جا رہی ہوں دل تھام کے سنو۔ وہ ایکدم سنجیدہ ہو گئی۔ کیلاش استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا اس کے دل کی دھڑکن ایکدم بڑھ گئی تھی نہ جانے وہ کیا کہہ دیتی کس کا نام لے دیتی اس کی ساری جان سمٹ کر آنکھوں میں آ گئی۔

وہ جس سے تم محبت کرتے ہو میں نہیں جانتی کہ وہ بھی تم سے محبت کرتی ہے یا نہیں مگر اس کا نام میں بہت دن پہلے جان گئی تھی اس کا نام۔ یہ کہتے کہتے وہ رک گئی۔ بڑا پراسرار ماحول ہو رہا تھا کیلاش کا سانس رکنے لگا وہ چاہتا تھا کہ سائشی اب کہہ ڈالے تجسس کو مزید ہوا نہ دے۔

اس کا نام۔ نرملا ہے۔۔۔۔ اور کیلاش کا دل رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں روشنیاں انار کی طرح چھوٹیں اور سارا کمرہ رنگوں سے دھواں دھار ہو گیا۔ اس کی بے یقین نظریں سائشی پر جمی ہوئی تھیں جو اسے مسکرا مسکرا کر یوں دیکھ رہی تھی جیسے اپنی فتح پر نازاں ہو۔ کیوں ٹھیک کہا ناں میں نے

ہا۔ آں۔ وہ سائشی کی آواز پر چونکا۔

میں نے پوچھا میں نے ٹھیک کہا ناں۔ وہ یوں بلند آواز میں بولی جیسے کسی بہرے کو سنا رہی ہو۔

ہاں۔ وہ اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا تم نے ٹھیک کہا ہے اس کی آواز بے حد آہستہ ہو گئی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں ڈھیرے ڈھیرے پیار کی پھوار ابھری یوں لگا جیسے وہ پرستش بھری نظروں سے سائشی کو چوم رہا ہو۔ مجھے تم پر ناز ہے دوست۔ اس کی آواز میں بے پناہ پیار امڈ آیا تھا وہ اٹھا اور اس

کے بیڈ کے قریب آکر قالین پر گھٹنوں کے بل گیا اس کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے اور مسکراتی ہوئی ساکشی کا خوبصورت کھلے ہوئے کنول ایسا مقدس چہرہ اس نے ہاتھوں کے پیالے میں سجالیا ساکشی اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھتی رہی کیلاش کے ہونٹ دھیرے دھیرے آگے بڑھے اور اس کی پیشانی کو چھو گئے۔ دوست ہو تو تم جیسا۔ اس نے آہستہ سے وہ کنول ہاتھوں کی گرفت سے آزاد کر دیا۔

بس میرا جرمانہ وصول ہو گیا۔ ساکشی نے آنکھیں موندلیں دونوں کی آنکھوں میں پاکیزہ جذبات کی نمی در آئی تھی ساکشی نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ وہ بھی تمہارا حال جانتی ہے یا ون وے ٹریفک چلا رہے ہو۔ وہ اس کے انداز پر بے ساختہ ہنس پڑا۔ ہولے سے ہاتھوں کو چھڑایا پیچھے ہٹا اور واپس اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔

ابھی تک تو میں نے اس کی صرف خاموش پوجا کی ہے۔

فائدہ۔ ساکشی نے تڑ سے کہا وہ کیا پتھر کی بنی ہوئی ہے جو تم اس سے کہتے کچھ نہیں۔

یہ بات نہیں ہے وہ کل تک شادی شدہ تھی۔ اور آج بیوہ ہے دونوں صورتوں میں اس سے دل کا حال کہنا میرے لیے کیا مناسب تھا۔

مناسب تھا نہیں اب مناسب ہے۔ وہ اب پر زور دے کر بولی ویسے تو وہ اسی دن بیوہ ہو گئی تھی جس دن پردیپ نے اسے طلاق کی دھمکی دے کر کالی کے مندر کی سیڑھیاں طے کی تھیں تاہم اگر تم شرافت اور سماج کی پابندیوں کا اتنا ہی خیال رکھتے ہو تو یہی سہی مگر اب تمہیں اس پر حال دل آشکار کرنے میں کیا شے مانع ہے۔

وہ میرے مالک کی بیٹی ہے شکو جی وہ پست لہجے میں بولا۔

سب بکواس۔ وہی گھسی پٹی فلی جو ہمارے ہر سنیما میں پچھلے پچاس برسوں سے چل رہی ہے امیر باپ کی امیر بیٹی اور غریب ملازم۔

تو تمہارا مطلب ہے میں ابھی اٹھوں اور سیدھا اس کے کمرے میں جاؤں اور اس کے سامنے کھڑا ہو کر کہوں نرملا میں تم سے پیار کرتا ہوں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اچھا ہوا تمہارا پتی مر گیا۔ میرا رستہ صاف ہو گیا اب ہم دونوں کو ملنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ چلو آؤ مندر میں چل کر شادی کر لیں۔ اگر تمہارے پتا جی نہ مانیں تو تم میری خاطر ان سے بغاوت کر دو اور اپنی اجڑی ہوئی مانگ میں میری محبت کا سندور بھر لو۔

واہ۔۔واہ۔۔ ساکشی نے تالیاں پیٹتے ہوئے کہا۔ کیا ڈرامہ ہے کیا ڈائیلاگ ہیں کیا ادائیگی ہے سپرہٹ بکومت جانتی ہو اگر میں نے ابھی یا کبھی بھی اس پر اپنی محبت کا اظہار کیا تو کیا ہو سکتا ہے۔

یار کوئی بچہ وچہ تو ہونے سے رہا۔ باقی جو ہو گا تم بتا دو وہ لاپرواہی سے بولی۔

یار ایک پل کے لیے وہ یہ بھی تو سوچ سکتی ہے کہ اس کے پتی کو اس طرح موت کے گھاٹ اتارنے میں میری اس چھپی ہوئی محبت کا ہاتھ ہو سکتا ہے جس کو پانے کے لیے میں اب بے چین ہو رہا ہوں۔ ساکشی دیوی عورت کا دل اپنے پتی کی محبت کو کبھی نہیں بھولتا اس کے ہر ستم کو بھول جاتا ہے میرا اب تک اس سارے حادثے میں جو کردار رہا ہے وہ ایسا ہے کہ وہ مجھ پر شک کر سکتی ہے میری ہر بات پر وہ جس طرح یقین کرتی رہی ہے اس کے بارے میں سوچو میں نے کہا پردیپ کالی کے مندر جاتا ہے وہ باپ بیٹی مان گئے میں نے کہا پردیپ ان پر جادو ٹونا کرا رہا ہے انہوں نے تسلیم کر لیا میں نے بتایا کہ پردیپ کی وجہ سے مدھو جیسی معصوم لڑکی بلادکار کے بعد قتل کر دی گئی وہ دونوں یہ بھی مان گئے آخر میں ان کو میں نے یہ بتایا کہ پردیپ کالی کے مندر میں ایک خوفناک صورتحال سے دوچار ہو کر مر گیا اس پر بھی انہوں نے وشواس کر لیا۔ مگر اگلے روز اس کی لاش

ٹکڑوں میں بٹی ملی اگر وہ صرف اسی ایک بات پر شک کر گزریں تو میری پوزیشن کیسی نازک ہو جاتی ہے یہ تو ہم جانتے یا سمجھتے ہیں ناں کہ پردیپ کی لاش کے ٹکڑے کالی کے مندر میں موجود پجاریوں نے محض اپنے گرو ویناناتھ کی موت کا بدلہ لینے کے لیے کیے ہیں ان دونوں باپ بیٹی کو کون سمجھائے گا نہیں دوست نہیں میں اپنی محبت کا بھید نہیں کھول سکتا۔ اس کے شک کا ایک ذرا سا قطرہ میری محبت اور خلوص کے پورے سمندر کو زہریلا بنا دے گا یہ میں نہیں سہہ سکوں گا۔ کبھی سہہ نہیں سکوں گا وہ جیسے تھک کر خاموش ہو گیا۔

تم بہت بھولے ہو کیلاش۔ ساکشی نے اسے پیار سے دیکھا تمہارا کیا خیال ہے کہ نرملا تمہاری محبت سے واقف نہیں ہے۔

ہاں جب میں نے اس پر اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا تو اسے پتہ کیسے چلے گا وہ بڑے ٹھوس لہجے میں بولا۔

جب تم میرے پاس پہلی بار آئے تھے کیلاش تو میں نے تمہیں ایک ہی نظر میں اپنے لیے دوست کے طور پر منتخب کر لیا تھا پتہ ہے کیوں۔

کیوں۔ اس نے اسے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

اس لیے میری فطرت اک عورت کی فطرت ہے اور میں مرد کے اندر پوری گہرائی تک اترنا جانتی ہوں میں نے چند لمحوں میں تمہیں پرکھ لیا تھا اور اسی طرح بالکل انہی طرح کبھی تم نے نرملا کو چور نظروں سے اگر دیکھا ہے تو یقین مانو وہ تمہاری ان چور نظروں میں چھپی تمہاری محبت کے خزانے کو ٹٹول چکی ہو گی۔

مگر۔۔ وہ کہتے کہتے رک گیا اسے یاد آیا کہ ابھی دو گھنٹے پہلے بھی تو اس نے نرملا کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے اسے ایسی ہی چور نظروں سے دیکھا تھا جن میں صرف اور صرف محبت بسی ہوئی تھی اور جواب میں وہ نظریں چرا گئی تھی کیوں۔

کہو کہو کیا کبھی ایسا ہوا ہے کیلاش۔ ساکشی نے بے تابی سے پوچھا۔

ہاں۔ وہ ہولے سے بولا۔

اور اس نے تمہاری چوری پکڑ کر خود نظریں چرا لیں ہوں گی۔

ہاں۔ مگر تم کیسے جانتی ہو۔ وہ حیرت سے بولا۔

میں نے کہا ناں بھولے بادشاہ میں بھی عورت ہوں نرملا بھی عورت ہے ہم عورتیں سمندر کی طرح گہری اور لہروں کی طرح ڈانواں ڈول ہوتی ہیں وہی لمحہ تھا جب تم اس کی واپس لوٹتی ہوئی نظروں پر اپنی محبت کی کمند ڈال دیتے اسے روک لیتے تب اس کے چہرے پر شفق رنگ بکھر جاتے اور تمہاری محبت کی جھولی مرادوں کے رنگ برنگ پھولوں سے بھر جاتی۔ وہ اسے سکتے کے عالم میں تکتا رہ گیا۔ کتنا گہرا مشاہدہ تھا اس کا محبت اور زندگی کے بارے میں۔

مجھے اس طرح حیرت سے مت دیکھو میری بات مانو اور آئندہ جب بھی اسے ملو تو اس کو چور نظروں سے مت دیکھو اسے کھل کر دیکھو اسے کھول کر دیکھو کیلاش بابو عورت کی گرہ صرف محبت کی نظر کھولتی ہے ورنہ تو اس پہیلی کو تم زندگی بھر نہیں بوجھ سکتے ابھی زبان سے تم کچھ نہیں کہنا چاہتے نہ کہو مگر نگاہوں کو اتنی اجازت دو کہ وہ اس کی واپس جاتی نظروں کو گرفت میں لے لیں اس کے دل کی دھڑکن کو گونگے پن سے آزاد کر ڈالو ایک وقت آئے گا کہ تمہیں یا اسے زبان سے کچھ کہنا ہی پڑے گا نظریں نظروں سے کہہ دیں گی۔ دل دل کی سن لے گا جذبے کسی زبان کے محتاج نہیں ہوتے کیلاش ان کی اپنی زبان ہوتی ہے جو یہ ایک دوسرے کو وائرلیس کی طرح

ٹیلی پیتھی کے رستے سمجھا دیتے ہیں سنا دیتے ہیں۔
بس کرو یار۔ بس کرو۔ کیلاش بے تاب ہو اٹھا۔ تم نے میرے دل میں کیسی آگ لگا دی ہے
آگ تو پہلے سے موجود تھی یار میں نے تو صرف راکھ کرید کر پھونک ماری ہے تو پھر کیا طے ہوا کب عمل اگر رہے ہو میری بات پر۔ وہ مسکرا کر بولی۔
جلد بہت جلد۔ اس نے پورے یقین سے کہا۔
شاباش۔ وہ بڑے جوش سے بولی دیر کرو گے تو ایک خطرہ اور بھی ہے۔
وہ کیا۔۔ وہ جلدی سے پوچھ بیٹھا۔
اس کا باپ عمر کے اس حصے میں ہے کہ اپنے جیون ہی میں اس کی دوسری شادی کے لیے بے چین ہو اٹھے گا اس خطرناک لمحے کے آنے سے پہلے خود کو اپنے محبوب کی نظروں میں لے آؤ سمجھے۔
بالکل سمجھ گیا۔ وہ بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔
ابھی جا رہے ہو کیا۔ وہ بڑی معصومیت سے بولی۔
نہیں۔ ابھی تو نہیں۔ اس نے رواردی میں کہا۔
اور۔۔ جواب میں ساکشی کا بڑا جاندار قہقہہ کمرے کی فضا میں بڑی دیر تک ابھرتا رہا۔ کیلاش جھینپ کر رہ گیا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ساکشی کو یوں گھورنے لگا جیسے ابھی آگے بڑھے گا اسے بازوؤں میں اٹھائے گا اور دیوانوں کی طرح رقص کرنے لگے گا۔ اسے یوں اپنی طرح بے باکانہ انداز میں دیکھتا پا کر ساکشی کا قہقہہ ہلکا ہوتے ہوتے آخر کار رک گیا۔
کیا دیکھ رہے ہو مجنوں۔ اس نے کیلاش کی نظروں کی تپش سے گڑبڑا کر پوچھا۔
کچھ نہیں۔ وہ سنبھل سا گیا۔
ہاں یہ کہو پروفیسر کا فون تو نہیں آیا۔
نہیں تھکان اور نیند نے بس ایک دم ہی مجھ پر حملہ کر دیا تھا تم مجھے اتار کر گئے تو اوپر آ کر میں نے صرف دو سلائس اور ایک کپ چائے کا لیا پھر جو بستر پر گری ہوں تو تب اٹھی جب تمہیں فون کیا۔
کیا خیال ہے چلیں ان سے ملنے۔
چلنا تو چاہیے۔ وہ جلدی سے بولی مگر اس وقت وہ سو نہ گئے ہوں۔
پرواہ نہ کرو وہ ایسی کسی رسم کا پہرہ نہیں دیتے جو کسی کے خلوص کے آڑے آتی ہو تم چلنا چاہو تو اٹھ جاؤ جواب میں ساکشی نے لحاف اتار پھینکا منہ پر نیم پانی کے چند چھینٹے مارے سر پر سکارف لپیٹا پتلون جرسی پر چمڑے کی جیکٹ چڑھائی اور تیار ہو گئی۔
ارے ہاں۔ مجھے یاد آیا۔ وہ پردیپ کی کار کا کیا بنا۔۔ کمرے سے نکلتے نکلتے کیلاش نے پوچھا۔
وہ میں نے سہنا کو دان کر دی اس کے بارے میں کوئی بھی کلیو سامنے لانا مناسب نہیں ہے ہم لوگ بھی پھنس سکتے ہیں سہنا آج کل میں اسے چور بازار میں کھپا دے گا۔
چلو جان چھوٹی۔۔ کیلاش نے کہا اور ساکشی کے ساتھ قدم بڑھا دیئے۔ دونوں گاڑی میں جا بیٹھے۔
مجھے یقین ہے کہ نرملا تمہاری محبت کا جواب محبت میں ہی دے گی۔
وہ کیسے۔

کیونکہ ایک تو اس نے تمہارے دل کو اچھی طرح پرکھ لیا ہے اور دوسرا تمہارے ان پر کچھ احسانات بھی ہیں جن کا تم نے تذکرہ کیا تھا اور پھر اس کی نظروں میں تم نے ایسا اثر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ تمہارے علاوہ فی الحال کسی اور بارے میں نہیں سوچ سکے گی۔ وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ لیکن وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے جتنی جلدی ہو سکے اس تک اپنے دل کی بات پہنچا دو جانتی تو وہ پہلے بھی ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری آنکھوں کی طرح تمہاری زبان سے اظہار جاننا چاہتی ہو۔
ہاں میں ایسا ہی کروں گا۔ وہ مسکرا دی۔
بہت ہی معصوم ہو تم۔
وہ کیسے۔ وہ انجان بن کر بولا۔
چھوڑو اس بات کو بس کہہ دیا کہ وہ تمہاری محبت کو کبھی بھی رد نہیں کرے گی۔
بتاؤ ناں کیسے۔
کہہ دیا ناں میں عورت ہوں بہت کچھ جانتی ہوں۔ وہ ایک سرد آہ بھرتے ہوئے بولی۔ اور کیلاش اس کو دیکھتا رہ گیا۔ ساکشی نے بھی اس کو ایک گہری نظر سے دیکھا۔ وہ تو بہت قسمت والی ہو گی اگر اس کو تمہارا پیار مل جائے گا ایسا کسی کسی کو ملتا ہے ایسا انسان کسی کسی کو ملتا ہے۔
تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ میں اس کو ملتے ہی اظہار کر دوں۔
ہاں۔ وہ پھر سے سرد آہ بھرتے ہوئے بولی۔ اب دیر مت کرنا۔
ٹھیک ہے میں یہاں سے سیدھا اس کے پاس ہی جاؤں گا۔ کیلاش نے مسکراتے ہوئے کہا تو بھی مسکرا دی۔ اس کے دل میں کیا تھا یہ بات کیلاش نہ جان پا رہا تھا وہ کیا کچھ کہنا چاہتی تھی وہ بھی وہ نہ جان پایا تھا لیکن اتنا جانتا کہ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن کچھ بھی نہیں کہہ پا رہی ہے۔ لیکن کیا کہنا چاہتی ہے وہ سوچ رہا تھا وہ بار بار ایسا کیوں کہہ رہی تھی کہ وہ ایک گریٹ انسان ہے ایک ایسا انسان ہے جس کو اپنانے کے لیے کوئی بھی لڑکی ایک منٹ میں تیار ہو جائے گی۔ لیکن پھر اس نے سوچوں کے تسلسل کو ہوا کر دیا اور اپنا دھیان گاڑی کی طرف کر دیا انکا رخ پروفیسر کے گھر کی طرف ہو گیا تھا۔۔



موت کی منزل

-- پرنس کریم -- پشاور۔ قسط نمبر ۵

سشما کی آنکھوں کی سرخی گہری ہونے لگی ناخن بھی لمبے ہونے لگے اور چہرے کی سرخی بڑھتی گئی اس کے چہرے اور انگارہ آنکھوں سے خوف ہی خوف چھلک رہا تھا اور وہ خوفناک انداز میں کالیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے کھڑی تھی ایک لمحے کے لیے کالیا ڈاکو گڑبڑا گیا مگر پھر خودی کے زعم میں وہ پیچھے ہٹنا بھی نہ چاہتا تھا۔ سشما پوری قوت سے جھڑ دیا ایک ہیبت ناک تھپڑ اس کے منہ پر چٹاخ کی آواز پوری عمارت میں گونج اٹھی تھپڑ اتنا زوردار اور بھاری تھا کہ کالیا ڈاکو چکرا کر رہ گیا۔ ساتھ میں سشما کی شکتیوں کی ہیبت بھی شامل تھی سارے ڈاکو جو پہلے سے ہی خوفزدہ تھے اب مزید خوف کا شکار ہو گئے اتنا بھاری تھپڑ تو کسی انسان کا نہیں ہو سکتا۔ یہ ضرور کوئی اور مخلوق ہے اپنے چہرے پر ہاتھ ابھی تک رکھا ہوا تھا کہ گال پر جلن تیز ہوتی جا رہی تھی لحہ بہ لحہ وہ ابھی تک ڈرانہ تھا اس نے ابھی سشما کو تھپڑ مارنا چاہا تو سشما نے اس کا طاقتور ہاتھ روک دیا یہ دیکھ کر تو کالیا ڈاکو سمیت سب ڈاکو ششدر رہ گئے کہ ایک کمزور سی لڑکی نے کالیا ڈاکو کا ہاتھ روک لیا تھا کالیا ڈاکو کا ہاتھ جس کی دہشت سے دنیا ڈرتی تھی آج وہ ایک کمزور لڑکی سے ہار رہا تھا۔ کالیا ڈاکو نے بہت زور لگایا مگر سشما کی گرفت سے اپنا ہاتھ نہ چھڑا سکا۔ سشما نے اس کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں زور سے بھینچا تھا وہ دل ہی دل میں ورد پڑھے جا رہی تھی اور یہ بس اسی ورد کا کمال تھا کالیا ڈاکو کے جس گال پر سشما نے تھپڑ مارا تھا وہ پھٹا ہوا تھا اور اس سے خون رس رہا تھا اب سشما نے اسے گریبان سے پکڑ کر زور سے بھینچ دیا۔ کالیا ڈاکو خوفزدہ ہو گیا اچانک سشما نے اپنے لمبے لمبے ناخن اس کی گردن میں پیوست کر دیئے اور ایک زوردار جھٹکے سے کالیا ڈاکو کی گردن اس کے تن سے جدا کر دی کالیا ڈاکو کا کام تمام ہو گیا تمام ڈاکو مشتعل ہو گئے اپنے سردار کا ایسا بھیانک انجام دیکھ کر جس کا سر سشما کے ہاتھ میں تھا اور دھڑ زمین پر اپنے ہی خون میں پڑا تڑپ رہا تھا اچانک نائب ڈاکو نے سشما پر فائر کھول دیا۔ سشما اس کا ارادہ پہلے سے ہی بھانپ چکی تھی وہ شمع کا ہاتھ پکڑ کر سیڑھیوں کے قریب والے کمرے کی طرف بھاگی اور تیزی سے دونوں اندر گھس گئیں باقی۔ اب وہ آٹھ ڈاکو دروازے کو زور زور سے مار رہے تھے اور آخر کار دروازہ توڑ کر اندر آ گئے مگر سشما اور شمع اندر موجود نہ تھیں کمرہ بالکل خالی تھا سشما اور شمع عمارت سے باہر موجود تھیں کمرے کے اندر جانے کے بعد سشما نے خود کو اور شمع کو اپنے جادو کے زور سے غائب کر دیا تھا او رعمارت سے باہر نمودار ہو گئیں تھیں کالیا ڈاکو کا سر ابھی تک سشما کے ہاتھ میں تھا وہ ابھی تک اپنا ورد زیرلب بڑبڑا رہی تھی اور عمارت پر پھونکیں مار رہی تھی اچانک عمارت میں دراڑیں پڑنا شروع ہو گئیں۔ عمارت زور زور سے لرزنے لگی دراڑیں بڑھتی جا رہی تھیں اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا تین منزلہ عمارت زمین بوس ہو گئی جس کے ملبے تلے دبنے والے ڈاکوؤں کی دبی دبی چیخیں برآمد ہونے لگیں۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

دیکھ چھوری تو جو کوئی بھی ہے چلی جا یہاں سے میری تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اس چھورے کو بھی ساتھ لے جاؤ شمع صرف میری ہے اور اگر کوئی شمع کو مجھ سے چھیننا چاہے تو میں اس کا خون پی جاؤں گا کیا تمہیں اپنا اور اپنے بھائی کا خون عزیز نہیں ہے اس نے غرا کر سشما سے کہا تو سشما کو غصہ



آ گیا۔

میں تمہاری باتوں سے خوفزدہ ہونے والی نہیں ہوں حالانکہ دل ہی دل میں وہ جن کی باتوں سے خائف ہو گئی تھی مجھے بھی لگتا ہے کہ تمہیں بھی اپنا آپ عزیز نہیں ہے اس لیے ضد پر اڑے ہوئے ہو بہت سے تانترک کے سامنے بھی تو ضد پر اڑا ہوگا مگر آج تمہیں تمہاری ضد مہنگی پڑ جائے گی۔ اب تک تم نے شمع کو جتنی تکلیفیں دینی تھیں دے دیں حالانکہ اس سے پریم کا دعویٰ کرتے ہو مگر اب تمہیں جانا ہی ہوگا۔ سشما کے منہ سے بھدی آواز نکلی وہ منہ چڑا کر کہہ رہی تھی۔ زیادہ رعب جھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری طاقت میں نے دیکھ لی ہے تم تو میرے دائیں ہاتھ کی مار ہو میری ایک پھونک سے ہی تم یہ جاوہ جا۔ سشما نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ستیش اور دادا جی حیرت وخوف سے دونوں کو دیکھ رہے تھے چپ کر کمینی اور دفع ہو جا یہاں سے اپنا یہ منحوس منہ لے کر شمع غرائی مگر جواب میں سشما نے کچھ نہیں کہا اور اپنا منتر منہ ہی منہ میں پڑھنے لگی اس دوران شمع پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھتی رہی مگر اس کے انداز سے صاف لگ رہا تھا کہ ابھی وہ کچھ کر دکھائے گی۔ سشما نے اس پر پھونک ماری تو اس کے منہ سے غراہٹ نکل آئی اور وہ دو قدم پیچھے ہو گئے سشما متواتر ورد کیے جا رہی تھی اور دل ہی دل میں مطمئن ہوتی جا رہی تھی۔ کہ وہ جن پر غالب ہونے جا رہی ہے۔ سشما نے ایک اور پھونک اس کی طرف بڑھ کر اس کے منہ پر ماری تو اس کے منہ سے ایک اور خوفناک غراہٹ نکلی اور اس کے نتھنے پھولنے لگے اب وہ جن پاگل ہوا جا رہا تھا اچانک ہی اس نے بھاگ کر دادا جی کا گلہ دبا دیا۔

بند کر کمینی۔ ورنہ یہ بڈھا گیا۔ شمع کے منہ سے گڈمڈ آواز برآمد ہوئی اور اس کے ساتھ اس نے دادا جی کے گلے پر دباؤ بڑھا دیا وہ اپنی بوڑھی آنکھوں سے سشما کو امید بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے چہرے پر سخت تکلیف کے آثار آ گئے۔

ارے میں کہتا ہوں بند کر اپنا ورد شمع نے چلا کر کہا اور دادا جی کو جھنجھوڑ ڈالا مگر سشما ہنوز اپنا ورد جاری کیے ہوئے تھی ستیش بھی دادا جی کو چھڑانے کے لیے آگے بڑھا تھا۔

چھوڑ دو دادا جی کو شمع یہ تمہارے دادا جی ہیں اس نے چھڑانا چاہا مگر ہٹ شمع نے چیخ کر اسے دھکا دے دیا۔ اور وہ گر کر اتنے زوردار جھٹکے پر حیرت وخوف سے اٹھ گیا۔ شمع میں بے تحاشہ زور آ گیا تھا۔ شمع نہایت غصہ ہو گئی اس نے بھی عجلت میں شمع کو بالوں سے پکڑ لیا تو وہ غرانے لگی۔

چھوڑ دے ورنہ میں بڈھے کا خون پی جاؤں گا۔ اس نے دادا جی کی گردن میں اپنے دانت گاڑھنے چاہیے مگر سشما نے اس کو بالوں سے اپنی طرف کھینچ لیا اور دو تین پھونکیں اس کے بالوں پر ماریں تو اس کے منہ سے بھیانک چیخیں نکلنے لگیں۔ اس نے دادا جی کو چھوڑ دیا۔ جو گرنے لگے تو ستیش نے انہیں سنبھال لیا۔ شمع دادا جی کو چھوڑ چکی تھی کیونکہ اس سے یہ کام جن کروا رہا تھا جسے فی الحال تو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے شمع کے منہ سے مسلسل چیخیں نکل رہی تھیں اور وہ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر دوڑتی جا رہی تھی۔ بالکل پاگلوں کی طرح سشما نے آگے بڑھ کر اسے دونوں ہاتھوں سے زبردستی تھام لیا اور اپنا ورد جو مکمل کر لیا تھا اس کے بالوں پر آخر بار پھونکا تو شمع اوپر کی طرف منہ کر کے زور زور سے چیخ دی سشما دادا جی اور ستیش دل ہی دل میں ڈر بھی رہے تھے کہ کہیں جن واقعی میں شمع کو مار کر ہی نہ چلا جائے کیونکہ جس انداز سے وہ چیخ رہی تھی اس سے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے شمع کا تو کلیجہ ہی پھٹ جائے گا وہ خود کو

سشما سے آزاد کر رہی تھی بہت زور لگا رہی تھی مگر سشما سے اپنے آپ کو چھڑوا نہ پا رہی تھی اور اچھل کود رہی تھی آخر کار اس کے بالوں سے سیاہ رنگ کا دھواں نکلنے لگا سشما دل ہی دل میں خوش ہو گئی کہ جن اب جل رہا تھا مگر شمع کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا اور یہی تو وہ چاہتی تھی جن کو آگ نہ لگی تھی وہ تو سشما کے منتر کے زور سے دھواں بنتا جا رہا تھا کچھ دیر تک شمع کی چیخوں اچھل کود اور بالوں سے دھواں نکلنے کا سلسلہ چلا اور پھر آہستہ آہستہ اس کی چیخیں دم توڑتی چلی گئیں اور دھواں بھی کم ہوتے ہوتے ختم ہو گیا۔ اور وہ بے ہوش ہو گئی اور گرنے لگی تو سشما نے اس کو بانہوں میں بھر لیا۔ وہ سشما کی گود میں بے ہوش پڑی تھی تب ستیش اور دادا جی دوڑتے ہوئے آئے۔ وہ پریشانی وخوف سے سشما کو دیکھ رہے تھے دونں کی آنکھوں مین ایک سوال موجود تھا جو وہ زبان پر لا نہیں پا رہے تھے۔

بے فکر رہیں یہ زندہ ہے بلکہ یوں سمجھیں کہ اسے ایک نیا جیون ملا ہے آج کیونکہ اس پر عاشق جن ختم ہو چکا ہے جلا دیا ہے میں نے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سشما نے کہا تو ستیش اور دادا جی نے اطمینان کا سانس لیا بدھائی ہو دادا جی بدھائی ہو بھیا سشما نے پہلے دادا جی اور پھر ستیش کو مبارکباد دی دونوں نے اسے جواب دیا یہ تو بے حد اچھا ہوا کہ وہ کمبخت جن دفعان ہو گیا ہمیشہ ہمیشہ کیلیے ورنہ میں تو سمجھ رہا تھا کہ پیچھا نہیں چھوڑے گا میری پوتی کا یہ تو شکر ہے کہ بروقت تم آ گئیں ورنہ آج تو اس کی طبیعت بے حد خراب تھی اور۔۔ اور دادا جی نہ جانے کیا کچھ کہتے چلے جا رہے تھے اور سشما سنتی جا رہی تھی مگر ستیس کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی تھی کہ وہ بڑے انہماک سے شمع کا معصوم چہرہ تکے جا رہا تھا۔ اور اسے شمع کی معصوم صورت پر بے تحاشہ پریم آ رہا تھا۔

ہیلو ماتا جی۔۔۔ ہاں مین سشما بول رہی ہوں۔۔۔ اوفو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے مین خیریت سے ہوں اور آج رات گھر نہیں آؤں گی میں اپنی ایک سہیلی کے گھر مین اس کی شادی میں آئی ہوئی ہوں اس لیے رات بھر یہی پر رکوں گی۔۔۔ نہیں انجلی نہیں ہے میرے ساتھ کیا اب سہیلی کا نام بھی بتانا پڑے گا۔۔۔ شک کر رہی ہیں مجھ پر۔۔۔ اچھا سوری پریشان مت ہوئیے گا۔۔۔ لڑکی کا نام شمع ہے ۔۔ ہاں یہ میری نئی سہیلی ہے۔۔ اچھا ماتا جی بس بھی کریں ناں اتنے سوالات کرتی جا رہی ہیں بندہ زچ ہو کر رہ جاتا ہے اچھا ایک بات سنیں میری میں صبح گھر آ کر آپ کو سرپرائز دوں گی بس آپ انتظار کریں ٹھیک ہے ماتا جی پرنام اس نے فون کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا۔ ستیش بھی ساتھ ہی کھڑا تھا اف ایک تو ماتا جی سے اجازت لینا بھی جان جوکھوں کا کام ہے ہیں یہ تم کس سوچمیں گم ہو اس نے ستیش سے پوچھا۔ جو نجانے کن سوچوں میں گم تھا۔

ماتا جی بہت یاد آ رہی ہیں بہنا اس نے نم آنکھوں سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

چلو کوئی بات نہیں صبح ویسے بھی مل لو گے شہزادے صاحب۔ سشما نے خود سے کلامی کرتے ہوئے کہا اور شمع کے کمرے مین آ گئی جو ابھی تک بے ہوش تھی صبح تک شمع کی حالت بہتر ہو گئی تھی ہوش تو اسے رات تو رات ہی آ گیا تھا۔ سب اسے نارمل حالت میں دیکھ کر بے حد خوش تھے سشما گھر جانا چاہ رہی تھی مگ شمع نے رکنے پر اصرار کیا تھا نہیں میں دو دن تک آپ کو کہیں جانے نہیں دوں گی۔۔

دیکھو شمع میری جان ماتا جی پریشان ہوں گی اور انہیں سرپرائز بھی تو دینا ہے پلیز مجھے جانے دو

میں انہیں ستیش سے ملوانے لے آؤں گی پھر تمہاری آشا بھی پوری کر دوں گی۔ سشما نے بھی پیار سے جانے پر اصرار کیا تو شمع مان گئی۔

ٹھیک ہے آپ نے جو کرنا ہے وہ کر لیجئے لیکن پھر میرے ساتھ دو دن گزار کر جائیں گی اور اس بات کا مجھے وچن دیجئے شمع نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔

بالکل وچن رہا سشما نے ہنس کر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا اتنے میں ستیش بھی آ گیا شمع کے کمرے میں کیا بات ہے بھئی کیا وچن ہو رہے ہیں دونوں سکھیوں میں دیدی کہیں اسے بھی تو کالا جادو سکھانے کا ارادہ نہیں ہے اس نے شرارت سے کہا۔ سشما ہنس دی۔

ہاں سکھانا تو پڑے گا ہی۔ تاکہ پھر تم سے ویواہ کے بعد تمہیں قابو میں رکھ سکے اس کی بات پر ستیش اور شمع دونوں شرما کر مسکرا دیئے۔ اچھا میرے کالے جادو کا راز کسی کو نہ بتانا تم دونوں ماتا جی اور شمیتا کو بھی نہیں سشما نے انہیں دان بنا دیا۔

ٹھیک نہیں بتائیں گے مگر پہلے ان سے مل تو لیں ستیش نے کہا تو سشما بولی۔

ارے اسی کا بندوبست کرنے جا رہی ہوں میں ابھی مگر ان کے سامنے میرے کالے جادو کا ذکر نہیں ہونا چاہیے اس نے پھر سمجھایا۔

اور اگر ہو گیا تو ستیش نے شرارت سے کہا۔

تو۔۔تو۔۔تو۔۔ سشما سے کوئی سزا تجویز نہیں ہو پا رہی تھی۔

تو اسے بندر بنا دیجئے گا شمع نے کہا اور تینوں ہنس دیئے۔

سشما نے ستیش کے ملنے کی خبر ماتا جی کو دھیرے دھیرے بتا دی کہ ایک دم بتا دینے سے وہ ڈر رہی تھی شمیتا بھی اس وقت موجود تھیں دونوں یہ خوشخبری سن کر ستیش سے ملنے کے لیے بے تاب ہو گئیں تو سشما کو دونوں کو ستیش کے پاس لے آئی۔ ستیش اپنی ماتا جی اور دیدی شمیتا کو دیکھا تو مارے خوشی کے وہ دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا شمیتا نے اسے بے اختیار گلے سے لگا لیا دونوں خوشی سے رونے لگے نجانے اتنا ڈھیر اسارا پانی ان کی آنکھوں میں کہاں سے آ گیا تھا جو رکنے کا نام نہ لے رہا تھا ماتا جی ویل چیئر پر تھیں وہ بھی خوشی سے رو رہی تھیں ستیش ان کے قدموں میں بیٹھ گیا اور ان کی گود میں سر رکھ کر رو دیا ماتا جی بھی اس کے بال سہلانے لگیں تھیں سشما کے آنسو بھی کب کے چھلک رہے تھے شمع اور دادا جی بھی اپنے آنسو روک نہ پائے تھے فرط جذبات سے ہر ایک آنکھ اشکبار تھی اور یہ آنسو خوشی کے تھے غمی کے نہیں ایک بڑی خوشی پا لینے کے تھے کچھ کھو دینے کے نہیں۔

بس بٹیا۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ جتنی تمہاری جدائی برداشت کرنی تھی کر لی اب تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہو گا کہ اب تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکوں گی ماتا جی نے اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا۔ ستیش نے فکر مندی سے سر اٹھا کر ماتا جی کو دیکھا۔

ماتا جی میں ضرور آپ کے پاس آؤں گا مگر فی الحال میں یہاں محفوظ ہوں میں ابھی نہیں جا سکتا آپ کے ساتھ اس نے ماتا جی کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا یعنی کہ ابھی تمہاری جدائی میں تڑپنا باقی ہے ماتا جی نے تڑپ کر کہا۔ ماتا جی آپ میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کریں اس نے پریشانی سے کہا کیا مجبوری ہے

تیری ماتا جی نے پوچھا۔ تو ستیش نے اپنی مجبوری بتا دی ماتا جی یہ جان کر خوش ہو گئیں کہ ان کا بیٹا اب چور نہیں رہا مگر کالیا ڈاکو کا خوف دل میں ضرور بیٹھ گیا اور اس بات نے انہیں بغیر ستیش کے وہاں سے جانے پر رضامند کر دیا دو گھنٹے گزار کر شمیتا اور ماتا جی چلی گئیں تھیں سشما اپنے وچن کے مطابق وہی رہ گئی ان دو گھنٹوں میں شمیتا اور ماتا جی کا دادا جی اور شمع سے بھی تعارف ہو گیا تھا اور دونوں دادا جی اور شمع کا شکریہ ادا کر کے گئے تھے۔

آج سارا دن شمع سشما اور ستیش نے خوب مزہ کیا سارا دن گھومتے رہے شاپنگ بھی کی اچھے سے پارک بھی گئے اچھے سے ہوٹل میں کھانا بھی کھایا غرض سارا دن تینوں بے حد خوش تھے اور انجوائے کر رہے تھے پھر شام ہوتے ہی ستیش نے انہیں گھر آنے پر مجبور کر دیا تو وہ آ گئے حالانکہ وہ آنا بالکل بھی نہ چاہ رہے تھے ستیش کے زبردستی لانے پر آ گئے تھے گھر کیونکہ اس پر سارا دن کالیا ڈاکو کا خوف سوار تھا اسے اس بات کا ڈر بے تحاشہ تھا کہ کہیں وہ میرے ساتھ سشما اور شمع کو نہ دیکھ لے ورنہ میری بہت بڑی کمزوری اس کے ہاتھ آ جائے گی ستیش ان کے ساتھ آنا نہیں چاہتا تھا گھومنے پھرنے کے لیے مگر اسے سشما اور شمع نے صبح کے وقت مجبور کیا تھا وہ تو دادا جی کو بھی ساتھ ہی لانا چاہ رہے تھے مگر ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ تھی اور وہ بچوں کے ساتھ گھومنا پھرنا زیادہ پسند نہ کرتے تھے مگر سارے راستے ان کی گاڑی کا کوئی پیچھا کرتا آ رہا تھا اور پیچھا کرتے کرتے ان کے گھر تک آیا تھا اور گھر نوٹ کر کے واپس چلا گیا تھا۔ مگر وہ اس بات سے بے خبر تھے گھر آتے ہی سشما اور شمع کچن میں آ گئیں اور باتیں کرتے ہوئے کھانا تیار کرنے لگیں۔ اس کے بابا دادا جی شمع سشما اور ستیش نے مل کر کھانا کھایا اس کے بعد چائے کا دور چلا اور پھر گپ شپ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب بہت دیر تک گپ شپ لگانے کے بعد سونے چلے گئے دو دن سشما نے شمع کے گھر میں گزار دیئے اور یہ دو دن اس نے بے حد خوشی میں گزارے تھے اسی لیے جلد گزر گئے تھے مگر پھر بھی وہ یوراج کھنا کی یادوں سے غافل نہ ہوئی تھی تھوڑی سے فرصت بھی ملتی تو اس کی یادوں میں کھو جاتی۔ دو دن شمع کے گھر میں گزار کر وہ اپنے گھر آ گئی تھی مگر آج یوراج پیلس اگنی غائبی حالت میں مگر آج یوراج پیلس میں وہ گہما گہمی نہ تھی پورے یوراج پیلس میں خاموشی کا راج تھا۔ سشما حیران تھی یہ عجیب سا سناٹا دیکھ کر پھر اس نے کچن میں دیکھا تو رشنا کو کھانا بناتے ہوئے پایا کچن میں سے باہر ہی اس نے ادھر ادھر دیکھ کر خود کو ظاہر کر دیا اور کچن میں چلی گئی۔۔

رشنا اس نے پکارا تو رشنا زور سے چونکی اور گھبرا کر پلٹی۔

اف یہ تم ہو سشما تم نے میری جان ہی نکال دی خیر یہ بتاؤ کہ یہاں کیسے آئی ہو میرا مطلب ہے کہ جس طرح سے تمہیں یہاں سے نکالا گیا تھا اس کے بعد تو تمہارا یہاں پر آنا بنتا نہیں ہے۔ رشنا نے ہاتھ نچا کر صاف گوئی سے کہا اس کی یہ عادت سشما کو بہت بری لگتی تھی سشما کے ماتھے پر شکن آ گئے

ارے تم تو برا مان گئی میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہیں پھر سے کام پر رکھ لیا ہے اس نے چہل سی ہو کر کہا

ہونا تو تم سدا کی جاہل پہلے فضول باتیں کرتی ہو بعد میں مطلب کی بات کرتی ہو میں یہاں کا حال احوال جاننے آئی ہوں مجھے تمہارے اس آتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا اور مجھے خود پر پورا وشواس ہے

کہ یہاں سے جاتے وقت بھی مجھے کوئی دیکھ نہیں پائے گا۔ اس لیے میرے آنے کی خبر کسی کو مت دینا سشما نے رازداری سے سرگوشی کی کہ اسے میگھنا کے آنے کا ڈر تھا۔

تم یہاں کا حال احوال معلوم کرنے آئی ہو یا یوراج کھنا کو دیکھنے آئی ہو رشنا نے معنی خیز انداز میں کہا رشنا سشما کے پریم سے باخبر تھی اور یہ راز سشما نے خود اسے بتایا تھا لیکن اپنے کالے جادو کے بارے میں اسے ہرگز نہیں بتایا تھا۔

بھئی مجھے تم سے سب خبریں چاہیے کہ میرے جانے کے بعد اس گھر میں دو دن کیا ہوتا رہا اس نے سرگوشی میں پوچھا۔ تو رشنا خفا سی ہو گئی۔

تمہارے جانے کے بعد ان دو دنوں میں اس گھر پر تو قیامت ٹوٹ گئی تھی اس نے کہا تو سشما کا اتھا ٹھنکا۔

کیا مطلب۔

مطلب تمہارے جانے کے بعد دوسرے ہی دن میگھنا بی بی میکے جانا چاہ رہی تھی پر گاڑی کی چابیاں نہیں مل رہی تھی ہم سب نوکروں نے بہت ڈھونڈا اور آخر کار چابیاں میگھنا بی بی کے پرس سے برآمد ہوئی جسے دیکھ کر میگھنا بی بی شرمندہ ہو گئی تھی اور پریشان بھی انہوں نے کہا تھا کہ میں نے تو پرس میں بیسیوں بار گاڑی کی چابیاں دیکھیں مگر نہ ملی تھیں اور اب یہ کیسے مل گئیں حالانکہ انہوں نے کاندھے سے اتارا نہ تھا۔ وہ چابیوں کی پریشانی میں پرس سمیت ہی چابیاں ہمارے ساتھ ادھر ادھر ڈھونڈ رہی تھیں کہ انہیں فنکشن پر جانا تھا اس روز اور انہیں دیر ہو رہی تھی پھر وہ چابیاں لے کر پورچ میں گئیں مگر وہاں سے میگھنا بی بی کی گاڑی غائب تھی یہ دیکھ کر سب دنگ رہ گئے اور میگھنا بی بی سر پکڑ کر رہ گئی گاڑی کا یوں اچانک غائب ہو جانا سب کے لیے اچنبے کی بات تھی کیونکہ یوراج کھنا اپنی گاڑی میں آفس جا چکے تھے بڑی بیگم صاحبہ اور بڑے صاحب کی گاڑی موجود تھی اور میگھنا بی بی کی گاڑی حیرت انگیز طور پر غائب تھی حالانکہ صبح کے وقت موجود تھی سب حیران و پریشان تھے مگر میگھنا بی بی پھر بھی میکے چلی گئی تھی بڑی بیگم صاحبہ کی گاڑی سے مگر وہاں سے بھی جلدی آ گئی تھی آتے ہی کہنے لگی اوہ شکر ہے میرا سر ٹھیک ہو گیا۔ ورنہ وہاں جا کر تو سر میں ایسا درد ہونے لگا تھا کہ بالکل پاگل ہوئی جا رہی تھی میں مگر یہاں آ کر سر کا درد حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہو گیا ہے بڑی بیگم سے کہہ رہی تھی پھر مجھے چائے بنانے کا کہا اس کی بات نے مجھے کافی حیرت میں ڈال دیا تھا وہ خود بھی حیرت زدہ تھیں سارا دن گم سم رہی حیران و پریشان سی خوفزدہ سی مرجھائی سی۔ اور بے چین سی مگر شام ہوتے ہی جیسے ان کی شامت آ گئی تھی کبھی انہیں واش روم سے پانی کی جگہ خون نکلتا ہوا دکھائی دیتا تو کبھی کبھی وہ پاگلوں کی طرح چیختی چلاتی۔ ہوئی بھاگنے لگتی۔ کبھی وہ وحشت زدہ سی ہو جاتی ہم سب نے اسے بڑی مشکل سے قابو کیا ہوا تھا۔ کبھی کبھی تو خود کو مارنے لگتی تو کبھی ہمیں مارنے لگ جاتی اس وقت ان کی حالت عجیب سی تھی ان پر ترس بھی آتا تھا اور ان سے خوف بھی محسوس ہوتا تھا کبھی وہ کہتی کہ کسی نے میرے بال کھینچ لیے ہیں کبھی کہتی کسی نے میرے منہ پر تھپڑ مارا ہے اور واقعی اس کا چہرہ لال تھا کسی کی انگلیوں کے نشان اس کے چہرے پر موجود ہوتے تھے باتونی ملازمہ کہتی جا رہی تھی اور سشما کو حیرتوں کے سمندر میں ڈبوتی چلی گئی اور رشنا کے آخری جملے نے تو سشما کی حیرت میں کئی گناہ اضافہ کر دیا تھا کیا اس نے منہ سے بے اختیار نکلا اور اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور آنکھیں بھی حیرت سے پوری کی پوری وا تھیں۔

اسی وقت وہ سوچ میں بھی ڈوب گئی میں نے تو اپنا طلسم جاتے وقت ہر چیز سے ہٹا دیا تھا ہاں ہاں مجھے اچھی طرح سے یاد ہے مگر پھر یہ تھپڑ اور بال کھینچنا یعنی اس گھر میں کوئی اور بھی ہے جو میگھنا کا دشمن ہے رشنا نے اسے جھنجھوڑا۔

کیا ہوا ابھی سے اتنی خوفزدہ ہو گئی ہو۔ ارے میں نے ابھی پوری بات بتائی ہی کب ہے پتہ ہے اس کے بعد کیا ہوا جیسے جیسے رات گزرتی جا رہی تھی میگھنا بی بی کی حالت بد سے بدترین ہوتی جا رہی تھی یوراج صاحب ڈاکٹر شیکھر کو بھی لے آئے تھے مگر معاملہ ان کی سمجھ سے بھی باہر تھا انہوں نے بے ہوشی کا انجکشن دیا اور چلے گئے وہ جنوں بھوتوں پر یقین نہیں رکھتے اور نہ ہی یوراج کھنا مانتے تھے وہ میگھنا بی بی کی بیماری کو سیکو کیس کہہ کر چلے گئے اور جاتے وقت مشورہ دیا تھا کہ کسی اچھے سے سیکٹرسٹ کو صبح دکھا دیجئے گا۔ ان کے جانے کے آدھ گھنٹہ بعد ہی میگھنا بی بی کو ہوش آ گیا اور ان کی حالت پہلے سے خراب ہو گئی تو یوراج کھنا انہیں سکیٹرسٹ کے پاس اسی وقت لے گئے پھر صبح تک ان کی طبیعت ٹھیک تھی مگر یوراج کھنا کے آفس جاتے ہی انہیں کال آئی کہ ان کی ماتا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے وہ گھبرائی ہوئی حالت میں وہاں پہنچ گئی۔ مگر ان کی ماتا جی ٹھیک ٹھاک تھیں آفس میں کال آئی کہ یوراج کھنا کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور وہ مر گئے ہیں وہ روتے ہوئے اپنے ماتا پتا اور بہن بیت یہاں آ گئی مگر تصدیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ زندہ ہیں اور ٹھیک ٹھاک ہیں اس کے بعد میگھنا بی بی کی حالت پھر سے خراب ہونے لگی انہیں کوئی لڑکی دکھائی دیتی تھی فون بھی کسی لڑکی نے کیا تھا وہ بار بار چیختی کہ یہ لڑکی مجھے مار دے گی یہ پتہ نہیں کون ہے مجھے دھمکیاں دے رہی ہے اور اس کے بعد ان کی حالت اتنی خراب ہو گئی کہ انہوں نے دیواروں سے ٹکریں مارنا شروع کر دیں اس کے ماتا پتا اور بہن بڑی بیگم صاحبہ اور بڑے صاحب اور ہم سب نوکر بے حد پریشان و خوفزدہ تھے ان کی حالت پر وہ ہذیانی انداز میں چیخنے لگی اور ان کا بی پی اتنا شاٹ کر گیا تھا کہ انہیں ہسپتال لے جانا پڑا یوراج کھنا بھی ہسپتال آ گئے تھے مگر وہ ہسپتال میں زیادہ وقت زندہ نہ رہی اور مر گئی وہ۔۔

کیا۔۔۔ سشما کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس انکشاف نے اسے حیرت و خوف میں مبتلا کر دیا تھا اسے تو بالکل یقین نہیں آ رہا تھا کہ دو دن کا یا یوں بھی پلٹ جاتی ہے ایک طرح سے سشما کے دل میں کمینی سی خوشی بھی پیدا ہوئی تھی مگر دوسری طرف وہ خود ششدر رہ گئی تھی اور آج تو اس پر ایسے ایسے انکشافات ہوئے تھے کہ اس کا ذہن ماؤف ہو گیا تھا وہ ابھی تک انگشت بدنداں تھی۔

وہ گھر میں سارا دن پریشان رہی تھی رات کو شیتا اور ماتا جی کے سو جانے کے بعد وہ چھت پر آ گئی آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کے بعد اپنا ورد زیر لب بڑبڑانے لگی ہوا میں پھونک مار کر تصور میں جھانکا۔ تو سکرین موجود تھی وہ بڑے پرتجسس انداز میں سکرین کی طرف متوجہ تھی مگر سکرین پر تو کوئی بھی نظر نہ آ رہا تھا صرف اندھیرے کا راج تھا اسنے کئی بار پھونکیں مار کر اپنا مقصد دل میں رہرایا مگر ہنوز اندھیرا چھایا رہا۔ پھر آخر بار یکسوئی سے ورد پڑھ کر پھونک ماری تو سکرین پر کوئی شبیہہ بن گئی مگر شبیہہ واضح نہ ہو سکی۔ حالانکہ اس نے پر بھی پھونکیں ماری تھی یعنی کہ واقعی میں کوئی اور بھی ہے جو کالے جادو میں مجھ سے بھی دو ہاتھ ہے اور یہ تو کوئی لڑکی ہے یہ کون ہو سکتی ہے ہا بندیا۔ ہاں یہ بندیا ہو سکتی ہے کیونکہ بندیا بھی تو یوراج کھنا سے پریم کرتی تھی اور جب اسے پتہ چلا کہ یوارج کھنا نے میگھنا سے کوٹ میرج کر لی ہے تو وہ یوراج کھنا کا

آفس چھوڑ کر چلی گی اور ہو سکتا ہے کہ اب اس سے انتقام لینے کے لیے یا اسے حاصل کرنے کے لیے کالا جادو سیکھ رہی ہو ہاں یہ ہو سکتا ہے بندیا کے علاوہ کوئی اور تو ہو ہی نہیں سکتا۔ بندیا یوراج کھنا کی پرسنل سیکریٹری تھی۔

دوسری صبح وہ انجلی کے گھر میں موجود تھی۔ تو تم کیوں پوچھ رہی ہو اب تمہیں اس سے کیا کام پڑ گیا انجلی اس کے استفسار پر الٹا اسی سے سوالات کرنے لگی۔

انجلی پلیز زیادہ فضول باتیں مت کرو اور بتاؤ مجھے کہ بندیا پھر کہاں چلی گئی تھی۔ سشما نے زچ ہو کر پوچھا۔

بھئی بندیا اپنے عشق میں ایسی ناکام ہوئی تھی کہ اس ناکامی کو وہ برداشت نہ کر پائی تھی اور آتما ہتھیا کر لی تھی

کیا۔۔ سشما کو حیرت کا ایک دھچکا لگا۔ اس کا مطلب ہے وہ بندیا نہیں ہے بلکہ بندیا کی آتما ہے جو یہ سب کر رہی ہے لیکن وہ پھر بھی مطمئن نہ تھی گھر آ کر بھی اسے چین نہ تھا بندیا کے بارے میں اس نے کنفرم تو نہیں کیا تھا کون سا اس کی شبیہہ واضح ہوئی تھی یا بندیا کی کوئی واضح تصویر دیکھ لی تھی اس نے ورد کے ذریعہ وہ اب بھی شبے کی حالت میں تھی۔ اسی لیے سارا دن بولائی بولائی پھرتی رہی وہ جتنا بھی سوچتی اتنا ہی الجھتی جاتی آخر دوپہر کے وقت وہ نارائن بابا کے پاس آ گئی اور انہیں اپنا مسئلہ بتایا۔

اس کے لیے میں تمہیں ایک عمل بتاتا ہوں تمہیں یوں کرنا ہوگا کہ ایک رات کا جاپ کرنا ہوگا وہ بھی کسی تازہ مردے کے گوشت پر اور پھر وہی گوشت کھا جانا ہوگا جس سے تمہارے اندر شکتیاں آ جائیں گی اور تم ضرور ضرور معلوم کر پاؤ گی۔

نارائن بابا نے کچے گوشت انسانی کھانے کے بارے میں کہا تو سشما کا منہ بن گیا اسے ابکائی آئی اور سوچ ہی سوچ میں اسی نے الٹیاں کر دیں اپنی کیفیت بابا سے چھپائی رکھی ان کے ڈانٹ کے ڈر سے۔ وہاں سے سشما قبرستان آ کر گورکن سے ملی اور اس سے تازہ لاش کے بارے میں بات کی تو اس نے تفتیش شروع کر دی مگر سشما نے اسے پیسوں کی لالچ دے کر خاموش کر دیا۔

ہاں بی بی جی کل آج صبح ہی میں ایک لاش کو دفن کر چکا ہوں۔

ٹھیک ہے تم اسے نکال کر شام تک نارائن بابا کے پاس لے جانا میں تمہارے پیسوں کا انتظام کرتی ہوں مگر کسی کو کان و کان خبر نہ ہونی چاہیے یہ مکمل راز داری سے ہونا چاہیے سمجھے تم سشما نے کہا تو گورکن نے اثبات میں سر ہلایا ارے بی بی جی فکر نہ کریں آپ بس روکڑے کا بندوبست کریں شام تک لاش مکمل راز داری میں نارائن بابا کی جھونپڑی میں ہوگی۔ اس نے مکروہ مسکراہٹ چہرے پر سجا کر کہا۔

ٹھیک ہے دھنے واد۔ سشما نے خوشی سے کہا اور وہاں سے چل دی۔

رات ہوتے ہی وہ نارائن بابا سے پلیٹ بھر گوشت تھیلی میں لے آئی تھی پھر گوشت اسی مردے کا تھا جسے شام کے وقت گورکن نارائن بابا کی جھونپڑی میں چھوڑ گیا تھا شا آدھی رات کے وقت پرانے قبرستان آ گئی پلیٹ میں مردے کا گوشت لے کر اور پھر پرانا درخت ڈھونڈ کر اس کے نیچے بیٹھ گئی اور حصار بنا کر چلہ شروع کر دیا رات ختم ہونے لگی اس کا چلہ پورا ہو گیا تو اس نے گوشت پہ تین پھونکیں ماریں اور پھر

اسے کھانے لگی شروع شروع میں اسے ابکائی آئی مگر ڈھیٹ بن کر اس نے سارا گوشت کھا لیا اب یہ سب کرنا اسے عجیب نہیں لگ رہا تھا اور نہ ہی آج کے چلے کے دوران بیتنے والے خوفناک واقعات اسے خوفزدہ کر رہے تھے وہ پلیٹ بھر گوشت کھانے کے بعد اسے محسوس ہونے لگا کہ اس نے اندر شکتیاں بھر گئیں ہیں مردے کا باقی گوشت نارائین بابا چٹ کر گئے تھے اب اسے وشواس ہونے لگا کہ اب وہ اپنے چلے کی طاقت کے ذریعے سے پوری تصدیق کر لے گی کہ میگھنا کو مارنے والی بندیا کی آتما ہی ہے یا پھر کوئی اور ہے اس نے اپنا ورد پڑھ کر ہوا میں پھونک مار کر تصور میں جھانکا تو سکرین پر وہی شبیہہ نظر آ گئی سشما نے ایک بار پھر ورد پڑھ کر پھونکا مگر شبیہہ واضح نہ ہوئی اس نے کئی بار ورد پڑھ کر پھونکا مگر یہ کیا شبیہہ واضح ہو کر نہیں دے رہی تھی سشما حیران بھی تھی پریشان بھی اور اپنی بے بسی پر غصہ بھی اب وہ بابا کے پاس موجود تھی۔

بابا جی میں نے کئی بار پھونکیں ماریں مگر وہ شبیہہ واضح نہ ہو رہی تھی ایسا کیوں ہوا کیا میری شکتیاں اب بھی اس سے کم ہیں۔ سشما کی بات پر نارائن بابا کسی سوچ میں پڑ گئے پھر بولے۔

ہاں ہاں اس کی شکتیاں تم سے اب بھی زیادہ ہیں اسلیے اس پر غالب نہیں ہو پا رہی نارئین بابا نے ایسے انداز میں کہا جیسے سشما سے کچھ چھپا رہے ہیں۔

تو بابا پھر میں کیا کروں۔

تم فلحال تو جاؤ مجھے شام میں ملنا تب تک تمہیں میں اس مسئلے کا حل تلاش کر کے بتا دوں گا۔ اور ویسے بھی نارائن بابا کے لہجے کی بیزاری دیکھ کر اسے نارئین بابا پر شک سا ہونے لگا اور ویسے بھی نارائن بابا کے پاس آتے وقت اس نے کسی لڑکی کو یہاں سے جاتے دیکھا تھا جو نقاب میں تھی اور سر پر سے پاؤں تک ایک لمبے کالی چادر میں چھپی ہوئی تھی اس نے اپنے سفید پیروں پر پائل بھی پہن رکھیں تھیں۔

بابا جی میرے آنے سے قبل یہاں سے ایک لڑکی گئی تھی وہ کون تھی۔

وہ تمہاری طرح اپنی سمسیا لے کر آئی تھی بابا پہلے ٹپٹا گئے مگر دوسرے ہی لمحے خود پر قابو پاتے ہوئے فوری سنبھل گئے تھے۔ چھوڑو اسے اور گھر پہنچو۔ کہیں تمہارے گھر والے جاگ ہی نہ گئے ہوں ویسے بھی اب صبح کا اجالا پھیلنے والا ہے بابا جی کے لہجے نے سشما کا شک پکا کر دیا اور وہ خاموشی سے گھر واپس آ گئی مجھے تو بابا جی بھی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں یوں لگتا ہے جیسے اس نے بندیا کی آتما کو قابو کر رکھا ہے اور اس کے ذریعے یہ سب کر رہے ہیں یا پھر بندیا کی ہو سکتا ہے کہ خود آ گئی ہو بابا جی سے مدد طلب کرنے کے لیے اور وہ لڑکی بھی یقیناً بندیا کی آتما تھی جسے میں نے بابا جی کی جھونپڑی میں دیکھا تھا۔ میں نے تو اس کا پیچھا بھی کیا تھا مگر وہ ایسے اوجھل ہو گئی تھی آنکھوں سے کہ سمجھ نہ آیا کہ اسے آسمان نگل گیا یا زمین کھا گئی یعنی وہ غائب ہو گئی تھی آتمائیں بھی صبح کا اجالا نکلنے سے پہلے پہلے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ بھی غائب ہو گئی تھی اس کا مطلب ہے کہ وہ آتما تھی اور اگر وہ آتما ہے تو پھر یقیناً بندیا کی ہی ہوگی کیونکہ میگھنا کو مارنے والی میں ہو سکتی ہوں یا پھر بندیا۔ ہاں یہ بندیا ہی ہے اس طرح کی سوچیں سوچ سوچ کر اس نے آج کا دن گزار دی اور شام کو بابا کے پاس بھی نہ گئی اسے بابا پر شک ہونے لگا تھا اور بندیا پر یقین کہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں۔

داداجی کی طبیعت آج صبح سے ہی خراب تھی اس لیے آج شمع اکیلے آفس گئی تھی اور ستیش کچن میں موجود اپنے لیے اور داداجی کے لیے ڈنر بنا رہا تھا کہ اسے داداجی کا خیال آیا کہ انہیں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ دے دے گا۔ اسی سوچ کو لے کر وہ داداجی کے کمرے میں آ گیا مگر سامنے کا نظر دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گیا۔ داداجی کی طبیعت بہت بگڑ چکی تھی وہ مسلسل اپنا بایاں بازو مسل رہے تھے کرب کے اثرات ان کے چہرے پر موجود تھے اور تکلیف کی حالت میں کسی سے کچھ کہنے سے قاصر تھے دل کا دورہ۔۔ ستیش زیر لب بڑبڑایا۔ پھر وہ گھبرا کر دوڑتے ہوئے داداجی کے پاس آئے ارے داداجی سنبھالیے اپنے آپ کو۔ آپ کو کچھ نہیں ہوگا میں آپ کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ بوکھلائے ہوئے انداز میں داداجی کو گود میں اٹھایا اور ان ہی کی گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے گیا رات کے دس بجے شمع آ گئی آج اس کا دل سارا دن پریشان تھا اور چھٹی حس خطرے کی گھنٹیاں دے رہی تھیں اس نے کئی بار گھر فون بھی کیا تھا داداجی کا حال معلوم کرنے کے لیے ستیش سے ان کی بہتر حالت کے بارے میں جان کر وہ مطمئن ہو جاتی مگر پھر بھی اسے خدشہ سا تھا کہ آج جیسے کوئی انہونی ہونے جا رہی ہے گھر میں ہر طرف سناٹے کا راج تھا نجانے کیوں اسے آج اپنے ہی گھر کے در و دیوار سے خوف محسوس ہو رہا تھا اسے یوں لگ رہا تھا جیسے آج یہ جو عجیب سا سناٹا چھایا ہوا ہے ضرور کسی طوفان کی پیشن گوئی کر رہا ہے۔ خوف نے اس کے دل میں انگڑائی لی تو وہ بے چین ہو گئی داداجی۔ وہ رہ نہ سکی اس لیے پکار اٹھی۔

ستیش بھئی کہاں ہو تم آواز میں خوشگواریت شامل کر دی مگر خوف پھر بھی نہ دب نہ سکا۔ ستیش اور داداجی میں سے کوئی بھی نہ آیا۔ داداجی۔ ستیش۔ وہ سیڑھیوں کے پاس جا کر پکارنے لگی۔ کہ اچانک چار نقاب پوش بندوق پکڑے ادھر ادھر سے آ نکلے دو صوفے کے پیچھے چھپے ہوئے تھے وہ بھی انتہائی پھرتی سے وہاں سے نکل کر شمع کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔

آ۔۔آ۔۔ آ شمع کی چیخ نکل گئی اس اچانک افتاد سے انہوں نے فوراً شمع کا محاسبہ کیا شمع تھر تھر کانپتے ہوئے انہیں خوف سے دیکھنے لگی۔

بتاؤ کہاں ہے وہ کمینہ ستیش۔ ایک نے شمع کو بالوں سے پکڑ کر پوچھا۔ تو اس کی چیخ نکل گئی۔ ہم نے پورا گھر چھان مارا ہے لیکن کہیں بھی نظر نہیں آ رہا ہے سور کا بچہ بتا کہاں چھپا رکھا ہے تم نے اسے دوسرے نے شمع کی کنپٹی پر بندوق کی نال رکھتے ہوئے کہا۔

مم۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے وہ اور اگر معلوم ہوتا بھی تب بھی میں تم لوگوں کو کبھی نہ بتاتی اس نے ہمت کر کے کہا حالانکہ تھر تھر کانپ رہی تھی او وہ بڑی دلیری دکھا رہی تھی بتا کہاں ہے وہ تیسرے نے شمع کو بالوں سے پکڑ کر تھپڑ لگا کر کہا تو شمع ایک بار پھر چیخ اٹھی اور جس نے شمع کو بالوں سے پکڑا تھا اس نے زور سے شمع کو زمین پر پٹخ دیا وہ چیخ مار کر گر پڑی نہیں بتاتی کمینی۔ حرامزادی۔ چل لے چلتے ہیں اسے کالیا کے پاس وہاں جا کر یہ بھی سب اگل دے گی اور وہ حرامزادہ بھی آ جائے گا۔ اس کے پیچھے سالہ یوں سے پنگا لیتا ہے اب اسے سزا ضرور مل کر رہے گی اٹھا لو اسے ان میں سے ایک نے کہا اور پھر وہ شمع کو کھینچتے ہوئے اپنی جیپ تک لے آئے وہ برابر چلا رہی تھی واسطے دے رہی تھی مگر انہوں نے شمع کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے جیپ میں ڈال کر لے گئے۔

داداجی کو ہسپتال پہنچاتے ہی ستیش نے شمع کو انفارم کرنے کے لیے اس کے آفس کال کی مگر وہ آفس سے نکل چکی تھی پھر وہ شمع کے موبائل کا نمبر ڈائل کرنے لگا مگر اسی دوران اس کا موبائل آف ہو گیا کیونکہ بیٹری ڈاؤن ہو گئی تھی پھر وہ ڈاکٹر کا انتظار کرنے لگا کہ وہ اسے داداجی کی طبیعت کے بارے میں کچھ بتائے تو وہ شمع کو پی سی اور سے کال کرے گا کچھ دیر بعد ڈاکٹر آیا تو اس نے داداجی کی طبیعت خطرے سے باہر ہونے کی خوشخبری سنائی تو اس کی اپنی طبیعت بھی بحال ہو گئی پھر اس نے پی سی او آ کر شمع کے موبائل پر کال کی مگر وہ ریسیو نہیں کر رہی تھی اس نے کئی بار شمع کا نمبر ڈائل کیا مگر ہر بار بیل جاتی اور کال ریسیو نہیں ہوتی تھی گھر کے نیل فون پر بھی کالز کی مگر جواب ندارد۔ اسی پریشانی میں وہ گھر آ گیا مگر یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ صدر دروازہ کھلا تھا وہ اندر گیا تو سامنے شمع کا سینڈل پڑا دیکھا وہ ٹھٹک گیا اس نے کچھ نا سمجھنے والے انداز میں اس کا سینڈل اٹھایا پھر تھوڑا آگے گیا تو شمع کا دوسرا سینڈل دیکھا وہ بے چینی کے عالم میں تیزی سے اندر گیا سیڑھیوں کے پاس شمع کا پرس پڑا تھا وہ سمجھ گیا سب کچھ سمجھ گیا کہ شمع کو کون لے گیا ہے اور کیوں۔۔ اس کا اضطراب بڑھنے لگا نہیں یہ نہیں ہو سکتا اس نے بھاگ کر شمع کا پرس اٹھا لیا اسے یقیناً کالیا ڈاکو لے گیا ہوگا اگر اس نے شمع کو کچھ نہیں کالیا ڈاکو میں تمہارے چیتھڑے اڑا دوں گا وہ مارے غصے کے زورے سے چلایا۔

شمیتا اور ماتا جی کب کی سو چکی تھیں اور سشما ابھی تک جاگ رہی تھی اسے نیند ہی نہ آ رہی تھی پھر اسے اچانک ہی شمع کا خیال آیا تو اپنے موبائل سے شمع کا نمبر ملایا اور چھت پر آ گئی سوچا شمع سے گپ شپ ہو جائے گی ستیش کے ہاتھ میں موجود پرس میں شمع کا موبائل بج اٹھا تو اس نے چونک کا پرس کھولا اور اس میں سے شمع کا موبائل نکالا جس پر سشما کا نمبر بمع نام کے ابھر رہا تھا۔ ہیلو شمع اسے ستیش یہ تم ہو مگر شمع کا موبائل تمہارے پاس کیسے آ گیا۔ سشما نے خوشگوار انداز میں پوچھا اور ہنس دی کیا ہوا اتنے بوکھلائے ہوئے کیوں ہو۔۔۔ کیا۔۔ یہ کیا۔ کہہ رہے ہو ارے کالیا ڈاکو کی اتنی ہمت غصے سے سشما کا منہ لال ہو گیا بس ستیش تم چنتا مت کرو اب دیکھنا میں کیا کرتی ہوں اس کالیا ڈاکو کا ارے کہا ناں کہ میں کر سکتی ہوں اس کا سروناش لڑکی ہوں تو کیا ہوا خود پر وشواس ہے اس لیے تو کہہ رہی ہوں نہیں تمہیں وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم بس داداجی کا خیال رکھو کالیا ڈاکو کا سر لا کر تمہارے قدموں میں نہ رکھ دیا تو میرا بھی سشما نہیں بس تم اب انتظار کرو شمع کے صحیح سلامت آنے کا اس نے جوش سے کہا اور کال کاٹ دی۔ کالیا ڈاکو تمہارے دن اب پورے ہو چکے ہیں وہ غصے سے بولی اور پھر زیر لب اپنا ورد بڑبڑانے لگی اور بیٹھ کر ہوا میں پھونک مار کر تصور میں دیکھا تو سکرین بن گئی جس میں اسے کالیا ڈاکو کے تین ٹھکانے دیکھے جس میں وہ نہ تھا اس کے چمچے موجود تھے پھر اس نے چوتھا ٹھکانا دیکھا جو یہاں سے دور ویرانے میں تھا اور اس میں کالیا ڈاکو موجود تھا یہ تین منزلہ عمارت تھی یہاں ڈاکو کم تھے کیونکہ یہ جگہ زیادہ محفوظ تھی بنسبت پہلے جگہوں کے سشما نے دل ہی دل میں کہا کہ مجھے کالیا ڈاکو دکھایا جائے تو اسے کالیا ڈاکو دکھایا گیا وہ برابر ورد کیے جا رہی تھی کالیا ڈاکو نے کالے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور کالا پٹکا اس کے سر پر موجود تھا اس کا چہرہ بھی کالا تھا اور خوفناک بھی کالی شکل والا یہ ادھیڑ عمر ڈاکو بہت رعب و دبدبے والا لگ رہا تھا ڈاکوؤں کا سردار کم اور جادوگر زیادہ لگ رہا تھا سشما نے جتنی معلومات کرنی تھیں کر لیں

اور پھر ہوا میں اڑتی ہوئی کالیا کے ٹھکانے کی طرف روانہ ہوگئی جو یہاں سے بہت دور تھا۔

اب وہ کالیا ڈاکو کے ٹھکانے کے اندر موجود تھی وہ اندر ایسے بے خوف گئی تھی جیسے اس کا اپنا گھر ہو گارڈز کو اس نے دروازے پر ہی غیبی حالت میں مار دیا تھا ان کی گردنیں مروڑ کر کہ اس وقت اس کی شکلتیاں جوبن پر تھیں سب ڈاکو اسے اندر آتا دیکھ کر دنگ رہ گئے کالیا ڈاکو جو نائب ڈاکو سے کسی بات میں مصروف تھا سشما کو اندر آتا دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

ارے یہ چھوری کون ہے یہاں کیسے آگئی کافی دلیر لگتی ہے۔۔ یہ نائب ڈاکو کے کمنٹس تھے۔

ارے چھوری کون ہے تو اور اندر تو اندر کیسے آگئی تمہیں گارڈز نے اندر کیسے انے دیا کالیا ڈاکو نے اپنی رعب دار آواز میں کہا۔

گارڈ وہ تو مر چکے ہیں سشما نے بے خوفی سے کہا۔

کیا۔۔ کس نے مارا ہے اسے یہ کیا بک رہی ہے تو کالیا ڈاکو غصہ ہو گیا۔

ظاہر ہے میں نے مارا ہے اسے سشما نے اب بھی بڑے اطمینان سے کہا تو سب ڈاکو حیران رہ گئے

ہوش میں تو ہو تم پہلے تو یہ بک کہ کیوں آئی ہے یہاں اور کون ہے تو کالیا ڈاکو غصے سے پاگل ہونے لگا۔

فضول بکواس چھوڑو کالیا یہ بتاؤ کہ شمع کو کہاں چھپا رکھا ہے میں اسے چھڑانے آئی ہوں اس نے کالیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ جو دور تخت پر بیٹھا تھا نائب ڈاکو کیساتھ۔

بکواس بند کر خبیث چھوری تمہاری اتنی ہمت کہ تم ہمارے سردار کی شان میں گستاخی کرو ابھی بھونتا ہوں تمہیں سالی ایک ڈاکو نے غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے کہا کہ کالیا ڈاکو کی شان میں گستاخی وہ برداشت نہیں کر پایا تھا اس لیے بندوقیں اس کی طرف تان لیں مگر کالیا ڈاکو نے اسے باز رہنے کا اشارہ کیا باقی کے ڈاکو بھی مشتعل تھے۔

نہ نہ دیپک۔ غصہ مت کرو ہم حسیناؤں کی باتوں کا برا نہیں مناتے۔ بہت خوب چھوری تیری ہمت کی داد دیتا ہوں تو حسین بھی ہے اور دلیر بھی ارے تمہیں کیا پتہ کہ بہادر حسینائیں میری کمزوری ہیں اس نے سر سے پاؤں تک سشما کو ہوس بھری نظروں سے دیکھ کر کہا اور رت شمع کو لینے آئی ہے بھئی اسے لینے تو عیش نے آنا تھا تم کیوں آئی ہو اور کیا لگتی ہو شمع کی کالیا ڈاکو نے معنی خیز انداز میں کہا۔

یہ ڈاکوؤں کے اڈے پر آئی ہے ظاہر ہے لٹنے ہی آئی ہو گی نائب نے بھی سشما کو میلی نظروں سے گھور کر کہا تو سشما نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

ارے حسینہ یہ شمع کی باتیں تو بعد میں ہوں گی تو اتنی دور کیوں کھڑی ہے تو تو میرے دل کو چھو رہی ہے آ میرے قریب آ جا کالیا ڈاکو نے خباثت سے کہا۔

اپنی گندی زبان کو قابو میں رکھ کالیا ڈاکو ورنہ تمہاری کالی زبان تمہارے منہ میں نہ رہے گی سشما نے غصے سے کہا اور کالیا ڈاکو ہنس دیا۔ میں یہاں سے شمع کا لے جانے آئی ہوں اگر کسی میں دم ہے تو روک لے سشما نے غصے سے کہا تو کالیا ڈاکو اور نائب ڈاکو طنزیہ انداز میں قہقہے لگانے لگے جبکہ ڈاکو دبی

دبی آواز میں طنزیہ ہنسی ہنس رہے تھے کالیا ڈاکو کے سامنے قہقہے لگانے کی اجازت نہ تھی۔

خوب حسینہ بہت خوب ہم تمہارے حسن اور دلیری کے گرویدہ ہوئے اگر تم اپنی چھوری کو لے جا سکتی ہو تو ٹھیک ہے پہلے یہاں اسے ڈھونڈ ہو پھر لے جاؤ وہ اپنی کرخت آواز میں بولا ہوس اس کی آنکھوں سے اب بھی چھلک رہی تھی شمع نے اپنے ورد کے ذریعے پتہ چلا لیا تھا کہ وہ دوسری منزل کے کونے والے کمرے میں مقید ہے۔ یہ اس نے آنے سے پہلے ہی اپنے ورد سے سکرین میں دیکھ لیا تھا وہ دل ہی دل میں اپنا ورد پڑھتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگی وہ دوسری منزل پر آئی تو وہاں وہی چھ ڈاکو موجود تھے جو شمع کو اٹھا کر لائے تھے کسی انجان لڑکی کو یوں اچانک اوپر آتا دیکھ کر وہ سب اسے گھورنے لگے سشما اپنا ورد زیر لب پڑھتی گئی اور پھر اچانک اپنے اوپر پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئی۔ ڈاکو چونک پڑے وہ حیرت سے کبھی ایک دوسرے کو دیکھتے تو کبھی اس جگہ کو جہاں چند لمحے قبل سشما موجود تھی نیچے کالیا ڈاکو اور نائب ڈاکو اسی انتظار میں تھے کہ سشما کی لاش سیڑھیوں سے اب نیچے گری کہ تب نیچے گری باقی ڈاکوؤں کے جسم بھی کان بنے ہوئے تھے کہ وہ اوپری منزل میں مچی ہوئی بھگدڑ کی آوازیں سن رہے تھے پھر فائر چلنے کی آئی سب ڈاکو سمجھ گئے کہ سشما کو گولیوں سے بھون لیا گیا ہے قیمہ تو بن ہی گیا ہو گا اس قتل حسینہ کا نائب ڈاکو نے کالیا ڈاکو سے کہا تو دونوں مسکرا دیے۔ لاش نیچے پھینک دو کالیا ڈاکو نے اوپری کی طرف صدا لگا کر کہا تو ایک کی بجائے دو لاشیں نیچے گریں ڈاکوؤں کی دونوں کے جسموں میں چھید موجود تھے جن سے خون بہہ رہا تھا سارے ڈاکو حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے ساتھی ڈاکوؤں کی لاشوں کو دیکھ رہے تھے کالیا ڈاکو اور نائب ڈاکو نے بھی ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا پھر مزید دو ڈاکو سیڑھیوں سے نیچے پھینکے گئے یہ بھی پہلے والے ڈاکوؤں کے ساتھ ہی مارے گئے تھے اور اس کے بعد آخری دو ڈاکوؤں کو بھی سشما نے نیچے پھینک دیا ان کا حشر پہلے والے لاشوں سے مختلف تھا سشما نے ان کی گردن بالکل مروڑ دی تھیں لاشوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور خوف و دہشت ان کے چہروں پر موجود تھا سارے ڈاکو اپنے آخری ڈاکوؤں کا اتنا بھیانک حشر دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھوڑی دیر بعد سشما بھی شمع کا ہاتھ تھامے نیچے اترنے لگی سب ڈاکوؤں کی نظروں دونوں پر تھیں سشما کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی دوسروں کو وحشت زدہ سی کر دینے والی حالت وہ شمع سمیت کالیا ڈاکو کے سامنے کھڑی ہو گئی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

میں شمع کو لے جا رہی ہوں کیونکہ میں اسے چھڑانے میں کامیاب ہو گئی ہوں سشما کی بات کالیا ڈاکو کو ہضم نہ ہوئی۔

نہیں چھوری میرے جیتے جی تو اس چھوری کو یہاں سے لے جا نہیں سکتی اگر تو اسے یہاں سے لے گئی تو یہ میری بہادری پر کالک ہو گی جو میں کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا اب وہ فل غصے کے عالم میں تھا سشما نے اپنی لال سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

میں تو تمہیں کچھ کہنا نہ چاہتی تھی صرف شمع سے کام لیا تھا مجھے اور اپنے بھائی ستیش کی زندگی چاہتی تھی تجھ سے مگر تو خود بھی موت بھی مانگتا ہے تو پھر ٹھیک ہے اب میرا تمہارا مقابلہ ہو گا اور کہہ دو اپنے چمچوں سے کہ ہمارے مقابلے میں ذرا بھی ٹانگ نہ اڑائیں اور نہ ہی مقابلے کے بعد یہ کوئی حرکت کریں گے میرے ساتھ ورنہ یہ بھی تمہاری بہادری پر کالک ہو گی۔ سشما نے سپاٹ لہجے میں کہا تو کالیا نے سب کو اشارے

سے کچھ نہ کرنے کا حکم دیا وہاں سات ڈاکو موجود تھے جنہوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

کالیا تخت سے اتر کر سشما کی جانب بڑھا سشما نے دل ہی دل میں ورد پڑھنا شروع کر دیا نیا چلہ کرنے کے بعد اب اس کی شکتیاں مزید نکھر گئی تھیں سشما کی آنکھوں کی سرخی گہری ہونے لگی ناخن بھی لمبے ہونے لگے اور چہرے کی سرخی بڑھتی گئی اس کے چہرے اور انگارہ آنکھوں سے خوف ہی خوف چھلک رہا تھا اور وہ خوفناک انداز میں کالیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے کھڑی تھی ایک لمحے کے لیے کالیا ڈاکو گڑبڑا گیا مگر پھر خودی کے زعم میں وہ پیچھے ہٹنا بھی نہ چاہتا تھا۔

پہلا وار تو کر لے چھوری کیونکہ وہی تمہارا آخری وار بھی ہوگا اور اس کے بعد ویسے بھی میں صرف ایک ہی وار سے تمہارا خاتمہ کر دوں گا اس نے اپنے رعب دار لہجے میں سشما کو پہلا وار کرنے کی دعوت دی کہ وہ سمجھ رہا تھا کہ سشما اپنے نازک ہاتھوں سے اس کا کیا بگاڑ سکے گی اپنے پر اسے اتنا مان تھا کہ اپنے چھ ڈاکوؤں کا حال تک وہ بھول چکا تھا سشما نے بھی بحث مناسب نہ سمجھی اور پوری قوت سے جھڑ دیا ایک ہیبت ناک تھپڑ اس کے منہ پر چٹاخ کی آواز پوری عمارت میں گونج اٹھی تھپڑ اتنا زوردار اور بھاری تھا کہ کالیا ڈاکو چکرا کر رہ گیا۔ ساتھ میں سشما کی شکتیوں کی ہیبت بھی شامل تھی سارے ڈاکو جو پہلے سے ہی خوفزدہ تھے اب مزید خوف کا شکار ہو گئے اتنا بھاری تھپڑ تو کسی انسان کا نہیں ہو سکتا۔ یہ ضرور کوئی اور مخلوق ہے مگر ڈرنے والوں میں سے میں بھی نہیں ہوں یہ جو کوئی بھی ہے میرے ہاتھوں اس کا کچومر ضرور نکلے گا اس نے سشما کو دیکھتے ہوئے کہا اپنے چہرے پر ہاتھ ابھی تک رکھا ہوا تھا کہ گال پر جلن تیز ہوتی جا رہی تھی لمحہ بہ لمحہ وہ ابھی تک ڈرا نہ تھا اس نے بھی سشما کو تھپڑ مارنا چاہا تو سشما نے اس کا طاقتور ہاتھ روک دیا یہ دیکھ کر تو کالیا ڈاکو سمیت سب ڈاکو ششدر رہ گئے کہ ایک کمزور سی لڑکی نے کالیا ڈاکو کا ہاتھ روک لیا تھا کالیا ڈاکو کا ہاتھ جس کی دہشت سے دنیا ڈرتی تھی آج وہ ایک کمزور لڑکی سے ہار رہا تھا۔ کالیا ڈاکو نے بہت زور لگایا مگر سشما کی گرفت سے اپنا ہاتھ نہ چھڑا سکا۔ سشما نے اس کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں زور سے بھینچا تھا وہ دل ہی دل میں ورد پڑھے جا رہی تھی اور یہ بس اسی ورد کا کمال تھا کالیا ڈاکو کے جس گال پر سشما نے تھپڑ مارا تھا وہ پھٹا ہوا تھا اور اس سے خون رس رہا تھا اب سشما نے اسے گریبان سے پکڑ کر زور سے بھینچ دیا۔ کالیا ڈاکو خوفزدہ ہو گیا اچانک سشما نے اپنے لمبے لمبے ناخن اس کی گردن میں پیوست کر دیئے اور ایک زوردار جھٹکے سے کالیا ڈاکو کی گردن اس کے تن سے جدا کر دی کالیا ڈاکو کا کام تمام ہو گیا تمام ڈاکو مشتعل ہو گئے اپنے سردار کا ایسا بھیانک انجام دیکھ کر جس کا سر سشما کے ہاتھ میں تھا اور دھڑ زمین پر اپنے ہی خون میں پڑا تڑپ رہا تھا اچانک نائب ڈاکو نے سشما پر فائر کھول دیا۔ سشما اس کا ارادہ پہلے سے ہی بھانپ چکی تھی وہ شمع کا ہاتھ پکڑ کر سیڑھیوں کے قریب والے کمرے کی طرف بھاگی اور تیزی سے دونوں اندر گھس گئیں باقی ڈاکوؤں نے بھی تڑتڑ فائر شروع کر دیئے۔ مگر تب تک سشما اندر سے دروازہ بند کر دیا تھا۔ اب وہ آٹھ ڈاکو دروازے کو زور زور سے مار رہے تھے اور آخرکار دروازہ توڑ کر اندر آ گئے مگر سشما اور شمع اندر موجود نہ تھیں کمرہ بالکل خالی تھا کہاں چلی گئیں وہ دونوں نائب ڈاکو غصے سے چلا رہا تھا سشما اور شمع عمارت سے باہر موجود تھیں کمرے کے اندر جانے کے بعد سشما نے خود کو اور شمع کو اپنے جادو کے زور سے غائب کر دیا تھا اور عمارت سے باہر نمودار ہو گئیں تھیں کالیا ڈاکو کا سر ابھی تک سشما کے ہاتھ میں تھا وہ ابھی تک اپنا ورد زیر لب بڑبڑا رہی تھی اور عمارت پر

پھونکیں مار رہی تھی اچانک عمارت میں دراڑیں پڑنا شروع ہو گئیں۔ عمارت زور زور سے لرزنے لگی دراڑیں بڑھتی جا رہی تھیں اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا تین منزلہ عمارت زمین بوس ہو گئی جس کے ملبے تلے دبنے والے ڈاکوؤں کی دبی دبی چیخیں برآمد ہونے لگیں۔

سشما شمع کو اپنے گھر لے آئی دونوں ہوا میں اڑتی ہوئی آئی تھیں ستیش شمع کو دیکھ کر بے حد خوش تھا شمع بھی خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی دونوں نے سشما کا شکریہ ادا کیا کہ دونوں اس کے بڑے ممنون تھے سشما نے کالیا ڈاکو کا سر ستیش کے پیروں میں رکھ دیا اور کہا۔

یہ دیکھو میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

ہاں یہی ہے کالیا ڈاکو۔ دور کرو اس کو میری نظروں سے اس نے نفرت سے کہا تو سشما نے جادو کے ذریعے سے کالیا ڈاکو کا سر غائب کر دیا بھئی مجھے تو بے حد مزہ آیا سشما دیدی کو ڈاکوؤں سے لڑتے ہوئے دیکھ کر اس وقت یہ بالکل کسی فلم کی ہیروئن دکھائی دے رہی تھی اور سب سے زیادہ مزہ تو سشما دیدی کے ساتھ اڑ کر آنے کا آیا اور جب ہم غائب ہو رہے تھے اوہ ستیش میں تمہیں کیا بتاؤں. اس وقت میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی میں تو گرتی گرتی بچی تھی کہ پھر اچانک میرے پاؤں تلے زمین جو آ گئی تھی میں تو گرتی گرتی بچی تھی بھئی کالے جادو میں تو مزے ہی مزے ہیں اسی لیے میں نے بھی ایک فیصلہ کیا ہے شمع اپنے دھن بولتے بولتے خاموش ہو گئی کیسا فیصلہ سشما نے پوچھا ستیش بھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا بھئی یہی کہ میں بھی کالا جادو سیکھوں گی سشما دیدی کی طرح اس نے خوشگوار لہجے میں کہا مگر شمع اور ستیش کو حیران و پریشان کر گئیں ستیش اور سشما نے حیرت و فکر مندی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

کیا واقعی شمع بھی کالے جادو کی راہوں پر گامزن ہو جائے گی اگر ہاں تو پھر یہ کیا تہلکہ مچائے گی اگر نہیں تو پھر آگے کیا حالات و واقعات ہیں یہ جاننے کے لیے موت کی منزل کی اگلی قسط ضرور پڑھیے۔



دھند کے پار

---تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور۔ آخری قسط۔

وہ دونوں کندھے سے کندھا ملائے سجائتہ دیوی کے غلاموں سے لڑ رہے تھے اس لڑائی میں اگرچہ خود انہیں بھی چوٹیں آئی تھیں تاہم دشمنوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ چہ چہ۔۔۔ تم لوگ تو یہاں ہو گل پوش کو قربان ہوتا نہیں دیکھ سکو گے خیر کوئی بات نہیں یہ لڑائی تو چلتی رہے گی بلی چڑھانے کا وقت ہو گیا ہے میں چلتی ہوں سجائتہ دیوی لبوں پر زہریلا تبسم سجائے نیم تاریک کوریڈور میں اطمینان سے چلنے لگی زوہاد کو خون کھول اٹھا فانی میں انہیں روکتا ہوں تو گل کے پاس جا۔ اس نے ہانپتے ہوئے کہا ۔مگر زوہاد یہ سب فرحان نے تذبذب سے بڑھتے ہوئے سایوں کو دیکھا۔ تو میری فکر نہ کر جاؤ وقت بہت کم ہے فانی۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ اور تیزی سے سجائتہ دیوی کے پیچھے لپکا۔ جو کسی سائے کی مانند لگ رہی تھی۔ وہ فرحان کے تعاقب سے بے خبر نہیں تھی اسے زعم تھا اپنی طاقت پر مان تھا اپنی قوت پر اور غرور تھا اپنے سحر پر اس لیے اس نے فرحان کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی مگر وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ تقدیر کا وار بڑا کاری ہوتا ہے بڑے بڑے شہ زوروں کو پل بھر میں ہر دیتا ہے فلک بوس غرور کو خاک میں ملا دیتا ہے ہر زور آور مقدر کے آگے بے بس ہو جاتا ہے مقدر جو شاہ کو گدا اور گدا کو شاہ بنا دیتا ہے وہی تقدیر سجائتہ دیوی کے عزائم پر زیر لب مسکرا رہی تھی اس نے سجائتہ دیوی کے لیے ایک عجیب ہی جال بچھا رکھا تھا۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

ہاں میں۔۔ میرے سر پر کیا سینگ نکل آئے ہیں یا میں وارث آصف کی ساحر کا عرفان بن گیا ہوں جو اس قدر حیرت سے دیکھ رہے ہو فرحان اپنے مخصوص انداز میں بولتا اس کے گلے لگ گیا ویسے تو کیا ہو گیا ہے قسم سے ایک دم وارث آصف کی پراسرار دھن کا دیوتا ڈمبالہ لگ رہا ہے فرحان کی بات پر وہ گھور کر رہ گیا فرحان یہاں خاموشی پتہ ہے مجھے۔۔ بٹ میں ایسے میں تلاوت قرآن پاک کرنے لگتا تھا اور خاموشی دم سادھ جاتی تھی فرحان کے جواب پر اس کی نظریں جھک گئیں تھیں۔

امیدوں کی شمعیں بجھا کر کیا ملا تم کو
ہماری آنکھوں میں سپنے جلا کر کیا ملا تم کو
تمہاری یاد نے ہم کو تو خدا کے قریب کر ڈالا
تم کہو بھلا کر کیا ملا تم کو
تمہاری بے رخی نے دعا میری جان لے لی ہے
اب میری قبر پر گلاب سجا کر کیا ملا تم کو

وہ دونوں جنگل میں حیلہ کو پکارتے پھر رہے تھے میں حیلہ حیلہ چلاؤں گا کرتہ پھاڑ کر فرحان کی بلند گنگناہٹ پر وہ مسکرایا۔

تین دن ہو گئے ہیں مجھے صحرا میں بھٹکتے ہوئے مگر حیلہ کو ڈھونڈنے کا کوئی وسیلہ نہیں ملا فرحان تھک کر ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ گیا۔

یار مجھے واپس جا کر ایک سفر نامہ لکھنا ہے

زوہاد عمر کے تعاقب میں زوہاد نے اسے گھور کر دیکھا۔

اب دیکھنا اچھا خاصا سفر نامہ بن جائے گا یعنی تیرا دھند نگر سے آنا میرا تیرے تعاقب میں نکلنا تیرا مجھے تعویز دینا اور میرا درود شریف آیت الکرسی اور معوذ کا حصار قائم کرنا اپنے گرد پھر زلزلہ آنا اور پتھروں کی بارش ہونا پھر تالاب میں قید جاوگر کی روح کا تمہارے بارے میں بتانا پھر شاہ سنگریز سے ہو کر فولاد کا ز تک کا سفر پھر یہ چپ نگر کا جنگلی اور سسکتی خاموشی اور پھر وہ بولنے پر آیا تو بولتا چلا گیا زوہاد کو اس کا یوں بولنا بہت اچھا لگ رہا تھا اس نے اتنا عرصہ خاموشی جھیلی تھی کہ اب اسے خاموشی سے وحشت ہوتی تھی۔

اٹھ بھاگ گھراڑے مارنیں ایہہ سون تیرے درکار نیں۔ فرحان خود کلامی کے انداز میں بڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا زوہاد نے بھی اس کی تقلید کی یونہی باتوں کے دوران وہ چلتے رہے وہ جنگل کے یک گوشے میں پہنچے ایک ایسے گوشے میں جہاں اداسی تنہائی اور ویرانی کا احساس دو چند تھا یہ جگہ اجڑی بکھری سی تھی زمین پر گھاس کا شائبہ تک نہ تھا خشک زمین کی دراڑیں اس کی پیاس کی گواہ تھیں اکا دکا درخت اپنی پتوں سے عاری شاخیں پھیلائے گویا اپنی ہی اجڑی حالت پہ نوحہ کناں تھے سورج اپنا آج کا آدھا سفر طے کر چکا تھا اور ان برہنہ درختوں کے عقب سے جھانکتا ان کی ویرانی پر مسکرا رہا تھا۔ زوہاد کی نگاہ ایک بدوضع سے جوتے پر پڑی وہ لکڑی کا بنا ایک عجیب سا جوتا تھا۔

ایسے غور سے جوتے کو کیوں دیکھ رہا ہے تو ارے کہیں زوہا بھابھی کے لیے لے جانے کا تو نہیں سوچ رہا۔۔۔ چج اتنے عرصے بعد گھر جائے گا اور یہ یہ عجیب وغریب جوتا لے کر وہ بھی ایک پاؤں کا کیوں اپنی شامت بلاتا ہے یار انہوں نے تمہیں اسی جوتے سے گنجا کر دینا ہے فرحان تاسف سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا جبکہ آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔

تم ضرور گنجے ہو جاؤ گے میرے ہاتھوں چپ نہ ہوئے تو وہ بھنا گیا۔

ویسے یہ جو تو مجھے بات بات طعنے دیتا ہے تو بھی اب شادی کر لے پھر پوچھوں گا تجھ سے فرحان اس کی بات پر پھیکے سے انداز میں مسکرایا۔

اب کیا یہیں کھڑے رہنا ہے چل آگے بڑھتے ہیں اپنی شادی کی بات وہ یونہی ٹال جاتا تھا وہ آگے بڑھنے لگے معا ایک نسوانی چیخ انہیں چونکا گئی پھر یہ کرب واذیت میں ڈوبی چیخیں ایک تسلسل سے سنائی دینے لگیں وہ متلاشی نظروں سے اردگرد دیکھتے آگے بڑھتے رہے بالآخر انہیں چند برہنہ درختوں کے عقب میں ایک جھونپڑی دکھائی دی یہ تنکوں کی مدد سے بنائی گئی تھی چیخیں اندر سے ہی آرہی تھیں وہ تیزی سے ایک ساتھ اندر لپکے منظر حیرت انگیز تھا ایک بوڑھی عورت نے ایک لڑکی کو دبوچ رکھا تھا اور خنجر سے اسے کچوکے لگا رہی تھی لڑکی کا وجود بندشوں میں جکڑا تھا اس کے چہرے پر انتہائی اذیت کے آثار تھے اور رنگ ہلدی ہو رہا تھا ان کے آگے بڑھتے قدم بڑھیا کی آواز پر تھم کر رہ گئے۔

آگے بڑھو گے تو جل کر راکھ ہو جاؤ گے کیوں ناحق جان گنواتے ہو میرے گرد طلسمی حصار ہے چلے جاؤ یہاں سے فرحان نے سر جھٹکا۔

ہم تمہاری دھمکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ فرحان کے برعکس زوہاد نے عقلمندی سے کام لیا اور جھونپڑی سے ہی ایک چھڑی کھینچ کر پھینکی چھڑی کو آگ لگ گئی۔

اب کیا کریں اس نے تشویش سے فرحان کو دیکھا۔

سنا ہے تو نظروں سے کچھ بھی کر سکتا ہے فرحان کی بات پر اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا یہ تو وہ سرے سے بھولا ہوا تھا اس نے نگاہ بڑھیا پر جمائی اور دھیرے دھیرے نظریں اٹھاتا ہوا چلا گیا بڑھیا جھونپڑی سمیت اٹھتی چلی گئی۔

یہ ایک جادوگرنی ہے یہ کئی سو سال سے یہاں ہے اور روزانہ ایک انسان کا خون پیتی ہے مجھے اس نے اپنے دیوتا کے چرنوں میں قربان کرنے کے لیے بچا رکھا ہے مگر مجھے یہ روزانہ یونہی اذیت دیتی ہے لڑکی کراہتے ہوئے بتا رہی تھی زوہاد کی آنکھوں میں گویا خون اتر آیا تھا اس نے جلتی نظروں سے فضا میں معلق بڑھیا کو دیکھا اس کے وجود کو آگ نے جکڑ لیا زوہاد نے اسے کوئی موقع دیئے بغیر جلا کر راکھ کر ڈالا تھا۔

میرے ساتھ تم بھی چلنا میرے ساتھ تم بھی آنا

ذرا غم کے راستوں میں بڑی تیز تیرگی ہے
وہ گزر گیا ہے ساغر کوئی قافلہ چمن سے
کہیں آگ جل رہی ہے کہیں آگ سو گئی ہے

بڑھیا کٹیا سمیت جل کر راکھ ہو چکی تھی طلسمی آگ زوہاد کی طلسمی نظروں سے بجھ چکی تھی اور لڑکی بندشوں کی قید سے آزاد ہو چکی تھی۔

تم یہاں آئی کیسے تھیں فرحان نے اردگرد دیکھا اور ششدر رہ گیا زوہاد نے اس کے تاثرات دیکھے اور مسکرا دیا۔

جنگل کا یہ حصہ زوہاد کے درود شریف پڑھنے اور تلاوت قرآن پاک کرنے کی بدولت ہرا بھرا ہو چکا تھا اور جادوگرنی کا سحر ٹوٹ چکا تھا درختوں پر پتے مسکرا رہے تھے بنجر خشک زمین کو ہری بھری گھاس نے ڈھانپ لیا تھا اور اکا دکا جنگلی پھولوں کے پودے جھوم رہے تھے۔

چل اب حیلہ کو ڈھونڈنے کا وسیلہ کر فرحان اسے گھور کر بولا

تم میرا نام کیسے جانتے ہو لڑکی حیرت سے اچھلی

تم حیلہ ہو فرحان اس سے بھی زیادہ اچھلا۔

تو اور کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں وہ چڑ کر بولی۔

بول بھی سکتی ہو فرحان نے کندھے اچکائے

تم سب کو اپنے جیسا کیوں سمجھتے ہو اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

تمہارا مطلب ہے میں جھوٹ بولتا ہوں فرحان نے اسے گھورا۔

میں نے ایسا کچھ نہیں کہا وہ کندھے اچکا گئی۔

لیکن تمہارا مطلب تو یہی تھا ناں وہ بحث پر اتر آیا۔

ہر بات کے کئی مطلب ہوتے ہیں اب یہ سننے والے پر ڈپنڈ کرتا ہے کہ وہ کس بات کا کیا مطلب نکالتا ہے اس کا انداز فلسفیانہ تھا۔

فرحان کچھ بولنے لگا تھا کہ زوہاد نے ٹوک دیا۔

بس کرو لڑنا واپس جانا ہے کہ نہیں۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو کینہ توز نظروں سے گھورتے چپ ہو گئے زوہاد بے اختیار مسکرا دیا تھا

یار یہ جنگل کیا ایسا ہی رہیگا وہ لوگ جنگل کے بیچ سے گزر رہے تھے خاموشی اب نہیں سسکتی تھی اور یہ درود پاک کی وجہ سے تھا جو وہ لوگ اکثر پڑھتے رہتے تھے۔

تو ہم کیا کر سکتے ہیں زوہاد کا لہجہ پست تھا اس

جادوگنی نے ایک بار بتایا تھا کہ جہاں اس کی جھونپڑی ہے اس میں کسی جادوگر کا ڈھانچہ دفن ہے اگر اسے جلا دیا جائے تو یہ جنگل پھر سے آباد ہو جائے گا یہاں چرند پرند آ کر آباد ہو جائیں گے اور یہ ہرا بھرا ہو جائے گا حیلہ کی بات پر فرحان رک کر اسے گھورنے لگا۔

یہ پہلے نہیں بتا سکتی تھیں وہ دانت پیس کر بولا۔

پہلے تو تم لوگوں نے کون سا پوچھا تھا اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

تم ۔۔تم کم عقل بیوقوف لڑکی۔ فرحان کا پارہ آسمان کو چھونے لگا۔

اے تمیز سے بات کر میرا منگیتر فولاد تمہیں چٹکی میں پکڑ کر مسل دے گا اس کے دھمکانے پر لبوں پر دل جلانے والی مسکراہٹ سجا کر استہزائیہ بولا۔

ہاں بہت طاقتور ہے ناں تمہارا منگیتر جبھی تمہیں ڈھونڈنے کے لیے خود جنگل میں مارا مارا پھرتا رہا بیچارہ حیلہ کا چہرہ غصے کی آنچ سے سرخ ہوا وہ غرا کر بولی۔

بکواس مت کرو سچ کی یہی ایک خرابی ہے کہ کڑوا بہت ہوتا ہے اسے پینے کی ہمت ہر ایک میں نہیں ہوتی وہ مسکرایا۔

چلو بس کرو اب زوہاد نے بمشکل بیچ بچاؤ کروایا اب وہ لوگ پھر واپس ہو لیے سارے راستے فرحان حیلہ کو باتیں سناتا گیا کہ تمہاری وجہ سے سفر کرنا پڑ رہا ہے کبھی وہ برداشت کر جاتی اور کبھی ترخ کر جواب دیتی پھر ان میں جنگ کا آغاز ہو جاتا۔

میرا ہمسفر جو عجیب ہے تو عجیب تر ہوں میں آپ بھی

مجھے منزلوں کی خبر نہیں اسے راستوں کا پتہ نہیں

وہ لوگ جھونپڑی والی جگہ ڈھونڈ رہے تھے بالاخر انہیں وہ جگہ مل گئی ایک شکاری چاقو فرحان کے پاس تھا اور بڑھیا کا وہی خنجر انہیں وہیں پڑا مل گیا فرحان اور وہ مل کر کھدائی کرنے لگے مٹی سخت ہو چکی تھی اور معقول اوزار نہ ہونے کے سبب انہیں کافی دقت کا سامنا تھا تاہم وہ لگے رہے مشقت کے سبب پسینہ ان کے جسم سے نمودار ہو گیا تھا کافی محنت کے بعد بالاخر ڈھانچہ نکل آیا۔

اسے کہتے ہیں کھودا پہاڑ اور نکلا ڈھانچہ فرحان مصنوعی تاسف سے گویا ہوا۔

تو تم کیا کسی خزانے کی تلاش میں تھے زوہاد مسکرایا۔

نہیں میں حجرۃ الدر کی امید میں تھا وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولا حجرۃ الدر کے بارے میں آپ لوگ ہماری سٹوری جنگل میں پڑھئے گا زوہاد کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی ڈھانچہ احتیاط سے نکالا گیا کیونکہ وہ بے حد خستہ حال اور بوسیدہ ہو چکا تھا اسے جلانے کے بعد وہ لوگ پھر واپس چلے۔

حیلہ میرے ساتھ آتے وقت زوریب آیا تھا اور راستے میں ۔۔۔زوہاد اسے سب بتاتا چلا گیا۔ آ کر میں اس نے ان کے دھواں بننے کے متعلق بتایا۔

ہم لوگ ایسے ہی ہیں میرا مطلب ہے کہ ہم لوگوں میں سے کوئی بھی مر جائے تو اس کا جسم اسی طرح دھواں بن کر غائب ہو جاتا ہے دھواں دھیرے دھیرے پورے جسم کو کھا جاتا ہے اس نے مفصل جواب دیا۔

ہائے میرا بہت دل چاہ رہا ہے یہ سب دیکھنے کو کیوں نہ میں تمہیں قتل کر دوں اور یہ قابل دید منظر ملاحظہ فرماؤں فرحان شریر لہجے میں حیا سے مخاطب ہوا۔

دل تو میرا بھی بہت چاہتا ہے کہ تم لوگ جو قبریں بناتے ہو وہ دیکھوں تو کیوں نہ تمہیں مار کر یہ نظارہ کر لوں وہ کہاں ادھار رکھنے کی قائل تھی۔

میں خود کہاں جینا چاہتا ہوں سو اس نیک کام میں دیر کیسی وہ یاسیت بھرے لہجے میں بولا۔

بکواس بند کرو تم لوگ زوہاد چیخ گیا۔

وہ ایک سرد سی شام تھی جب وہ لوگ شہزادی مرمر کے ہمراہ شاہ سنگریز کی سلطنت میں پہنچے شاہ سنگریز کو ان کی آمد کی خبر ہو چکی تھی اور وہ ان کا استقبال بھرپور انداز سے کر رہا تھا۔

شکر ہے تم لوگوں نے ہم پر پھول نہیں برسائے ورنہ فرحان آتش بازی دیکھتے ہوئے بولا۔

ورنہ کیا۔ شاہ سنگریز مستفسر ہوا۔

تم لوگوں کے پھول بھی پتھر ہیں ان پھولوں کی بارش نے ہمیں گنجا کر دینا تھا میری تو چلو خیر ہے مگر یہ زوہاد۔ اسے زوہاد بھابھی نے پہچاننے سے ہی منکر ہو جانا تھا اس کی یہ بات سب کو مسکرانے پر مجبور کر گئی شہزادی مرمر کی خواہش پر اس کے لیے ایک شاندار محل تیار ہو چکا تھا شاہ سنگریز انہیں وہیں لے گیا۔

تم نے بعد میں تو کسی کی ٹانگیں وغیرہ نہیں توڑیں تھیں زوہاد کے مشکوک لہجے پہ شاہ سنگریز کھلکھلا کر ہنسا۔

نہیں ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا چند دن وہ شاہ سنگریز نے انہیں کاجل دیا یہ آنکھوں میں لگانے سے تم لوگ سب کو دیکھ سکو گے مگر کوئی اور تمہیں نہیں دیکھ پائے گا۔

واؤ۔ فرحان چہکا۔ زوہاد نے اسے گھورا تو وہ کندھے اچکا کر رہ گیا۔

سجائتہ دیوی کا محل قدیم طرز کا ہونے کے باوجود بے حد شاندار تھا وہ دونوں محل میں داخل ہو چکے تھے۔

اوہ تو تم ہو سجائتہ دیوی زوہاد نے بالکونی میں کھڑی ایک لڑکی سے پوچھا۔

بالکل یہی ہیں یار اتنی حسین سجائتہ دیوی ہی ہو سکتی ہے فرحان یوں بولا گویا کسی بچے کی بے تکی بات پر ہنس رہا ہو۔

گل پوش کہاں ہے زوہاد نے دریافت کیا۔

وہ دوبارہ اپنی اصل حالت میں آ چکی ہے اور آج رات میں اس کی بلی چڑھاؤں گی وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔

بکواس بند کرو زوہاد کی رنگت غصہ کی آنچ سے سرخ ہوئی فرحان کے لب سختی سے بھینچ گئے۔

ہاہاہا۔۔ بکواس نہیں ہے تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا وہ نہایت کروفر سے چلتی ان کے مقابل آ گئی شٹ اپ زوہاد کا ہاتھ اس کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔

تم نے تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا سجائتہ دیوی پہ اس کی سزا بھگتنا ہو گی طیش کے عالم میں وہ چلائی اور کچھ بڑبڑا کر زمین پر پھونک ماری یکا یک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نمودار ہوا ان کے قدم زمین سے اکھڑ گئے اور لہروں میں ہاتھ پیر مارنے لگے۔

زوہاد جلدی سے اس کی آنکھوں میں دیکھ فرحان بمشکل بولا لہریں انہیں ادھر سے ادھر پٹخ رہی تھیں اس جادوگر کی روح نے ہی انہیں بتایا تھا کہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے سے اس کا سحر اثر نہیں کرے گا۔

زوہاد نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پانی

دھیرے دھیرے زمین میں جذب ہوتا چلا گیا۔ سجائتہ دیوی متحیر سی کھڑی تھی اس کی آنکھوں میں دیکھنا کسی عام شخص کے بس کی بات نہیں تھی بڑے بڑے جادوگر اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے گھبراتے تھے زوہاد کی آنکھوں میں ایک عجیب سا سحر سے نظر آرہا تھا بالآخر وہ مزید اس کی چمکتی آنکھوں میں نہ دیکھ سکی اور نظریں جھکا گئیں زوہاد کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی اسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر سجائتہ دیوی بھڑک اٹھی اس سے قبل کہ وہ کچھ سمجھ پاتے وہ زیرلب بڑبڑائی اور ہنستے ہوئے ان کی سمت پھونکا اگلے ہی لمحے وہ دونوں وہاں سے غائب تھے۔

رات کی زلفیں برہم برہم
درد کی لو ہے مدھم مدھم
میرے قصے گلیوں گلیوں
تیرا چرچا عالم عالم
پتھر پتھر عشق کی راتیں
حسن کی باتیں ریشم ریشم
ایک جزا ہے جنت جنت
ایک خطا ہے آدم آدم
ایک عذاب ہے بستی بستی
ایک صدا ہے ماتم ماتم
محسن ہم اخبار میں گم ہیں
صفحہ صفحہ کالم کالم

اس نے دوبارہ ہوش کی دنیا میں قدم رکھا تو خود کو ایک تاریک کمرے میں پایا بلندی پر ایک روشن دان تھا جس سے ہلکی ہلکی روشنی کمرے میں جھانکنے کی کوشش کر رہی تھی اس نے بمشکل سر اٹھایا۔

چپ۔۔ پانی۔ اس کے لبوں سے کراہ نما آواز برآمد ہوئی۔

پانی پی لو زوہاد۔ فرحان نے اس کے [illegible] سے پیالہ لگایا ہم کہاں ہیں پانی حلق میں گیا تو [illegible] کے حواس مکمل طور پر بحال ہوئے۔

پتہ نہیں یار میں خود ابھی ہوش میں آیا [illegible] فرحان کا لہجہ پرتشویش تھا۔

فانی وہ۔ سجائتہ دیوی کہہ رہی تھی کہ [illegible] رات کو گل پوش کو۔۔ اس کا لہجہ سرسراتا [illegible] فرحان کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ [illegible] تھیں گل پوش کی موت کے خیال سے بار بار [illegible] کی آنکھوں میں پانی جمع ہو رہا تھا جسے وہ بار [illegible] پلکیں جھپکتے ہوئے پینے کی کوشش کر رہا تھا وہ آ[illegible] کی طرح دروازے کی جانب بڑھا اور دو[illegible] ہاتھوں سے دروازے پر گھونسوں کی بارش کر[illegible] زوہاد نے بمشکل اسے سنبھالا اسے یکایک احسا[illegible] ہوا کہ زوہاد اس کے پاس ہے اور اس کی موجو[illegible] میں گل پوش کے لیے یوں جذباتی ہونا ٹھیک [illegible] اس نے بمشکل خود کو سنبھالا وہ زوہاد سے نظر[illegible] چرا رہا تھا زوہاد نے اس کی آنکھوں میں لکھی [illegible] فون پڑھ لی تھی اور وہ اس کی خفت بھی محسو[illegible] کر رہا تھا اس لیے بات بدل گیا۔

فانی پانی دینا۔۔۔ فرحان بھی سرعت [illegible] رخ موڑ گیا اور جب وہ پانی کا پیالہ لے کر پل[illegible] مضبوط دروازہ دھڑا دھڑ جل رہا تھا اس [illegible] حیرت سے زوہاد کو دیکھا اور تبھی اس کے [illegible] میں جھماکا ہوا اس کے لبوں کی تراش میں خفیف مسکراہٹ جھلکی تھی۔

وہ دونوں کندھے سے کندھا ملائے [illegible] دیوی کے غلاموں سے لڑ رہے تھے اس لڑائی [illegible] اگرچہ خود انہیں بھی چوٹیں آئی تھیں تاہم دشمنو[illegible] تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔

چھ چھ۔۔۔ تم لوگ تو یہاں ہو گل پوش [illegible]

قربان ہوتا نہیں دیکھ سکو گے خیر کوئی بات نہیں یہ لڑائی تو چلتی رہے گی بلی چڑھانے کا وقت ہو گیا ہے میں چلتی ہوں سجائتہ دیوی لبوں پر زہریلا تبسم سجائے نیم تاریک کوریڈور میں اطمینان سے چلنے لگی زوہاد کا خون کھول اٹھا فانی میں انہیں روکتا ہوں تو گل کے پاس جا۔ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

مگر زوہاد یہ سب فرحان نے تذبذب سے بڑھتے ہوئے سایوں کو دیکھا۔

تو میری فکر نہ کر جاؤ وقت بہت کم ہے فانی۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ اور تیزی سے سجائتہ دیوی کے پیچھے لپکا۔ جو کسی سائے کی مانند لگ رہی تھی۔

وہ فرحان کے تعاقب سے بے خبر نہیں تھی اسے زعم تھا اپنی طاقت پر مان تھا اپنی قوت پر اور غرور تھا اپنے سحر پر اس لیے اس نے فرحان کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی مگر وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ تقدیر کا وار بڑا کاری ہوتا ہے بڑے بڑے شہ زوروں کو پل بھر میں ہرا دیتا ہے فلک بوس غرور کو خاک میں ملا دیتا ہے ہر زور آور مقدر کے آگے بے بس ہو جاتا ہے مقدر جو شاہ کو گدا اور گدا کو شاہ بنا دیتا ہے وہی تقدیر سجائتہ دیوی کے عزائم پر زیرلب مسکرا رہی تھی اس نے سجائتہ دیوی کے لیے ایک عجیب ہی جال بچھا رکھا تھا۔

ہم نہ اس صف میں تھے
اور نہ اس صف میں تھے
راستے میں کھڑے ان کو تکتے رہے
اور چپ چاپ آنسو بہاتے رہے
پیچھے مڑ کے جو دیکھا تو پھولوں کا رنگ
جو کبھی سرخ تھا زرد ہی زرد ہے
اپنا پہلو ٹٹولا تو احساس ہوا
دل جہاں تھا وہاں درد ہی درد تھا

وہ آنکھیں موندے چبوترے پہ لیٹی ہوئی تھی بند پلکوں کے عقب میں یادوں کا ایک جہاں آباد تھا یادیں جو اکیلے میں بھی انسان کی تنہائی کی ہمدم ہوتی ہیں یادیں جو کبھی خوشی میں بھی آنکھیں نم کر دیتی ہیں اور کبھی دکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ بن کر مچل جاتی ہیں یاد گر اچھی ہو تو اسے یاد رکھنا اچھا بھی لگتا ہے اور اگر بری ہوں تو انہیں بھول جانے کو دل چاہتا ہے مگر یہ بھول جانا ہی تو آسان نہیں ہوتا یادیں ذہن کے کینوس پر ایسے انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں جو مٹائے نہیں مٹتے لاکھ کوشش کے باوجود بھی انہیں ذہن سے کھرچا نہیں جا سکتا آپ دنیا میں کہیں بھی چلے جائیں یہ آپ کے ساتھ ہوتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ذات ہوتی ہے اور ہر بات سب سے فرار ممکن ہے مگر خود سے نہیں بیتی زندگی وہ ایک پل گویا اس کی آنکھوں میں ٹھہر گیا تھا اس نے ہمیشہ فرحان کو چاہا تھا مگر ان کی قسمت میں زرغام لکھا تھا اور ہوتا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے۔ جو ہم چاہتے ہیں وہ زرغام سے اپنی نسبت سے واقف تھی اس کے باوجود وہ ہمیشہ فرحان سے محبت کرتی رہی تھی اسے اکثر یہ خیال آتا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں کر رہی وہ کسی کی امانت ہے مگر محبت تو شاید ہوتی ہی خائن ہے خود سے طویل جنگ کے بعد اس نے یہ تلخ حقیقت قبول کر لی تھی کہ اسے فرحان سے محبت ہو گئی ہے مہندی کے روز اس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر فرحان سے بات کی تھی اور کیا ملا تھا اسے ہجر و نارسائی تو اس کے مقدر میں لکھی ہی جا چکی تھی مگر اپنی خودداری اور عزت نفس اس نے خود اپنے ہاتھوں گنوا دی تھی اسے یہ دکھ ہجر و نارسائی کے کرب سے بھی زیادہ تھا اور دکھ تو اس کی قسمت میں لکھے گئے تھے شادی

کے اوائل دنوں میں ہی وہ جان گئی تھی کہ وہ ان چاہی ہے زرغام بھی کسی اور کو چاہتا تھا اور اس کی بیوفائی کا بدلہ وہ گل پوش سے لیتا تھا اس کا مزاج بھی عجیب ہی تھا کبھی اس سے خوب لڑتا مارتا اور کبھی اجنبیت خود پر طاری کر لیتا ایسے میں ہی اریان کی آمد ہوئی تھی آریان کا معصوم وجود بھی زرغام پر جمے گلیشیر کو پگھلا نہ سکا شروع شروع میں اسے بے حد مشکل ہوئی تھی مگر پھر اس نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا وہ جانتی تھی کہ اس کا بھائی زوہا سے کتنی محبت کرتا ہے اور خود زوہا کو بھی اندازہ تو تھا کہ گل پوش اور زرغام کے بیچ ایک خلیج حائل ہے وہ کئی بار زرغام سے لڑی بھی تھی مگر گل پوش کے لبوں پر چپ کی مہر لگ چکی تھی اس کا وجود گویا روبوٹ میں تبدیل ہو چکا تھا اس کے جذبات واحساسات پہ برف جم چکی تھی جبھی تو وہ بے حس ہو چکی تھی صرف آریان ہی تھا جو اب اسے اپنی کل کائنات لگتا تھا پھر ایک دن زرغام نے اسے طلاق دے دی یہ کہہ کر مجھے تم جیسی بے حس بیوی نہیں چاہیے شاید وہ بھی اس تعلق کو نبھاتے نبھاتے تھک چکا تھا اور سنو میں اس سے شادی کر رہا ہوں زوہا کے ساتھ جو بھی ہو مجھے پرواہ نہیں ہے وہ سرد لہجے میں کہہ کر اسے چلے جانے کا کہہ گیا۔ وہ کتنی ہی دیر ساکت بیٹھی رہی خود پر بیتی ساری اذیتیں اسے یاد آنے لگیں اس پر عجیب سی بے بسی طاری ہو گئی تھی اور وہ یکا یک دھند کی جانب لپکی تھی وہ اس لمحے آریان کو بھی فراموش کر گئی تھی۔

گل کوئی دور بہت دور اسے پکار رہا تھا اس نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں اور آنکھیں کھولنے پر اسے جو چہرہ نظر آیا وہ حیران کر دینے کے لیے کافی تھا وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی منظر بدل چکا تھا شاہ کو مات ہو چکی تھی اور پیادے فرنٹ پر آ چکے تھے سجائتہ دیوی کے غلام جنہوں نے اسے قربان کرنا تھا ان کی لاشیں فرش پر پڑی تھیں سجائتہ دیوی خود قہر آلود نظروں سے فرحان کو گھور رہی تھی اور فرحان ۔ ۔ ۔؛

چل گل اس نے اسے اٹھانا چاہا۔

ڈونٹ ٹچ می وہ چلا اٹھی تم نے انہیں مار دیا

چلو اسے تو میں خود قربان کر لوں گی اور چھوڑوں گی تمہیں بھی نہیں سجائتہ دیوی بڑبڑائی۔

بکواس بند کرو فرحان کی آواز پر طیش تھی چلو گل اس نے گل کا ہاتھ تھاما جسے اس نے ایک جھٹکے سے چھڑا لیا۔

مجھے کہیں نہیں جانا ہے سجائتہ دیوی تم میری بلی چڑھا دو میں خود بھی اب جینا نہیں چاہتی ہوں فرحان نے بے بسی سے اسے دیکھا جو اس سے صدیوں کے فاصلے پر تھی مگر دل کی مکین تھی۔

ٹھیک ہے مجھے خوشی ہے کہ تم خود راضی ہو بلی چڑھنے پر اور ایسا پہلی بار ہوا ہے سجائتہ دیوی کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی وہ خنجر اٹھائے گل کی جانب بڑھی

اگر اسے خراش بھی آئی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا فرحان نے ایک جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب موڑا تھا ان کی نظریں ملیں اور سجائتہ دیوی ہار گئی بڑے بڑے شاہ زوروں کو چاروں شانے چت کر دینے والی مقابل پر سحر طاری کر دینے والی سجائتہ دیوی آج ایک عام سے شخص کی نظروں سے ہار گئی تھی اس کے دل میں بے ساختہ یہ خواہش ابھری کہ یہ پل بس یونہی تھم جائیں یہیں عمر تمام ہو جائے مگر پلک جھپکی سحر ٹوٹا اور منظر بدل گیا۔ فرحان نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑا۔

ٹھیک ہے اگر یہ تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہے تو لے جاؤ اس کی بات پر فرحان کی گھور سیاہ

آنکھوں میں حیرت در آئی پھر وہ گل پوش کی جانب لپکا۔

چلو اٹھو گل چلیں ایک بار کی کہی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔

کہیں نہیں جانا مجھے تم سے بولتے بولتے اس کا گلا رندھ گیا تم سب اپنی اپنی زندگی انجوائے کرو گل تمہاری زندگیوں میں کہیں نہیں ہے چلے جاؤ یہاں سے تم مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے تمہاری ہمدردیوں کی تمہارے ترس کی کسی کو بھی مجھ سے محبت نہیں ہے کسی کو بھی میری ضرورت نہیں ہے ۔ ۔ ۔ میں مرجانا چاہتی ہوں۔ مرجانا چاہتی ہوں وہ ہذیانی انداز میں چلانے لگی فرحان کا بھاری ہاتھ پوری قوت سے اس کے بائیں رخسار پر اپنا نشان چھوڑ گیا وہ کتنی ہی دیر گال پر ہاتھ رکھے ساکت سی کھڑی رہی پھر یکا یک اسے نجانے کیا ہوا کہ فرحان کے شانے سے سر ٹکا کر رونے لگی اتنے برسوں کا جمع شدہ لاوا بہہ نکلا تھا وہ اس کے کندھے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور وہ لب بھینچے ضبط کی انتہاؤں پر تھا گل کے آنسو اس کے دل پر گر رہے تھے بالآخر اس نے اس کا سر سہلا دیا اور اس کا ہاتھ تھام کر آہستگی سے بولا۔

آؤ چلیں وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل دی ان کا ہر اٹھتا ہوا قدم سجائتہ دیوی کے دل پر پڑ رہا تھا اس نے انہیں روکنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی تھی حالانکہ وہ بخوبی جانتی تھی کہ گل پوش کی بلی نہ چڑھ جانے سے اس پر دیوتاؤں کا عتاب نازل ہوگا۔ اور وہ ہمیشہ کے لیے قید ہو جائے گی مگر اس نے فرحان کے لیے ہر سزا قبول کر لی تھی اس کی چند ثانیے کی محبت نے طویل صدیوں کا سفر طے کر لیا تھا۔ اور یہ چند پل کی محبت اس کی صدیوں کی تپسیا پر حاوی ہو گئی تھی چلتے چلتے فرحان رکا پلٹا اور بولا۔

• • •

تھینکس سجائتہ دیوی تم بہت اچھی ہو اور سجائتہ دیوی بے حد ہلکی پھلکی ہو گئی بادلوں کے سنگ اڑنے لگی اسے لگا کہ اب کوئی سزا سزا نہیں رہے گی اس نے مسکراتے ہوئے انگلی کی پور سے آنسو پونچھا اور آنکھیں بند کر لین وہ اس منظر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی آنکھوں میں قید کر لینا چاہتی تھی کہ اسے اب باقی زندگی اسی لمحے کے سہارے گزارنا چاہتی تھی اس نے فرحان کی نرم مسکراہٹ اس کی آنکھوں میں جذب ہو گئی اس نے آنکھیں کھولیں جانے والا جا چکا تھا معا وہ چونک گئی دیوتا کے مجسمے کی آنکھیں آگ اگل رہی تھیں تم نے ہماری بھینٹ چڑھنے والی ناری کو جانے دیا ہے اب سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جا سجائتہ دیوی معا ہی کھنکتی زنجیریں اس کے وجود سے لپٹنے لگیں ی طلسمی زنجیریں اس کے جسم میں اترنے لگیں ان سے آگ کی لپٹیں نکل رہی تھیں اسنے ہونٹ دانتوں تل دباتے ہوئے اپنی چیخوں کا گلا گھونٹا تھا اسے ہمیشہ اب یہ اذیت سہنا تھی مگر اس کے باوجود اسے اپنے فیصلہ پر ذرا پچھتاوا نہیں تھا دل دریا سمندروں ڈونگھے تے کون دلاں دیاں جانے ہو۔

اب اس حوض سے پانی لے کر ان سب پتھروں پر چھڑکتے جاؤ سب اپنی اصلی حالت میں آجائیں گے وہ تینوں اس حوض کے کنارے موجود تھے جادوگر کی روح آزاد ہو چکی تھی اور اب وہ انہیں مزید ہدایات دے رہا تھا سجائتہ دیوی کے سحر پر محبت کا سحر غالب آ گیا تھا وہ محبت جس پر کوئی طلسم اثر نہیں کرتا کوئی سحر نہیں چلتا۔ مگر یہ ایسا طلسم ہے جو ہر ایک کو جکڑ لیتا ہے ایک ایسا سحر ہے جس کا کوئی توڑ نہیں ہے زوہا اور فرحان نے پانی لیا اس پر آیت الکرسی معوذتین اور درود

شریف پڑھا اور ان مجسموں کی جانب بڑھ گئے وہ ان پر پانی چھڑکتے گئے اور طلسم ٹوٹتا گیا وہ سنگی مجسمے گوشت پوست کے انسانوں میں ڈھلنے لگے۔

جان تم لوگ کہاں چھپ گئے تھے۔ ہم نے بھی تمہیں ڈھونڈ ہی لیا یہ ڈیوڈ تھا کیمرہ بدستور اس کے گلے میں لٹک رہا تھا میری بال بکامی دھیر نے سے بڑبڑایا اکمل کو اپنی بکری کی فکر تھی اور زرجان اور زریشہ حیرت زدہ تھے شاہرم انصر وغیرہ آنکھیں پھاڑے دیکھ رہے تھے سب کو وہاں اس قدر شور مچ چکا تھا کہ کان پڑی آواز بھی سنائی نہ دے رہی تھی۔

سورج بادلوں کا چولہ اوڑھے ہوئے تھا ہلکی ہلکی دھند ہر جانب پھیل چکی تھی ہر شے دھند کے مہین پردے میں ملفوف تھی وہ گلاب کے پودوں کے پاس سبز گھاس پر بیٹھی تھیں سرخ اور سفید گلاب کانٹوں کی سولی پر بھی مسکرا رہے تھے کچھ لوگ بھی انہیں گلابوں کی مانند ہوتے ہیں زندگی کا ہر دکھ حالات کی ہر تلخی اپنوں کے بخشے گئے زخم ہر کرب واذیت کو مسکرا کر پی جانے والے جن کا دل زخم زخم ہوتا ہے روح آبلہ آبلہ ہوتی ہے مگر ان کے لبوں پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی ہے اور یہی مسکراہٹ اصل مسکراہٹ ہے زخم دے کر مسکرانا تو سبھی جانتے ہیں مگر زخم کھا کر مسکرانا کوئی کوئی ہی جانتا ہے کیونکہ خوشی میں مسکرانا بڑی بات نہیں ہے دکھ کو بھی مسکرا کر جھیلنا بہت بڑی بات ہے وہ ابھی ابھی آریان کو سلا کر آئی تھی اور اب گل پوش زوباد اور فرحان کے بارے میں سوچ رہی تھی فرحان کو گئے بھی عرصہ ہو گیا تھا اس نے اس دن اسے روکنے کی کوشش کی تھی مگر فرحان کا عزم جوان تھا اور ارادہ پختہ تھا بھابھی میں زوباد کو ضرور واپس لاؤں گا فرحان کا ہر عزم لہجہ ابھی تک اس کی سماعتوں میں محفوظ تھا سب دبی دبی زبان میں کہتے تھے کہ وہ لوگ اب کبھی واپس نہیں آئیں گے مگر اسے لگتا تھا کہ وہ لوگ ضرور واپس آئیں گے ایک عجیب مانوس سے احساس کے تحت اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔

دیکھئے بھابھی میں آپ کے سر کے تاج کو واپس لے آیا ہوں فرحان خوشدلی سے بولتا اسے حیران کر گیا وہ لپک کر زوباد تک پہنچی تھی۔

تت تم واپس آگئے وہ خوشی سے لرزتی آواز میں بولتی اس کے فراخ سینے میں سما گئی وہ بچوں کی مانند رو رہی تھی زوباد نے اس کے ریشمی بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بے بسی سے اسے دیکھا۔

یار عجیب بات ہے جاتے وقت بھی آنسوؤں کے ہمراہ رخصت کیا تھا اور اب استقبال بھی۔۔

اف توبہ زوباد بھابھی آپ اتنی بولڈ کب سے ہو گئیں کہ ہمارے سامنے ہی اف اللہ مجھے تو شرم آرہی ہے فرحان کی آواز پہ وہ بری طرح سٹپٹائی اور بدک کر زوباد سے الگ ہوئی سب کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

بھابھی میرا آنی کہاں ہے اس کے گلے لگتے ہوئے گل پوش نے پوچھا۔

میں یہاں ہوں ماما۔۔ وہ بھاگتا ہوا اس کے سینے سے لگ گیا پھر وہ دونوں روئے کہ سب کی آنکھیں بھر آئیں۔

زوباد مجھے تم سے کچھ بات کرنا تھی۔

وہ دونوں ابھی ابھی میڈیا والوں کو انٹرویو دے کر آئے تھے سب لوگ اپنے اپنے علاقے میں پہنچ گئے تھ اور جو نہیں پہنچے تھے وہ لوگ دھند نگر میں ہی بس گئے تھ اس واقعہ کا میڈیا میں بہت چرچا ہوا تھا کچھ لوگوں نے یقین کیا تھا کچھ نے نہیں لیکن سچائی کسی کے نہ ماننے سے بدل تو نہیں

جاتی بہر حال جو بھی تھا دھند نگر یکا یک میڈیا کی نظروں میں اہمیت اختیار کر گیا تھا اور ٹورسٹ بھی آنے لگے تھے زریشہ اور زرجان کی شادی بہالیہ ہو گئی تھی شاہرم لوگ اپنے اپنے گھر میں لوٹ آئے تھے۔

ہاں بول ۔۔ زوباد کی نگاہیں آسمان پر تیرتے ہوئے رنگ برنگے بادلوں پر تھیں۔

وہ زوباد میں گل پوش سے شادی کرنا چاہتا ہوں فرحان جھجکتے ہوئے بول رہا تھا زوباد نے چونک کر اسے دیکھا۔

فانی گل۔ آریان ۔۔ اس نے اسے احساس دلانا چاہا۔

آریان کو میں ایک باپ کا پیار دوں گا۔ اتنا کم ظرف نہیں ہوں کہ فرحان نے بات ادھوری چھوڑ دی

تو پھر ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر اس نے قدرے توقف سے بات مکمل کی۔ میری ایک شرط ہے۔

کون سی شرط۔ فرحان نے اسے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

تو کبھی بھی مجھے اس نامعقول لفظ سے نہیں پکارے گا وہ قطعی انداز میں بولا۔

کون سا نامعقول لفظ۔ فرحان کی آنکھوں سے الجھن مترشح تھی۔

سالا ۔۔ اس کے چبا چبا کر کہنے پر فرحان کا قہقہہ بے ساختہ تھا زوباد نے بے حد محبت سے اسے دیکھا جو آج نجانے کتنے عرصے بعد یوں ہنسا تھا کہ اس کی آنکھوں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا آج اس کا قہقہہ کھوکھلا نہیں تھا بلکہ اس میں دل کی خوشی کی کھنک تھی۔

یہ جو پلکوں پر چھم چھم ستاروں کا میلہ سا ہے
یہ جو آنکھوں میں دکھ سکھ کے ساون کا ریلہ سا ہے
یہ جو تیرے بنا کوئی اتنا اکیلا سا ہے
زندگی تیری یادوں سے مہکا ہوا شہر ہے
سب محبت کا ایک پہر ہے
کوئی خوشبو کا جھونکا ادھر آ نکلتا کہیں
گم ہے نیندوں کے صحرا میں خوشبو کا رستہ کہیں
ہر خوشی آتے جاتے وقت کی لہر ہے
سب محبت کا ایک پہر ہے
زندگی دھوپ چھاؤں کا ایک کھیل ہے۔
بھیڑ چھٹتی نہیں
اور اسی کھیل میں دن گزرتا نہیں رات کٹتی نہیں
تم نہیں جانتے خواہشوں کی مسافت سمٹتی نہیں
پیار کرتے ہوئے آدمی کی عمر کبھی گھٹتی نہیں
دل کی دہلیز پہ عکس روشن تیرے نام سے
رت جگے آئینوں میں کھلے ہیں کہیں شام سے
ایک دریا ہے چاروں طرف درمیان بحر ہے
سب محبت کا ایک پہر ہے

وہ چھت پر کھڑی ڈوبتے سورج پر نظریں جمائے ہوئے تھی کہ آہٹ پر چونک کر مڑی۔

تم نے مجھ سے شادی سے انکار کیوں کیا فرحان کا گھمبیر لہجہ اس کی سماعتوں سے ٹکرایا۔

مجھے تمہاری ہمدردی یا ترس کی ضرورت نہیں ہے وہ سپاٹ لہجے میں بولتی رخ پھیر گئی۔۔

ترس ہمدردی وہ بڑبڑایا۔ گل یہ ترس نہیں محبت ہے۔ اس نے یقین دلانا چاہا۔

محبت۔ وہ بھی مجھ سے ہاہاہا۔ وہ جیسے خود پر ہنسی تھی۔

ہاں محبت گل صرف تم ہی نہیں میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں فرحان نے تھکے تھکے سے انداز میں منڈیر سے ٹیک لگالی ڈوبتے سورج کی گلابی کرنیں اس کے چہرے پر بھٹک رہی تھیں وہ دھیرے دھیرے اسے سب کچھ بتاتا چلا گیا۔

دشت ہجراں کا آبلہ پا سفر نارسائی کا کرب اور دل پر گزرنے والی ہر قیامت وہ متحیر سی سنتی رہی تم ۔۔تم فرحان کچھ بولنے کی خواہش میں اس کے لب پھڑ پھڑا کر رہ گئے وہ رونے لگی ہچکیوں سے اس کا پورا وجود لرز رہا تھا فرحان نے اسے خود سے لگالیا گل نے فرحان پر ایک نگاہ ڈالی ڈوبتے ہوئے سورج کی نارنجی کرنیں اس کے پرکشش چہرے پر چھائی ہوئی تھیں اس نے فرحان کے شانے سے سر ٹکایا اور طمانیت سے مسکرادی۔ فرحان نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گالوں پر پھسلتے آنسو سمیٹ لیے تھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

تم یاد رکتنا آتے ہو میری ہر صدا سے پوچھو
ساری رات سو نہیں پاتے باد صبا سے پوچھو
تمہاری نگاہ میں جو بے مول ہیں کچھ غم نہیں
دعا
میرے آنسوؤں کی قیمت تم میرے خدا سے
پوچھو

وہ ایک بڑے سے پتھر پر ایک ہاتھ کی بند مٹھی ٹھوڑی تلے رکھا ساکت بیٹھا تھا بلیک ڈھیلے ڈھالے ٹراؤزر اور گہرے ٹی شرٹ میں اس کا وجیہہ سراپا نمایاں تھا ریشمی شہد رنگ بال فراخ پیشانی پر بکھرے تھے شہد رنگ ساحر آنکھیں دھند کے پار کھوجنے کی سعی میں مصروف تھیں اس سے قدرے ہٹ کر بہتی آبشار کا پانی شفاف موتیوں کی صورت اڑ اڑ کر اسے بھگو رہا تھا تاہم اسے گویا خبر ہی نہ تھی وہ یوں ساکت بیٹھا تھا کہ اس پر کسی سنگی مجسمے کا گمان ہوتا تھا اس کا عکس پیروں تل بچھے شفاف پانی میں واضح تھا دھیرے دھیرے پانی میں ایک اور عکس ابھرا زوہاد فرحان نے پکارا تو وہ بے ساختہ چونکا ہوں،

کہاں کھوئے ہوئے ہو۔

فرحان اسے مسلسل ایک ہی پوز میں بیٹھے دیکھ رہا تھا سوچ رہا ہوں دھند کے پار ایسا کیا طلسم تھا جو ہر جانے والے کو روک لیتا تھا لوٹنے ہی نہیں دیتا تھا وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا آنکھوں میں شرارت کی چمک تھی،

کیا۔۔فرحان نے اسے گھورا ایک بار جا کر بھی پتہ نہیں چلا کہ کیا طلسم تھا۔

نہیں چلا نا پتہ لگتا ہے دوبارہ جانا پڑے گا۔

اس کی نظریں ہنوز دھند پر تھیں۔

دہاٹ۔فرحان کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

چل گھر چل یہ تجھ پر اب جو بھوت سوار ہوا ہے نان یہ زوہا بھابھی کی ہائی ہیل چپل سے ہی اترے گا ہوش تجھے بھی آئے گا جب چھترول ہوگی وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اٹھانے لگا زوہاد کے خوبصورت لبوں کی تراش میں نہایت دلکش مسکراہٹ بکھری۔

چلو زوہا اور زیان انتظار کر رہے ہوں گے اس کے لہجے میں اپنا یک سالہ بیٹے کے لیے بے پناہ پیار تھا فرحان نے ہاتھوں کی اوک میں پانی لیا اور اس کے چہرے پر پھینک دیا اس نے ایک دم چہرہ پرے کیا تاہم تب تک پانی اس کے مقناطیسی نقوش کے حامل چہرے کا بوسہ لے چکا تھا۔ اس نے آنکھیں جھپکیں فرحان نے مسکراتے ہوئے اس کی بائیں آنکھ کی مڑی ہوئی پلکوں پہ اٹکے شفاف پانی کے ستارے کو دیکھا ٹھہر جا تمہیں تو میں بتاتا ہوں زوہاد اس کی جانب لپکا فرحان ہنستا ہوا جست لگا کر بھاگ گیا۔ زوہاد بدستور اس کے پیچھے تھا وہ دونوں بے فکری سے قہقہے لگاتے اونچے نیچے پتھریلے راستوں پر بھاگے چلے جا رہے تھے ہلکی ہوا سے سرسراتے ہوئے درختوں چہچہاتے ہوئے پرندوں اور ہلکی ہوا نے ان کی خوشیوں کے دائم ہونے کی دعا مانگ ڈالی تھی اور دھیرے دھیرے یہ دعا آسمان کی جانب محو پرواز تھی۔

کہیے جناب کیسی لگی ہماری سٹوری اپنی قیمتی رائے سے نوازیئے گا تاکہ ہم مزید لکھ سکیں شبنم گل آپ کہاں ہیں ہم نے آپ اور وارث آصف کان کی تنقید کے لیے تو لکھنا شروع کیا ہے اور آپ ہیں کہ غائب ہی ہو گئیں وارث آصف خان بے نیازی صاحب برائے اردو ھن کی کوئی سنسنی خیز تحریر کے ساتھ حاضر ہوں اور سو پلیز کہ آپ نے ہماری پہلی فرمائش پوری کی تھی امید ہے اس پر بھی غور کریں گے عمران رشید پلیز کوئی سنگل سٹوری لکھیں جلدی سے فرزانہ یاسمین کیسی ہیں آپ آپ ہمیں بے حد اپنی اپنی سی لگتی ہیں اور پرنٹر صاحب خدارا ہماری سٹوریز سے کوماز ہلکی پھلکی بھوک میں ہلکا ہلکا ٹک سمجھ کر نہ اڑا دیا کریں اب آپ کا وزن زیادہ ہے اور آپ ڈائٹنگ پہ ہوتے ہیں تو اس میں ہماری معصوم سٹوریز کا کیا قصور پلیز غور کریے گا ہماری اس گزارش پر آخر میں سب کو سلام اسپیشلی فرزانہ یاسمین۔ خوشبو سلیم اور حیا اینڈ بانیہ کو پھر کسی نئی سٹوری کے ساتھ ملاقات ہوگی بشرطیکہ آپ لوگوں نے حوصلہ افزائی کی تو اللہ حافظ۔

ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور۔

طاقت

---تحریر: حیدر علی دانش۔ آف چونترہ۔

اس گفتگو کو دیکھا تو میرے بابا جی جلدی سے بھانپ گئے کہ ان دونوں کو مار دینا ہی بہتر ہے بابا جی نے یکدم ایک پھونک ماری تو اس چڑیل کے گلے میں ایک سنگل ڈل گیا اور وہ غرانے لگی اور رو رو کر بابا جی کی منتیں کرنے لگی بابا جی نے اس کی ایک نہ سنی اور اس کو قید کر لیا اور اس خون آشام حویلی کی طرف سفر کرنے لگے دو دن کے سفر کے بعد بابا جی کافی تھک گئے تھے اور ایک جگہ آرام کرنے کے لیے وہ سو گئے خواب میں انہوں نے دیکھا کہ الوص جن نہ اس کو کہا کہ بابا جی میں اگر تیری بات پر عمل کرتا تو آج یہ نوبت نہ آتی اور پھر رو کر کہنے لگا۔ بابا جی اس جادوگر اور چڑیل کو زندہ نہ چھوڑنا کبھی بھی ایسا نہ کرنا کہیں یہ کسی اور کو تکلیف نہ دے یہ شیطان کی اولاد کسی کو تنگ کرے گی اس کو مت چھوڑنا بابا جی یہ خواب دیکھ کر ہڑبڑا کر اٹھ کر بیٹھ گئے اور ان کو ختم کرنے کے لیے پہلے بابا جی نے ایک چلہ کرنے کے لیے پروگرام بنایا اور چلے میں مصروف ہو گئے چلے کرنے کے دوران چڑیل بابا جی کی بڑی منتیں اور سماجتیں کرنے لگی بابا جی نے دم کر کے اس پر پھونکا تو وہ دوڑتی ہوئی بھاگ گئی بابا جی نے چلہ تین دنوں میں ختم کیا اور اس حویلی کی طرف چل دیئے اور اس کے اندر داخل ہو گئے جیسے ہی وہ حویلی میں داخل ہوئے تو حویلی میں چمگادڑیں اڑنے لگیں اور حویلی لرزنے لگی جیسے بھونچال آ گیا ہو بابا جی نے اس حویلی میں ایک کمرے کا تالا کھولا اور ان سے بدبو آ رہی تھی کمرے کے اندر فرش پر ایک شیشے کی بوتل میں اس چڑیل کی آتما تھی جیسے ہی بابا جی نے بوتل کو چھوا ایک چڑیل تڑپ کر بابا جی کے پاؤں میں گر گئی۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی

اس واقعہ کو بیس سال گزر چکے ہیں لیکن مجھے اس کا لمحہ بہ لمحہ اچھی طرح ذہن نشین ہے کہ میرے گاؤں کے لوگ اس زمانے کے ہر سحر اور جادوائی فن کو اچھی طرح جانتے تھے مگر میرے بابا موسیٰ اس علوم میں بہت مہارت رکھتے تھے اور انہوں نے بہت سی چڑیلوں اور کافر جنوں کو نوری علم کے ذریعے جلایا تھا وہ اس علم میں کیسے داخل ہوئے میں آپ کو تفصیلاً بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں ہندو سادھوؤں نے کیا کیا گل کھلائے ہوئے ہیں

محمد موسیٰ ۱۹۰۵ء میں ہمارے گاؤں میں پیدا ہوئے جب دو برس کے ہوئے تو ان کے سر سے والد محترم کا سایہ اٹھ گیا اور وہ اپنے نانا جی کے پاس چلے گئے اور سات برس کی عمر میں اپنے بابا جی کے گاؤں آ گئے ان کے مرحوم بابا نے ان کے ترکے مین کافی دولت چھوڑی ہوئی تھی لیکن بابا جی موسیٰ کو اس دولت سے لگاؤ نہیں تھا بابا جی کے والد جنوں اور بھوت کو قرآن پاک کا سبق پڑھاتے تھے اور بہت سے جن اس عظیم ہستی سے فارغ ہوئے تھے بابا جی کے والد نے مرتے وقت ان سب چڑیلوں کو آزاد کر دیا تھا اور ان میں سے بہت سے جنوں اور چڑیلوں کو بابا جی کے والد پر اپنے اوپر کئے گئے ظلم اور جبر کا حساب لینا تھا بابا جی کے والد کے

مر جانے کے بعد انہوں نے میرے بابا اور دوسروں گھر والوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔

بابا جی کی عمر اس وقت بیس سال کی ہوگی جب بابا جی نے حالات کو دیکھا کہ حالات بس سے باہر ہونے لگے ہیں تو اس نے گھر والوں کو اس بہت بڑی مصیبت سے نکالنے کی تدابیر سوچیں اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اور وہ بہت زیادہ پریشان رہنے لگا لوگوں نے اس سے پوچھنا چاہا مگر وہ اس نے کسی کو نہیں بتایا اس طرح بہت سے دن بیت جانے کے بعد بابا جی کے پاس اس کے والد کا شاگرد جو بابا جی کے والد کی موت کی خبر سنکر آیا وہ بابا جی سے انسان کی شکل میں آیا۔ لیکن بعد میں اس نے کہا۔

میں ایران کے بہت بڑے ساحری جادوگر کے ہاتھوں قید ہوں میں ایک جن ہوں اور میرا نام الوص ہے اور میں مسلمان ہوں اور تیرے باپ کی موت کی خبر سن کر بہت پریشان تھا لیکن اس سامری جادوگر کی قید میں تھا میں کچھ نہیں کر سکتا تھا وہ الوص جن وہاں سے چلا گیا۔ بابا جی نے حالات کے بارے میں اس سے کوئی بات نہیں کی تھی اس طرح میرے بابا جی عمر کے مراحل طے کرتے ہوئے تیس سال کی عمر کے تھے جب ان کے گھر میں بڑا دردناک واقعہ ہوا جس نے پورے گاؤں والوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

دراصل بابا جی کے والد نے جو چڑیلیں ماری تھیں ان کی آتماؤں کو ختم نہیں کیا تھا وہ اپنی جگہ پر نہ جا سکیں تھیں اور وہ ان سے انتقام لے رہی تھیں آدھی رات کا وقت تھا کہ ان کے گھر میں ہر طرف خون ہی خون بہنے لگا اور پورے گاؤں والوں نے اس حقائق کو جاننے کی کوشش کی مگر بے سود کوئی خاص آثار نظر نہیں آرہے تھے۔۔۔۔۔۔ ہر روز کوئی نہ کوئی واقعہ گاؤں والوں کو دہلا کر رکھ دیتا اب میرے بابا نے اس علم کو جاننے کے لیے اپنی والدہ محترمہ سے اجازت طلب کی اور روانہ ہوگئے، ایک جنگل میں سے گزر رہے تھے کہ ان کی نظر ایک جھونپڑی پر گئی تو وہ اس کی طرف چل دیئے جھونپڑی بڑی بوسیدہ تھی اور اس کی خستہ خالی کے آثار نظر آرہے تھے۔

بابا جی نے جھونپڑی کا جائزہ لیا تو ان کو اندر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آئی جب انہوں نے اندر دیکھا تو مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پھٹی پھٹی رہ گئیں ان کو آواز مسلسل آرہی تھی لیکن یہ آواز کس کی تھی وہ نظر نہیں آرہا تھا یکدم وہ آواز بند ہوگئی اور اندر سے غیبی آواز آئی۔

آجا موسی میرے اور بابا آواز سن کر ششدر رہ گئے کہ میرے نام کے بارے میں ان کو کیسے علم ہوگیا ہے اور کوئی یہاں نظر بھی نہیں آرہا ہے بابا جی پسینے سے شرابور ہوگئے تھے اور اللہ کا نام لے کر جھونپڑے میں داخل ہوگئے ایک دم وہاں پر ایک سبز چادر میں ملبوس سفید داڑھی اور ہاتھ میں قرآن پاک تھا بے ایک بزرگ نظر آئے بزرگ کے چہرے پر بہت خوشی کے آثار تھے اس نے کہا۔

تو خود ہی چلے آیا ہے، وگرنہ میں تیرے گاؤں آرہا تھا مجھے تیرے اور تمہارے گاؤں والوں کی پریشانی کا علم ہے میں نے بابا جی کے بارے میں یہ بھی سنا ہے کہ ان کے باپ کی کچھ شکتیاں مرتے وقت ان میں منتقل ہوگئی تھیں لیکن میرے بابا جی کو ان شکتیوں کا کچھ فائدہ نہیں تھا بابا جی نے بزرگ بابا سے پوچھا۔

میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں مجھے اپنے بارے میں کچھ بتائیں بزرگ بابا یہ بات سن کر مسکرا دیئے اور ان کے چہرے سے روشنی کھلنے لگی بابا جی نے کہا۔

جب تم سات سال کی عمر کے تھے تو تم میرے گاؤں سے اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے گاؤں چلے گئے تھے بابا جی نے اپنے ذہن میں سوچا اور جان گئے کہ یہ بزرگ میرے ماموں جی دین محمد ہیں اور میں نے ان کو ماموں جی کہہ کر گلے لگا لیا اور بہت خوشی محسوس کی مجھے گھر جانے کی جلدی تھی میں نے ماموں کو گھر کے تمام حالات سے آگاہ کیا اور ان کو اپنے گھر جانے کو کہا تو انہوں نے کہا۔

بیٹا ہم ایسے نہیں تمہارے گھر جائیں گے وہاں پر بہت بڑے جن اور چڑیلوں کا میلہ ہے اور وہ دس دن تمہارے گھر میں آتے ہیں کوئی نہ کوئی نقصان کرنے کے لیے لیکن باپ کی نورانی طاقت کی وجہ سے بچ جاتے ہو تمہیں میرے ساتھ ایک چلہ کر کے اپنے بابا جی کی طاقت دوبارہ سے حاصل کرنا ہوگی تب تم اور میں ان سے مقابلے کے قابل ہوں گے میں نے ماموں کو کہا۔

مجھے جلد از جلد چلے کرنے کے لیے لے جائیں تو بابا جی کو وہ ایک جنگل کی طرف لے کر چل پڑے اور راستے میں تمام ان کو سمجھا دیں۔

بابا جی نے اپنے گرد سندور سے حصار بنایا اور اپنے سامنے امبر اور زعفران کی دھونی جلائی اور اپنے چلے میں مصروف ہوگئے آدھی رات کا وقت تھا کہ جنگل میں طوفان برپا ہوگیا ایسے لگتا تھا کہ اسرافیل نے قیامت برپا کرنے کے لیے صور پھونکا ہے جنگل کے درخت ایسے جھول رہے تھے کہ جیسے ڈانس کر رہے ہیں یکا یک آسمان پر گرج چمک کے ساتھ بارش اور بہت بڑے اولے برسنے لگے لیکن بابا جی اپنے چلے میں مصروف رہے بابا جی چونکہ ایک چٹیل میدان میں پڑے ہوئے ایک بڑے سے پتھر پر چلہ کرنے میں مصروف تھے اس نے ان پر بارش کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا ایکدم جنگل میں رونے کی اور سسکیوں کی آوازیں آنے لگیں بابا جی ڈر کر بھاگنے لگے لیکن اس کو بزرگ بابا نے غیبی آواز سے کہا۔

موسی کچھ بھی نہیں ہے یہ تیرے کانوں اور نظر کا دھوکا ہے اپنے کام میں لگے رہو جب صبح ہوئی تو بابا جی موسی کا چلہ ختم ہی ہونے والا تھا کہ اچانک ان کی ماں جنگل میں روتی ہوئی آرہی تھی موسی نے ماں کو اس حالت میں دیکھا کہ اٹھ کر ماں کی طرف جانے لگا ایک دم اس کے پاؤں کو کسی نے جکڑ لیا اور بزرگ کی آواز آئی

اے موسی تیرے سامنے تیری ماں نہیں ہے یہ اس کو پھونک مارو جب بابا جی نے پھونک ماری تو وہ چیخ کر بڑی بلا بن کر دور بھاگنے لگی بابا جی اپنے دل کو تسلی دی اور چلے میں مصروف ہوگئے۔

اتنے میں سورج کی کرنیں پھوٹنے لگیں بابا جی نے اپنے آپ کو حرارت محسوس کی اور عمل کو تیزی سے کرنے لگے ایک طرف سے بزرگ بابا آرہے تھے بزرگ بابا کو دیکھ کر اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اس کی نظر آسمان کی طرف تھی اچانک آسمان سے ایک سرخ گولہ بابا جی کے کانوں میں داخل ہوگیا بزرگ بابا یہ دیکھ کر مسکرا رہے تھے جونہی وہ گولہ بابا جی کے کانوں میں سے اندر چلا گیا تو بابا جی نے نیند سی محسوس کی اور بے ہوش ہوگئے تو بزرگ بابا بہت کوشش تھے انہوں نے میرے بابا کو اٹھایا اور جھونپڑی کی طرف لے گئے اور ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے میرے بابا علام بے ہوشی سے اٹھے تو ان کے اندر عجیب سی طاقت آگئی اتنے میں دوپہر سے زیادہ وقت گزر گیا بزرگ بابا نے میرے بابا موسی کو حکم دیا کہ وہ صبح تمہارے گاؤں جائیں گے اور وہاں کے حالات کا جائزہ لیں گے اور ان سب کا خاتمہ کریں گے صبح کا ناشتہ کرنے کے بعد دونوں نے سفر شروع کر دیا جب وہ گاؤں میں داخل ہوئے تو لوگوں نے کہا۔

چڑیلوں نے تمہارے جانے کے بعد گاؤں والوں کا بہت نقصان کیا ہے تین چار لڑکوں کو رات کو

قتل کر کے گھروں کی چھتوں پر پھینک دیا گیا ہے اور وہ چڑیل ہم کو دھمکی دے کر گئی ہے کہ وہ اب گاؤں میں شیطان سے طاقت لے کر آئے گی اور پورے گاؤں کو تباہ کر دے گی۔

باباجی نے اپنے علم سے پتہ چلایا کہ وہ چڑیل ایران کے سامری جادوگر کی چیلی ہے اور جادوگر شیطان کی پجاری ہے وہ کوئی ضرور نقصان کرے گی باباجی نے آتے ہی جادوگر اور چڑیل کو ختم کرنے کی تیاری کی وہ رات کے وقت اپنے مخصوص چلے میں مصروف تھا کہ اچانک چڑیل نے کہا۔

اوئے چھوکرے اگر اپنی اور اپنی ماں اور گاؤں کی خیر چاہتا ہے تو مجھے میری خوراک خون اور انسانی گوشت کھلاتا رہ میں تیری بن بن کر رہوں گی اور اگر تم نے میرے بارے میں کوئی چال چلی تو میں تیرے دوستوں کی طرح تیرا بھی حشر نشر کردوں گی اور سن اگر میری خوراک کل تک مجھے نہ مل سکی تو میں تیری ماں کو مار ڈالوں گی یہ بات سن کر باباجی دہشت میں آ گئے اور انہوں نے کہا۔

اے حرامزادی میں تیرے اور اس سامری جادوگر کے ٹکڑے کردوں گا میں ایک خدا کو ماننے والا مسلمان ہوں میں تمہیں تمہارا ہی گوشت کھلاؤں گا اتنے میں چڑیل نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا ہاہاہا۔۔ اور چلی گئی بابا نے اس کام کو جلدی جلدی کرنے کے لیے ترکیب تیار کی اور ایک ٹیلے پر بیٹھ کر جاپ کرنے لگے ادھر چڑیل نے سامری جادوگر کو بتا دیا کہا۔

نوری بابا کے پورے موسیٰ نے تیرے اور میرے تخت کو تاراج کرنے کے کئی اقدامات اٹھائے سامری یہ سن کر غصے سے آگ بگولہ ہوگیا اور الوص جن کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

وہ اس موسیٰ کے پاس جائیں اور میرا ایک حکم ان کو سنا دیں کہ میں نے بڑے بڑے علم رکھنے والوں کو زیر کیا ہے تو تو میرے آگے ایک مکھی برابر ہے میں تجھے مسل دوں گا ورنہ اس سے باز آ جائے تو تیرے لیے اچھا ہے جادوگر بھی میرے باباجی کی طاقت سے واقف نہیں تھا اور وہ طاقت بھی قرآنی طاقت تھی الوص جن جو کہ پہلے سے ہی باباجی کا ہمدرد تھا اس نے باباجی کو کہا۔

سامری نے آپ کے بارے میں بڑے غصے سے وعید سنائی ہے کہ اگر وہ باز آجائے تو اچھا ہے باباجی نے الوص کو اپنے پاس رہنے کو کہا تو الوص جن نے انکار کر دیا۔ اور کہا۔

باباجی میں آپ کے پاس اس لیے نہیں آیا کہ یہاں رہوں اس جادوگر نے مجھے ایک انگوٹھی میں قید کیا ہوا ہے اور وہ انگوٹھی اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ حسب ضرورت مجھ سے کام لیتا ہے میں اگر نہیں جاؤں گا تو وہ میری آتما کو جلا دے گا ہاں آپ مجھے ایک طریقہ سے حاصل کر سکتے ہیں شمال کی جانب ایک سیاہ درختوں کی وحشت ناک جنگل ہے اس میں ایک تابوت ہے اس تابوت میں اس سامری کی آتما ہے اگر تم اس تابوت کو حاصل کر لو گے تو تم مجھے سامری جادوگر سے حاصل کر سکتے ہو بلکہ اس کو بھی ختم کر سکتے ہو۔

باباجی کو یہ بات کہہ کر الوص جن غائب ہوگیا الوص جن کی قید کا باباجی کو بہت دکھ ہوا اس نے کل ہی کالے جنگل میں جانے کی تیاری کر لی اور بزرگ بابا کو ساتھ جانے کو کہا تو بابا نے انکار کر دیا باباجی میں نہیں جا سکتا میں شدید بیمار ہوں باباجی نے اکیلے ہی رخت سفر باندھا اور چلے گئے۔

شام کے سائے لمبے ہو رہے تھے کہ باباجی کو دور سے سیاہ جنگل دکھائی دیا باباجی کی خوشی کی انتہا ہوگئی اس نے تیزی سے سفر جاری رکھا رات آدھی ہو گئی تھی باباجی نے جنگل میں وسط میں چلے کی تیاری کرنے لگے انہوں نے اپنے اوپر ایک حصار

بنایا اور عمل کرنے میں مصروف ہوگئے اور تیزی سے عمل کرتے رہے لیکن ان کو تابوت نہ ملا یکایک جنگل میں آندھی چلنے لگی اور جنگل کے درخت سانپوں کی طرح آپس میں لڑنے لگے رونے کی آوازیں آرہی تھیں باباجی نے اپنا کام تیز کر دیا اچانک ماحول میں خاموشی چھا گئی تو ایک فضا میں اڑتا ہوا تابوت باباجی کو نظر آیا باباجی نے تابوت کی طرف پھونک ماری تو تابوت باباجی کے آگے گر گیا باباجی نے تھیلے سے ایک انگوٹھی نکالی اور تابوت کی لکڑی کا جو بنا ہوا تھا اس لیے باباجی نے جلد ہی تابوت کو توڑ دیا اور اس سے ایک سیاہ دھواں برآمد ہوا باباجی نے پھونک ماری اور وہ دھواں جادوگر کی شکل میں آ گیا باباجی اس کو جلا دینا چاہتے تھے لیکن اس نے جادوگر سے الوص کی آتما کو جادوگر سے آزاد کروانا تھا باباجی نے پھونک ماری تو وہ دھواں بن کر باباجی کی انگوٹھی میں منتقل ہوگیا باباجی نے جنگل سے واپس آنے کا ارادہ کر لیا کہ آسمان پر ایک بلا سی اڑتی ہوئی باباجی کے قدموں میں گر گئی۔

باباجی نے اس کو کہا پیچھے ہٹ جا ناپاک روح۔ وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گیا باباجی کو کہنے لگا۔

میں سامری جادوگر ہوں اور میں نے آپ کو کچھ نہیں کہا اور نہ ہی میں آپ کی نورانی طاقت کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوں آپ میری روح کو آزاد کر دیں آپ جیسے کہیں گے میں ویسے ہی کروں گا بابا جی نے اس کی ایک نہ سنی اور اس کو کہا۔

وہ الوص جن کی آتما کو میرے حوالے کر دے اس نے جلدی سے الوص جن کی روح کو باباجی کے حوالے کر دیا۔ باباجی نے الوص جن کو اپنے پاس بلا کر اس کو بہت زیادہ چلے کروا کر ایک طاقتور بنا کر اس کی آتما اس کے حوالے کر دی اور اس کو مستقل آزادی دے دی الوص جن باباجی کی اس رحمت کو دیکھ کر باباجی کے غلام بن کر رہنے لگا۔

باباجی کے دل کو بڑے نرم اور انسانیت اور مخلوق خدا سے محبت کرنے والے تھے اس نے ایک بار چڑیل کو کچھ نہیں کہا اور نہ ہی چڑیل دوبارہ واپس آئی چڑیل دراصل اس شیطان دیوتا کی پوجا کرتی تھی اس کو شیطان دیوتا سے طاقت حاصل کرنی تھی اور شیطان دیوتا نے اس کو بڑی شکتی دی تھی کہ وہ میرے باباجی کا مقابلہ کر سکے وہ میرے باباجی کے مقابلے میں بالکل تیار تھی اس نے بڑے بڑے چلے کاٹے اور بڑے بڑے معصوم بچوں کی جان لی ہوئی تھی اس کو ان کا بدلہ بھی دینا تھا میرے بابا نے اپنے عمل کی مدد سے کہہ دیا کہ چڑیل نے ایک بستی سے ایک جوان لڑکی جو میرے بابا کی ہم عمر تھی اس کو رات کو بے ہوش کر کے شیطان دیوتا کی بلی چڑھانے کے لیے شیطانی کھنڈروں کی طرف بڑھ رہی تھی باباجی نے اپنی طاقتوں کو جمع کیا اور اس چڑیل کے مقابلے کے لیے نکل پڑے۔

چڑیل کے ہاتھوں میں جو بے ہوش لڑکی تھی بہت ہی سندر تھی دل کو کشش کرنے والی تھی میرے بابا نے اس کو بچانے کے لیے رات کے وقت اس خونی چڑیل کو ختم کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ اچانک اس کے پاؤں کسی نے زمین سے پکڑ لیے۔ باباجی نے اس طاقت کے بارے میں اس وقت علم لگایا تو ان کو علم سے پتہ چلا کہ اس چڑیل کا کام ہے باباجی نے اس وقت تمام طاقتوں کو جمع کر کے ہمت سے پاؤں چھڑائے اور اس چڑیل کی ایک خوفناک چیخ ماری اور دور جا گری باباجی نے الوص کو حاضر کیا اور اس کے ساتھ جنگ کرنے لگے کیونکہ اب اس نے شیطانی طاقتیں حاصل کر لی تھیں اس لیے باباجی نے الوص جن کو چلہ کرنے کے حصار میں بٹھا دیا اور خود اس چڑیل کے ساتھ لڑنے لگے باباجی نے الوص کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

اگر میں مقابلہ کرتے ہوئے مر بھی جاؤں تو تم

نے اپنی جگہ پر چلہ کرتے رہنا ہے۔

چڑیل باباجی پر بڑے بڑے حملے کر رہی تھی اور باباجی بکھلا گئے تھے پہلے ہی وار پر اس نے باباجی کو زیر کر لیا تھا یہ دیکھ کر الوص کے غصے سے رونگھٹے کھڑے ہو گئے تھے اس کا ضمیر کہہ رہا تھا کہ تیرے سامنے تیرا استاد مار کھا رہا ہے اور تو یوں خاموش بیٹھا ہوا ہے لیکن وہ اپنی جگہ پر قائم رہا اس نے حصار سے باہر جانے کی کوشش کی لیکن ان جانی طاقت نے اوپر اٹھنے پر روکے ہوئے تھی اب باری میری باباجی کی تھی باباجی نے اس پر پہلا وار کیا اس کی ایک دردناک چیخ آسمان تک بلند ہو گئی۔

باباجی کو اس پر پہلے ترس آ رہا تھا لیکن اب کوئی ترس نہیں تھا دوسری طرف کوئی وہ خوبصورت چہرے والی صورت بے ہوش زندگی اور موت کی کشمکش سے بے خبر تھی باباجی کو علم تھا کہ یہ ایسے نہیں مرے گی بلکہ اسکی جان کو ایک بہت بڑے بت میں داخل کیا گیا ہے جو ایک خون آشام حویلی میں نیچے تہہ خانے میں پڑا ہوا ہے باباجی اس کو ختم کرنے کی سوچ رہے تھے کہ الوص نے حصار توڑ دیا اور بھاگ کر باہر آ گیا میرے بابا کو یہ دیکھ کر بڑا غصہ آیا اور وہ آگ بگولہ ہو گئے کیونکہ اب الوص اور میرے باباجی دونوں کو بڑا خطرہ تھا یکدم الوص کو آگ نے گھیر لیا تھا اور وہ جل کر راک کا ڈھیر بن گیا چڑیل نے قہقہہ لگایا اور کہا۔

بڈھے آ کا دوست تو ڈھے گیا ہے اب تیری باری ہے بڑے شوق اور طاقت سے مجھے ختم کرنے کے پیچھے لگے ہوئے تھے بہتر ہے کہ سامری کی آتما کو میرے حوالے کر دو نہیں تو تیرا بھی حشر نشر کر دوں گی باباجی نے کہا۔

خبیث کی اولاد تیری ہمت ہے اتنی میں تیری اور تیرے سامری کی موت ہوں موت چڑیل غصے میں جل کر بولی۔

میں اس لڑکی کی بلی دے لوں پھر دیکھنا کہ شیطان دیوتا کی دی ہوئی شکتی سے میں تیرے ساتھ کیا کرتی ہوں میری باباجی نے چڑیل سے کہا۔

یہ لڑکی میرے حوالے کر دو نہیں تو میں تیرے سامری جادوگر کو مار دوں گا اور اس کی آتما کو ہمیشہ کے لیے قید کر لوں گا۔

اس گفتگو کو دیکھا تو میرے باباجی جلدی سے بھانپ گئے کہ ان دونوں کو مار دینا ہی بہتر ہے باباجی نے یکدم ایک پھونک ماری تو اس چڑیل کے گلے میں ایک سنگل ڈل گیا اور وہ غرانے لگی اور رو رو کر باباجی کی منتیں کرنے لگی باباجی نے اس کی ایک نہ سنی اور اس کو قید کر لیا اور اس خون آشام حویلی کی طرف سفر کرنے لگے دو دن کے سفر کے بعد باباجی کافی تھک گئے تھے اور ایک جگہ آرام کرنے کے لیے وہ سو گئے خواب میں انہوں نے دیکھا کہ الوص جن نہ اس کو کہا کہ باباجی میں اگر تیری بات پر عمل کرتا تو آج یہ نوبت نہ آتی اور پھر رو کر کہنے لگا۔

باباجی اس جادوگر اور چڑیل کو زندہ نہ چھوڑنا کبھی بھی ایسا نہ کرنا کہیں یہ کسی اور کو تکلیف نہ دے یہ شیطان کی اولاد کسی کو تنگ کرے گی اس کو مت چھوڑنا باباجی یہ خواب دیکھ کر ہڑبڑا کر اٹھ کر بیٹھ گئے اور ان کو ختم کرنے کے لیے پہلے باباجی نے ایک چلہ کرنے کے لیے پروگرام بنایا اور چلے میں مصروف ہو گئے چلے کرنے کے دوران چڑیل باباجی کی بڑی منتیں اور سماجتیں کرنے لگی بباجی نے دم کر کے اس پر پھونکا تو وہ دوڑتی ہوئی بھاگ گئی

باباجی نے چلہ تین دنوں میں ختم کیا اور اس حویلی کی طرف چل دیئے اور اس کے اندر داخل ہو گئے جیسے ہی وہ حویلی میں داخل ہوئے تو حویلی میں چمگادڑیں اڑنے لگیں اور حویلی لرزنے لگی جیسے بھونچال آ گیا ہو باباجی نے اس حویلی میں ایک کمرے کا تالا کھولا اور ان سے بدبو آ رہی تھی کمرے کے اندر فرش پر ایک شیشے کی بوتل میں اس چڑیل کی آتما تھی جیسے ہی باباجی نے بوتل کو چھوا ایک چڑیل تڑپ کر باباجی کے پاؤں میں گر گئی باباجی نے اس کو ٹھوکر ماری اور کہا

ناپاک روح دفع ہو جاؤ وہ چیختی ہوئی اور جا گری باباجی جادوگر اور چڑیل کی آتماؤں کو ایک بھٹی میں آگ جلا دی اور خود ایک بڑے سے چلے میں مصروف ہو گئے۔

چلہ ختم کرنے کے بعد باباجی نے چڑیل اور جادوگر دوبارہ حاضر کیا اور ان کی آتماؤں کو ان کو دیکھا کر اس بھٹی میں پھینک دیا جیسے ہی ان کی آتماؤں کو آگ نے پکڑا اور باباجی نے دم پڑھ کر پھونک ماری تو ان کے جسم جلنے لگے اور وہاں پر خاک اڑنے لگی باباجی نے اس بے ہوش لڑکی کو ہوش میں لانے کے لیے بڑی کوشش کی آخرکار اس کو ہوش آ گیا۔

باباجی نے کہا۔ وہ کہاں سے آئی ہے کون سے ملک میں رہتی ہے وہ بولی۔

میں بنگال میں رہتی تھی اور ہندو سادھوؤں نے مجھ کو بچپن سے ہی قید کیا ہوا تھا اور یہ چڑیل مجھ کو ایک مندر سے اٹھا کر لائی تھی مجھ کو یاد بھی نہیں کہ میرے ماں باپ کیا کرتے ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔

میرے باباجی نے اپنی ماں کے حکم سے اس بے یارومددگار لڑکی سے شادی کر لی جس سے ہماری نسلیں قائم ہوئی تھیں ایک سچی آپ بیتی ہے یہ۔

غزل

پھولوں نے ہاتھ زخمی کیے کانٹوں سے شکوہ کیا کریں
جب اپنوں نے ٹھکرا دیا غیروں سے شکوہ کیا کریں
ہم پنچھی تھے آزاد فضا کے اپنوں نے ہم کو قید کیا
پر کاٹ کے ہم کو اڑا دیا اب ہوا سے شکوہ کیا کریں
ہم آگے آگے چلتے تھے کبھی پیچھے مڑ کر دیکھا نہ تھا
جب منزل ہم سے دور ہوئی رستوں سے شکوہ کیا کریں
نہ واقف تھے ساگر کی گہرائی سے آنکھیں بند کر کے کود گئے
موجوں نے ہم کو اچھال دیا سمندر سے شکوہ کیا کریں
اک چمن سے ہم نے پھول چنا پھولوں سے الگ وہ لگتا تھا
اس پھول نے ہی لب زخمی کیے اب چمن سے شکوہ کیا کریں
ہم تنہا تھے تنہا ہی رہے کرن کسی اپنے نے اپنایا نہیں
کسی اپنے کا نہ ساتھ ملا تنہائیوں سے شکوہ کیا کریں

کشور کرن۔ پتوکی

غزل

اے ساگر دل کی یہ حسرت ہے مجھے اپنی تو گہرائی دے
تیری لہروں میں بہنے نہ دینا مر جاؤں گی نہ جدائی دے
تیرے نام کی زندگی جی لوں گی تیری آنکھ سے آنسو پی لوں
اس دنیا میں مجھے تیرے سوا اب اور نہ کچھ بھی دکھائی دے
ان لبوں سے تیرا نام صنم کہیں چھین نہ لیں دنیا والے
تو میرا ہے میں تیری ہوں کبھی آ کر یہ گواہی دے
مرنے سے پہلے اے جانم حسرت یہ پوری کر دینے
سینے سے لگا کر وعدہ کر تو میرا ہے سچائی دے
دنیا میں اپنوں تو ساتھ رہے کبھی مجھ سے الگ نہ ہو جانا
مر جاؤں تو قبر کی تختی پر تیرا بھی نام دکھائی دے

(کشور کرن، پتوکی)

اس کی قربت میں قرار بہت تھا
اس کا ملنا دشوار بہت تھا
وہ جو میرے ہاتھ کی لکیروں میں نہیں
اس شخص سے مجھے پیار بہت تھا

ریاض احمد۔ لاہور

جانباز

---تحریر: سجاد حسین جھولے والا ملتان---

وہ ایک راستے پر چل دیئے اس راستے پر ان کو کوئی بھی خطرہ نہ تھا وہ دبے پاؤں چلتے رہے اور بالآخر اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے وہ اپنا کام کر سکتے تھے انہوں نے جو روشنی تیار کی تھی اس سے کام لینے لگے اور عمارت میں گھس گئے اور جاتے ہی اندر وہی زہریلی روشنی پھیلانے لگے اس روشنی سے اس طلسمی انسان کے ساتھی ڈھیر ہونے لگے انکو کامیابی ملنے لگی وہ تیزی سے اس طرف بڑھنے لگے جہاں وہ طلسمی انسان موجود تھا اور پھر وہ اس تک پہنچ گئے وہ بہت پھرتیلا اور بے حد طاقت ور تھا۔ اور کے منہ سے دھویں کے مرغولے نکلنے لگے جس سے بچاؤ بہت مشکل تھا لیکن ان دونوں نے خود کو اس سے بچایا ہوا رکھا۔ ان کی ایک ہی کوشش تھی کہ وہ تیزاب کو اس کی آنکھوں میں ڈال سکیں جس سے اس کا خاتمہ ہو سکتا تھا اور وہ پھر اس میں کامیاب بھی ہو گئے عبدالرحمٰن نے تیزی اور پھرتی سے یہ کام کر دیا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

عبدالرحمٰن کی نئی اسپورٹس کار گویا سڑک پر اڑتی جا رہی تھی اس کا دوست الطاف ابھی تک برابر والی نشست پر بیٹھا ہوا اس نئی اور حیرت انگیز کار کو غور سے دیکھ رہا تھا جس کی ہر چیز نرالی تھی ڈیش بورڈ نصف دائرے کی شکل کا تھا اور بالکل انڈے جیسا سفید اور شفاف ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی انڈے کو تراش کر بنایا گیا ہو شیشے اتنے شفاف اور باریک تھے کہ بعض اوقات ان کا تصور ذہن سے محو ہو جاتا تھا لیکن در حقیقت بڑے ہی مضبوط اور پائیدار تھے جن کا رنگ بھی بوقت الگ الگ ابھرتی ہوئی اور رت گول تھیں سب سے حیرت انگیز چیز کار اسٹیرنگ تھا جو ایک بڑی سوئی کی مانند تھا جس کا پچھلا نصف حصہ نسبتا موٹا تھا اور گھومنے والا سدا بتدریج باریک ہو گیا تھا سوئی کو بغیر کسی محنت کے اشارے جیسی جنبش سے حرکت دی جا سکتی تھی۔

گاڑی کا ہیڈ سردی کے موسم میں عام گاڑیوں سے کہیں زیادہ حدت فراہم کر رہا تھا کار بے آواز تھی اور برق رفتاری سے سڑک پر دوڑ رہی تھی عبدالرحمٰن نے اسے اپنے والد ڈاکٹر علی حسن جو کہ نامور شخصیت کے حامل تھے انکی نئی لیبارٹری دکھانے کے لیے بلایا تھا جو حال ہی میں سمندر کے کنارے تعمیر کی گئی تھی۔ دونوں بچپن کے گہرے دوست اور کزن بھی تھے اب نویں کلاس میں پڑھتے تھے سائنس کے موضوع کے دونوں کو گہری دلچسپی اور واقفیت تھی الطاف کے والد ریٹائرڈ سراغ رساں تھے لہٰذا الطاف کو جاسوسی اور سراغ رسانی کے جراثیم ورثہ میں ملے تھے اور دونوں کئی مرتبہ اتفاقیہ طور پر پراسرار مجرموں سے ٹکرا کر ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا چکے تھے ڈاکٹر علی حسن ان دنوں یورپ میں منعقد ہونے والی ایک بڑی سائنسی کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے اور جلد ہی ان کی واپسی متوقع تھی۔

عبدالرحمٰن دن گن رہا تھا دونوں دوست ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہو چکے تھے لہٰذا عبدالرحمٰن کو فون سنتے ہی الطاف اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر سر علی حسن کی مضافاتی کوٹھی میں آ پہنچا تھا پرانی لیباٹری اس کوٹھی سے منسلک عمارت کے عقبی حصے میں پھیلی ہوئی تھی عمارت کا رقبہ بیس کنال تھا الطاف گراج میں ایک طرف اپنی موٹر بائیک کھڑی کرنے کے بعد پھولدار کیاریوں سے ڈھکی روش پر چلتا ہوا حسب معمول پورٹیکو میں آ گیا جہاں عبدالرحمٰن اپنی گاڑی کھڑی کیا کرتا تھا لیکن اس وقت اسے



گاڑی کہیں دکھائی نہ دی۔ گراج میں البتہ دو کاریں کھڑی تھیں جن پر غلاف چڑھے ہوئے تھے اسی لمحے عبدالرحمٰن سامنے دروازے سے برآمد ہوا اور مسکراتا ہوا اس کی طرف آیا دونوں نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا خیریت دریافت کی اور پھر عبدالرحمٰن اس کا ہاتھ تھام کر دائیں سمت دیوار کے ساتھ لگے ہوئے ایک بڑے اور بھاری بھر کم صوفے کی طرف بڑھا۔

الطاف نے کار کی جگہ موجود عالیشان صوفے کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا عبدالرحمٰن نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے اپنے برابر صوفے پر بیٹھا لیا تم نے مجھے کار کی سیر کے لیے بلایا تھا الطاف نے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے کہا ارے یار کار بھی آجائے گی بس تھوڑا انتظار کر لو عبدالرحمٰن کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی پورٹیکو میں صوفے کا کیا کام الطاف اسے ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھنے لگا دونوں ان دنوں سردیوں کی چھٹیوں کی وجہ سے فارغ تھے عبدالرحمٰن نے بات کو گول کرتے ہوئے اسکول کے ہوم ورک کا تذکرہ چھیڑ دیا الطاف اکتا گیا بھئی یہ کیا تم نے ہوم ورک پر لیڈ شروع کر اور نئی کار کی سیر الطاف نے اسے گھورتے ہوئے کہا پھر فوراً بولا اور میرا انار کا جوس جس کے جواب میں عبدالرحمٰن مسکرا کر خاموش ہو گیا اور صوفے کے بازو کی طرف کھسک گیا اور پھر اس نے بازو کی چمکدار پٹی پر زور سے دباؤ ڈالا تو پٹی اندر گھس گئی حیرت سے الطاف کا منہ کھل گیا تھا جب پٹی واپس باہر آئی تو اس کا رخ بدل چکا تھا نچلا حصہ گھوم کر اوپر آ گیا تھا جس پر رنگ برنگے بٹن لگے ہوئے تھے عبدالرحمٰن نے ایک لمبا بٹن دبایا۔ جس کے نتیجہ میں صوفے میں حرکت اور لرزش پیدا ہو گئی الطاف نے لڑھکتے ہوئے خوف کی ایکٹنگ کے ساتھ عبدالرحمٰن کے بازو کو تھام لیا جب صوفے کے بازو پھیلنے لگے نسبت بتدریج نیچے دھنسنے لگی۔

الطاف کی حیرت زدہ نظروں کے سامنے صوفے کی پشت کو چند جھٹکے لگے کچھ چیزیں صوفے کے نچلے حصے سے نکل کر ابھرنے لگیں تو وہ حیرت و استعجاب سے اچھل پڑا وہ دونوں اب ایک خوبصورت سی مختصر کار کی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے اس وقت عبدالرحمٰن کے سامنے بورڈ پر بٹن دباتے ہی ڈیش بورڈ کے نچلے حصے پر موجود بکس سے خوشنما طشتری رازر کی مدد سے ابھر کر اوپر آ گئی۔ الطاف نے فوری جھپٹ کر پلیٹ سے انار کے جوس کا گلاس اٹھا لیا جو بڑے کور سے بند تھا اور سڑا قریب ہی موجود تھا دوسرا گلاس اس نے اٹھا کر عبدالرحمٰن کی طرف بڑھا دیا۔ پلیٹ پر دو گلاسوں کی گنجائش تھی دونوں دوست سردی کے موسم میں بھی انار کا جوس پینے کے عادی تھے الطاف نے گاڑی کا جائزہ مکمل کر لیا اور پھر عبدالرحمٰن کی طرف متوجہ ہوا یہ گاڑی تو کسی جادو سے کم نہیں ہے سائنس اس دور کا جادو ہے جس نے انسانی زندگی کو بدل کر رکھ دیا ہے عبدالرحمٰن نے مسکراتے ہوئے کہا یہ گاڑی اور بھی کئی روپ بدل سکتی ہے تمہیں یہ سیر زندگی بھر یاد رہے گی اس وقت عبدالرحمٰن نے ڈیش بورڈ سے ایک بٹن دبا دیا جس کے نتیجہ میں پھر کچن باکس سے ایک پلیٹ ابھر کر سامنے آ گئی جس میں دو کٹے ہوئے بیف برگر سجے ہوئے تھے دونوں نے ایک ایک پیس اٹھا لیا۔

ہاں بھائی سچ کہتے ہو یہ گاڑی شتر مرغ کی طرح انڈے دے سکتی ہے کوئے کی طرح اڑ سکتی ہے الطاف کی مزاح کی حس بیدار ہو گئی کس دن تمہیں شتر مرغ کا انڈا بھی کھلا دوں گا عبدالرحمٰن نے مسکراتے ہوئے کہا الطاف بھی ہنس پڑا اس وقت عبدالرحمٰن کی کار مضافاتی علاقے کو عبور کرنے کے بعد سرسبز شاداب کھیتوں سے گزر رہی تھی۔ گھنے درختوں اور پھولدار جھاڑیوں کے سلسلے بھی سڑک کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے ہوا ٹھنڈی اور خوشگوار تھی اور شفاف فضا میں پھولوں کی مہک بسی ہوئی تھی الطاف کھڑکی کے شیشے کو اتارتے ہوئے گہرے گہرے سانس لینے لگا پھر گردن کھڑکی میں نکالتے ہوئے بڑبڑایا سبحان تیری قدرت کیسے نظارے پیدا کیے ہیں اور انسان ہے کہ مشین بنتا جا رہا ہے عبدالرحمٰن نے گھور کر دیکھا تو الطاف گنگنایا اک جھونپڑا اور سبزہ زار ہونا چاہیے تمہارا ذہن تو عہد طفولیت میں ہے ننھے بچے کہو تو ایک جھونپڑا بنو کر تمہیں اس میں ٹھونس دوں عبدالرحمٰن نے شوخ لہجے میں کہا ارے بڑے بھائی انسان کا اصل گھر تو یہ جنگل اور ویرانے ہی ہیں الطاف پر فلسفے کا بھوت سوار تھا دیناوی آلائشوں نے تو اس کی اصل خوبصورتی بھی چھین لی ہے زندگی سے فرار بزدلی ہے انسانی فریضہ تسخیر کائنات ہے عبدالرحمٰن نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔ انسان اپنے نفس کو تسخیر کرے یہی بڑی فتح ہے الطاف نے جوابی کا مظاہرہ کیا۔

نفس انسانی کو فتح نہیں کیا جا سکتا ہے اس پر کنٹرول حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اعتدال کی راہ اختیار کی جا سکتی ہے عبدالرحمٰن نے نصیحت آمیز لہجے میں کہا دونوں فلسفے کے ریڈر بھی تھے اس بھی کبھار فلسفانہ بحث کر ڈالتے تھے اس وقت عبدالرحمٰن غور سے سامنے دیکھنے لگا سڑک سمندر کے کنارے پر جا کر ختم ہو رہی تھی اس نے کار کی رفتار تیز کر دی اور الطاف کی طرف دیکھنے لگا یا خدا سرد کی لہر کم کر دے میرے باس کو کچھ ہو گیا ہے یہ سمندر میں چھلانگ لگانے والا ہے الطاف نے دلچسپ لہجے میں کہا اور عبدالرحمٰن ہنس پڑا اس وقت الطاف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں عبدالرحمٰن نے ایک اور لیور دبا کر کار کو سمندر کے پانی میں اچھال دیا تھا کار کے ٹائر اندر کی طرف دھنسنے لگے اور وہ پانی میں ڈوبنے لگی عبدالرحمٰن تیزی سے کنٹرول بورڈ سے متعدد بٹن پریس کر رہا تھا الطاف کے دیکھتے ہوئے دیکھتے ہی کار ایک مگرمچھ کی شکل کی آبدوز بن کر زیر آب چلنے لگی عبدالرحمٰن مسکراتا ہوا الطاف کی طرف دیکھنے لگا کیوں جنگل کے شیدائی دیکھا سائنس کا نظارہ الطاف واقعی تحسین آمیز نظروں سے زیر آب ماحول کو دیکھنے لگا آبدوز کے شیشوں سے رنگ برنگی مچھلیاں گزرنے لگیں آبی پودے اور جانور بھی دکھائی دینے لگے کچھ دیر تک سفر جاری رہا پھر عبدالرحمٰن آبدوز کو سطح آب پر لے آیا۔ اور اس کے کنٹرول بورڈ سے کھیلنے لگا۔

الطاف کے دیکھتے ہی ابدوز کی باڈی پر جہاز نما پر نمودار ہوئے اور وہ رفتار کے بڑھنے کے ساتھ ہی عقبی نالیوں سے گرج کے ساتھ نیلے رنگ کے شعلے خارج کرتی ہوئی چھوٹا سا جہاز بن کر فضا میں بلند ہونے لگی الطاف کی حیرت گم ہو گئی ایسے مناظر تو اس نے صرف ہالی وڈ کی سائنس فکشن فلموں میں دیکھے تھے عبدالرحمٰن نے الطاف کو فضا میں کچھ دیر سیر کروانے کے بعد سمندر کے کنارے تعمیر عظیم الشان لیبارٹری سے رابطہ قائم کیا خفیہ کوڈ بتایا اور مختصر جہاز کو بڑی شان سے لہرا کر صحن کی دیوار سے گزار کر کھلے میدان میں لے آیا اور پھر جہاز کو پارکنگ شیڈ کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا دونوں پھرتی سے اچھل کر باہر نکل آئے عبدالرحمٰن نے لیبارٹری کے ورکروں سے روایتی انداز میں بات چیت کی اور پھر الطاف کو سیر کے لیے صحن میں بنائی گئی چھوٹی سی مصنوعی جھیل کے کنارے لے آیا بالکل شفاف اور قابل استعمال پانی تھا جھیل کے کنارے مختلف شیشے کے چیمبر میں خرگوش جیتا بڑا آبی جانور دکھائی دیا جس کی جلد سفید اور چمکدار دکھائی دی۔

عبدالرحمٰن نے بتایا کہ اس جانور کے جسم سے رات کے وقت فاسفورس چمک کے ساتھ خارج ہوتی ہے بڑا خوبصورت منظر ہوتا ہے دونوں نے سیر کے بعد پرتکلف ناشتہ کیا اور پھر ٹیلی وژن کے سامنے بیٹھ گئے آج بھارت میں ورلڈ کپ کا سیمی فائنل میچ پاکستان اور انڈیا کے درمیان کھیلا جانے والا تھا۔ اس وقت لیبارٹری کے فلکیات کے شعبے کا ایک آدمی عبدالرحمٰن کے پاس آیا عبدالرحمٰن کو ایک طرف لے جا کر کچھ اطلاع دینے لگا وہ آدمی چلا گیا تو عبدالرحمٰن اٹھ کھڑا ہوا اور الطاف کو لے کر چھت کی لفٹ کی طرف چلنے لگا یہ کون صاحب تھے الطاف نے استفسار کیا یہ فضائی سروے کا ریسرچ انچارج تھا اس نے ابھی ابھی سمندر کی فضا میں دور بڑے بڑے سرخ بادل متحرک دیکھے ہیں جو فضا میں تیزی سے چکراتے پھر رہے ہیں حالانکہ ہوا تقریباً بند ہے اس نے ریڈیائی دوربین سے چند تصویریں بھی لی ہیں لیکن انہیں سمجھنا مشکل ہو رہا تھا ان کے گرد ایک عجیب سی چمک پھیلی ہوئی تھی وہ کسی لاش سے سوگ منا کر آ رہے ہوں گے الطاف نے بکتے ہوئے کہا تمہاری کھوپڑی میں تو ہر وقت مذاق گھسا رہتا ہے عبدالرحمٰن نے اسے لفٹ سے باہر کھینچتے ہوئے کہا بھائی آدمی ہوں بکرا نہیں الطاف جان بوجھ کر

لڑکھڑایا اڑیل گدھے معلوم ہوتے ہو الطاف کچھ بولنا چاہتا تھا لیکن عبدالرحمٰن کو سنجیدہ دیکھ کر خاموش ہوگیا عبدالرحمٰن اسے گھورتا ہوا چھت پر فضائی اسٹیشن کی سیڑھیاں چڑھ کر فولادی چبوترے پر آگیا یہاں بڑی بڑی دوربینیں اور دوسرے متفرق الات نصب تھے چھتری نما بڑے آلے اور ریڈیائی دوربینوں سے دوسو میل دور سمندر کی فضا میں رقص کرتے ہوئے سرخ بادلوں کو دیکھنے لگے بادل دوربین مین بالکل قریب دکھائی دے رہے تھے لیکن ان کے گرد تیرگی ایسی تھی کہ وہ سمجھ میں نہ آتے تھے الطاف سے آخر رہا نہ گیا فرشتے کچھ تو کھاتے نہیں عبدالرحمٰن کچھ نہ بولا یا پھر کسی سائنسدائن نے اوپر فضا میں گولی ماردی ہوگی عبدالرحمٰن پھر بھی خاموش رہا یا کسی نامعقول نے لا غبارے اڑائے ہونگے۔

الطاف نے تیسرا خیال پیش کیا صرف بادل عبدالرحمٰن بڑبڑایا تم چپ نہیں رہ سکتے عبدالرحمٰن نے اسے ڈانٹا آخر کیا ہے تم اتنی دیر سے انہیں گھور رہے ہو ان میں ضرور کوئی راز ہے عبدالرحمٰن نے فکرمند لہجے میں کہا تمہیں تو کوے کی کائیں کائیں میں بھی راز نظر آتا ہے الطاف نے دوربین چھوڑ دی آخر یہ ہیں کیا بلا عبدالرحمٰن نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا ضروری نہیں کہ ہم قدرت کے تمام راز جان سکیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ان کے راز کا تعلق قدرت سے ہو عبدالرحمٰن نے تیز لہجے میں کہا اور الطاف نے منہ لٹکا لیا اس وقت عبدالرحمٰن کے موبائل فون کی بیل بجنے لگی وہ فون سنتا ہوا پریشان ہوگیا اوہ یہ تو بہت برا ہوا لیکن پھر دوسری طرف کی بات سنکر کچھ مطمئن ہوگیا الطاف قریب آگیا کیا ہوا ہے اس نے جلدی سے پوچھا یار ابو اچانک یورپ کے دورے سے واپس آگئے ہین ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ایئرپورٹ پر انہیں دل کا دورہ پڑا تھا۔ وہ اس وقت دل کے پرائیویٹ کلینک میں ہیں انہیں ہوش آگیا لیکن کچھ دن کا بیڈ ریسٹ ضروری ہے فی الحال وہ ہسپتال میں رہیں گے ڈاکٹر یونس ان کے گہرے دوست ہیں آؤ چلیں عبدالرحمٰن نے جلدی جلدی اسٹیشن کی سیڑھیاں اترتے ہوئے کہا۔

دونوں فرش پر آگے ہین بھاگ کر لفٹ میں سوار ہوگئے لفٹ نیچے اترنے لگی اس وقت ایک ملازم نے میچ کے شروع ہونے کی اطلاع دی دونوں جلدی سے لفٹ رکنے پر باہر نکلے اور تیزی سے چلتے ہوئے جہاز میں سوار ہوگئے۔ عبدالرحمٰن نے اس کی نسبت بدل کراسے کار میں تبدیل کردیا کار گیراج کی طرف جانے والی چوڑی روش پر بھاگنے لگی بڑا گیٹ کھل گیا کار باہر نکل کر تیزی سے یونس کلینک کی طرف بڑھنے لگی تقریباً پندراہ منٹ بعد وہ یونس کلینک کے اسپیشل وی آئی پی وارڈ میں ڈاکٹر علی حسن کے پاس کھڑے تھے ڈاکٹر یونس نے مختصر گفتگو کی اجازت دی تھی ڈاکٹر علی حسن ملک کے سب سے بڑے اور سائنسدان تھے ان مناسبت سے دو نرسیں اور ایک ڈاکٹر وہر واقت ان کے بیڈ کے قریب مستعد تھا وارڈ کے باہر پہرہ تھا ڈاکٹر نے کہا آپ فکر نہ کریں اب ٹھیک ہیں دونوں ہی انتظامات سے مطمئن ہوکر گاڑی میں آکر بیٹھ گئے اور گاڑی واپس مضافاتی رہائش گاہ کی طرف چلنے لگی جہاں بڑے بڑے ٹیلی وژن پر میچ کا خوب مزہ آیا کرتا تھا گاڑی کے چھوٹے سے ٹیلی وژن پر وہ پاکستان کے اوپنر کو اچھی بیٹنگ کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے تماشائیوں میں بھی جوش وخروش دکھائی دے رہا تھا پاکستان کا جھنڈا لہرایا جارہا تھا وہ گاڑی پارک کرنے کے بعد تیزی سے ڈائننگ ہال میں نرم صوفے پر ڈھیر ہوئے عبدالرحمٰن نے ریموٹ کنٹرول اٹھا اکر پچاس انچ کے بڑے ٹی وی پر میچ لگادیا دونوں چوکوں سے محظوظ ہونے لگے۔

اچانک اسکرین پر ایک دھماکا سا ہوا اور میچ کا منظر غائب ہوگیا اور ایک سرخ رنگ کی عمارت کا منظر کلوزاپ میں دکھائی دینے لگا پھر منظر بدل کر عمارت کے اندر ایک بڑے ہال میں چبوترے پر نصب شاندار نشست پر براجمان ایک اڈھیر عمر شخص پر جا کر رک گیا اس شخص کے چہرے پر ایک پراسراری فاتحانہ مسکراہٹ تھی اسکی آنکھوں پر سفید شیشوں والی عینک تھی اور آنکھوں میں انتہائی تیز چمک تھی چہرے پر چھوٹی سی داڑھی بھی تھی مونچھیں گھنی تھیں

جنہوں نے اوپری ہونٹ کو چھپا رکھا تھا وہ طویل القامت شخص جسمانی طور پر بڑا مضبوط اور طاقتور دکھائی دے رہا تھا وہ حیرت اور استعجاب کے عالم میں اس کے ہونٹ ہلتے دیکھنے لگے وہ بولنے لگا۔ میں اپنے اس جزیرے کا مالک ہوں اور میں نے اپنی طاقت کے زور پر علی حسن کو اٹھالیا ہے دیکھنا چاہتے ہوتو دیکھو اتنا کہہ کر اس نے ایک طرف بیمار پڑے ہوئے علی حسن کی شکل دکھاوی یہ منظر دیکھ کر ہر طرف خوف ہراس پھیل گیا کہ یہ سب کیسے ہوگیا۔

سارا علاقہ سنسان ہوگیا۔ الطاف نے روتے ہوئے عبدالرحمٰن کو دلاسہ دینے کی کوشش کی لیکن وہ بری طرح رونے لگا اور پھر وہ خود ہی سنبھلنے لگا ان دونوں نے فیصلہ کرلیا کہ وہ اس جزیرے تک ضرور پہنچیں گے چاہے کچھ بھی ہوجائے اور پھر انہوں نے ایسا ہی کیا بحری جہاز کا رخ اس جزیرے کی طرف کردیا اور اس وہاں جا پہنچے ان کے ساتھ ان کے کئی ساتھی بھی تھے جن کا خیال تھا کہ یہ کوئی جنونی آدمی ہے جس نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر یہ کارنامہ انجام دیا ہے اس جزیرے میں انہوں نے اس کی بنائی ہوئی عمارت کو دیکھ لیا جس کے اوپر ایک جھنڈا لہرا رہا تھا جس پر اس کی تصویر بنی ہوئی تھی جزیرے کے سامنے سمندر کی فضا میں سرخ سرخ بادل تیر رہے تھے جنہیں عبدالرحمٰن اور الطاف پر تشویش نظروں سے اپنی لانچ پر بیٹھے دیکھ رہے تھے اعلان کا جواب نہ ملا تو اور بحری جہاز سے چند گولیاں عمارت کے گیٹ پر پھینکی گئی لیکن یہ کیا دیکھنے والے حیرت سے اچھل پڑے گولیاں عمارت سے چند فرلانگ دور ہی کسی نظر نہ آنے والی شے سے ٹکرا کر بیکار ہوکر جزیرے کی زمین پر گرنے لگیں اب تو سب بے حد پریشان ہوئے بہرحال کچھ جوان آگے بڑھتے چلے گئے یکدم ایک آواز گونجی۔

میں اس وقت تک خاموش رہ کر تم لوگوں کو دیکھتا رہا ہوں کہ تم نے جو کچھ کرنا ہے کرلو لیکن اب میری باری ہے تم میں سے اب کوئی بھی نہیں بچے گا اتنا کہتے ہی سب کو یوں لگا جیسے جزیرے میں بھونچال آگیا ہو یہ منظر دیکھ کر سب پر سکتہ طاری ہوگیا۔ عبدالرحمٰن اور الطاف بھی سہم گئے تھے میں نہ کہتا تھا کہ سرخ بادلوں میں کوئی خطرناک راز ہے عبدالرحمٰن بڑبڑایا ادھر چند لمحے تک سرخ لہریں جہاز پر برتی رہیں اور پھر اس کے پرخچے اڑ گئے انسانی چیخوں سے فضا تھرا اٹھی اور ایسا محسوس ہوا جیسے جہنم کا دہانہ کھل گیا ہو درجہ حرارت بہت بڑھ گیا سطح آب پر انسانی خون کی ایک چادر پھیلنے لگی۔ پھر ایک آواز گونجی یہ میرے بادل کا ایک معمولی سا مظاہرہ ہے۔ سب ہی خوفزدہ واپس کو لوٹنے لگے کیونکہ وہ ایک خوفناک انسان سے دوچار تھے الطاف نے کہا جو ٹیلی وژن پر نشریات روک کر اپنا آپ دیکھا سکتا ہے میرے ابو کو اغوا کرسکتا ہے وہ اور بھی بہت کچھ کرسکتا ہے ہمیں اس کے ہر وار پر نظر رکھنا ہوگی۔ اور اس بات کی کھوج لگانی ہوگی کہ اس کے پاس ایسی کون سی طاقت ہے جس کے بل بوتے پر وہ ایسا سب کچھ کرسکتا ہے عبدالرحمٰن اور الطاف ڈاکٹر علی حسن کی مضافاتی رہائش گاہ پر موجود تھے عبدالرحمٰن میگزین کتابیں اور ڈئرایاں دیکھ رہا تھا الطاف بھی اس کا ہاتھ بٹا رہا تھا ایک پرانا سائنسی مضمون جس میں کسی سائنسدان کا دعویٰ کیا تھا اور ابو نے اس دیوار کو توڑنے کا فارمولا تحریر کیا تھا اس پر اس سائنسدان کو سانپ سونگھ گیا تھا یہ تذکرہ پچھلے سال ڈیڈی نے مجھ سے کیا تھا جب میں نے ایک ناول میں ایسا خیال پڑھ کر اس کے متعلق پوچھا تھا بہت گہرے آدمی ہو۔

الطاف نے متاثر کن لہجے میں کہا دونوں تیزی سے لائبریری کی اشیاء کا جائزہ لے رہے تھے آخر عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں وہ میگزین لگ گیا جو آج سے دس سال پرانا تھا اور علی حسن نے اپنے پروفیسر کے ایک مضمون کے گرد سرخ حاشیہ کھینچ کر نیچے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے دیوار توڑنے کا فارمولا لکھا ہوا تھا جو اگلے شمارے میں شائع ہوا تھا عبدالرحمٰن نے اس سلسلہ کا تیسرا شمارہ نکال کر دیکھا دعویٰ کرنے والے سائنسدان نے علی حسن کے فارمولے کو جھٹلایا تھا اور لکھا تھا کہ یہ فارمولا دیوار نہیں توڑ سکتا علی حسن نے پھر چوتھے شمارے میں للکارا تھا کہ وہ دیوار بنا کر مجھے بلائے میں ثابت کروں گا صرف چند قطروں کے استعمال

کی ضرورت ہوگی اس کے بعد مراسلت ختم ہوگئی تھی عبدالرحمٰن اور الطاف دونوں خوشی خوشی لیبارٹری میں آگئے اور عبدالرحمٰن نے تیزابوں کا ایک مرکب مجموعہ تیار کرنے کے لیے کہا۔ اور چند گھنٹوں میں ہی وہ فارمولا تیار ہوگیا۔ اسے ایک بوتل میں ڈال دیا گیا۔ جس کا لیور دباتے ہی بوتل کو الٹا کرتے ہوئے محفوظ طور پر قطرے ٹپکائے جاسکتے تھے اب انہوں نے اپنی باقی تیاری بھی مکمل کرلی اور علی حسن کی تصویر کے نیچے لکھا اپنا عزم دہراتے ہوئے کار میں بیٹھ کر سمندر کی طرف روانہ ہوگئے سمندر میں کار کی جست مارتے ہوئے وہ کشتیاں بن کر مگر مچھ کی شکل میں جزیرے کی طرف سفر کرنے لگی۔

دونوں کے دل دھک دھک کررہے تھے وہ ایک انتہائی خطرناک مہم پر جارہے تھے ایک ایسے انسان سے ٹکرانے کے لیے جس نے اپنے عبدالرحمٰن سے بہت جانوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ وہ دونوں اسی جزیرے میں جا اترے دونوں ہی محتاط انداز میں ناہموار زمین پر اگے ہوئے درختوں اور جھاڑیوں کی آڑ میں آگے بڑھتے گئے سارا جزیرے سرخ چٹانوں سے گھرا ہوا تھا جو بہت ہی ہیبت ناک لگ رہا تھا عبدالرحمٰن عمارت کی پشت پر ایک بھورے رنگ کی چٹان کو دیکھنے لگا۔ جو سرخ پہاڑوں میں عجیب سی معلوم ہورہی تھی عمارت کی چھت پر نصب پائپ سے منسلک تصویر والا جھنڈا بڑی شان سے لہرا رہا تھا تصویر میں وہ مسکرا رہا تھا۔ اس نے نفرت سے توجہ اس جھنڈے سے ہٹالی اور پھر چلتے ہوئے وہ اس عمارت کے پاس جا پہنچے جو بمشکل دیکھائی دے رہی تھی دیوار نے عمارت کے گرد بہت بڑا گول احاطہ چھوڑ کر گھیر رکھا تھا عبدالرحمٰن اور الطاف نے جزیرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی پھر عبدالرحمٰن نے بوتل کی نوزل سے تیزاب دیوار پر ٹپکایا اور ردعمل دیکھنے لگا عمارت روشندانوں سے ہونے والی بجلی کی لہروں سے وہ جان چکے تھے کہ دیوار تقریباً بیس پچیس فٹ بلند ہے ان کی کار بجلی کا پٹر بن کر دیوار کرسکتی تھی لیکن فارمولا کو ٹیسٹ کرنا ضروری تھا چند لمحوں تک جب کوئی ردعمل نہ ہوا تو دونوں متفکر ہوگئے۔

الطاف نے غصے کے عالم میں جوتے کی ٹھکر دیوار پر دے ماری لیکن کچھ نہ ہوا اس وقت ایک قہقہہ عمارت سے ابھر کر پہاڑوں سے ٹکراتا ہوا پورے جزیرے میں پھیل گیا ہاہاہا۔۔ہاہاہا۔۔ ننھے شیطانوں کے بچوں کا کھیل نہیں اگر میں چاہتا تو تمہارا مگر مچھ اس وقت میری سارک مچھلی کے منہ میں ہوتا جو پانی کی محافظ ہے لیکن میں تھوڑی سی تفریح چاہتا ہوں پھر تمہیں علی حسن سے بھی تو ملوانا ہے اس لیے تمہیں بغیر کسی دشواری کے آنے دیا ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔۔ لیکن پھر اس کے دوسرے قہقہے کو جیسے بریک لگ گئی۔ جب تیزاب آلود حصے سے دیوار ایک چمک کے ساتھ گئی اور خلاء اندر کا منظر اور واضح دکھائی دینے لگا جلدی آؤ۔ عبدالرحمٰن نے جست مار کر فاتحانہ احساس سے اندر کود گیا الطاف بھی تیزی سے اندر گھسا اور دونوں دیوار کے اندر کھڑے سامنے عمارت کو دیکھ رہے تھے موسم خوشگوار تھا اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی وہ گرم جیکٹس میں ملبوس تھے سورج کی تمازت بھی پھیلی ہوئی تھی بس اتنا ہی گھمنڈ تھا دیوار کا چوہے شیر کی کھچار میں گھس تو سکتے ہیں لیکن زندہ واپس نہیں جاسکتے تھے۔

اس نے قہقہہ لگایا اور بولا یہ تو وقت ہی بتائے گا کون چوہا ہے اور کون شیر ہے الطاف نے استہزائیہ لہجے میں با آواز بلند کہا خاموش ہوجاؤ اب اگر بدتمیزی کی۔ پہاڑیاں اس کی گونج سے لرز اٹھیں الطاف نے سر جھکا لیا دونوں عمارت کی طرف بڑھنے لگے وہ اس وقت دیوار کے اندر گھومتی ہوئی سفید پختہ روش پر تھے جس سے عمارت کے مختلف مقامات سے آنے والی سرخ سڑکیں آکر مل رہی تھیں اس وقت سامنے سڑک پر ایک تیز رفتار گاڑی جو کھلی ہوئی کشتی جیسی تھی تیزی سے دوڑتی ہوئی نظر آئی جو بہت جلد انکے سامنے کھڑی تھی جو انکو پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے دونوں کو انہوں نے اس شیطان کے سامنے پیش کردیا۔ جو ایک اسٹیج پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ یہاں ہر چیز میرے کنٹرول میں ہے اور میری مدد کے تابع ہے وہ بڑے گھمنڈ سے بولا اس وقت اس کے کنٹرول بورڈ کو چھیڑتے ہی ہال میں دائیں جانب والی دیوار پر موجود بڑی سکرین روشن ہوگئی

تو میری دوسری بات سنو میں نے اپنے سرخ بادلوں کو دوسرے شہروں میں بھیج دیا ہے۔ وہ اپنے اندر بڑی خوفناک تباہی سمیٹے ہوئے تھے عبدالرحمٰن بغور تقریر سن رہا تھا۔ اور پھر اس نے عبدالرحمٰن اور الطاف کو علی حسن سے ملوایا جو ہسپتال کے ایک بستر پر موجود تھے وہ دونوں اس کی طرف بھاگے وہ انکو دیکھ کر مسکرا دیئے اور بولے میرے شیر مجھ تک پہنچ گئے ہیں۔

وہ مسرت بھرے لہجے میں دونوں کو پیار کرنے لگے عبدالرحمٰن نے سب کچھ بتادیا تو وہ بولے بیٹا خدا ضرور ہماری مدد کرے گا اور پھر ساتھ ہی ایک بات گونجی اس کے بعد تم اور تمہارے دونوں یہ جاسوس میرے غلام بن کر رہیں گے سرخ بادل تمہارے ملک کی ہر چیز تباہ کرسکتے ہیں وہ مغرور میں لہجے میں کہتا چلا گیا اس نے اپنے سر سے سرخ ٹوپی اتاری تو وہ یہ دیکھ کر چونک اٹھے کہ سر پر چوٹی لٹک رہی تھی ان کے سامنے اسکرین پر ایک دشمن کھڑا تھا تمہارا یہ خواب پورا نہ ہوگا طاقت کا گھمنڈ تیرا ٹوٹ گیا تو تو بے موت مارا جائے گا یہ سن کر وہ طیش میں آگیا اور بولا میں تم کو تباہ کردوں گا سرخ بادلوں کا نمونہ تم دیکھ چکے ہو ان بھورے رنگ کے پتھروں کو جب میں نے اپنی سوچ اور تجربے سے پگھلایا تو ایسا زبردست آتشی بادل منتشر ہوا جس نے آن واحد میں اردگرد کی ہر شے کو جلا کر رکھ دیا میرے کئی ساتھی اس کام میں مارے بھی گئے اور پھر میں نے سمندری لہروں کو اپنے کنٹرول میں کیا اور پھر حیرت انگیز سرخ بادل دیکھائی دینے لگے۔ وہ دونوں ہی اس کی سائنسی کاوشوں کے دل سے قائل ہوگئے وہ واقعی بہت بڑا دماغ تھا لیکن خطرناک آدمی تھا عبدالرحمٰن نے الطاف سے کہا میں اس کی بربادی کا سامان تیار کررہا ہوں اور بہت جلد وہ میرے قبضہ میں ہوگا میں اس کی تمام طاقتوں کو ختم کردوں گا وہ سمجھتا ہے کہ وہ بہت بڑا دماغ رکھتا ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے لیکن ایسا نہیں ہونے دوں گا میں اس کا پورا جزیرہ تباہ کردوں گا۔

اس نے اپنا تمام پلان الطاف کو بتادیا۔ اور جزیرے کے خفیہ جگہ پر بیٹھ گئے ان کے پاس ایسی ایسی چیزیں تھیں جو اس عمارت کو تباہ کرنے کے لیے کافی تھیں اور اس سے بہت بڑا دھماکہ ہوسکتا تھا۔ ہر طرح سے تسلی کرلینے کے بعد وہ ایک راستے پر چل دیئے اس راستے پر ان کو کوئی بھی خطرہ نہ تھا وہ دبے پاؤں چلتے رہے اور بالآخر اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے وہ اپنا کام کرسکتے تھے انہوں نے جو روشنی تیار کی تھی اس سے کام لینے لگے اور عمارت میں گھس گئے اور جاتے ہی اندروہی زہریلی روشنی پھیلانے لگے اس روشنی سے اس طلسمی انسان کے ساتھی ڈھیر ہونے لگے انکو کامیابی ملنے لگی وہ تیزی سے اس طرف بڑھنے لگے جہاں وہ طلسمی انسان موجود تھا اور پھر وہ اس تک پہنچ گئے وہ بہت پھرتیلا اور بے حد طاقتور تھا۔ اور کے منہ سے دھویں کے مرغولے نکلنے لگے جس سے بچاؤ بہت مشکل تھا لیکن ان دونوں نے خود کو اس سے بچایا ہوا رکھا۔ ان کی ایک ہی کوشش تھی کہ وہ تیزاب کو اس کی آنکھوں میں ڈال سکیں جس سے اس کا خاتمہ ہوسکتا تھا اور وہ پھر اس میں کامیاب بھی ہوگئے عبدالرحمٰن نے تیزی اور پھرتی سے یہ کام کردیا۔ طلسمی انسان اس کے اس فعل سے بے خبر تھا ایسا ہی اس کے منہ سے ایک ہیبت ناک چیخ نکلی اور پھر چیخوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ پوری عمارت میں زلزلہ سا آنے لگا۔

عبدالرحمٰن نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا صرف تمہارا دماغ ہی کام نہیں کرتا ہمارا بھی کام کرتا ہے اب بہت جلد تیری موت کے ساتھ ہی تباہ ہوجائے گا اتنا کہہ کر وہ ایک طرف کو چل دیئے جہاں علی حسن بستر پر موجود تھا انہوں نے جلدی سے ان کو اٹھایا اور عمارت سے باہر نکل گئے اور جزیرے سے جتنی جلدی نکل سکتے تھے نکلنے لگے سمندری کنارے انکی کشتی کھڑی تھی جو جانے کے لیے تیار کھڑی تھی وہ تینوں ہی تیزی سے اس کشتی پر سوار ہوگئے اور جزیرے کا منظر دیکھنے لگے جہاں آگ کے آلاؤ ابھرتے ہوئے ان کو دیکھائی دینے لگے ان کے لیے یہ بہت بڑی کامیابی تھی ان نے اپنے لوگوں کو ایک بہت بڑی تباہی سے بچالیا تھا سب ہی انکی بہادری سے خوش تھے-----

جادو کے سات روپ

تحریر: راجہ عدنان طالب ستی - راولپنڈی

جادو کے سات روپ لے کر حاضر ہوا ہوں میرا نام راجہ عدنان طالب ستی ہے اور میرا تعلق راولپنڈی سے ہے۔ یہ کہانی ایک جادوئی کتاب سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کے مختلف حصے ہیں جو میں آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ خوفناک دنیا کے سائے میں جینے کی خوفناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی داستانوں کا سلسلہ...... جادوئی کتاب ایک لاجواب کتاب ہے ایک بار جادوئی کتاب آپ بھی ضرور پڑھئے!

بیٹا احمد میری بات غور سے سن۔ میں جانتا ہوں، میرا آخری وو...... وقت آ گیا ہے لیکن مرنے سے پہلے تجھے کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ ایک بوڑھے نے کہتے ہوئے لہجے میں کہا۔ نہیں بابا آپ کو کچھ نہیں ہو گا میں آپ کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ اس نوجوان لڑکے احمد نے جو تقریباً پچیس برس کا ہو گا، نے روتے ہوئے اپنے بابا کے سر کو سہارا دیتے ہوئے کہا۔ بیٹا موت سے کوئی نہیں لڑ سکتا اس لئے رو مت اور سن میں نے تجھ سے یہ کہا تھا کہ تیری ماں مر گئی ہے لیکن بیٹا تیری ماں زندہ ہے اور اشخان جادوگر کی قید میں ہے۔ کیا بابا میری ماں زندہ ہے اور کسی جادوگر کی قید میں ہے۔ احمد فوراً یہ سن کر بول پڑا لیکن بابا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر میری ماں کو کسی جادوگر نے قید کر کے رکھا ہے تو آپ ان کو نکال کیوں نہ سکے۔ احمد نے جذباتی انداز میں روتے ہوئے کہا۔ بیٹا تیری ماں ایک جن زادی ہے۔ میں نے کئی عمل، وظیفے کئے لیکن ناکام رہا، بیٹا تو نے یہ کام کرنا ہے میرا ادھورا کام پورا کرنا ہے۔ وعدہ کر بیٹا تو کرے گا ناں۔ اس بوڑھے بابا نے روتے ہوئے احمد سے وعدہ لینے والے انداز میں کہا۔ ہاں بابا میں ماں کو واپس لاؤں گا، اس اشخان جادوگر کو مار کر جہنم بھیجوں گا۔ احمد کے اتنا کہتے فوراً بابا بولا۔ بیٹا اپنا ہاتھ مجھے بتا اور آنکھیں بند کر لے میں تجھے اپنا سارا علم دینے والا ہوں جس میں کچھ اضافہ کر کے تو اس جادوگر کو جہنم بھیج سکے گا۔ پھر احمد نے فوراً آنکھیں بند کر لیں اور اس کے بابا کچھ پڑھنے لگے تقریباً پندرہ منٹ بعد خاموشی چھا گئی۔ جب احمد نے آنکھیں کھولیں تو اس پر سے قیامت گزر گئی اسے یوں لگا جیسے کسی نے اس کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ لی ہو۔ اب اس کے بابا اس دنیا میں نہیں رہے تھے لیکن ایک آگ وہ احمد کے سینے میں لگا گئے تھے۔ احمد کے دماغ میں عجیب و غریب الفاظ گھوم رہے تھے۔ احمد سمجھ چکا تھا کہ وہ جادوگر بن چکا ہے مرنے سے پہلے اس کے بابا نے اپنی ساری طاقتیں اسے دے دی ہیں۔ احمد نے محلے والوں کے ساتھ مل کر اپنے بابا کی نماز جنازہ ادا کی اور انہیں آخری آرام گاہ پہنچا دیا کچھ دنوں تک لوگ دعائے مغفرت کے لئے آتے رہے اور احمد پھر اپنے کام پر آ گیا۔

❁

آج اس نے ایک خاص منتر پڑھا پڑھتے ہی احمد کے سامنے دھواں پھیل گیا جب دھواں چھٹا تو خوبصورت پری اس کے سامنے کھڑی تھی۔ آپ نے مجھے یاد کیا آقا بتایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔ اس پری نے فوراً کہا۔ تمہارا نام کیا ہے اور تم کیا کیا کر سکتی ہو؟ احمد نے سوال کیا۔ میرا نام کشمالہ پری ہے، میں ہواؤں کو غلام بنا کر کہیں بھی کسی کو بھی ساتھ لے جا سکتی ہوں۔ میرے ہوتے دوسری کوئی پری آپ پر حملہ کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتی۔ میں جب چاہوں جو

چاہوں روپ اپنا سکتی ہوں۔ اس پری نے اپنا نام اور اپنی طاقتوں کے بارے میں سب کچھ بتا دیا جسے سن کر احمد حیران رہ گیا۔ کیا تم اشخان جادوگر کو مار سکتی ہو؟ احمد نے پھر سوال کیا۔ نہیں آقا اسے مارنا مشکل ہے اگر ذرا سی بھی غلطی ہوگی تو اس کے جادو کے سات طلسمی روپ آزاد ہو جائیں گے۔ انہیں مارنا بہت ہی مشکل ہے۔ اگر آپ اشخان جادوگر کو مارنا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کو طلسمی پانی میں ڈالنا ہوگا جو تقریباً ناممکن ہے۔ کشمالہ پری نے کہا۔ تم مجھے بتاؤ کہ وہ طلسمی پانی کہاں ہے اور اشخان جادوگر مجھے دیکھ نہ سکے میں ایسا کون سا منتر پڑھوں۔ احمد نے کہا۔ اگر آپ واقعی یہ چاہتے ہیں تو سنیں۔ یہ آج سے چوبیس برس پہلے کی بات ہے جس طرح آپ کی امی جن زادی ہیں اسی طرح اس دنیا میں ایک لڑکی کے والد جن زادہ ہیں، آپ کو اسے ڈھونڈنا ہوگا، آپ میں اور اس لڑکی میں جنوں یعنی آتشی مخلوق کا خون ہے، اس لڑکی نے جب جنم لیا تو وہ پراسرار طاقتیں لے کر ساتھ آئی تھی ویسی پراسرار طاقتیں آپ کے اندر بھی ہیں۔ آپ کو اور اس لڑکی کو اکٹھا ہونا ہوگا یہ تو میں بھی نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے۔ اسے دیکھنے کے لئے آپ کو گیارہ دن کا چلہ کاٹنا ہوگا۔ اس چلے کے مکمل ہوتے ہی آپ یہاں بیٹھے بیٹھے دور تک دیکھ سکیں گے یعنی آپ کی منزل کی چابی وہ لڑکی ہے۔ کشمالہ یہ سب کہہ کر چپ ہوگئی۔ ٹھیک ہے کشمالہ مجھے وہ چلہ بتا دو میں آج رات کو ہی شروع کر دوں گا۔ احمد کے کہنے پر کشمالہ نے چلہ اور چلہ کرنے کی جگہ اور طریقہ بھی بتا دیا۔ رات پر پھیلا چکی تھی لوگ خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے تب ایک سایہ ویرانے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر وہ سایہ رک گیا۔ وہ سایہ احمد کا تھا، احمد نے کشمالہ پری کے بتائے طریقے پر عمل کر کے چلہ شروع کر دیا۔ مسلسل گیارہ راتیں چلے میں کاٹیں اس چلے میں احمد کو ڈرایا نہ گیا تھا کیونکہ یہ چلہ دور تک دیکھنے کے لئے تھا نہ کہ جنات قابو کرنے کے لئے۔

احمد کو وہ طاقت مل گئی تھی، آخری رات کا چلہ کاٹ کر واپسی پر احمد گھر آ کر سو گیا۔ آنکھ اس وقت کھلی جب دروازے پر کسی نے دستک دی۔ احمد نے اٹھ کر دروازہ کھولا، سامنے جامعہ مسجد کے امام نور احمد صاحب کھڑے تھے۔ ارے امام صاحب اندر آئیے احمد نے مودبانہ انداز میں کہا۔ احمد نور احمد صاحب کی بہت عزت کرتا تھا کیونکہ احمد نے قرآن مجید نور احمد صاحب سے ہی پڑھا تھا۔ امام صاحب نے اندر داخل ہو کر کہا۔ بیٹا میں تمہیں کچھ بتانے آیا ہوں۔ آپ کیا بتانے آئے ہیں امام صاحب؟ احمد نے حیران ہو کر پوچھا۔ نجانے کیا ہے جو امام صاحب بتانے آئے ہیں۔ بیٹا دراصل تمہیں تمہارے ابو نے نہیں بتایا ہوگا اپنی زندگی کا سب سے بڑا راز امام صاحب نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ایسا کون سا راز ہے جو میرے ابو نے مجھے نہیں بتایا امام صاحب؟ احمد نے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ بیٹا دراصل تمہاری امی زندہ ہیں۔ میں جانتا ہوں امام صاحب۔ احمد نے امام صاحب کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری ماں ایک جن زادی ہے اور وہ اس وقت اشخان جادوگر کی قید میں ہیں۔ امام صاحب میں بہت جلد اپنی ماں کو آزاد کروالاؤں گا۔ میرے بابا نے اپنی تمام تر طاقتیں مجھے دے دی ہیں اور ایک چلہ میں کر چکا ہوں جس کے ذریعے میں لاکھوں کروڑوں میل تک یہاں بیٹھ کر کسی کو بھی دیکھ سکتا ہوں۔ امام صاحب میں اس لڑکی کو ڈھونڈوں گا جو ایک جن کی اولاد ہے لیکن اس کی ماں انسان ہے۔ یہ کام میں آج رات ہی کروں گا۔ امام صاحب سب باتیں سن رہے تھے یہ جان کر انہیں خوشی ہوئی کہ احمد اب اپنی حفاظت خود کرے گا اور اس جادوگر سے بھی لڑے گا۔ بیٹا بہت خوب بالکل اپنے باپ پر گئے ہو۔ بیٹا میں تمہیں کچھ دینا چاہتا ہوں۔ امام صاحب یہ کہہ کر کچھ پڑھنے لگا۔ سامنے دیوار پھٹ گئی اور ایک سونے کا کڑا نکل کر امام صاحب کے ہاتھ میں آ گیا اور دیوار واپس برابر ہوگئی۔ امام صاحب یہ کیا ہے؟ احمد نے حیرت سے امام صاحب کو دیکھا اور پوچھا۔ اسے اپنے بازو میں پہن لو یہ کیا ہے تمہیں خود ہی پتہ چل

جائے گا لیکن اتنا یاد رکھنا یہ تمہاری ماں کا ہے۔ امام صاحب نے کہا اور باہر کی طرف چل پڑے۔ ارے ہاں احمد بیٹا تمہیں جب بھی میری مدد چاہئے ہو آنکھیں بند کر کے مجھے بلانا میں تم سے بات کرنے لگوں گا۔ امام صاحب نے رک کر پیچھے دیکھتے ہوئے کہا اور واپس چل پڑے جبکہ احمد حیرت کے گہرے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا۔

رات ہوتے ہی احمد نے اپنا عمل پڑھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اندھیرے چھٹتے گئے احمد نے اپنی نظر ... تک ... لیکن اسے پوری دنیا میں وہ جن و انس زادی کہیں نظر نہ آئی ہو کیسے ہو سکتا ہے وہ مجھے نظر کیوں نہیں آ رہی؟ ہاں ابھی کشمالہ پری کو بلاتا ہوں وہی شاید بتا سکے کہ آخر بات کیا ہے۔ احمد نے اپنے آپ سے کہا اور فوراً منتر پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کشمالہ پری نمودار ہوئی۔ آپ نے مجھے بلایا آقا کشمالہ پری فوراً بولی۔ کشمالہ مجھے وہ لڑکی نظر نہیں آ رہی آخر بات کیا ہے تم بتا سکتی ہو؟ احمد نے فوراً پوچھا۔ نہیں آقا میں تو نہیں جانتی لیکن ہمزاد بتا سکتا ہے آپ اسے فوراً بلائیں لیکن کیسے؟ احمد نے کشمالہ پری کی بات مکمل ہوتے ہی پوچھا پھر کشمالہ پری نے ایک منتر احمد کو بتایا جو احمد پہلے سے جانتا تھا۔ احمد نے وہ منتر پڑھا اور سامنے ایک لڑکا نمودار ہوا جو بالکل احمد جیسا تھا احمد اپنے آپ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ تم کون ہو اور تم میرے جیسے کیوں ہو؟ احمد نے ڈرے ڈرے انداز میں پوچھا۔ میں ہمزاد ہوں اور ہمزاد بالکل اپنے مالک جیسا ہی ہوتا ہے۔ آپ نے مجھے کس لئے بلایا؟ ہمزاد نے فوراً جواب کے بعد سوال کر دیا۔ مجھے بتاؤ وہ لڑکی جس کی ماں انسان اور باپ جن تھا، میرے علم کے باوجود مجھے نظر کیوں نہیں آ رہی؟ احمد نے سوال کیا۔ آقا اس نے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے لیکن آخری بار وہ طلسمی جنگل کے پاس دیکھی گئی تھی، ایک عمل کے دوران ہمزاد نے فوراً جواب دیا۔ اچھا یہ طلسمی پانی کہاں ہے؟ احمد نے پھر سوال کیا؟ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ہمزاد بولا۔ آقا وہ پانی افریقہ کے گھنے جنگل کے اندر موجود ہے۔ دیکھنے میں نہیں لگتا کہ وہ پانی ہے دراصل اس پانی کے اندر گھاس اگی ہوئی ہے اس لئے وہ نظر نہیں آتا لیکن اس کی سب سے بڑی نشانی اس کے اندر لال بیل کا؛ چنانچہ جب بس کی ہڈیاں بھی سرخ ہیں اگر غلطی سے بھی آپ نے اشخان جادوگر کو مارتے ہوئے اس پانی کو چھو لیا جادوگر مر جائے گا لیکن اس کے جادو کے سات روپ آزاد ہو جائیں گے جن میں لال بیل بھی شامل ہے۔ لال بیل اتنی تیزی سے بھاگتا ہے کہ اسے روکنا ناممکن ہے۔ ٹھیک ہے تم جادوگر کی کوئی کمزوری بتا سکتے ہو؟ احمد نے کچھ سوچ کر پوچھا۔ ہاں اس کی ایک ہی کمزوری ہے اور وہ ہے اس کی جان۔ ہمزاد نے جواب دیا۔ اس کی جان، کیا مطلب؟ احمد نے حیرت انگیز انداز میں پوچھا۔ یعنی شکاٹی چڑیل جادوگرنی۔ ہمزاد نے مختصراً جواب دیا اور پھر خاموش ہو گیا، پاس کھڑی کشمالہ پری جو ساری باتیں سن رہی تھی فوراً بولی۔ آقا شکاٹی چڑیل جادوگرنی اصل میں ایک جادوگرنی ہے لیکن وہ چڑیلوں کی طرح ہر روپ اپنا سکتی ہے اس لئے اسے چڑیل جادوگرنی کہا جاتا ہے اور آقا وہ بھی اشخان جادوگر سے جان چھڑانا چاہتی ہے اس لئے وہ ہماری مدد کے لئے فوراً راضی ہو جائے گی۔ اچھا تو ٹھیک ہے میں کل ہی سفر کی تیاری کروں گا۔ اب تم دونوں جاؤ۔ احمد نے کہا اور فوراً کشمالہ پری اور ہمزاد غائب ہو گئے۔



کون ہے جو مجھے ڈھونڈ رہا ہے، اسے مجھ سے کیا کام، اتنا تو میں نے محسوس کر لیا کہ وہ انسان اور جنات کی اولاد ہے، بالکل میری طرح۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھی لڑکی نے اپنے آپ سے کہا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے سامنے ایک لڑکی ظاہر ہوئی اور بولی۔ ماریہ میں نے اسے دیکھ لیا ہے تم نے صحیح کہا اس کے اندر انسان اور جنات کا خون ہے۔ اس کی ماں جن زادی اور باپ انسان تھا۔ اس کی ماں یعنی وہ جن زادی ایک جادوگر کی قید میں ہے اور اسے تمہاری مدد چاہئے اس لئے وہ تمہیں

ڈھونڈ رہا ہے۔ اچھا تو یہ بات ہے اور کچھ اس کے بارے میں معلوم ہوا سہانا؟ اس لڑکی نے ماریہ پوچھا۔ ہاں اسے تمام جادو اپنے باپ سے ملا ہے۔ اس کے اندر اپنی ماں کی بھی طاقت ہے لیکن وہ اس سے ناواقف ہے۔ کل صبح وہ اپنا سفر شروع کرے گا اور ایک بات اور اس کو اس کے امام صاحب نے ایک سنہرا کڑا دیا ہے اس کڑے کے اندر غضب کی طاقت ہے۔ اس کڑے کے ہوتے اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، ہر ہوائی مخلوق جو شیطانی ہے اس کڑے کی وجہ سے اس سے دور رہے گی۔ سہانا نے جواب دیا۔ ٹھیک ہے سہانا اب تم جاؤ۔ ماریہ نام کی لڑکی نے اس سے کہا اور دوسرے ہی لمحے وہاں سے سہانا غائب ہوگئی۔ اب سمجھی یقیناً یہ اس جن زادی کا بیٹا ہے جسے اشخان جادوگر نے قید کر رکھا ہے۔ اس اشخان جادوگر کے اب دو بڑے دشمن ہیں پہلے صرف میں تھی اور اب وہ لڑکا بھی۔ مجھے اس سے ملنا چاہئے لیکن اپنی اصلیت چھپا کر۔ ماریہ نے اپنے آپ سے کہا اور پھر مکمل خاموشی چھا گئی۔

❂

اگلی صبح احمد ناشتے سے فارغ ہوا اور اپنی ضرورت کی چند چیزیں بیگ میں پیک کرنے لگا۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ احمد نے جا کر دروازہ کھولا سامنے ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ احمد نے اس بوڑھی عورت سے پوچھا۔ جی فرمایئے میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟ اندر آنے کو نہیں کہو گے؟ میں تمہاری ماں کی سہیلی ہوں۔ اس بوڑھی عورت نے کہا۔ جی اندر آیئے۔ احمد نے ادب سے کہا اور راستے سے ہٹ گیا۔ جب بوڑھی عورت اندر داخل ہوگئی تو احمد نے دروازہ بند کر دیا۔ جی آپ کیا لیں گی، چائے یا ٹھنڈا؟ احمد نے پاس بیٹھ کر پوچھا۔ کچھ بھی لے آؤ ویسے تمہاری ماں چائے بہت اچھی بناتی تھی۔ اس بوڑھی عورت نے دکھ بھرے لہجے میں کہا اور احمد چائے بنانے چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ چائے کے دو کپ اور بسکٹ لے کر کچن سے باہر آیا۔ یہ لیجئے چائے۔ ویسے آپ کب سے میری ماں کو جانتی ہیں؟ احمد نے چائے پکڑاتے ہوئے پوچھا۔ ارے بیٹا کافی عرصے سے جب اس کی تمہارے ابو سے شادی ہوئی تھی تب سے۔ اس بوڑھی عورت نے جواب دیا اور چائے کی ایک چسکی لی۔ تم بالکل اپنی ماں جیسی چائے بناتے ہو بہت ذائقہ ہے تمہارے بھی ہاتھ میں۔ جی شکریہ احمد نے مختصراً جواب دیا۔ ویسے تم نے کہاں کی تیاری پکڑی ہے، تم کہیں جا رہے ہو؟ اس بوڑھی عورت نے بیگ کی طرف دیکھ کر کہا۔ جی کسی ضروری کام سے جا رہا ہوں، بہت ہی خاص کام ہے۔ احمد نے فوراً جواب دیا۔ اچھا اچھا خدا خیریت سے لے کر جائے اور واپس لائے۔ ویسے میں تمہیں کچھ دینے آئی تھی۔ اس بوڑھی عورت نے کہا اور ایک چھوٹا سا آئینہ نکال کر احمد کو پکڑا دیا۔ اسے اپنے پاس رکھو راستے میں یہ تمہاری بڑی مدد کرے گا۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟ خیر آپ دے رہی ہیں تو میں رکھ لیتا ہوں۔ پھر احمد نے وہ شیشہ بیگ میں رکھ لیا۔ اچھا اب میں چلتی ہوں خدا تمہاری مدد کرے۔ اس بوڑھی عورت نے کہا اور دروازے سے باہر نکل گئی جبکہ احمد حیران کھڑا رہا۔ اب احمد نے اپنی تیاری مکمل کر لی اور مولوی صاحب سے ملنے نکل پڑا۔ ان سے ملنے کے بعد احمد نے اشخان جادوگر کی طرف سفر شروع کر دیا۔ کشمالہ پری نے احمد کو بتا دیا تھا کہ اشخان جادوگر ابھی کہاں ہے۔ احمد نے پہلے شکائی چڑیل جادوگرنی سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ شکائی صحرائے ڈھانجو کے درمیان میں ایک نخلستان میں رہتی تھی۔ احمد مختلف گاڑیوں کے ذریعے وہاں تک پہنچ گیا۔ غضب کی گرمی پڑ رہی تھی۔ صحرا سے نخلستان تک کا راستہ احمد کو پیدل طے کرنا تھا۔ ابھی دو گھنٹے بعد سورج بھی ڈوب گیا۔

رات اسی ریت پر ہی گزارنی ہوگی۔ احمد نے کہا اور کچھ سوچ کر منتر پڑھنے لگا۔ اندھیرا چھٹتا گیا لیکن آج بھی احمد کو وہ لڑکی نظر نہ آئی تھی البتہ شکائی چڑیل جادوگرنی اسے نظر آ گئی تھی جو شاید کسی انسان کا بازو نوچ نوچ کر کھا رہی تھی۔ تھوڑے ہی دور اسے ایک بوڑھی عورت نظر آئی جسے دیکھ کر احمد کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ وہ

بوڑھی عورت وہی تھی جو احمد کی ماں کی سہیلی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد وہ بھی نظر آنا بند ہوگئی لیکن شکائی اسے ابھی تک نظر آ رہی تھی اور شاید اسے بھی پتہ چل گیا تھا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے لیکن وہ احمد کو دیکھ نہ پا رہی تھی پھر وہ کھڑی ہوگئی اور کچھ پڑھنے لگی۔ اس کے سامنے انتہائی بھیانک ڈھانچے نمودار ہوئے وہ انہیں کچھ کہتی رہی پھر وہ ڈھانچے غائب ہوگئے اور احمد نے آگے دیکھنا بند کر دیا۔ پھر احمد نے اپنا بیگ کھولا اور اسے وہی آئینہ نظر آیا۔ آئینے کو نکال کر باہر رکھا اچانک آئینے میں ڈھانچے نظر آنے لگے۔ آئینے میں احمد بھی نظر آ رہا تھا اور احمد کے آس پاس ڈھانچے بھی۔ احمد فوراً سمجھ گیا کہ ڈھانچے غیبی حالت میں اسے مارنا چاہتے ہیں۔ اچانک احمد کے دماغ میں ایک منتر آیا احمد نے منتر پڑھا اور دوسرے ہی لمحے ڈھانچے آتشی زنجیروں میں جکڑے گئے۔ وہ رات احمد نے جاگ کر گزاری اور دل ہی دل میں اس بوڑھی عورت کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ صبح کا سورج طلوع ہوا تو اس کے سامنے شکائی چڑیل جادوگرنی نمودار ہوئی اور بولی۔ اے آدم زاد تو نے میرے غلاموں کو کیوں قید کیا؟ سن شکائی تیرے غلام مجھے مارنے آئے تھے سو پکڑے گئے اور ہاں میں تجھ سے ہی ملنے آیا تھا، مجھے تجھ سے بات کرنی ہے۔ احمد نے بغیر ڈرے اس بھیانک شکل والی جادوگرنی سے کہا۔ بہت خوب تو میرا نام بھی جانتا ہے۔ بول مجھ سے کیوں ملنا چاہتا تھا؟ شکائی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ شکائی میں اشخان جادوگر کو مارنے کے لئے آیا ہوں وہ تجھے پسند کرتا ہے۔ کرتا ہوگا لیکن میں اس سے نفرت کرتی ہوں شکائی۔ احمد کی بات کاٹ کر غصے سے بولی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں اسی لئے تو میں تجھ سے مدد مانگنے آیا ہوں۔ ہم دونوں مل کر اس خبیث جادوگر کو مار دیں گے۔ بول میری مدد کرے گی؟ احمد نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ بے وقوف اسے تم کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیسے مرے گا، کم از کم میں تو نہیں جانتی اور دوسری بات اسے اس بات کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ شکائی نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔ میں جانتا ہوں وہ کیسے مر سکتا ہے اور رہی بات اس کو پتہ چلنے کی تو وہ میرا مسئلہ ہے تم پر حرف نہیں آئے گا۔ احمد نے فوراً جواب دیا۔ ایک بار پھر سوچ لو مسئلہ بہت بڑا ہے اشخان جادوگری کا بے تاج بادشاہ ہے اس کے پاس ایک سے ایک خطرناک طلسم ہے جو ایک لمحے میں سب کو ختم کر سکتا ہے اور میری مدد کی بات تو وہ میں تیار ہوں لیکن یہ تو بتاؤ کہ وہ مرے گا کیسے؟ شکائی نے سوالیہ انداز میں ہاتھ لہراتے ہوئے کہا۔ اسے بس طلسمی پانی میں ڈالنا ہوگا احمد نے کہا۔ کیا طلسمی پانی جانتے ہو وہاں اس کی ایک بڑی طاقت لال بیل موجود ہے جو ایک بار زندہ ہو گیا تو دنیا کی کیا ہم جادوگروں اور جادوگرنیوں کی بھی موت بن جائے گا۔ احمد کی بات سن کر شکائی نے اچھلتے ہوئے کہا۔ شکائی ایسی اچھلی جیسے اس کو کسی سانپ نے ڈس لیا ہو۔ شکائی کو ایسے دیکھ کر احمد نے کہا۔ میں جانتا ہوں تم بس میری مدد کر دو اسے طلسمی پانی میں پھینکنا میرا کام ہے۔ تمہیں صرف اسے اس پانی تک لانا ہے۔ احمد کی یہ بات سن کر شکائی کچھ ٹھیک ہوئی اور پھر بولی۔ ٹھیک ہے میں یہ کام کر لوں گی۔ دوسری بات شکائی میں نے تجھے انسانی گوشت کھاتے دیکھا تھا اب کسی انسان کو مت مارنا تو جانوروں کا خون پی سکتی ہے۔ احمد نے فوراً حکم دینے والے انداز میں کہا۔ یہ تیرا مسئلہ نہیں میں انسانی خون اور گوشت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ دوسری بار ایسی بات مت کرنا ورنہ تو بھی زندہ نہیں رہے گا۔ شکائی نے غصے سے زبان دکھاتے ہوئے کہا۔ تو ابھی بہت چھوٹی ہے، تو صرف انسانوں کو مار سکتی ہے لیکن آدھے انسان اور آدھے جن کو نہیں مار سکتی۔ احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ احمد کی یہ بات سن کر شکائی احمد سے دور ہوگئی اور بولی۔ تو تو اس جن زادی کا بیٹا ہے جسے اشخان جادوگر نے قید کیا ہوا ہے۔ ہاں ٹھیک پہچانا میں وہی ہوں اس لئے میں نے جو کہا اس پر عمل کرنا۔ تیرے یہ چیچے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے انہیں بھی ساتھ لے کر جا۔ احمد نے ڈھانچوں کو آزاد کرتے ہوئے کہا اور شکائی صرف سر ہلا کر غائب ہو

گئی۔ احمد اپنے منصوبے میں ابھی تک ٹھیک جا رہا تھا اور وکائی بھی اس کی مدد کے لئے تیار تھی۔ اچانک احمد کو ایسا لگا جیسے کوئی اس پر نظر رکھ رہا ہو۔ اس نے فوراً آئینہ نکالا اور کہا۔

اے آئینے مجھے بتا مجھ پر کون نظر رکھ رہا ہے؟ دوسرے ہی لمحے آئینے پر وہی بوڑھی عورت نظر آئی جو احمد کے گھر آئی تھی۔ یہ مجھ پر نظر رکھ رہی ہیں، کہیں یہ بھی میری ماں کی طرح جن زادی تو نہیں اور میری مدد کے لئے آئی ہیں۔ احمد نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ اب آئینے پر سے وہ بوڑھی عورت غائب ہو چکی تھی۔ احمد نے آئینہ واپس بیگ میں رکھ دیا اور کشمالہ پری کو بلایا۔ کشمالہ تم شکائی پر نظر رکھو اگر وہ میرے خلاف کوئی کام کرے تو مجھے بتانا۔ احمد نے کشمالہ پری کو حکم دیا اور کشمالہ پری پھر غائب ہو گئی۔ دوسرے دن پھر کشمالہ پری نمودار ہوئی۔ ہاں بولو کشمالہ کیا خبر لائی ہو؟ احمد نے فوراً سوال کر دیا۔ آقا وہ آپ کے کہنے پر عمل کر رہی ہے اور وہ بہت جلد اشخان جادوگر کو وہاں لے جائے گی۔ کشمالہ پری نے ایک اچھی خبر سنائی احمد کو۔ لیکن آقا مجھے یہاں کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا ہے جیسے یہاں کوئی بہت بڑی طاقت چھپی ہے یعنی قید ہے۔ آقا یہ طاقت بہت کام آ سکتی ہے آپ کے۔ کشمالہ پری نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا وہ طاقت تمہیں نظر آ رہی ہے؟ احمد نے فوراً پوچھا۔ نہیں آقا وہ زمین کے اوپر نہیں ہے، آپ کو آتشی بونے سے پوچھنا ہو گا۔ وہ زمین کے اندر کی ساری خبر رکھتا ہے۔ کشمالہ نے جواب دیا۔ آتشی بونا۔ یہ نام لیتے ہی ایک منتر احمد کی زبان پر آ گیا۔ منتر پورا ہوتے ہی ایک بونا زمین کے اندر سے باہر نکلا وہ سر سے لے کر پیروں تک آگ کا بنا ہوا تھا۔ باہر آتے ہی موٹی اور بھیانک آواز میں بولا۔

کیا حکم ہے میرے آقا اس غلام کو کیسے یاد کیا؟ بونے کی آواز سن کر احمد تو پہلے گھبرا گیا اور پھر کچھ دیر بعد بولا۔ آتشی بونے مجھے بتاؤ کیا میرے آس پاس کوئی بہت بڑی طاقت قید ہے؟ آتشی بونا کچھ دیر دیکھتا رہا پھر بولا۔ جی ہاں آقا یہاں ایک دیو نما جن قید ہے یہ جن صدیوں سے قید ہے اس جن کے آگے بڑے بڑے [illegible] بھی نہیں ٹک پاتے۔ جاؤ اسے باہر لے آؤ۔ احمد نے آتشی بونے کو حکم دیا۔ مجھے معاف کیجئے گا آقا یہ میرے بس کی بات نہیں اگر میں نے اس بوتل کو چھوا اسی وقت مر جاؤں گا۔ یہ کام آپ کو خود کرنا ہو گا۔ میں آپ کو وہ جگہ دکھا سکتا ہوں جس کے نیچے وہ موجود ہے۔ آتشی بونے نے ادب سے کہا اور احمد کو وہ جگہ بتا دی۔ ٹھیک ہے میرے لئے ایک بیلچہ لے آؤ، ریت نرم ہے جلدی ہی اسے باہر نکال لوں گا۔ احمد نے کہا اور دوسرے لمحے بیلچہ احمد کے سامنے موجود تھا۔ تھوڑی سی کھدائی کے بعد ایک بوتل احمد کے ہاتھ لگ گئی جس میں سرخ رنگ کا دھواں موجود تھا۔ احمد جیسے ہی بوتل کھولنے لگا اچانک بونا بول پڑا۔ رک جائیں آقا اسے کھولنے سے پہلے آپ کو اپنی حفاظت کے لئے ایک چلہ کاٹنا ہو گا یہ چلہ تین راتوں کا ہو گا۔ چلہ مکمل کر کے آپ اس بوتل پر پھونک دینا اور پھر بوتل کو کھولیے گا تب یہ جن آپ کا غلام بنے گا۔ شکریہ آتشی بونے اب تم مجھے وہ چلہ بھی یاد کروا دو تاکہ چلہ کر کے قابو کر سکوں۔ احمد نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اور احمد کو آتشی بونے نے چلہ یاد کروا دیا اور چلہ کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔

رات ہوتے ہی احمد چلہ کرنے کے لئے بیٹھ گیا اور چلہ شروع کر دیا۔ آدھی رات کے وقت شکائی نمودار ہوئی اور بولی۔ احمد میں نے تیرا کام کر دیا ہے۔ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں تو باہر آ جا۔ احمد کو پہلے ہی آتشی بونے نے بتا دیا تھا کہ چلہ کے دوران آپ کو ڈرایا جائے گا مختلف طریقوں سے اس لئے احمد رات بھر بیٹھا عمل کرتا رہا۔ سورج طلوع ہوتے ہی احمد دائرے سے باہر آ گیا، ناشتہ پہلے ہی کشمالہ پری لے آئی تھی۔ کھانا کھا کر احمد آرام کی غرض سے سو گیا۔ دن بھر سونے کے بعد جب آنکھ کھلی تو رات ہونے والی تھی احمد نے پھر دائرہ کھینچا اور بوتل سامنے رکھ کر رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ رات ہوتے ہی چلہ شروع کر دیا۔ آج رات بھی خون کی بارش ہوتی رہی اور کبھی ڈھانچے ظاہر ہوتے رہے لیکن احمد نے چلہ مکمل کیا اور صبح دائرے سے باہر آ گیا۔ تیسری اور آخری رات احمد کے ابو نمودار ہوئے اور بولے۔ بیٹا تیری ماں کو اشخان جادوگر نے آزاد کر دیا ہے اس لئے یہ سب چھوڑ اور آ کر میرے گلے لگ جا۔ یہ دیکھ کر احمد کھڑا ہو گیا اچانک احمد کو کشمالہ پری کی آواز سنائی دی۔ یہ دھوکہ ہے آقا اپنا چلہ پورا کیجئے۔ یہ سن کر جیسے احمد کو ہوش آ گیا ہو اور احمد نے بیٹھ کر پھر چلہ شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے احمد کے ابو ایک سرخ رنگ کے ڈھانچے میں تبدیل ہو گئے ڈھانچہ مسلسل دھمکیاں دینے لگا لیکن احمد نے آنکھیں بند کر کے چلہ مکمل کیا۔ صبح کا سورج احمد کی کامیابی کی خبر لے کر نمودار ہوا۔ احمد نے عمل پڑھ کر بوتل پر پھونکا اور ڈھکن کھول دیا۔ دھواں اس سے باہر نکلنے لگا پھر ایک پندرہ یا سولہ فٹ کا دیو نما جن نمودار ہوا اور بولا۔ آپ نے مجھے آزاد کیا اور اب میں آپ کا غلام ہوں میرا نام کاشی جن ہے، آپ مجھے کچھ بھی حکم دے سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے تم جاؤ جب مجھے تمہاری مدد چاہئے ہو گی میں تمہیں بلا لوں گا۔ احمد نے کہا اور جن غائب ہو گیا۔ احمد بہت خوش تھا یہ اس کا پہلا غلام جن تھا جسے اس نے خود قابو کیا تھا پھر کچھ سوچ کر اس نے کشمالہ پری کو طلب کیا۔ کشمالہ کیا شکائی اپنے کام میں کامیاب ہو رہی ہے؟ احمد نے فوراً پوچھا۔ جی ہاں کسی حد تک وہ کامیاب ہوئی ہے، ایک دو دن میں وہ [illegible] قریب جائیں گے۔ اب آپ بھی [illegible] وقت جانا ہو سکتا ہے۔ آپ کو [illegible] پلک جھپکتے ہی پہنچا دے گا۔ اس کے [illegible] سے آقا۔ کشمالہ پری نے ساری [illegible] اور [illegible] واپس جانے کا حکم [illegible] احمد شکائی کا انتظار کرنے لگا۔

⚙

شکائی چڑیل جادوگرنی تم بڑی مہربان ہو رہی ہو پچھلے دنوں سے اور تم بار بار افریقہ کے گھنے جنگل میں نکل جانے کی ضد کر رہی ہو۔ ایک نہایت بدصورت شخص نے شکائی کے قریب آ کر کہا۔ تم جانتے ہو اشخان جادوگر مجھے اب یہاں شکار نہیں ملتا افریقہ کے جنگلوں میں تو شکار ہی شکار ہے وہاں کچھ دن گزارنا چاہتی ہوں تاکہ تندرست رہ سکوں۔ دیکھو پچھلے چھ دن سے کچھ بھی مزے کا نہیں کھایا۔ شکائی نے نخرے بھرے انداز میں اس بوڑھے بدصورت شخص کو اشخان جادوگر کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے کہا اور جواب میں اشخان جادوگر نے انتہائی بھیانک قہقہہ لگایا ایسا لگنے لگا جیسے ابھی زلزلہ آ جائے گا اور اشخان اور شکائی غار کے اندر دب کر ہی مر جائیں گے۔ ٹھیک ہے شکائی ہم دونوں کل ہی نکل جائیں گے اور ہواؤں میں اڑ کر چند گھنٹوں میں وہاں پہنچ جائیں گے۔ اشخان جادوگر نے شکائی چڑیل جادوگرنی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور جواب میں شکائی زبردستی مسکرائی۔

⚙

شام کے وقت شکائی احمد کے سامنے نمودار ہوئی اور بولی۔ ہم کل نکل رہے ہیں تم بھی تیار رہنا جب ہم طلسمی پانی کے اوپر سے گزریں گے تم اسے کسی طرح پانی میں پھینک دینا۔ اشخان جادوگر اپنے اوپر کسی کا وزن برداشت نہیں کر سکتا فوراً پانی میں گر جائے گا۔ ٹھیک ہے میں تم سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں گا۔ احمد نے مختصراً کہا اور شکائی واپس غائب ہو گئی۔ وہ رات احمد نے جاگ کر گزاری۔ اب احمد کی روٹین بن گئی تھی دن کو سونا اور رات کو جاگنا کیونکہ [illegible] رات میں نئے نئے چلے [illegible] عمل کرنے ہوتے ہیں۔

⚙

اشخان جادوگر چلو ہم [illegible] چلیں۔ شکائی نے اشخان جادوگر [illegible] سامنے [illegible] ہے پھو میرا ہاتھ پکڑو تاکہ ہم [illegible] سکیں۔ اشخان جادوگر [illegible] ہاتھ سامنے کرتے ہوئے کہا اور شکائی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا کچھ دیر اشخان جادوگر [illegible] رہا پھر دونوں ہوا میں اٹھنے لگے اور اوپر آسمان تک پہنچ گئے۔ اب انہوں نے افریقہ کے گھنے جنگل کی طرف سفر

شروع کر دیا۔ ادھر احمد پہلے ہی طلسمی پانی کے اوپر کاشی جن کے کندھے پر سوار کھڑا اشخان جادوگر اور شکائی کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد احمد کو دونوں آتے نظر آ گئے۔ اشخان جادوگر بری طرح احمد کے جال میں پھنس گیا تھا۔

ارے تھوڑا نیچے اترتے ہیں ہم بہت اونچائی پر ہیں شکائی چڑیل جادوگرنی نے اشخان جادوگر کو کہا اور اشخان جادوگر مسکرا کر نیچے اڑنے لگا۔ جیسے ہی دونوں طلسمی پانی کے اوپر پہنچے عین اسی وقت احمد نے اشخان جادوگر کے اوپر چھلانگ لگا دی۔ اشخان جادوگر اسے حملے کے لئے بالکل تیار نہیں تھا۔ احمد کے چھلانگ لگاتے ہی اشخان جادوگر طلسمی پانی کی طرف گرنے لگا لیکن پانی سے کچھ اوپر رک گیا۔ اشخان جادوگر نے احمد کو اپنے اوپر اٹھا لیا تھا اسی وقت وہ بوڑھی عورت نمودار ہوئی جو احمد کی امی کی سہیلی تھی۔ اس نے بھی فوراً اشخان جادوگر پر چھلانگ لگا دی اب اشخان جادوگر طلسمی پانی میں گر پڑا لیکن احمد کا پاؤں بھی پانی میں بھیگ گیا اور اشخان جادوگر کی آواز آئی۔ بے وقوف تو نے مجھے تو مار دیا لیکن میرے جادو کے سات روپ آزاد کر دیے جو دنیا میں تباہی مچا دیں گے۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ تو نے پانی کو چھو لیا ہے ہاہاہاہا۔ اس کے بعد آواز آنا بند ہو گئی۔ یہ تم نے کیا کر دیا بے وقوف اب کوئی بھی جادو کے سات روپ سے نہ بچ پائے گا۔ سب کی موت اب یقین ہے۔ میں نے تجھے کہا تھا ناں کہ ذرا سی غلطی تباہی لے آئے گی۔ تو نے وہ غلطی کر دی، کر دی تو نے وہ غلطی۔ شکائی چڑیل جادوگرنی نے غصے اور ڈرتے ہوئے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ ہاں احمد تم سے غلطی تو ہوئی ہے اب اس غلطی کا حل بھی تمہیں اور مجھے ڈھونڈنا ہو گا۔ اس بوڑھی عورت نے کہا اور اپنے اصلی روپ میں آ گئی۔ اب اس بوڑھی عورت کی جگہ ماریہ کھڑی تھی۔ تم کون ہو احمد نے اپنے سامنے ایک خوبصورت لڑکی کو نمودار ہوتے دیکھ کر گھبرائے اور ڈرے لہجے میں کہا۔ میں وہی ہوں جسے تم تلاش کر رہے تھے میں بھی تمہاری طرح آدھی

انسان اور آدھی جن زادی ہوں اور میرا نام ماریہ ہے۔ ماریہ نے احمد کو اپنے بارے میں بتایا جبکہ شکائی ان دونوں کو دیکھ کر ڈر رہی تھی۔ تم مت ڈرو اب تم جا سکتی ہو۔ احمد نے شکائی کو ڈرے ڈرے دیکھ کر کہا پھر اچانک دھماکہ ہوا طلسمی پانی کے اندر۔ یہ کیسا دھماکہ تھا احمد نے فوراً پوچھا اور جواب میں شکائی بولی۔ لال بیل، لال بیل زندہ ہو رہا ہے اور باقی چھ روپ بھی بھاگو یہاں سے ورنہ مارے جاؤ گے۔ شکائی یہ کہہ کر غائب ہو گئی۔ لال بیل کے ڈھانچے پر گوشت چڑھنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہاں سرخ رنگ کا بیل کھڑا احمد اور ماریہ کو گھور رہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی انہیں مار ڈالے گا لیکن بیل نے رخ بدلا اور دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے غائب ہو گیا۔



ماریہ جب میں نے اپنے علم کی طاقت سے آپ کو دیکھنا چاہا، آپ مجھے نظر نہیں آئیں۔ آپ کو سب نظروں سے غائب ہونے والے علم کے بارے میں پتہ ہے؟ احمد نے ماریہ سے واپس کاشی جن پر سوار ہوتے ہوئے پوچھا۔ یہ علم مجھے میرے ابو یعنی شعبان جن سے ملا ہے۔ بس میں وہ منتر پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیتی ہوں اور دنیا میں ہوتے ہوئے بھی مجھے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا اور یہ علم صرف جن زادے اور جن زادیوں کو ملتا ہے جیسے کہ تم ہو اور میں۔ ماریہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور احمد ماریہ کی مسکراہٹ دیکھ کر اپنے پیچھے رہ گیا۔ ارے تم بھی یہ منتر پڑھ سکتے ہو اور میری طرح غائب ہو سکتے ہو کیونکہ تم بھی ایک جن زادی کی اولاد ہو۔ ماریہ نے ہنسی روکتے ہوئے فوراً کہا اور جواب میں احمد بولا گیا۔ ہاں شاید کر سکتا ہوں لیکن مجھے منتر یاد نہیں میں نے کبھی وہ منتر پڑھا ہی نہیں۔ احمد نے سر جھکا کر کہا اور پھر فوراً ماریہ بولی۔ میں تمہیں وہ منتر یاد کرا دیتی ہوں۔ میرے پاس جو علم ہے یعنی ایک جن زادی ہونے کی وجہ سے وہ میں تمہیں بتا دوں گی یعنی ہر منتر تم پڑھ کر اس کا فائدہ بھی اٹھا سکتے ہو۔

ماریہ احمد کو ایک منتر بتانے لگی جو عجیب و غریب الفاظ پر مشتمل تھا لیکن احمد نے پہلی بار میں ہی اسے یاد کر لیا۔ ایسے ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ منتر وہ برسوں سے جانتا ہو۔ اب ذرا میں اس منتر کو آزما لوں کہ یہ کام کرے گا یا نہیں۔ یہ کہہ کر احمد نے کاشی جن پر بیٹھے بیٹھے ہی منتر پڑھا اور اپنے اوپر پھونک دیا۔ دوسرے لمحے ہی احمد سب کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ ماریہ میں نظر آ رہا ہوں؟ احمد نے فوراً پوچھا۔ نہیں یعنی تم ہر وہ منتر کر سکتے ہو جو میں کر سکتی ہوں۔ ماریہ نے خوشی سے کہا اور جواب میں احمد کی بھی ہنسی کی آواز آنے لگی۔ ارے اب میں واپس ظاہر کیسے ہوں گا۔ احمد نے گھبرا کر پوچھا۔ ڈرو نہیں، واپس اسی منتر کو پڑھو اور اپنے اوپر پھونک دو تم واپس ظاہر ہو جاؤ گے۔ ماریہ نے جواب دیا اور احمد نے دوبارہ منتر پڑھا اور ظاہر ہو گیا۔ کاشی جن احمد اور ماریہ کو لے کر واپس ڈھانجو پہنچ گیا اور احمد کے اشارے پر غائب ہو گیا۔

احمد ابھی مسئلہ ختم نہیں ہوا ہے، وہ لال بیل اور باقی چھ روپ بھی زندہ ہو گئے ہیں۔ میرا علم مجھے بتا رہا ہے کہ جب تک لال بیل زندہ ہے باقی روپ حرکت میں نہ آئیں گے۔ یعنی لال بیل کے مرتے ہی دوسرا روپ حرکت میں آئے گا اور اس طرح ایک کے بعد ایک یعنی ہمارے لئے یہ بہتر ہے پہلے ایک کو ماریں اور پھر دوسرے کو۔ ماریہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اچھا یہ تو اچھی بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ وہ لال بیل کہاں ہے۔ یہ کہہ کر احمد نے اپنا منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد اندھیرا چھٹنے لگا اب احمد کو لال بیل نظر آ رہا تھا۔ وہ ہر جگہ تباہی مچاتا گزر رہا تھا کئی گاؤں، شہر اس نے ختم کر دیئے تھے۔ ماریہ اس نے تباہی مچا رکھی ہے، موت کا کھیل شروع کر رکھا ہے۔ وہ اپنے پیروں تلے ہر چیز کو روندر رہا ہے۔ احمد نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ یعنی ابھی تک وہ صرف چیزیں توڑ رہا ہے۔ ماریہ نے فوراً کہا اور احمد بولا۔ کیا مطلب ابھی صرف چیزیں توڑ رہا ہے یعنی کہ وہ کچھ اور بھی کر سکتا ہے۔ مجھے نہیں پتہ لیکن اسے

روکنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ آیا کہاں سے اشخان جادوگر نے کیسے اسے قید کیا۔ وغیرہ وغیرہ ماریہ نے احمد کے سامنے اور سوالات رکھ دیے۔ کیا آپ نہیں پتہ کر سکتیں اس کے بارے میں احمد نے پوچھا۔ نہیں میرا علم اتنا وسیع نہیں لیکن شاید سہانا ہماری مدد کر سکے۔ یہ کہہ کر ماریہ نے منتر پڑھا اب اس کے سامنے سہانا کھڑی تھی۔ کیسے بلایا ماریہ، تو تم اس سے مل چکی ہو؟ سہانا نے احمد اور ماریہ کو اکٹھے دیکھتے ہوئے کہا۔ سہانا کیا تم ہمیں ایسا طریقہ بتا سکتی ہو جس سے ہم اس لال بیل کو قابو یا مار سکیں۔ ماریہ نے فوراً اپنے مطلب کی بات کی۔ ماریہ یہ مجھ اکیلی کے بس کی بات نہیں ہے اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم کرنا۔ اگر میرے ساتھ ایک پری اور ہوتی تو ہم دونوں ایک دوسرے میں سما جاتیں اور پھر شاید پتہ چل جاتا کچھ سہانا نے افسردہ لہجے میں کہا۔ یہ بات سن کر احمد خوشی سے بولا۔ ارے ہاں یہ ہو سکتا ہے یہ کہہ کر احمد نے منتر پڑھا اور کشمالہ سامنے نمودار ہوئی۔ اب تو تم دونوں مل سکتی ہو۔ احمد نے کہا اور جواب میں دونوں پریوں سہانا اور کشمالہ نے سر ہلا دیا اگلا منظر حیران کر دینے والا تھا۔ سہانا اور کشمالہ نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے اور کچھ پڑھنے لگیں۔ روشنی کا تیز طوفان پیدا ہوا احمد اور ماریہ نے فوراً آنکھیں بند کر لیں۔ جب آنکھیں کھولیں تو سامنے ایک اور لڑکی کھڑی تھی۔ اب میں لال بیل کے بارے میں معلوم کرتی ہوں اس لڑکی نے کہا۔ رکو کشمالہ احمد نے آگے روکتے ہوئے کہا۔ آقا اب میرا نام سکشما پری ہے اس سکشما پری نے کہا۔ ٹھیک ہے اب تم اپنا کام کرو۔ ماریہ نے فوراً کہا۔ جیسا آپ کا حکم ماریہ یہ کہہ کر سکشما نے آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر بعد آنکھیں کھول کر بولی۔ آقا کچھ پتہ نہیں چلا لال بیل کے بارے میں۔ کیا؟ ماریہ اور احمد کے منہ سے بیک وقت نکلا۔ کیا مطلب، کچھ پتہ نہیں چلا؟ ہاں آقا صرف ایک چلہ پتہ چلا ہے جسے آپ دونوں کو کرنا ہو گا، اکتالیس راتوں کا یہ چلہ جان لیوا بھی ہو سکتا ہے اگر آپ دونوں نے یہ چلہ کر لیا تب آپ کے سامنے ماضی

کا سب سے بڑا جادوگر افراسیاب ظاہر ہوگا، وہی آپ کو سب کچھ بتا سکتا ہے، لال بیل کے بارے میں۔ احمد کے سوال کے جواب پر سکشما پری نے کہا۔ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں اب ہمیں وہ چلہ کرنا ہی ہوگا۔ تم وہ چلہ بتا دو۔ ماریہ نے کہا اور سکشما پری نے وہ چلہ بتا دیا اور پھر غائب ہوگئی۔ احمد اب ہمیں یہ چلہ کرنا ہی ہوگا چاہے ہماری جان ہی کیوں نہ چلی جائے ہم دنیا کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔ ماریہ نے خاموش بیٹھے احمد سے کہا اور جواب میں احمد صرف اثبات میں سر ہی ہلا سکا۔ یہ چلہ کرنا کیسے ہے اور کہاں یہ تو سکشما پری نے بتایا ہی نہیں احمد نے کچھ دیر بعد پوچھا۔ ارے ہاں یہ تو اس نے بتایا ہی نہیں یہ کہہ کر ماریہ منتر پڑھنے لگی لیکن سکشما پری نمودار نہ ہوئی یہ دیکھ کر احمد نے اپنا منتر پڑھا دوسرے لمحے ہی سکشما پری نمودار ہوگئی۔ تم میرے منتر پر نمودار کیوں نہیں ہوئی؟ ماریہ نے سکشما کے ظاہر ہوتے ہی پوچھا۔ جب تک آپ دونوں منتر نہیں پڑھیں گے میں نمودار نہیں ہوں گی کیونکہ میں سہانا اور کشمالہ پری کا جوڑ ہوں یعنی میں دو سے ایک بنی ہوں۔ سکشما پری نے وجہ بتائی۔ سکشما تم نے چلہ کرنے کا طریقہ اور جگہ نہیں بتائی اس لئے ہم نے تمہیں بلایا ہے۔ احمد نے سکشما پری کی بات پوری ہوتے ہی کہا۔ آقا طلسمی دائرہ کھینچ کر آپ کو اور ماریہ کو ایک ٹانگ پر کھڑا ہونا ہوگا اور یہ چلہ کرنا ہوگا اور رہی یہ بات کہ کس جگہ کرنا ہے تو وہ جگہ اشخان جادوگر کی غار ہے اس غار کے اندر جانے کا راستہ صرف شکائی چڑیل جادوگرنی ہی جانتی ہے کیونکہ بظاہر غار کے اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور یہ چلو رات بارہ بجے سے صرف سورج طلوع ہونے تک کرنا ہوگا۔ اس چلے میں آپ کو زیادہ بری طرح سے ڈرایا، دھمکایا جائے گا۔ یہ مشکل ترین چلہ ہے آقا صرف آج تک دو انسانوں نے ہی یہ چلہ کیا ہے اور کامیاب ہوئے اور باقی جس جس نے کوشش کی وہ موت کی آغوش میں چلا گیا۔ رکو رکو تم نے کہا۔ صرف دو انسانوں نے کہا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ انہیں کچھ کیوں نہ ہوا اچانک ماریہ نے سکشما پری کو روکتے ہوئے پوچھا۔ وہ اس لئے کہ وہ انسان، انسانی خون اور گوشت کھاتے تھے جس کی وجہ سے وہ کسی شیطانی طاقت سے نہ ڈرتے تھے۔ سکشما پری کے اس جواب کو سن کر ماریہ اور احمد کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ یعنی یہ عمل صرف وہی کر سکتا ہے جو انسانی خون اور گوشت کھاتا ہو۔ احمد نے ماریہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ نہیں تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ میں اور تم پورے انسان نہیں ہیں ہمارے اندر جنات کا بھی خون ہے اور ہم بڑی سے بڑی طاقت کا مقابلہ کر لیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم ایسا کر لیں گے۔ ماریہ احمد کی بات سن کر فوراً بولی۔

ہاں ہم ہمت نہیں ہاریں گے، یہ سب تباہی میری وجہ سے شروع ہوئی ہے اسے میں ہی روکوں گا۔ احمد نے پرجوش انداز میں کہا اور جواب میں ماریہ مسکرادی۔ ٹھیک ہے سکشما پری اب تم جاؤ جب ہمیں تمہاری ضرورت محسوس ہوگی تمہیں بلا لیں گے۔ ماریہ کی بات سن کر سکشما پری فوراً غائب ہوگئی۔ ماریہ اب ہمیں [illegible] ملنا ہوگا۔ چلو ہم ابھی اس کے پاس چلتے ہیں۔ کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

اب رات ہونے والی ہے یہ کام ہم کل کریں گے۔ احمد کی بات سن کر ماریہ نے کہا اور احمد واپس خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر دونوں نے رات کا کھانا کھایا اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ کافی دیر بعد احمد بولا۔ ماریہ اب تم سو جاؤ میں جاگ کر پہرہ دوں گا ویسے بھی مجھے رات کو سونے کی عادت نہیں رہی۔ ٹھیک ہے کچھ دیر تم پہرہ دینا اور کچھ دیر میں جاگ کر پہرہ دوں گی اس طرح ہم دونوں کچھ کچھ دیر سو سکیں گے۔ ماریہ نے احمد کی بات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا اور پھر ریت پر چادر بچھا کر لیٹ گئی۔ ماریہ کے سوتے ہی احمد نے اپنا منتر پڑھا اور پھر راستوں سے اندھیرا چھٹتا گیا۔ اب احمد رات کی تاریکی میں دن کی روشنی کی طرح دور دور تک دیکھنے لگا احمد کی نظریں اب شکائی چڑیل جادوگرنی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ احمد نے اسے نخلستان میں بھی دیکھا لیکن وہ نظر نہ آئی۔ کافی محنت کے بعد احمد نے اسے ایک غار کے

اندر انسانی گوشت کھاتے دیکھا، احمد کے دماغ میں ایک منتر آیا۔ منتر پڑھتے ہی احمد نے کہا۔ شکائی چڑیل جادوگرنی میرے پاس آ فوراً۔ غائب کی یہ آواز سن کر شکائی خوفزدہ ہوگئی لیکن پھر سنبھل کر بولی۔ کون ہے تو سامنے آ میرے؟ میں احمد ہوں جلدی مجھے وہیں مل جہاں پہلے ملی تھی، میں تیرا انتظار کر رہا ہوں، فوراً آ۔ احمد نے کہا اور شکائی اثبات میں سر ہلا کر غائب ہوگئی کچھ دیر بعد وہ احمد کے سامنے نمودار ہوئی۔ ہاں کیوں مجھے بلایا کیا کام ہے اب؟ شکائی نے سامنے آتے ہی کہا۔ شکائی تم اشخان کی غار جانتی ہو کہ وہ کہاں ہے؟ احمد نے فوراً پوچھا۔ کون سی غار اشخان جادوگر کی تو کئی غاریں تھیں؟ شکائی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ وہ غار جس کا کوئی دروازہ نہیں، وہ طلسمی غار۔ احمد کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شکائی بول پڑی۔ ہاں جانتی ہوں لیکن تم وہاں اپنی ماں کو ڈھونڈنے جا رہے ہو، تم اسے اس وقت تک آزاد نہیں کروا سکتے جب تک جادو کے سات روپ ختم نہیں ہو جاتے اور دوسری بات وہ وہاں ہے ہی نہیں۔ شکائی نے مزید کہا۔ لال بیل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے ہمیں یعنی مجھے اور ماریہ کو وہاں اکتالیس دن دنوں کا چلہ کرنا ہے اس لئے تم کل صبح یہاں آ جانا اور پھر ہم اس غار میں چلیں گے۔ اب تم جاؤ۔ احمد نے کہا اور شکائی سر ہلا کر غائب ہوگئی۔ رات بھر احمد پہرہ دیتا رہا صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی شکائی نمودار ہوئی۔ لگتا ہے رات بھر جاگتے رہے ہو؟ شکائی نے ظاہر ہوتے ہی کہا۔ ہاں مجھے رات کو سونے کی عادت نہیں رہی۔ احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ احمد اور شکائی کی باتیں سن کر ماریہ بھی جاگ گئی۔ ماریہ تم ناشتہ کر لو پھر ہم اپنے سفر پر نکلیں گے۔ احمد نے ماریہ کو ناشتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر احمد نے کاشی جن کو بلایا اور شکائی کے بتائے راستوں پر اڑنے لگے۔ مسلسل آٹھ گھنٹے اڑنے کے بعد شکائی نے ایک جزیرے کی طرف اشارہ کیا پھر سب اس جزیرے پر اتر گئے۔ وہ کئی شہروں، گاؤں اور سمندروں پر سے گزر کر یہاں پہنچے تھے۔ شکائی یہ کون سی جگہ ہے اور کون سا ملک ہے؟ احمد نے شکائی سے پوچھا۔ یہ تو نہیں پتہ کہ یہ کون سا ملک ہے ہاں اس جگہ کو ٹائمیرہ جزیرہ کہا جاتا ہے۔ جانتے ہو ٹائمیرہ کا مطلب کیا ہے؟ شکائی نے اپنے بڑے بڑے دانت دکھاتے ہوئے پوچھا۔ نہیں کیا مطلب ہے۔ اب کی بار ماریہ بولی۔ ٹائمیرہ کا مطلب ہے خواب۔ شکائی نے کہا۔ خواب۔ اس جیرے کا یہ نام کس وجہ سے پڑا شکائی؟ احمد نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ اس لئے احمد کہ یہ جزیرہ عام انسانوں کو نظر نہیں آتا، کسی خواب کی مانند ہے یہ جزیرہ۔ اس کے اردگرد ہر طرف بھنور ہیں اس لئے کوئی بھی یہاں کا رخ نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے اشخان جادوگر نے اس جگہ پر اپنی طلسمی غار بنائی۔ آؤ اب تمہیں وہ طلسمی غار دکھاؤں۔ یہ کہہ کر شکائی آگے آگے چلنے لگی، آدھے گھنٹے بعد شکائی اک پہاڑ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

یہ ہے وہ طلسمی غار اور اس کا دروازہ یہ کوبرہ کا سر ہے۔ اس کوبرہ سانپ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہی سانپ زندہ ہو جائے گا اور تم سے جادوئی الفاظ میں پوچھے گا تم کہہ دینا آزیو پیپکٹرم۔ سانپ دروازہ کھول دے گا پھر تم اندر چلے جانا، اس غار کے باہر سے اندر نہیں دیکھا جا سکتا جبکہ اندر سے باہر ہر جگہ ہر چیز نظر آ جاتی ہے۔ شکائی نے طلسمی غار کے اندر جانے کا طریقہ اور باقی باتیں بھی بتا دیں۔ کتنا خوبصورت جزیرہ ہے یہ؟ ماریہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں صرف دن کی روشنی میں رات کو یہ جزیرہ موت کا منظر پیش کرتا ہے۔ ہر طرف موت رقص کرتی ہے، یہ سب رات کو بارہ بجے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ شکائی نے مسکراتے ہوئے کہا اور یہ سب سن کر احمد اور ماریہ حیران رہ گئے اور ماریہ بولی۔ کیا مطلب موت رقص کرتی ہے، کیا یہ کوئی راز ہے؟ پتہ نہیں لیکن یہاں بارہ بجے کے بعد جنات، چڑیلیں اور دوسری ہوائی مخلوقات آ جاتی ہیں، یہاں تمہارے لئے چلہ کرنا بہت مشکل ہوگا وہ بھی ایک ٹانگ پر مجھے یہ ناممکن لگتا ہے۔ میری مانو تو چھوڑ دو یہ چلہ کوئی

اور راستہ ڈھونڈو شکاٹی نے ماریہ اور احمد کو ڈرانے والے انداز میں کہا۔ اب کوئی راستہ ہی نہیں بچا یہ چلہ تو کرنا ہی ہوگا تاکہ لال بیل کی اصلیت جان کر اسے موت کے گھاٹ اتار سکیں۔ احمد نے بے خوف و خطر شکاٹی کی نصیحت رد کرتے ہوئے کہا۔ ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی، میں نے منع کرنا تھا سو کر دیا۔ اس سے زیادہ میں کر بھی کیا سکتی ہوں۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تم کامیاب ہو گے یا تم بھی موت کے منہ میں چلے جاؤ گے، دوسرے جادوگروں کی طرح۔ یہ کہہ کر شکاٹی ہوا میں اڑنے لگی اور پھر آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔ کاشی جن میں تمہارے ذمے کچھ کام لگا رہا ہوں تم ہمارے لئے کھانے کا بندوبست کرنا ہوگا۔ یہ تمہاری ذمہ داری ہوگی۔ احمد نے پاس کھڑے پہاڑ جیسے کاشی جن کو کہا۔ ٹھیک ہے آقا یہ کام میں کر دیا کروں گا۔ ٹھیک ہے اب تم جاؤ رات ہو چکی ہے ہم نے بارہ بجے چلہ شروع کرنا ہے۔ کاشی جن کی بات کاٹتے ہوئے احمد نے کہا۔ کاشی جن کھڑے کھڑے غائب ہوگیا۔

چلو احمد پہلے غار کے اندر چلیں ابھی کچھ وقت ہے غار کو اندر سے دیکھ لیں۔ ماریہ نے غار کے سامنے کھڑے سانپ کے مجسمے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں چلو یہ کہہ کر احمد نے سانپ کے مجسمے کے سر پر ہاتھ رکھا، دوسرے ہی لمحے سانپ زندہ ہوگیا۔ جادوئی الفاظ بتاؤ اور اندر چلے جاؤ۔ سانپ نے پھنکارتے ہوئے انسانی آواز میں پوچھا۔ آزیو پیٹیکرم احمد نے فوراً کہا اور جواب میں سانپ کا مجسمہ کسی دروازے کی طرح کھل گیا اور احمد اور ماریہ دونوں اندر داخل ہوگئے۔ کافی بڑی اور شاندار غار ہے۔ یہ دیکھو احمد لگتا ہے یہاں اشخان جادوگر چلے وغیرہ کیا کرتا تھا۔ ماریہ نے غار کے اندر داخل ہو کر غار کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں ماریہ لیکن مجھے حیرت ہے کہ اشخان جادوگر کے مرتے ہی یہ غار تباہ کیوں نہیں ہوئی حالانکہ یہ اس کی طلسمی غار ہے۔ احمد نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ شاید اس لئے کہ اس کے جادو کے سات روپ ابھی زندہ ہیں۔ ماریہ نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ پھر دونوں نے چلے کے لئے اسی جگہ کو منتخب کیا جہاں اشخان جادوگر چلہ کیا کرتا تھا۔ رات کے بارہ بجتے ہی احمد اور ماریہ دائرہ کھینچ کر ایک ٹانگ پر کھڑے ہوگئے۔ شکاٹی کے کہنے کے مطابق بارہ بجے کے فوراً بعد پورے جزیرے میں جنات، چڑیلیں، ڈھانچے اور عجیب و غریب مخلوقات گھومنے لگیں لیکن انہوں نے احمد اور ماریہ پر کوئی توجہ نہ دی رات کا ابھی آدھا چلہ ہی پورا ہوا تھا کہ احمد کو لگا جیسے ماریہ بھی گر جائے گی، احمد اب پریشان ہونے لگا تھا۔ گھبراؤ مت بیٹا اپنے باپ کے دیئے ہوئے علم کے بارے میں سوچو یہ آواز اچانک احمد نے اپنے دماغ پر زور ڈالنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک منتر احمد کے دماغ میں گھومنے لگا۔ احمد نے دل ہی دل میں اس منتر کو پڑھا اور ماریہ پر پھونک دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ماریہ ایسے سنبھل گئی کہ وہ تھکی ہی نہ ہو۔ پھر وہی منتر احمد نے اپنے اوپر بھی پھونک دیا۔ احمد کو ایسا لگنے لگا جیسے وہ ہوا سے بھی ہلکا ہو گیا ہو۔ اس رات احمد اور ماریہ کو کسی نے نہ ڈرایا نہ دھمکایا۔ صبح کا سورج طلوع ہو چکا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر احمد اور ماریہ جزیرے پر گھومنے لگے۔ ہر طرف قدرت کا حسن پھیلا ہوا تھا۔ ویسے احمد تم نے مجھ پر کیا پڑھ کر پھونکا تھا کہ میں ہوا کی طرح ہلکی ہوگئی، پوری رات مجھے ذرا سی بھی تھکن نہ ہوئی۔ ماریہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ پتہ نہیں مجھے امام صاحب کی آواز آئی وہ کہہ رہے تھے کہ اپنے باپ کے دیئے ہوئے علم کے بارے میں سوچو۔ بس میں نے کچھ دیر سوچا تو ایک منتر میرے دماغ میں گھومنے لگا وہ پڑھ کر میں نے تم پر پھونک دیا اس سے کچھ دیر پہلے تک تو مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ تم اب کی اب گری احمد نے ساری بات بتا دی۔ ہاں اگر تم وہ منتر نہ پڑھتے تو شاید میں ابھی زندہ نہ ہوتی۔ تم ہی نہیں میں بھی زندہ نہ ہوتا، ہم دونوں اس چلے کو کر رہے ہیں ایک کی موت دوسرے کی بھی موت ہوگی۔ احمد نے ماریہ کی ادھوری بات کاٹتے ہوئے کہا اور اثبات میں ماریہ نے بھی سر ہلا دیا۔ چلو اب سو جانا چاہئے، رات کو پھر چلہ شروع کرنا ہے اور

کاشی جن تم پہرہ دو گے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس جزیرے میں کوئی خطرناک جانور ہے یا نہیں۔ احمد نے پہلے ماریہ اور پھر کاشی جن کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کاشی جن نے جادو کے ذریعے اس جزیرے پر دو خیمے لگا دیئے تھے۔ احمد اور ماریہ اپنے اپنے خیمے میں جا کر سو گئے دونوں کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب باہر کاشی جن اور شکاٹی چڑیل جادوگرنی کی باتیں کرنے کی آوازیں آئیں پھر دونوں خیمے سے باہر آ گئے، باہر شام کے سائے منڈلا رہے تھے۔

تم شکاٹی کیسے آئی ہو؟ احمد نے شکاٹی کو دیکھتے ہی کہا۔ میں یہ دیکھنے آئی تھی کہ تم دونوں زندہ ہو یا مر گئے، چلے کے محافظوں کے ہاتھوں۔ شکاٹی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ابھی تک تو زندہ ہیں اور ہمیں اپنے خدا پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ ہمیں ضرور کامیاب کرے گا۔ اس بار ماریہ نے آگے بڑھ کر کہا۔ دیکھتے ہیں میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ اس خبیث اشخان کے جادو کے سات روپ ختم ہو جائیں ہر وقت مجھے خطرہ لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی میری طرف نہ آ جائے۔ شکاٹی نے اشخان جادوگر کا نام نفرت سے لیتے ہوئے کہا۔ اب تم کیا کرو گی یہاں؟ احمد نے شکاٹی سے پوچھا تو شکاٹی نے خوفزدہ انداز میں جواب دیا۔ پاگل ہوں جو یہاں ٹھہروں گی میں واپس جا رہی ہوں۔ یہاں کے خوفناک عفریت سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ یہ کہہ کر شکاٹی واپس غائب ہوگئی۔ وہ سچ ہی کہہ رہی ہے رات بارہ بجے کے بعد ہر طرف ہوائی مخلوقات کا نمودار ہو جانا یہ اچھی بات نہیں ہے۔ ابھی تو پہلی رات تھی سو کچھ نہیں ہوا لیکن مجھے لگ رہا ہے۔ جیسے آگے بہت بری طرح ہمیں ڈرایا جائے گا۔ اس علم کو حاصل کرنے سے روکا جائے گا بہت بری طرح سے۔ ماریہ نے شکاٹی کے غائب ہوتے ہی کہا۔ ابھی دونوں باتیں ہی کر رہے تھے کہ کالیش جن رات کا کھانا لے کر نمودار ہوا جو ماریہ اور احمد کے جاگتے ہی غائب ہوگیا تھا۔ دونوں نے رات کا کھانا کھایا اور بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگے۔ وقت اپنی رفتار سے گزرتا گیا رات کے بارہ بجے دونوں اشخان جادوگر کی طلسمی غار میں دائرہ کھینچ کر کھڑے ہوگئے۔ آج کی رات بھی احمد نے اپنے اوپر اور ماریہ پر وہی منتر پڑھ کر پھونکا جس سے وہ ہوا سے بھی ہلکے ہو گئے تھے۔ دوسری رات کچھ خاص نہیں ہوا سوائے خون کی بارش کے۔ اسی طرح چلے کے دن گزرتے رہے اب انہیں ڈرایا دھمکایا جانے لگا تھا۔ آج چلے کے اکیسویں رات تھی اور چاند کی چودہ تاریخ یعنی چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوا تھا ہر طرف چاندنی تھی ٹھنڈک کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ احمد اور ماریہ پوری طرح چلے میں محو تھے کہ اچانک ایک آواز آئی جو احمد کو بلا رہی تھی۔ اس آواز کو سن کر احمد ماضی کی گہرائیوں میں چلا گیا اس آواز میں ماں کی ممتا سسک رہی تھی اس آواز کو سنتے ہی احمد نے آنکھیں کھول دیں۔ ماریہ نے بھی وہ آواز سنی۔ بیٹا چھوڑ دے میں آزاد ہو چکی ہوں اور وہ اشخان جادوگر بھی کب کا مر چکا ہے۔ چل باہر آ ہم گھر چلیں جلدی آ۔ اس عورت نے کہا۔ اس عورت کو دیکھ کر احمد کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو امڈ آئے تھے اس سے پہلے کہ احمد زمین پر دوسرا پاؤں رکھتا ماریہ نے اپنا پاؤں اس کے پاؤں کے نیچے رکھ کر ہوا میں ہی احمد کا پاؤں روک دیا۔ احمد نے فوراً ماریہ کو دیکھا وہ مسلسل چلہ کر رہی تھی لیکن آنکھوں سے احمد کو باہر نکلنے اور پاؤں زمین پر رکھنے سے منع کر رہی تھی۔ احمد سمجھ گیا کہ یہ دھوکہ ہے اسے یاد آ گیا کہ میری ماں تو جادو کے سات روپ تباہ ہوتے ہی آزاد ہوگی پھر احمد نے اپنے چلے پر دھیان دینا شروع کر دیا۔ وہ عورت ہر ممکن کوشش کرتی رہی۔ چلے کے ختم ہونے سے پہلے صرف دو گھنٹے پہلے وہ عورت ایک عجیب و غریب مخلوق کے روپ میں سامنے آئی۔ احمد اور ماریہ یہ چلہ چھوڑ دو اور یہاں سے چلے جاؤ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔ اس سیاہ رنگ کی کیڑے کی طرح کی خوفناک دانتوں والی مخلوق نے کہا لیکن احمد اور ماریہ اپنے کام پر لگے رہے پھر جو منظر احمد اور ماریہ نے دیکھا اسے دیکھ کر

دونوں خوف کے مارے کانپنے لگے اس مخلوق کے دو حصے ہو گئے دیکھتے ہی دیکھتے ان دو حصوں نے احمد اور ماریہ کا روپ دھار لیا اور ہنستے ہنستے دونوں غائب ہو گئے۔ اس کے بعد کوئی واقعہ پیش نہ آیا اور صبح سورج اپنی روشنی پانی پر پھیلاتا نمودار ہوا اور دونوں دائرے سے باہر آ گئے۔ رات کے واقعہ سے دونوں کچھ پریشان اور ڈرے ڈرے لگ رہے تھے پھر سامنے کاشی جن نمودار ہوا اس کے پاس کھانے کی ٹرے تھی کھانے سے فارغ ہو کر دونوں رات کے واقعہ پر بحث کرنے لگے۔ ابھی انہیں باتیں کرتے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ سمندر کے اوپر کوئی اڑتا ہوا آتا دکھائی دیا۔

یہ کون آ رہا ہے اور بہت تیزی سے آ رہا ہے؟ احمد نے اس آنے والے کو دیکھ کر کہا۔ شکائی ہی ہو گی اور کون آ رہا ہو گا؟ ماریہ نے بغیر دیکھے زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ نہیں یہ شکائی نہیں ہے کوئی اور ہے، وہ تو اتنی بدصورت ہے۔ یہ جو بھی ہے بہت خوبصورت ہے، دیکھو تو سہی۔ احمد نے ماریہ کو متوجہ کرتے ہوئے کہا اور پھر ماریہ نے اس آنے والے کو دیکھا کچھ دیر بعد وہ جزیرے پر اتری اور آتے ہی بولی۔ السلام علیکم احمد اور ماریہ! وعلیکم السلام! تم کون ہو اور ہمارے نام کیسے جانتی ہو؟ احمد نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔ میرا نام کرن ہے اور میں ایک جن زادی ہوں، مجھے تمہارے پاس امام صاحب نے بھیجا ہے اور انہوں نے یہ خط تمہیں دیا ہے۔ اس جن زادی کرن نے خط احمد کو دیا اور خدا حافظ کہہ کر دوبارہ اسی سمت اڑ گئی جہاں سے آئی تھی۔ اس خط میں ایسا کیا ہے جو امام صاحب نے خاص طور پر لکھ کر بھیجا ہے ورنہ وہ مجھ سے تو بات بھی کر سکتے ہیں۔ احمد نے خط دیکھتے ہوئے پریشان کن لہجے میں کہا۔ کھولو اسے ضرور کوئی خاص بات ہو گی۔ ماریہ نے احمد کو خط کھولنے کا کہا اور پھر احمد نے خط کھول دیا اور پڑھنے لگا۔

السلام علیکم احمد بیٹا! میری دعا ہے کہ تم اپنے مشن میں کامیاب ہو اس لئے تمہیں کچھ بتانے کے لئے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ یہ راز اس کڑے کے بارے میں ہے جو میں نے تمہیں دیا تھا۔ اس راز کے بارے میں مجھے بھی حال ہی میں پتہ چلا ہے جیسے کہ تم جانتے ہو کہ تمہاری ماں ایک جن زادی اور دوسری بات وہ شاہ جنات کی بیٹی ہے۔ یہ کڑا جنات کے بادشاہ نے اپنی بیٹی یعنی تمہاری ماں کو دیا تھا اس کڑے کے اندر موجود طاقت کی وجہ سے تم جنات کے بادشاہ کو یعنی اپنے نانا کو اپنی مدد کے لئے بلا سکتے ہو۔ تمہیں صرف اس کڑے کے اوپر پانی ڈالنا ہے اور جنات کے بادشاہ تمہارے سامنے آ جائیں گے۔ بیٹا صرف یہی میں تمہیں بتانا چاہتا تھا، اچھا اپنا خیال رکھنا۔ خدا حافظ! تمہارا خیر خواہ نور احمد۔

احمد نے خط پڑھ کر اپنی جیب میں رکھ دیا اور پھر اپنے ہاتھ میں لگے کڑے کو دیکھنے لگا۔ احمد کیا لکھا ہے خط میں کوئی خاص بات؟ ماریہ نے احمد کو کڑا دیکھتے دیکھ کر پوچھا۔ ہاں ماریہ مجھے میرے نانا کا پتہ چل گیا ہے اور یہ بھی کہ میں انہیں کیسے بلا سکتا ہوں۔ احمد نے جواب دیا۔ اچھا یہ تو اچھی خبر ہے کہاں ہیں وہ؟ ماریہ نے پوچھا۔ ماریہ میرے نانا جنات کے بادشاہ ہیں اور میں انہیں بلانے لگا ہوں، تم ڈرنا مت کچھ ایسا ویسا دیکھو تو۔ احمد نے کہا اور کڑے پر پانی ڈال دیا۔ کچھ دیر بعد تیز ہوائیں چلنے لگیں اور پھر ایک تخت ہوا میں اڑتا آتا دکھائی دیا جس کے ساتھ ایک محافظ دستہ جو جنات پر مشتمل تھا، زمین پر تخت کے ساتھ اترا۔ کون ہو تم اور یہ کڑا تمہارے پاس کیسے، یہ تو ہمارا شاہی کڑا ہے۔ اس تخت پر بیٹھے دیو ہیکل جن نے کڑک دار لہجے میں پوچھا؟ السلام علیکم! اگر یہ آپ کا شاہی کڑا ہے تو پھر آپ کے خون کے پاس ہی ہو گا ناں؟ احمد نے سوالیہ انداز میں کہا۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم، تم تو مجھے انسان لگ رہے ہو؟ اس جن نے غصے سے کہا۔ ہاں نانا حضور میں انسان ہوں لیکن مکمل انسان نہیں مجھ میں جنات کا خون بھی ہے، میری ماں کا خون، میری ماں آپ کی بیٹی ہے۔ کیا ...... کیا کہا میری بیٹی کی نسل ہو تم آؤ، میرے سینے سے لگ جاؤ۔ احمد کی بات سنتے ہی اس جن نے پیار بھرے لہجے میں کہا اور احمد بھاگ کر اس جن یعنی نانا کے سینے

سے لگ گیا۔ میری بیٹی کہاں ہے؟ جب سے وہ زمین پر آئی ہے اس سے کوئی رابطہ نہیں ہوا ہے۔ شاہ جنات نے احمد سے پوچھا۔ رابطہ ہوتا بھی کیسے ایک خبیث جادوگر نے ماں کو قید کر لیا۔ میرے بابا اپنی ساری زندگی انہیں چھڑانے کی کوشش کرتے رہے لیکن ناکام رہے اور بابا بھی مر گئے لیکن مرنے سے پہلے انہوں نے اپنی تمام طاقتیں مجھے دے دیں۔ احمد اتنا بتا کر رونے لگا۔ کہاں ہے وہ خبیث جادوگر مجھے بتا میرے بچے میں اسے ختم کر دوں گا۔ شاہ جنات نے غصے سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ میں نے اسے مار دیا نانا لیکن مجھ سے ایک غلطی ہو گئی اور اس جادوگر کے جادو کے سات روپ آزاد ہو گئے۔ اب میں انہیں ایک ایک کر کے ماروں گا۔ تب ہی ..... تب ہی ماں آزاد ہو سکے گی۔ جادو کے پہلے روپ لال بیل کے بارے میں جاننے کے لئے میں اور ماریہ چلہ کر رہے ہیں۔ ہم اکیس راتوں کا چلہ کر چکے ہیں اب بیس راتیں رہ گئی ہیں پھر تم سب کچھ جان لیں گے۔ احمد نے ساری بات اپنے نانا شاہ جنات کو بتا دی۔ اچھا تو یہ ہے ماریہ مجھے کیوں ایسا لگ رہا ہے کہ یہ بھی آدھی انسان اور آدھی جن ہے۔ شاہ جنات نے ماریہ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ٹھیک کہا آپ نے شاہ جنات میری ماں انسان اور باپ جن ہے۔ ماریہ نے اس بار جواب دیا۔ اچھا اب تمہیں آرام کرنا چاہئے رات بھر چلہ کاٹتے رہے ہو۔ اگر تمہیں میری ضرورت پڑے تو مجھے بلا لینا اب میں چلتا ہوں۔ یہ کہہ کر شاہ جنات کا تخت واپس ہوا میں اڑ کر غائب ہو گیا۔ احمد اور ماریہ اب دونوں اپنے اپنے خیمے میں چلے گئے اور کاشی جن پہرہ دینے لگا۔ اسی طرح مختلف طریقوں سے راتوں کو چلے سے روکنے کی کوشش کی جاتی رہی۔

آج چلے کی چالیسویں رات تھی چلے میں کھڑے ہوئے ابھی تین گھنٹے ہی ہوئے تھے کہ احمد اور ماریہ کے سامنے احمد اور ماریہ ظاہر ہوئے انہیں دیکھ کر احمد اور ماریہ فوراً سمجھ گئے کہ اکیسویں رات کو نمودار ہونے والی مخلوق ہی ہے۔ تو تم نے کیا سوچ کر چلے کو جاری رکھا، ہمارے منع کرنے کے باوجود تم باز نہیں آئے، اب بھی وقت ہے چلے جاؤ۔ اس نقلی احمد نے کہا لیکن احمد اور ماریہ اپنے چلے پر دھیان دیتے رہے اس مخلوق پر کوئی توجہ نہ دی تو وہ بولی۔ تو یہ دیکھو اب ہمارا قہر۔ یہ کہہ کر انہوں نے آس پاس پھرنے والی مخلوقات جنات اور چڑیلوں کو پکڑ کر کھانا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر احمد اور ماریہ نے فوراً آنکھیں بند کر لیں وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ وہ اپنی جیسی ہی مخلوقات کو کھا سکتی ہے۔ وہ رات بھی بیت گئی صبح سویرے دونوں جب دائرے سے باہر آئے تو کاشی جن بولا۔ بہت بری طرح آپ کو ڈرایا گیا ہے آج رات، وہ منظر دیکھ کر کوئی عام انسان بھاگ کھڑا ہوتا میں آپ کے دل کو پڑھ رہا تھا ایک طرف سے بھاگ جانے کو کہا جا رہا تھا جبکہ دوسری طرف سے کھڑے رہنے کو کہا جا رہا تھا۔ یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے دوسری طرف سے آنے والی آواز پر دھیان دے کر چلہ جاری رکھا۔ کل کی رات آخری ہے پھر آپ کو آپ کی منزل مل جائے گی۔ کل کی رات سب سے خطرناک ہو گی۔ کل کیا ہو گا یہ تو کوئی نہیں جانتا لیکن موت کا دوسرا منظر پیش کیا جائے گا، یہ میں جانتا ہوں۔ تم ٹھیک کہتے ہو ہمیں ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا ہو گا۔ تم ناشتہ لاؤ احمد نے کہا اور کاشی جن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر احمد اور ماریہ نے ناشتہ کیا اور اپنے اپنے خیموں میں سونے چلے گئے۔

آج چلے کی آخری رات تھی آج پورے جزیرے پر کوئی مخلوق نظر نہ آ رہی تھی۔ احمد اور ماریہ یہ سب چلے کے دوران دیکھ رہے تھے پھر اچانک پانی میں ایک بحری جہاز آتا دکھائی دیا۔ وہ جزیرے کے پاس لنگر انداز ہو گیا اس میں سے انسان نکل کر جزیرے پر آ گئے۔ یہ جزیرہ کتنا سندر ہے لگتا ہے آج تک یہاں کوئی نہیں آیا۔ یہ جزیرہ نقشے کے اندر بھی موجود نہیں ہے۔ ایک لڑکی نے جزیرے کی تعریف کرتے ہوئے کہا جبکہ دوسری نے نقشہ دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں تم ٹھیک کہتی ہو میلیسی پاس

کھڑی لڑکی نے ایک کا نام لیتے ہوئے کہا۔ اس لڑکی کا تنا کہنا ہی تھا کہ کل رات والے احمد اور ماریہ ظاہر ہوئے وران لوگوں پر حملہ کر دیا اور مار کر کھانا شروع کر دیا جبکہ ہ لوگ مسلسل چیخ چیخ کر مدد کے لئے بلا رہے تھے۔ اگر تم دونوں نے اس چلے سے نکل کر ہماری جان نہ بچائی تو ہماری موت کے ذمہ دار تم لوگ ہو گے۔ اس لڑکی مینیکسی نے بھاگتے ہوئے کہا پھر اچانک اس نقلی ماریہ نے اسے پکڑ لیا۔ یہ سب دیکھ کر احمد باہر نکلنے ہی والا تھا کہ ایک آواز آئی یہ آواز اس کے لئے جانی پہچانی تھی۔ رک جاؤ بیٹا یہ دھوکہ ہے اپنا چلہ مکمل کرو۔ یہ آواز شاہ جانت کی تھی۔ اس آواز کو سن کر احمد رک گیا اور اپنا چلے پر توجہ مرکوز کر دی۔ باہر سے اسے خوفناک آوازیں اور چیخ و پکار سنائی دے رہا تھا۔ سورج طلوع ہوتے ہی سب کچھ ختم ہو گیا۔ ابھی ماریہ اور احمد دائرے سے باہر نکلے ہی تھے کہ ان کے سامنے ایک سیاہ لباس میں ملبوس ایک انسان ظاہر ہوا اس نے سیاہ رنگ کی کافی اونچی ٹوپی پہنی ہوئی تھی جس پر دو ہڈیاں اور ایک سر بنا ہوا تھا۔ کہو تم نے مجھے کیوں بلایا؟ اس نے کڑک دار آواز میں پوچھا۔ سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو، کہیں تم افراسیاب تو نہیں۔ احمد نے پہلے سوال کیا لیکن پھر خود ہی جواب بھی جو سوالیہ انداز میں تھا۔ ہاں میں افراسیاب ہی ہوں پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ افراسیاب نے پھر اسی لہجے میں پوچھا۔ اچھا تو بتاؤ لال بیل کے بارے میں ساری معلومات۔ احمد نے پھر اپنے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ لیکن تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ الٹا افراسیاب نے احمد سے سوال کر دیا۔ یہ تمہارا مسئلہ نہیں تم میرے سوال کا جواب دو۔ احمد نے کہا تو افراسیاب بولا۔ تو ٹھیک ہے سنو۔ یہ آج سے تقریباً ایک ہزار سال پرانی بات ہے اس دنیا میں ایک انسان ایسا پیدا ہوا جس نے شیطان ابلیس کو اپنا آقا مانا اور اس کو خوش کرتا رہا پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ابلیس نے اسے وہ کرنے کو کہا جو سب کے لئے تباہی کا پروانہ تھا۔ ابلیس نے اسے لال بیل بنانے کا کہا اور طریقہ بھی بتا دیا۔ طریقہ یہ تھا کہ ایک گائے کے بچے کو پیدا ہوتے ہی انسانی خون پلائے اور پھر ہر ماہ ایسے بچوں کا خون اور گوشت جو پورے چاند کی رات کو پیدا ہوئے ہوں یہ سب کچھ دو سال تک کرنا تھا جسے اس نے پورا کیا انسانی خون اور گوشت کھانے کی وجہ سے اس کے اندر غضب کی طاقت پیدا ہو گئی وہ سر سے لے کر پاؤں تک لال ہو گیا۔ شیطان نیا س کے اندر ایک طاقت تیز رفتاری سے دوڑنے کی ڈال دی جس کی وجہ سے وہ بے قابو ہو کر ہر طرف تباہی مچانے لگا۔ تم یہ بتا سکتے ہو کہ اسے مارا کیسے جا سکتا ہے؟ ماریہ نے اس بار پوچھا۔ اسے مارنا مشکل بھی ہے اور آسان بھی۔ آسان اس طرح سے کہ اسے واپس طلسمی پانی میں ڈالنا ہے اور وہ مر جائے گا اور مشکل اس طرح سے کہ اسے قابو کر کے طلسمی پانی میں ڈالا ہی نہیں جا سکتا۔ افراسیاب نے عجیب و غریب جوبا دیا جسے سن کر احمد بولا۔ پانی میں نہیں ڈالا جا سکتا اس کا مطلب؟ لال بیل کو آج کل کا کوئی جن، چڑیل، جادوگر اور پری وغیرہ قابو نہیں کر سکتی، یہ مطلب ہے میرا۔ اب کی بار افراسیاب نے منہ چڑاتے ہوئے کہا۔ یہ سن کر احمد نے منتر پڑا اور کاشی جن نمودار ہوا اور احمد بولا۔ اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ افراسیاب نے کاشی جن کو دیکھا اور مسکرایا اور دوسرے ہی لمحے غائب ہو گیا۔

اب چلو ہمیں لال بیل کو روکنا ہو گا۔ احمد نے ماریہ سے کہا اور کاشی جن کے ذریعے وہاں پہنچ گئے جہاں سے لال بیل نے گزرنا تھا۔ اب سفر کاشی جن لال بیل یہاں سے گزرے گا۔ تم اسے کسی طرح طلسمی پانی تک لے آنا ہم وہاں ہی تمہارا انتظار کریں گے۔ احمد نے کاشی جن کو سمجھایا اور پھر ماریہ اور احمد نے سلکشما پری کو بلایا۔ سلکشما پری نے ماریہ اور احمد کو طلسمی پانی کے کنارے اتار دیا۔ اب احمد اور ماریہ کاشی جن کا انتظار کرنے لگے۔ ایک گھنٹہ بیت گیا لیکن کاشی جن اور لال بیل کا کوئی نام و نشان دور دور تک نظر نہ آ رہا تھا۔ کافی دیر ہو گئی اب تک تو کاشی جن کو لال بیل کو لے کر آ جانا چاہئے تھا۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ کاشی جن اسے لے

آئے گا؟ ماریہ نے کافی دیر گزر جانے کے بعد احمد سے پوچھا؟ مجھے یقین ہے ماریہ وہ لال بیل کو لے آئے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ یہ کہہ کر احمد نے منتر پڑھنا شروع کر دیا پھر کچھ ہی لمحے بعد اسے دور لال بیل اور کاشی جن نظر آنے لگے۔ کاشی جن نے لال بیل کو اٹھا رکھا تھا اور تیزی سے طلسمی پانی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کاشی جن آ رہا ہے اس نے لال بیل کو بھی اٹھا رکھا ہے۔ احمد نے ماریہ کو یہ خوش خبری سنائی پھر کچھ ہی دیر بعد کاشی جن لال بیل کو لے کر عین پانی کے اوپر کھڑا ہو گیا اور پھر احمد کے اشارے پر اسے پانی میں پھینک دیا۔ طلسمی پانی میں گرتے ہی لال بیل کے گلے سے عجیب و غریب آوازیں نکل پڑیں۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت سے بچے رو رہے ہوں پھر دیکھتے ہی دیکھتے لال بیل ڈھانچے تبدیل ہو گیا۔ کاشی جن ڈھانچے کو توڑ دو۔ احمد نے کاشی جن کو حکم دیا۔ کاشی جن بجلی کی طرح حرکت میں آیا اور ڈھانچے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ڈھانچے کے ٹوٹتے ہی ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ احمد اور ماریہ سمجھ گئے کہ جادو کا دوسرا روپ زندہ ہو گیا ہے۔ ابھی احمد اور ماریہ وہاں کھڑے تھے کہ ایک سنہری رنگ کا بونا نمودار ہوا جو جادو کا دوسرا روپ تھا۔



تم نے لال بیل کو تو مار دیا اب میری باری ہے، تم سب کو ختم کرنے کی، مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر سنہری بونا حملہ کرنے ہی والا تھا کہ احمد اور ماریہ نے غائب ہونے والا منتر پڑھا اور غائب ہو گئے۔ احمد اور ماریہ کو غائب ہوتے دیکھ کر کاشی جن بھی غائب ہو گیا۔ تم جتنا بھاگ سکتے ہو بھاگ لو لیکن تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں ہو گی۔ تم لوگوں کی وجہ سے جادوگر بادشاہ اشخان چلا گیا۔ احمد اور ماریہ کو غائب ہوتے دیکھ کر سنہری بونے نے غصے سے کہا اور احمد اور ماریہ دونوں نے اس کی باتیں سن بھی لی تھیں اور پھر سنہری بونا غائب ہو گیا۔ اس نے تو سامنے آتے ہی ہم پر حملہ کر دیا۔ ماریہ نے سنہری بونے کے جانے کے بعد ظاہر ہوتے ہوئے کہا۔ ہاں اس سے دو ہی باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ سنہری بونا واقعی بہت طاقتور ہے اور دوسری یہ کہ وہ لال بیل کی موت کی وجہ سے بوکھلا گیا ہے۔ اس لئے وہ ہم پر پہلا حملہ کر کے ہی ہم کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ احمد نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا اور ماریہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اتنے میں کاشی جن جو احمد اور ماریہ کے غائب ہونے کی وجہ سے غائب ہو گیا تھا، ظاہر ہوا اور بولا۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسی عجیب و غریب طاقت نہیں دیکھی کم از کم زندہ چیزوں یا مخلوقات میں۔ میں اس طاقت کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا۔ میں واقعی کمزور ہوں میرا خیال تھا کہ میں جنات، چڑیلوں، بھوتوں، آسیبوں میں سب سے طاقتور ہوں لیکن سنہری بونے کے سامنے میں کچھ بھی نہیں۔ تم کہنا چاہتے ہو کہ سنہری بونا واقعی بہت طاقتور ہے۔ احمد نے حیران ہو کر سوالیہ انداز میں پوچھا۔ جی ہاں آقا وہ واقعی بہت طاقتور ہے۔ میں نے آج تک کسی بونے کو اتنا طاقتور نہیں دیکھا، اس کے اندر آگ کی طاقت ہے۔ کاشی جن نے احمد کو اور پریشان کر دیا یہ جواب دے کر۔ احمد رکو میرے پاس کچھ خاص ہے جسے میں نے اکیس راتوں کے چلے کے بعد قابو کیا تھا۔ ماریہ نے یہ کہا اور کچھ پڑھنے لگی اور زمین پر الٹی سیدھی لائنوں کا جال بنانے لگی کچھ دیر بعد ان لائنوں میں سے روشنی نکلنے لگی اور پھر حیرت انگیز منظر دکھائی دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے لائنوں نے ایک وجود کی شکل لے لی۔ کیسے یاد کیا ملکہ؟ ان لائنوں کے وجود نے فوراً پوچھا۔ لائیگون کیا تم بتا سکتے ہو کہ سنہری بونے سے کس طرح بچا جا سکتا ہے یعنی اس کے حملے سے؟ ماریہ نے لائنوں کے وجود کو لائیگون نام لے کر پوچھا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ کے سوالوں کا جواب صرف کتاب راز سے ہی مل سکتا ہے اور وہ کتاب یہاں سے ہزاروں میل دور مشرق کی سمت ایک شہر ہے جس میں ایک نیلے گھر کے اندر ہے۔ لائیگون نے کہا۔ کیا نیلا گھر ہے؟ احمد نے چونکتے ہوئے کہا۔ یہ تو تمہارا گھر ہے احمد یعنی وہ کتاب راز تمہارے ہی گھر میں ہے۔ ماریہ نے احمد کو دیکھتے ہوئے

کہا اور احمد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹھیک ہے لائیگون تمہارا شکریہ، اب تم جاؤ۔ ماریہ کے اتنا کہتے ہی لائیگون واپس لائینوں کا ڈھیر بن کر غائب ہو گیا۔ اب کیا خیال ہے تم کاشی جن کو بھیج کر وہ کتاب منگوا لو۔ ماریہ نے احمد سے کہا۔ نہیں ماریہ اس کتاب کو کوئی جن چھو نہیں سکتا اس کو لانے کے لئے ہمیں ہی جانا ہو گا۔ اب ہمیں شام ہونے کا انتظار کرنا ہے۔ احمد نے زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا اور وقت اپنی مخصوص رفتار سے چلتا رہا۔ شام کے سائے منڈلانے لگے تو احمد اور ماریہ نے سکشما پری کو بلایا۔ سکشما پری نے انہیں احمد کے گھر کے سامنے اتار دیا۔ اب احمد دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو اندر کا منظر ہی بدلا ہوا تھا۔ سارا سامان بکھرا پڑا تھا لیکن کوئی چیز چوری نہ ہوئی تھی۔

یہ کام کسی چور کا ہی ہے وہ چوری کرنے گھر میں گھسا ہو گا۔ ماریہ نے اپنی رائے دی۔ نہیں یہ کام کسی چور کا نہیں اگر چور کا ہوتا تو وہ لازمی کچھ نہ کچھ لے کر جاتا۔ یہ کچھ اور چکر ہے۔ احمد نے اپنے ابو کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا جہاں ہر طرف کتابیں بکھری پڑی تھیں لیکن ایک کتاب اسی طرح الماری میں رکھی ہوئی تھی جیسے وہ تھی۔ احمد نے کتاب کو ہاتھ میں اٹھایا اس کے اوپر واضح طور پر تحریر تھا "کتاب راز" میں سمجھ گیا یہ سب کس نے کیا ہے احمد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ کیا سمجھ گئے کس نے کیا ہے یہ سب کچھ؟ ماریہ نے احمد سے پوچھا۔ یہ سب اس سنہری بونے نے کیا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس سے بچنے کا طریقہ صرف کتاب راز میں ہے اس لئے وہ یہ کتاب لینے آیا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کتاب کو کوئی ہوائی مخلوق ہاتھ نہیں لگا سکتی اور غصے میں اس نے سارا سامان ادھر ادھر بکھرا دیا۔ ماریہ احمد کی بات کو سمجھ چکی تھی۔ ابھی وہ دونوں باتیں کر ہی رہے تھے کہ باہر دروازے پر دستک ہوئی۔ دستک سن کر احمد اور ماریہ حیران ہو گئے کہ کسی کو کس طرح پتہ چلا کہ ہم واپس لوٹ آئے ہیں۔ رکو میں دیکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر احمد دروازے کی طرف بڑھنے لگا اور دروازہ کھول دیا۔ اتنی دیر کیوں لگا دی احمد بیٹا؟ امام صاحب نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ لیکن امام صاحب آپکو کیسے پتہ چلا کہ میں آ چکا ہوں؟ احمد نے الٹا سوال کر دیا۔ صرف تم ہی نہیں تمہارے ساتھ ایک جن زادیل میرا مطلب ہے جس کا باپ جن اور ماں انسان ہے وہ بھی آئی ہے۔ امام صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب احمد اور امام صاحب اندر کمرے میں داخل ہو چکے تھے اور سامنے ماریہ کھڑی تھی۔ کیسی ہو بیٹی؟ امام صاحب نے ماریہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ جی میں ٹھیک ہوں۔ ماریہ نے گھبرائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ بیٹی تم گھبرا کیوں رہی ہو میں امام صاحب ہوں احمد نے ذکر تو کیا ہی ہو گا؟ امام احمد نے اپنا مختصر تعارف کروایا۔ اچھا تو آپ وہ امام صاحب ہیں آ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی امام صاحب۔ ماریہ نے پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ بیٹا احمد مجھے افسوس ہے میں اسے روک نہیں سکا یہ سب تباہی کرنے سے۔ امام صاحب نے افسردہ لہجے میں گھر کے اندر دیکھتے ہوئے کہا۔ کوئی بات نہیں امام صاحب اسے قابو کرنا اب میرے لئے کوئی مشکل نہیں رہا، وہ اسی کتاب راز کو لینے آیا تھا لیکن ناکام واپس گیا۔ احمد نے امام صاحب کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ اچھا احمد اسے کھولو اور دیکھو کہ سنہری بونے سے کس طرح بچا جا سکتا ہے۔ اس بار اس سے پہلے کہ وہ حملہ کرے ہمیں حفاظتی تدبیر کر لینی چاہئے۔ ماریہ نے احمد کے پاس آ کر کہا اور پھر احمد کتاب کھول کر پڑھنے لگا۔ پہلے صفحے پر ہی مختلف اقسام کے بونوں کا ذکر تھا جن میں سنہری بونا سب سے اوپر تھا۔ احمد کافی دیر تک سنہری بونے کے بارے میں پڑھتا رہا پھر اس سے بچنے کا عمل پڑھ کر چونک پڑا۔ ماریہ اور امام صاحب احمد اس طرح چونکتے دیکھ کر فوراً بولے۔ کیا ہوا احمد بیٹا، کیا پڑھ لیا تم نے جو اتنے پریشان ہو گئے ہو؟ امام صاحب اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے۔ انسانی خون کے چند قطرے پئے جائیں وہ بھی چار مختلف انسانوں کے۔ احمد نے فوراً جواب دیا جسے سن کر ماریہ اور امام صاحب کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ کچھ

دیر یونہی پورے کمرے میں خاموشی چھائی رہی بالآخر کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے یعنی امام صاحب بولے۔ انسان کو اپنی جان بچانے کے لئے سب کچھ کرنے کی اجازت ہے۔ یہ بات بھی سچ ہے کہ انسانی خون کو پینا اسلام کی اجازت نہیں دیتا اب تم کیا کرو گے۔ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں، امام صاحب آپ ہی کچھ مشورہ دیں۔ احمد نے امام صاحب سے مشورہ مانگتے ہوئے کہا۔ ارے ہاں میں یہ بات کیسے بھول گیا کہ تم تو بچپن میں بھی خون پی چکے ہو کیونکہ تم آدھے انسان اور آدھے جن ہو اور جنات تو خون پیتے ہیں تم نے کسی انسان کو جان سے نہیں مارنا بس چند قطرے ہی تو چاہئیں جو تم اسی محلے سے حاصل کر سکتے ہو۔ تم میرا خون اور میرے دونوں بیٹوں کا خون نکال لو انجکشن کے ذریعے اور رہی بات چوتھا شخص تو مراد ہے ناں وہ بھی دے دے گا۔ امام صاحب نے ایک صحیح راہ دکھائی اور اپنے دونوں بیٹوں اور مراد کو فون کر کے بلا لیا اور آتے وقت وہ انجکشن بھی لے آئے پھر احمد نے چاروں کا خون ایک گلاس میں نکالا اور آدھا خود اور آدھا ماریہ کو پلا دیا۔ اب وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ امام صاحب اور آپ سب کا شکریہ۔ احمد نے اور ماریہ نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ امام صاحب میں اپنے اندر عجیب سی طاقت محسوس کر رہا ہوں جیسے میرے اندر ہزاروں انسانوں کی طاقت آ گئی ہے۔ احمد نے اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے اور ماریہ نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔ میں جانتا تھا دراصل تمہاری جناتی طاقت بڑھ گئی ہے خون پینے کی وجہ سے لیکن گھبراؤ نہیں کچھ نہیں ہو گا۔ امام صاحب نے جواب دیا اور پھر امام صاحب ان کے دونوں بیٹے اور مراد اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اب تم بھی سو جاؤ صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے ہمیں واپس یہاں سے نکلنا ہو گا۔ احمد نے ماریہ سے کہا اور ماریہ دوسرے کمرے میں بستر لگا کر سو گئی۔ صبح سورج طلوع نہ ہوا تھا کہ دونوں واپس اسی صحرا میں پہنچ چکے تھے جہاں انہیں شکائی ملی تھی۔

احمد نے منتر پڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا۔ اگلا منظر جو دیکھا تو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ ارے شکائی خطرے میں ہے وہ سنہری بونا اس کے آس پاس منڈلا رہا ہے جبکہ وہ بے خبری سے گوشت کھا رہی ہے۔ یہ کہہ کر احمد نے کاشی جن کو بلایا اور دوسرے ہی لمحے وہ سنہری بونے اور شکائی کے درمیان کھڑا تھا۔ کیوں سنہری بونے اب تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ احمد نے اچانک سامنے آتے ہوئے کہا جبکہ شکائی آنکھیں پھاڑ کر پوری بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ارے یہ جادو کا دوسرا روپ مجھے مارنے آیا تھا۔ ارے میں تو اتنی مصروف تھی کہ اسے دیکھ ہی نہ سکی شکائی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اب تو پتہ چل گیا ناں ویسے میں حیران ہوں اس نے تم پر اچانک حملہ کیوں نہ کیا۔ احمد نے سنہری بونے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اس کے ہاتھ میں انسانی خون لگا ہوا تھا اور مجھے نفرت ہے انسانی خون سے۔ سنہری بونے نے غصے سے احمد کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر غائب ہو گیا۔ شکریہ تمہارا احمد تم نے مجھے بچا لیا۔ شکائی نے پاس آ کر کہا۔ اچھا اب میں چلتا ہوں ماریہ اکیلی ہے۔ یہ کہہ کر احمد کاشی جن کے ساتھ ہی غائب ہو گیا۔ اسی طرح ایک ہفتہ گزر گیا سنہری بونے نے کسی پر بھی حملہ نہ کیا۔ احمد اور ماریہ اب صحرا سے نکل کر ویرانے میں آ چکے تھے۔ ماریہ نے کہا۔ احمد یہ تو طے ہے کہ سنہری بونا ہمیں مار نہیں سکتا لیکن ہم اسے کیسے ماریں گے نجانے وہ کہاں ہو گا اس وقت اور کیا کر رہا ہو گا، مجھے اس خاموشی سے ڈر لگ رہا ہے۔ ڈرنے کی بات تو ہے میں اسے دیکھنے کی بھی کوشش کر چکا ہوں لیکن مجھے وہ نظر نہیں آ رہا اس نے یقیناً اپنے آپ کو ہم سے چھپا لیا ہے۔ احمد نے بھی پریشان کن انداز میں جواب دیا۔ سنہری بونے کو مارنا ناممکن ہے کیونکہ مری ہوئی چیز کو دوبارہ نہیں مارا جا سکتا۔ احمد اور ماریہ اس آواز کو سن کر چونک پڑے کیونکہ بولنے والا نظر نہ آ رہا تھا۔ کون ہو تم اور ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے۔ احمد نے فوراً پوچھا، احمد گھبرایا اور ڈرا ڈرا سا لگ رہا تھا۔ تمہارے سامنے زمین پر ہی تو کھڑا ہوں نیچے

دیکھو گے تو نظر آؤں گا۔ اس آواز کو سن کر احمد اور ماریہ نے فوراً زمین پر دیکھا اور فوراً پیچھے ہو گئے کیونکہ ان کے پاؤں کے پاس ایک سیاہ ناگ پھن پھیلائے کھڑا تھا۔ اس سیاہ ناگ کے سر پر سنہری تاج لگا ہوا تھا۔ یہ تم بول رہے ہو لیکن کیسے، سانپ انسانوں کی طرح بول نہیں سکتے؟ احمد نے سیاہ ناگ سے پوچھا۔ ہاں میں ہی تو بول رہا ہوں، رہی بات کیسے تو یہ دیکھو۔ یہ کہہ کر سانپ کے گرد دھواں پھیلنے لگا جب دھواں آہستہ ہٹا تو اب وہاں ایک خوبصورت نوجوان کھڑا تھا جس نے سیاہ کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سر پر سنہری تاج موجود تھا۔ دیکھا میں انسانی روپ بھی اپنا سکتا ہوں اسی لئے میں بول بھی سکتا ہوں۔ میرا نام شاہ ناگ ہے اور میں مسلمان سانپوں کا بادشاہ ہوں۔ اس سانپ کو بولتے اور انسانی روپ میں آتے دیکھ کر احمد اور ماریہ جو گھبرا گئے تھے اب سنبھل گئے اور احمد بولا۔ تم سنہری بونے کو کیسے جانتے ہو اور تم نے کہا مرے ہوئے کو کوئی مار نہیں سکتا، اس کا کیا مطلب ہے؟ تم جس سنہری بونے کو مارنا چاہتے ہو وہ تو کب کا مر چکا ہے۔ اس پر اشتخان جادوگر کا مردہ طلسم موجود ہے۔ بونے خون پیتے ہیں لیکن مردہ بونے انسانی خون سے نفرت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سنہری بونا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکا اس نے کئی بار تم پر حملہ کیا لیکن ہمیشہ ناکام واپس گیا۔ شاہ ناگ نے احمد اور ماریہ کو تفصیل بتائی۔ تو کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس مردہ طلسم کو کیسے توڑا جا سکتا ہے؟ ماریہ نے اس بار سوال کیا۔ مردہ طلسم توڑنا اتنا آسان نہیں اس کے لئے تمہیں زمین کے اندر بونوں کی دنیا میں جانا ہوگا وہاں جا کر تم سنہری بونوں کے بادشاہ سے ملو اور اسے ساری بات بتاؤ، صرف وہی بتا سکتا ہے کہ سنہری بونے پر سے مردہ طلسم کیسے ختم ہوگا۔ شاہ ناگ نے کہا۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم بونوں کی دنیا میں جائیں۔ بونے تو بہت چھوٹے ہوتے ہیں ہم ان کی دنیا میں داخل ہی نہیں ہو سکتے۔ ماریہ نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔ کیا مطلب تم چھوٹا ہونے کا علم نہیں جانتے حالانکہ میرا علم کہہ رہا ہے کہ تم آدھے انسان اور آدھے جن ہو اور تم چھوٹے ہونے کا منتر جانتے ہو۔ اس بار شاہ ناگ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ رکو میرے دماغ میں کچھ منتر گھوم رہے ہیں شاید یہی چھوٹے ہونے والا منتر ہو۔ یہ کہہ کر احمد نے وہ منتر پڑھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک بونے کے سائز کا ہو گیا۔ ہاں یہی تو وہ منتر ہے ماریہ تم بھی یہ منتر پڑھو اور اس سوراخ کے اندر گھس جاؤ۔ ویسے بھی تمہیں جلد از جلد اس طلسم مردہ کو توڑنا ہوگا، لوگ بہت تیزی سے مر رہے ہیں۔ شاہ ناگ نے کہا۔ کیا مطلب لوگ بہت تیزی سے مر رہے ہیں۔ اس بار احمد نے پوچھا۔ مطلب یہ کہ سنہری بونا لوگوں کو مار رہا ہے، وہ دو گاؤں اجاڑ چکا ہے۔ شاہ ناگ نے کہا۔ لیکن سنہری بونے کو انسانی خون سے نفرت ہے تو وہ کیسے مار سکتا ہے؟ احمد نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔ وہ انسانوں کو مختلف طریقوں سے مار رہا ہے اس طرح کہ ان کا خون بھی نہیں نکلتا۔ جلدی کرو تمہارے پاس وقت بہت کم ہے۔ شاہ ناگ نے کہا تو فوراً ماریہ نے احمد کا بتایا ہوا منتر پڑھا اور سوراخ میں داخل ہو گئے۔ اندر ہر طرف اندھیرا تھا لیکن کچھ دیر بعد روشنی نظر آنے لگی۔ اندر ہر طرف سنہری بونے گھوم پھر رہے تھے جو احمد اور ماریہ کو دیکھتا وہ وہاں ہی رک جاتا۔ اتنے میں دو بونے سامنے آئے اور بولے۔ تم ہماری دنیا میں داخل کیسے ہوئے، ہماری دنیا میں انسان داخل نہیں ہو سکتے۔ ہمیں تمہارے بادشاہ سے ملنا ہے، ہمیں اپنے بادشاہ کے پاس لے چلو۔ احمد نے ان بونوں کو کہا۔ لیکن کیوں تم ان سے ملنا چاہتے ہو کیا کام ہے تم انسانوں کو ان سے؟ ان میں سے ایک بونے نے کہا۔ یہ میں انہیں ہی بتاؤں گا۔ احمد نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ ٹھیک ہے آؤ ہمارے پیچھے۔ ان بونوں نے کہا اور پھر آگے چلنے لگے جبکہ احمد اور ماریہ ان کے پیچھے چلنے لگے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد چھوٹے چھوٹے مکان نظر آنے لگے۔ ان ہی مکانوں میں ایک محل نظر آ رہا تھا۔ بونے اس محل میں داخل ہو گئے۔ احمد اور ماریہ بھی ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ اب احمد اور ماریہ ایک بونے بادشاہ کے

سامنے کھڑے تھے۔ تم انسانوں نے ہماری دنیا میں قدم کیوں رکھا؟ بادشاہ نے بارعب انداز میں کہا۔ بادشاہ سلامت آپ کی دنیا کے ایک بونے جس کا نام سنہری بونا ہے۔ انسانی دنیا میں تباہی مچا رکھی ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ سنہری بونا مر چکا ہے۔ اس پر مردہ طلسم کیا گیا ہے اور صرف آپ ہی ہیں جو مردہ طلسم کو توڑنے کا عمل جانتے ہیں۔ انسانی دنیا کو بچانے کے لئے ہم آپ کی دنیا میں آئے ہیں۔ مہربانی کر کے ہمیں وہ عمل بتا دیجئے کہ مردہ طلسم توڑ سکیں۔ احمد نے بڑے آرام سے بات بونے بادشاہ تک پہنچا دی۔ اچھا تو یہ بات ہے تمہاری دنیا پر سنہری بونے نے ظلم کئے ہیں اور تم اس مردہ طلسم کو توڑنے کا عمل لینے کے لئے یہاں آئے ہو اس لئے تمہیں معاف کیا جاتا ہے اور رہی بات مردہ طلسم کو توڑنے کی تو یہ لو۔ بونے بادشاہ نے یہ کہہ کر ہاتھ ہوا میں لہرایا۔ دوسرے ہی لمحے ایک سیاہ پتھر ان کے ہاتھ میں آ گیا۔ بونے بادشاہ نے پتھر احمد کو دیتے ہوئے کہا۔ اس پتھر کو اس جگہ رکھو جہاں سے ایک طرف سمندر دوسری طرف پہاڑ، تیسری طرف صحرا اور چوتھی طرف میدان ہو۔ اس پتھر کو وہاں رکھتے ہی سنہری بونا تمہارے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور پھر اس سرخ تلوار سے اس کے سر پر وار کرنا سر پر وار لگتے ہی سنہری بونے پر سے مردہ طلسم ٹوٹ جائے گا۔

احمد نے پتھر اور تلوار لے کر بادشاہ بونے کا شکریہ ادا کیا اور پھر اجازت لے کر واپس انسانی دنیا میں آ گئے۔ انسانی دنیا میں واپس آتے ہی وہ واپس اپنے پہلے والے قد میں آ گئے۔ اتنے میں دور سے انہیں شاہ ناگ آتا نظر آیا اور پاس پہنچ کر بولا۔ کافی دیر لگا دی تم نے واپس آتے آتے؟ ناگ نے کہا۔ دیر ہم نے ایک گھنٹہ ہی وہاں رکے ہوں گے۔ ماریہ نے کہا۔ یہ تمہاری بھول ہے، تم نے دو ماہ دس دن لگا دیئے ہیں۔ خیر بتاؤ مردہ طلسم توڑنے کا عمل پتہ چلا۔ شاہ ناگ نے کہا اور اس کی بات سن کر احمد اور ماریہ ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ کیا ہوا کچھ پتہ چلا؟ اس بار شاہ ناگ نے احمد اور ماریہ کو یوں چونکتے دیکھ کر پوچھا۔ ہاں کچھ نہیں تم کہہ رہے تھے دو ماہ اور دس دن ہم لگا کر آئے ہیں۔ احمد نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ ہاں دراصل بونوں کی اور انسانی دنیا میں بہت فرق ہے اس لئے وہاں وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ اچھا تم بتاؤ عمل مل گیا کیا؟ شاہ ناگ نے پہلے احمد کے سوال کا جواب دیا اور پھر خود سوال پوچھا۔ ہاں بونے بادشاہ نے ہمیں یہ سرخ تلوار اور پتھر دیا ہے اس پتھر کو ایسی جگہ رکھنا ہے جہاں ایک طرف سمندر تو دوسری طرف پہاڑ، تیسری طرف صحرا اور چوتھی طرف مدیان ہو پھر سنہری بونا سامنے ظاہر ہوگا اور اس تلوار سے اس کے سر پر وار کرنا ہے۔ مردہ طلسم ٹوٹ جائے گا۔ احمد نے ساری تفصیل بتائی۔ ہاں ٹھیک ہے اب جلدی کرو اور اس جگہ کو ڈھونڈو جس جگہ تم یہ پتھر رکھ سکو۔ اب میں چلتا ہوں شاہ ناگ نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔ شاہ ناگ۔ احمد نے شاہ ناگ کو آواز دی تو شاہ ناگ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ شکریہ شاہ ناگ تمہاری مدد کے بغیر ہم یہ عمل حاصل ہی نہ کر سکتے۔ اس میں شکریہ کس بات کا اب ہم دوست ہیں اور میں نے تو تمہاری مدد کی ہے۔ یہ کہہ کر شاہ ناگ واپس مڑا اور سانپ بن کر گھاس میں غائب ہو گیا۔ اب چلیں ہمیں وہ جگہ ڈھونڈنی ہوگی۔

ماریہ نے شاہ ناگ کے جانے کے بعد کہا تو احمد نے اثبات میں سر ہلا دیا پھر اسی طرح اس جگہ کو ڈھونڈتے ہوئے ایک ہفتہ بیت گیا لیکن زمین پر ایسی جگہ کہیں نظر نہ آئی۔ ماریہ وہ جگہ زمین پر نہیں ہے اگر ہوتی تو میں اسے ڈھونڈ چکا ہوتا۔ احمد نے تھکن سے چور ہوتے ہوئے زمین پر بیٹھ کر کہا۔ احمد اور ماریہ اس وقت ایک پہاڑی وادی پر تھے۔ ہاں مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے اب کیا کریں۔ یہ جگہ ڈھونڈنا مشکل لگ رہا ہے۔ واقعی سنہری بونے پر سے مردہ طلسم ٹوٹنا مشکل ہے ...... لیکن میں ہار نہیں مان سکتا۔ احمد نے ماریہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اسی وقت آسمان سے ایک تخت زمین پر اترتا نظر آیا جس کے آس پاس کئی جنات موجود تھے جب

تخت زمین پر اترا تو آواز آئی۔ کیسے ہو احمد بچے؟ یہ آواز احمد کے نانا شاہ جنات کی تھی۔ احمد اپنے نانا کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ میں ٹھیک ہوں نانا جان، آپ کیسے ہیں؟ ہم بھی ٹھیک ہیں لیکن تم کچھ تھکے تھکے اور پریشان نظر آ رہے ہو۔ شاہ جنات نے احمد اور ماریہ کو پاس بلا کر پوچھا۔ جی ہاں نانا جان ہم ایسی جگہ کو ڈھونڈ رہے ہیں جس کے ایک طرف سمندر، دوسری طرف پہاڑ، تیسری طرف صحرا اور چوتھی طرف میدان ہو لیکن پوری دنیا میں وہ ہمیں نہیں ملا۔ ملے بھی کیسے کیونکہ ایسی جگہ زمین پر نہیں بلکہ گنجا مخلوق کی دنیا میں ہے۔ شاہ جنات کے احمد کی بات پوری ہوتے ہی کہا۔ کیا گنجا مخلوق کی دنیا میں یہ دنیا کہاں ہے نانا جان؟ احمد نے فوراً پوچھا۔ یہ دنیا ہم جنات کی دنیا کے ساتھ جڑی ہوئی ہے لیکن وہاں ہم میں سے کوئی بھی نہیں جاتا کیونکہ گنجا مخلوق ہر دوسری مخلوق کو کھا جاتی ہے۔ شاہ جنات یعنی احمد کے نانا نے جواب دیا جسے سن کر احمد اور ماریہ پریشان ہو گئے۔ کوئی تو راستہ ہو گا وہاں جانے کا؟ ماریہ نے شاہ جنات سے پوچھا۔ ہو گا لیکن مجھے نہیں پتہ ابھی، شاید جادوگر جن کو معلوم ہو۔ تم دونوں میرے ساتھ میری دنیا میں چلو۔ احمد کے نانا نے کہا اور احمد اور ماریہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ دونوں تخت پر بیٹھ گئے اور تخت واپس اڑنے لگا اور بادلوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔ اچانک احمد اور ماریہ نے ایک بہت بڑا سوراخ دیکھا اب تخت اس کے اندر چلا گیا اندر کا منظر نہایت حسین تھا ہر طرف سبزہ، پرندے اور جنات وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ تخت ایک محل کے سامنے اتر گیا۔ اب احمد اور ماریہ شاہ جنات کے ساتھ اندر محل میں داخل ہو گئے، ان پر پھولوں کی پتیاں گرائی جا رہی تھیں۔ یہ سب کیا ہے نانا جان؟ احمد نے پوچھا۔ تمہارا استقبال ہو رہا ہے، آخر کو تم شاہ جنات کے نواسے ہو۔ احمد کے نانا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اندر کمرے میں سب چلے گئے۔ نانا جان آپ جادوگر جن کو بلائیں تا کہ اس سے پتہ چل سکے کہ کس طرح ہم گنجا مخلوق سے بچ کر اپنی مطلوبہ جگہ تک جا سکتے ہیں۔ احمد نے اندر بڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ٹھیک ہے بیٹا میں ابھی بلاتا ہوں۔ شاہ جنات نے کہا اور شاہی انداز میں دو تالیاں بجائیں۔ دوسرے ہی لمحے ایک کنیز اندر داخل ہوئی اور فرشی سلام پیش کیا۔ کنیز خاص جاؤ اور جادوگر جن کو ہمارے پاس بلاؤ۔ یہ سنتے ہی کنیز الٹے پاؤں واپس باہر نکل گئی۔ ابھی دس منٹ ہی گزرے تھے کہ ایک سیاہ لباس میں ملبوس ایک جن کمرے میں داخل ہوا اس نے گلے میں موتیوں کے ہار پہن رکھے تھے جو بار بار رنگ بدل رہے تھے اور سر پر ایک سرخ ٹوپی تھی جس پر کھوپڑی اور عجیب و غریب مخلوق بنی ہوئی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ جن بولا۔ شاہ جنات کو جادوگر جن کا سلام، حکم کیجئے آقا کیسے یاد فرمایا اس خاکسار کو؟ جادوگر جن کیا تم ہمیں بتا سکتے ہو کہ میرا نواسہ احمد اور ماریہ کیسے گنجا مخلوق کی دنیا میں گھس سکتے ہیں وہ بھی خیر خیریت سے؟ شاہ جنات نے بارعب انداز میں پوچھا۔ آقا ایسا کیا ہو گیا کہ احمد شہزادے اور ماریہ شہزادی کو وہاں جانا پڑ گیا ہے؟ جادوگر جن نے سوالیہ انداز میں پوچھا تو احمد نے ساری بات جادوگر جن کو بتا دی۔ یوں تو یہ بات ہے شاید اسی وجہ سے آج تک میں نے اپنے استاد کی دی ہوئی جادوئی مالائیں سنبھال کر رکھیں ہوئی تھیں تا کہ آپ کے کام آ سکیں۔ یہ کہہ کر جادوگر جن نے دو مالائیں اپنے گلے سے اتاریں ایک احمد کو پہنا دی اور دوسری ماریہ کو۔ اب آپ کو گنجا مخلوق چھو بھی نہیں سکتی لیکن جس جگہ کو آپ ڈھونڈ رہے ہیں وہ ان کی مقدس جگہ ہے آپ کو وہاں جانے سے روکنے کے لئے وہ طرح طرح کے طریقے اپنائیں گے آپ کی راہ میں رکاوٹ ڈالیں گے۔ آپ کو ان رکاوٹوں کو عبور کرنا ہی ہو گا۔ اگر میرے لائق کوئی اور کام ہو تو بتائیے۔ جادوگر جن نے کہا۔ شکریہ جادوگر جن اب آپ جا سکتے ہیں آگے ہم خود سنبھال لیں گے۔ احمد نے جادوگر جن کو کہا تو وہ واپس کمرے سے باہر نکل گیا۔ اب کیا خیال ہے احمد اپنا سفر شروع کر دینا چاہئے ہمیں۔ ماریہ نے احمد کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ارے کچھ دیر رک بھی جاؤ

آرام کر لو نجانے کب سے اس جگہ کو ڈھونڈ رہے ہو تھک گئے ہو گے تم۔ اچانک شاہ جنات بول پڑے اور پھر مجبوراً احمد اور ماریہ کو وہاں رکنا پڑ گیا۔

دوسرے دن احمد اور ماریہ نے سفر شروع کیا۔ احمد کے نانا شاہ جنات نے دونوں کو گنجا مخلوق کی دنیا کے باہر چھوڑ دیا اور بولے۔ سنبھل کر بیٹا تم ہی تو ہو جو میری بچی کی نشانی ہو احتیاط سے اگر میری ضرورت پڑے تو فوراً کڑے کو رگڑ دینا میں آ جاؤں گا۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں نانا جان ہم اپنی حفاظت کرنا جانتے ہیں، کیوں ماریہ؟ احمد نے ماریہ سے تصدیق کرنے والے انداز میں کہا اور ماریہ بولی۔ جی ہاں نانا حضور احمد ٹھیک کہہ رہا ہے، آپ فکر ہی نہ کریں ہم بہت جلد واپس آ جائیں گے، اس سنہری بونے کے مردہ طلسم کو توڑ کر۔ مجھے بھی تم سے یہی امید ہے، جاؤ میرے بچو۔ شاہ جنات نے احمد اور ماریہ کو رخصت کرتے ہوئے کہا اور پھر احمد اور ماریہ اس آگ کے اندر گھس گئے جو ایک آگ کی دیوار لگ رہی تھی کچھ دیر اندھیرے میں چلنے کے بعد روشنی پھیلنے لگی پھر سارا منظر دور دور تک نظر آنے لگا۔ ہر طرف عجیب و غریب مخلوق گھوم رہی تھی ان کے چار چار ہاتھ دو سر اور بارہ آنکھیں یہ سب دیکھ کر ہی خوف آ رہا تھا۔ احمد مجھے لگتا ہے انہوں نے ابھی تک ہمیں دیکھا نہیں ہے ویسے ایسی ڈراؤنی مخلوق میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ماریہ نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔ ہاں تم ٹھیک کہتی ہو شاید یہ ان مالاؤں کا اثر ہے کہ یہ ہمیں دیکھ نہیں پا رہے لیکن جادوگر جن نے کہا تھا کہ یہ ہماری راہ میں رکاوٹیں ڈالیں گے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہمیں محسوس کر سکتے ہیں انہیں پتہ چل گیا ہو گا کہ ہم اس دنیا میں داخل ہو گئے ہیں۔ احمد نے کہا پھر ایک آواز آئی، یہ ایک اعلان ہو رہا تھا۔ سنو اے ملک کی عوام ہماری دنیا میں دو گھس پیٹھیے گھس آئے ہیں وہ ہماری مقدس جگہ تک پہنچنا چاہتے ہیں ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے اس لئے فوراً راستوں پر پہرے لگا دو کوئی بھی اندر داخل نہ ہونے پائے۔ اس اعلان کو ایک بار پھر دہرایا گیا لیکن اعلان کرنے والا نظر نہ آیا۔ لگتا ہے اب رکاوٹیں شروع ہو گئیں، چلو چلیں۔ احمد نے کہا تو فوراً ماریہ بولی۔ پہلے یہ تو پتہ چل جائے وہ جگہ ہے کہاں پر پھر ہی ادھر کو جائیں گے۔ ماریہ کی بات سن کر احمد نے منتر پڑھنا شروع کر دیا راستے نظر آنے لگے ان کو اس مقدس جگہ کے کچھ دیر بعد احمد بولا۔ چلو اس طرف جانا ہے۔ پھر احمد اور ماریہ مغرب کی طرف چل پڑے کچھ دیر بعد راستہ بند نظر آیا۔ لگتا ہے راستے بند ہو چکے ہیں۔ احمد نے کہا اور فوراً کاشی جن کو بلایا اس نے پلک جھپکتے ہی راستہ کھول دیا پھر احمد اور ماریہ چلنے لگے۔ اچانک انہیں اپنے پیچھے آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ احمد لگتا ہے انہیں پتہ چل گیا ہے کہ ہم یہاں پر ہیں، ہم نے راستہ کھول کر ہی غلطی کی ہے۔ ماریہ نے گھبراتے ہوئے کہا اور زمین پر بیٹھ کر احمد اور ماریہ منتر پڑھنے لگے پھر ان کے سامنے سکشما پری نمودار ہوئی۔ کیسے یاد کیا مجھے؟ سکشما پری نے کہا۔ سکشما کیا تم اس گنجا مخلوق کو روک سکتی ہو؟ ماریہ نے فوراً پوچھا۔ ہاں لیکن کچھ دیر کے لئے۔ یہ کہہ کر سکشما پری نے زمین کی طرف ہاتھ کو جھٹکا دیا اب زمین کے اندر سے پودے نکل آئے تو شکل و صورت میں انتہائی بھیانک تھے اور سب سے بڑی بات وہ زندہ تھے انہوں نے اچانک گنجا مخلوق پر حملہ کر دیا اس لمحے ہی کاشی جن نے احمد اور ماریہ کو دوسری رکاوٹ کے اوپر سے گزر کر پار کروا دیا پھر سکشما پری احمد کا حکم سن کر اچانک وہاں سے غائب ہو گئی۔ اب وہ یہاں نہیں آ پائیں گے کیونکہ دوسری رکاوٹ توڑی نہیں گئی بلکہ اس کے اوپر سے پھلانگا گیا ہے۔ ماریہ نے اطمینان سے کہا۔ اب احمد اور ماریہ کچھ پرسکون ہو چکے تھے۔ ویسے تمہیں کیا لگتا ہے ماریہ یہ مخلوق جادو وغیرہ نہیں جانتی کیونکہ دیکھو یہ عام سی رکاوٹیں ہیں جو انسان اپنی دنیا میں دوسرے انسانوں کو کسی ایسی جگہ جانے سے روکنے کے لئے لگاتے ہیں جہاں ہر کوئی نہیں جا سکتا۔ احمد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے لیکن اگر دوسرا پہلو دیکھا جائے تو یہ ہر دوسری مخلوق کو کھا جاتے ہیں جو ان

کی دنیا میں داخل ہوتی ہے۔ انہوں نے کئی جنات، چڑیلیں بھی مار کھائی ہیں اگر یہ جادو نہ جانتے ہوں تو انہیں مارنا ان کے لئے ناممکن ہے اور اگر تمہارا اندازہ صحیح ہے تو پھر کوئی نہ کوئی ایسی چیز یہاں ہوگی جو انہیں مار دیتی ہے اور پھر سب اسے کھا جاتے ہیں۔ ماریہ نے احمد کی بات کو غلط ثابت کرتے ہوئے کہا۔ شاید تم ٹھیک کہتی ہو خیر چلو اب آگے بڑھیں۔ ہمیں اپنی منزل تک پہنچنا ہے۔ احمد نے ماریہ کی بات سے اتفاق کیا اور پھر اپنی منزل کی طرف چلنے کو کہا پھر دونوں پیدل ہی اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔ آدھے گھنٹہ چلنے کے بعد وہ دونوں کسی ان دیکھی چیز سے ٹکرا کر رک گئے۔ لگتا ہے یہ جادو سے کیا گیا ہے۔ یہ کہہ کر احمد منتر پڑھ کر دیوار پر پھونکنے لگا لیکن سب بے کار پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان دیکھی چیز نظر آ گئی جو کچھ دیر پہلے تک غائب تھی۔ تو تم ہو وہ دونوں جو ہماری دنیا میں داخل ہوئے ہو۔ تم سے پہلے بھی یہاں بہت آئے لیکن ٹیرا سے بچ کر نہ جا سکے۔ میں ہر اس مخلوق کو مار دیتا ہوں جو یہاں آتی ہے اس لئے اب تمہاری باری ہے۔ یہ سب کچھ وہ کہہ رہا تھا جس کے ہونٹ کافی موٹے تھے اور آنکھیں انڈے کی طرح سفید شکل وصورت اتنی بھیانک تھی کہ دیکھتے ہی موت کا فرشتہ نظر آتا تھا۔ کیا تم ہمیں دیکھ سکتے ہو؟ احمد نے گھبراتے ہوئے پوچھا۔ یہ مالائیں تمہیں صرف گنجا مخلوق سے بچا سکتی ہیں جبکہ میں ٹیرا ہوں، مجھ سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی۔ اس بھیانک شکل والی ٹیرا مخلوق نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا پھر ایک دم ہی احمد اور ماریہ پر حملہ کر دیا اور ماریہ اس کے پہلے حملے سے بچ گئے۔ اس مصیبت سے نمٹنے کے لئے مجھے کچھ وقت چاہئے ہوگا چلو ماریہ سکشما پری کو بلائیں۔ احمد نے کہا اور پھر دونوں نے منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر ایک دم سکشما پری نمودار ہوئی اور احمد نے کاشی جن کو بھی بلا لیا۔ احمد اور ماریہ نے دونوں کو ٹیرا کو روکنے کے لئے بلایا تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے ماریہ اسے کیسے شکست دی جا سکتی ہے؟ احمد نے ماریہ سے پوچھا۔ میں تو نہیں جانتی ہاں لائیگون

جانتا ہوگا۔ یہ کہہ کر زمین پر الٹی سیدھی لائنیں کر دیں کچھ دیر بعد لائیگون کا وجود نمودار ہوا ملکہ کیسے یاد کیا؟ لائیگون نے ادب سے کہا۔ لائیگون تم ٹیرا کو مارنے کا طریقہ جانتے ہو۔ اگر ہاں تو فوراً بتا جائے ہمیں۔ ماریہ نے فوراً پوچھا۔ ٹیرا کو مارا نہیں جا سکتا، ہاں اسے قابو کیا جا سکتا ہے اگر ٹیرا کی کمر پر سیاہ پر توڑ دیا جائے تو وہ اس کا غلام ہوگا جس کے ہاتھوں اس کا سیاہ پر ہوگا۔ لائیگون نے کہا اور پھر غائب ہو گیا۔ سکشما پری اور کاشی جن اسے الجھائے رکھو ہم پیچھے سے حملہ کریں گے۔ احمد نے سکشما پری اور کاشی جن سے کہا تو اثبات میں انہوں نے اپنا سر ہلا دیا۔ پھر احمد اور ماریہ نے اڑنے والا منتر پڑھا اور عین ٹیرا کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ ماریہ نے موقع جانتے ہی ٹیرا کی کمر پر لگا پر توڑ دیا۔ اچانک ٹیرا کے گرد دھواں پھیل گیا جب دھواں غائب ہوا تو اب ٹیرا کی جگہ انتہائی خوبصورت نوجوان کھڑا تھا۔ شکریہ ملکہ آپ نے مجھے اس بدصورتی سے آزادی دلوائی آج سے میں آپ کا غلام ہوں آپ جو حکم دیں گی میرے لئے اسے پورا کرنا لازم ہوگا۔ نوجوان نے کہا۔ ٹھیک ہے ٹیرا کیا تم ہمیں اس جگہ لے جا سکتے ہو جہاں ایک طرف سمندر، دوسری طرف پہاڑ تیسری طرف صحرا اور چوتھی طرف میدان ہے۔ احمد نے ٹیرا سے پوچھا۔ جی ہاں ملکہ۔ آپ سب ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیں میں آپ سب کو وہاں پہنچا دیتا ہوں۔ ٹیرا کی بات سن کر احمد نے سکشما پری اور کاشی جن کو جانے کا حکم دیا اور پھر احمد اور ماریہ نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا، کچھ دیر بعد دونوں ہواز میں اڑنے لگے نیچے ہر طرف خوبصورت لڑکے، لڑکیاں، مرد اور عورتیں اور بچے گھوم رہے تھے۔ ٹیرا یہ تم کہاں جا رہے ہو یہ مخلوق کی دنیا نہیں ہے۔ احمد نے نیچے دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ گنجا مخلوق ہی ہے مجھ پر اور ان سب پر جادو تھا جسے ملکہ ماریہ نے توڑ دیا ہے اب ہم سب اپنی اصل صورت میں آ گئے ہیں۔ ٹیرا نے اڑتے ہوئے جواب دیا اور احمد اور ماریہ حیران رہ گئے۔ کچھ دیر بعد

ایک پہاڑی پر اتر کے اس پہاڑی کے ایک طرف سمندر تو دوسری طرف پہاڑ تیسری طرف صحرا اور چوتھی طرف میدان نظر آ رہے تھے۔ آپ کی مطلوبہ جگہ آ چکی ہے۔ ملکہ کوئی اور حکم؟ ٹیرا نے سر جھکا کر پوچھا۔ نہیں اب تم جاؤ جب تمہاری ضرورت پڑی ہم تمہیں بلا لیں گے۔ ماریہ نے ٹیرا سے کہا اور دوسرے ہی لمحے وہ غائب ہو گیا۔ چلو احمد اب سیاہ پتھر نکالو اور اسے یہاں رکھ دو۔ ماریہ نے احمد کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر احمد نے سیاہ پتھر نکالا اور اسی پہاڑی پر رکھ دیا۔ ہر طرف سمندر میں طوفان آ گیا۔ پہاڑ ہلنے لگے صحرا میں بھنور آ گئے جبکہ میدان ٹوٹنے لگے۔ یہ سب دیکھ کر احمد اور ماریہ گھبرا گئے لیکن کچھ دیر بعد سب کچھ نارمل ہو گیا۔ پھر ان کے سامنے سنہری بونا نمودار ہوا اس کا سر جھکا ہوا تھا اس نے پہلے کی طرح آ کر حملہ نہ کیا تھا۔ سنہری بونے تم بہت پہلے مر چکے ہو تم پر مردہ طلسم ہے مرے ہوئے لوگ دوسری دنیا میں رہتے ہیں اب تمہیں وہاں جانا ہوگا۔ احمد نے سنہری بونے سے کہا اور پھر ایک وار اس کے سر پر کر دیا کچھ دیر بعد سنہری بونا غائب ہو گیا اور ایک دھماکے کی آواز آئی۔ چلو ایک دوسرا روپ بھی ختم ہوا۔ ماریہ نے قدرے اطمینان سے کہا۔ ہاں دوسرا روپ تو ختم ہو گیا لیکن یہ دھماکے کی آواز یہ خبر دے رہی ہے کہ اب تیسرا روپ حرکت میں آ چکا ہے۔



نانا حضور اتنا تو ہم جانتے ہیں کہ جادو کا تیسرا روپ آزاد ہو چکا ہے لیکن وہ ابھی تک ہم پر ظاہر کیوں نہیں ہوا پہلے دو روپ ہم پر ظاہر ہوئے تھے جیسے۔ احمد نے شاہی کمرے میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ بات یہ ہے بیٹا کہ جنات کی دنیا میں کوئی جادو داخل نہیں ہو سکتا، میری اجازت کے بغیر۔ جب تم واپس دنیا میں جاؤ گے تب وہ تم پر ظاہر ہوگا۔ شاہ جنات نے احمد کے سوال کا جواب دیا۔ اور ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ روپ کون سا ہے اور نجانے وہ کیا تباہی مچا رہا ہوگا۔ اس بار ماریہ نے سوال کیا۔ یہ بات تو ہے کہ وہ کون سا روپ ہے اور کیا تباہی مچا رہا ہوگا۔ ویسے بھی تمہیں تین دن ہو گئے ہیں یہاں۔ شاہ جنات نے کہا تو احمد اور ماریہ نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔ نانا حضور ہمیں لگتا ہے اب ہمیں چلنا چاہئے نجانے زمین پر کیا ہو رہا ہوگا؟ احمد نے پہلے ماریہ اور پھر شاہ جنات کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں میرا بھی یہی خیال ہے کہ اب ہمیں چلنا چاہئے۔ اس بار ماریہ نے بھی احمد کی بات دہراتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا۔ جواب میں شاہ جنات بولے۔ جیسے تمہاری مرضی ابھی تک میری بیٹی یعنی تمہاری ماں اشخان کے جادو میں قید ہے اسے آزاد تمہیں ہی کروانا ہوگا۔ تم پہلے ہی دو جادو کے روپ تباہ کر چکے ہو اور مجھے پکا یقین ہے کہ تم باقی روپ بھی تباہ کر کے اپنی ماں کو آزاد کروالاؤ گے۔ ہاں نانا حضور اگر آپ کی دعائیں ہمارے ساتھ رہیں تو ضرور آزاد کروا کے لائیں گے۔ احمد نے پرجوش طریقے سے کہا۔ ویسے ماریہ تم کیسے احمد کے ساتھ مل گئی؟ شاہ جنات نے ماریہ سے پوچھا تو ماریہ بولی۔ ایک رات یہ مجھے جادو کے ذریعے تلاش کر رہا تھا اور مجھے خبر ہو گئی اور میں نے اپنے آپ کو اس کی نظر سے چھپا دیا اور جمیری پری جس کا نام سہانا تھا جو احمد کی پری کشمالہ کے ساتھ مل کر دونوں ایک ہو گئی ہیں اور نئی طاقتوں کے ساتھ ظاہر ہوئی ہیں جو اب سکشما کے نام سے مشہور ہے، اس نے مجھے احمد کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تب میں نے روپ بدل کر احمد کا پیچھا کیا اور پھر ہم دونوں کی دوستی ہو گئی۔ کافی عجیب وغریب دوستی ہوئی ہے۔ تم دونوں کی شاہ جنات نے کہا اور احمد اور ماریہ ہنسنے لگے۔

شام کے وقت ایک تخت زمین کی طرف بڑھتا دکھائی دے رہا تھا، وہ پہاڑی علاقے کی طرف جا رہا تھا، اس تخت پر شاہ جنات، احمد اور ماریہ بیٹھے ہوئے تھے جبکہ اس تخت کے آس پاس کئی طاقتور جنات موجود تھے، تخت پہاڑیوں پر اتر گیا۔ احمد بیٹا اور ماریہ بیٹی اب میں چلتا ہوں، اپنا خیال رکھنا۔ ابھی شاہ جنات نے کہا ہی تھا کہ ایک آواز آئی۔ یہ آواز ماریہ اور احمد کے لئے جانی پہچانی تھی پھر ایک ناگ نمودار ہوا اور انسانی روپ دھار

گیا۔ احمد اور ماریہ نے تم لوگ کہاں رہ گئے تھے تم نے سنہری بونے کو تو ختم کر دیا لیکن جادو کا تیسرا روپ پگھلتا چہرہ حرکت میں آ گیا ہے اس نے ہر طرف موت کا جال پھیلا دیا ہے نہ صرف انسان اس کے ظلم کے شکار بن رہے ہیں بلکہ میری نسل بھی۔ شاہ ناگ نے آتے ہی کہا اور احمد اور ماریہ اس کی بات سن کر پریشان ہو گئے جبکہ شاہ جنات بہت ڈرے ڈرے محسوس ہو رہے تھے۔ کیا بات ہے نانا جان آپ کس سے ڈر رہے ہیں، مجھے بتائیں؟ احمد نے اپنے نانا کو ڈرتے دیکھ کر پوچھا۔ پگھلتا چہرہ کیا وہ جادو کا تیسرا روپ ہے اگر ہاں تو دنیا بہت بڑے خطرے میں ہے۔ شاہ جنات نے شاہ ناگ کی بات سن کر کہا تو احمد فوراً بولا۔ کیا آپ جادو کے تیسرے روپ پگھلتے چہرے کو جانتے ہیں، بتائیے ناں نانا جان! کیا واقعی وہ آپ سے بھی زیادہ طاقتور ہے؟ احمد کی بات سن کر شاہ جنات بولے۔ بیٹا احمد آج سے بہت برس پہلے میری دنیا میں ایک جن پیدا ہوا تھا جب وہ بڑا ہوا تو اس نے انسانی دنیا کے جادوگروں سے اور جادو سیکھا جب وہ بہت طاقتور ہو گیا تو اس نے مجھے مار کر میرے تخت پر قبضہ کرنے کی کوشش کی وہ کامیاب بھی ہو جاتا اگر میرے پاس سنہرہ کڑا نہ ہوتا اس نے مجھ پر کئی جادوئی حملے کئے لیکن سنہرے کڑے نے ہر جادو کو کاٹ دیا۔ اس نے مجھ پر دنیا کا سب سے خطرناک عمل کیا جو ختم تو نہ ہوا مگر سنہری کڑے نے اسے واپس اس جن پر پھینک دیا اس جادو کے اس جن کے اوپر گرتے ہی اس کی تمام طاقتیں ختم ہو گئیں۔ جانتے ہو وہ جادو کون سا تھا؟ نہیں نانا حضور مجھے کیسے پتہ؟ احمد نے فوراً کہا۔ پگھلتا چہرہ۔ ابھی شاہ جنات نے اتنی ہی کہا تھا کہ احمد کے اور ماریہ کے منہ سے ایک ساتھ ایک ہی لفظ نکلا وہ لفظ تھا ”کیا“۔ کیا یہ وہ جن ہے نانا حضور؟ ماریہ نے اس بار حیرت سے پوچھا۔ مجھے پکا یقین تو نہیں لیکن مجھے لگ ایسا ہی رہا ہے کہ وہ مرا نہ ہوگا۔ شاہ جنات نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو شاہ جنات کیا آپ ہمیں کسی طرح پتہ کروا کر بتا سکتے ہیں کہ یہ واقعی وہی ہے یا کوئی اور؟

اس بار شاہ ناگ نے پوچھا۔ مجھے معاف کرنا کیا تم بھی ان کی ٹیم کا حصہ ہو اور ویسے یہ تو میں نے دیکھ لیا تھا تم سانپ سے انسان بنے ہو۔ کیا تم ناگوں کے بادشاہ ہو؟ شاہ جنات نے الٹا شاہ ناگ سے سوال کر دیا۔ جی ہاں شاہ جنات میں ناگوں کا بادشاہ ہوں اور رہی بات ان کی ٹیم کا حصہ ہونے کی تو پہلے تو میں صرف دوست تھا لیکن اب اس پگھلتے چہرے نے میری دنیا پر حملہ کیا ہے سو اب میں اس ٹیم کا حصہ ہوں میں پگھلتے چہرے کو اس کے کئے کی سزا دے کر رہوں گا۔ شاہ ناگ نے پہلے آہستہ سے اور پھر پکے ارادے سے پگھلتے چہرے کو سزا دینے کا تہیہ کرتے ہوئے کہا۔ اور تم نے کہا تھا کہ میں پتہ کر کے بتاؤں تو ٹھیک ہے ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ وہی جن ہے یا کوئی اور طاقت؟ شاہ جنات نے کہا اور کچھ پڑھنے لگے۔ اچانک ان کے سامنے آتشی کھوپڑی نمودار ہوئی، آتشی کھوپڑی کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ پگھلتا چہرہ باگو جن ہے یا کوئی اور طاقت؟ شاہ جنات نے آتشی کھوپڑی سے پوچھا پھر آتشی کھوپڑی سے آواز آئی۔ شاہ جنات پگھلتا چہرہ باگو جن ہی ہے، آپ سے لڑائی ہارنے کے بعد وہ مرا نہ تھا بلکہ اشخان جادوگر نے اسے جادو میں قید کر کے پگھلتا چہرہ بنا دیا تھا تا کہ وہ ہر طرف تباہی مچا سکے۔ باگو جن آج بھی اس پگھلتے چہرے کے اندر سو رہا ہے جب تک پگھلتا چہرہ پگھلنا بند نہ کر دے اس وقت تک باگو جن اس کے اندر قید رہے گا۔ اگر باگو جن کو کسی طریق سے آزاد کر دیا جائے تو تیسرا روپ ختم ہو جائے گا۔ کیا تم یہ بتا سکتی ہو کہ کیسے پگھلتے چہرے کو پگھلنے سے روکا جا سکتا ہے؟ شاہ جنات نے پوچھا۔ میرے علم میں صرف اتنا ہی تھا۔ شاہ جنات ہاں یہ بتا سکتی ہوں کہ اشخان جادوگر کا بہت قریبی دوست یا جادوگر جانتا ہے کہ پگھلتے چہرے کو کیسے پگھلنے سے روکا جا سکتا ہے۔ آتشی کھوپڑی نے جواب دیا اور پھر شاہ جنات کے اشارے پر غائب ہو گئی اور پھر شاہ جنات بولے۔ چلو یہ تو پتہ چل گیا کہ یہ سب باگو جن ہی کر رہا ہے۔ نہیں نانا حضور آپ نے سنا نہیں کہ باگو جن اس پگھلتے چہرے کے اندر سو رہا ہے۔ یہی کہ یہ سب پگھلوئی اور طاقت کر رہی ہے۔ احمد نے پہلے نانا حضور سے مخاطب ہو کر اور پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ قریبی ساتھی یا کوئی جادوگر جانتا ہوگا کہ کیسے پگھلتے چہرے کو پگھلنے سے روکا جا سکتا ہے۔ یہی کہا تھا ناں آتشی کھوپڑی نے؟ اس بار ماریہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا جیسے اسے کوئی راستہ مل گیا ہو۔ ہاں ٹھیک سنا تم نے ماریہ لیکن تم خوش کیوں دکھائی دے رہی ہو۔ اس بار شاہ جنات نے حیرت سے پوچھا جبکہ احمد اور شاہ ناگ بھی حیران تھے۔ جی ہاں نانا جان میں خوش ہوں ایک جادوگرنی ایسی ہے جو اشخان جادوگر کی محبوبہ ہے، شاید وہ جانتی ہو۔ شاید کیا یقیناً وہ جانتی ہوگی ماریہ کی بات آدھی کاٹتے ہوئے احمد نے کہا۔ کون ہے وہ جادوگرنی کیا نام ہے اس کا شاہ ناگ نے جلدی سے پوچھا تو فوراً احمد بولا۔ شکاٹی جادوگرنی چڑیل۔ کیا جادوگرنی بھی اور چڑیل بھی شاہ ناگ نے حیرت سے کہا۔ ہاں جادوگرنی بھی اور چڑیل بھی دراصل جادوگرنیاں روپ بدلنا نہیں جانتیں لیکن شکاٹی جادوگرنی ہوتے ہوئے روپ بدلنا بھی جانتی ہے، اسی وجہ سے اسے جادوگرنی چڑیل کہا جاتا ہے۔ ماریہ نے شاہ ناگ کو حیران دیکھ کر جواب دیا پھر احمد دور دور تک دیکھنے والا منتر پڑھنے لگا۔ کچھ دیر بعد اسے شکاٹی جادوگرنی چڑیل نظر تو آئی لیکن مردہ حالت میں احمد نے یہ دیکھا تو فوراً منہ سے نکل گیا۔ نہیں ...... یہ نہیں ہو سکتا۔ اسے شکاٹی کے قریب ہی ایک وجود نظر آ رہا تھا جو تقریباً پانچ فٹ کا ہوگا۔ جب احمد نے بغور سے دیکھا تو وہ ایک چہرہ تھا جو جلتی موم بتی کی طرح پگھل رہا تھا یعنی وہ پگھلتا چہرہ تھا۔ کیا ہوا احمد کیا دیکھا تم نے ماریہ نے فوراً احمد سے پوچھا۔ پگھلتا چہرہ اس نے شکاٹی کو مار دیا ہے ہماری آخری امید بھی ٹوٹ گئی۔ احمد نے سر جھکا کر زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ تم ہمت نہیں ہار سکتے ہم کسی ایسے جادوگر کو ڈھونڈ نکالیں گے جو ہماری مصیبت ختم کر سکے۔ شاہ ناگ نے احمد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ہاں بیٹا تمہیں اپنی ماں کو آزاد کروانا ہوگا، اپنے بابا کو دیا ہوا وعدہ نبھانا ہوگا، ہر قیمت پر جاؤ بیٹا ڈھونڈو اس دنیا میں ایسے علم والے لوگ موجود ہیں جو تمہاری مدد کر سکتے ہیں انہیں ڈھونڈو شہر میں، گاؤں میں، جنگلوں میں، ریگستانوں میں ہر جگہ ڈھونڈو اور ہاں وہ پگھلتا چہرہ تمہارے کو روکے گا لیکن اس کڑے کی وجہ سے وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ شاہ جنات نے جذباتی انداز میں کہا تو احمد کی آنکھوں میں چند آنسو کے قطرے منڈلانے لگے اور پھر کھڑے ہو کر احمد بولا۔ ہاں نانا حضور میں ڈھونڈوں گا میں پگھلتے چہرے کو ختم کر کے ہی رہوں گا یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔ اب آپ جائیں۔ نانا حضور ہمیں آج سے ہی نکلنا ہوگا اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے۔ ٹھیک ہے بیٹا میں چلتا ہوں۔ اگر میری کسی قسم کی مدد چاہئے ہو تو مجھے ضرور بتانا۔ شاہ جنات نے یہ کہا اور پھر ان کا تخت ہوا میں اڑنے لگا جبکہ احمد اور ماریہ اور شاہ ناگ انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے، جب تخت بادلوں میں غائب ہو گیا تو احمد بولا۔ ہمیں ابھی شہر کا رخ کرنا ہوگا، اب رات بھی ہو رہی ہے ہمیں کوئی اڑتے ہوئے دیکھے گا بھی نہیں۔ ٹھیک ہے۔ احمد کی بات سن کر ماریہ اور شاہ ناگ نے ایک ساتھ کہا اور پھر کچھ شاہ ناگ نے پڑھا اور بولا۔ چلو اب چلیں۔ تم نے کیا کیا ابھی؟ احمد نے شاہ ناگ سے پوچھا تو شاہ ناگ بولا۔ میں نے اپنے بھائی کو عارضی طور پر تخت پر بٹھا دیا ہے تا کہ وہ نظام سنبھال سکے میری غیر موجودگی میں۔ احمد اور ماریہ نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر تینوں ہواؤں میں اڑ کر شہر کی طرف آنے لگے۔ رات ہونے کی وجہ سے کوئی انہیں دیکھ نہ سکا تھا وہ آرام سے ایک جگہ اترے اور مختلف جادوگروں کے ٹھکانوں تک پہنچ گئے لیکن اس رات کوئی بھی ایسا نہ ملا جو ان کی مدد کر سکے۔ صبح کا سورج طلوع ہو چکا تھا تینوں ناشتہ کرنے ہوٹل پہنچ گئے وہاں ناشتہ کیا اور پھر باہر سڑکوں پر گھومنے لگے۔

مجھے نہیں لگتا یہاں کوئی ایسا ہے جو ہماری مدد کر سکے اور تم نے دیکھا نہیں کہ جو بھی پگھلتے چہرے کا نام

سا ہے سے ڈر جاتا۔ ماریہ نے کہا تو احمد اور شاہ ناگ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ویسے شاہ ناگ تمہارے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں جو ہمیں کسی اچھے علم والے یا جادو جاننے والے تک پہنچا سکے۔ احمد نے شاہ ناگ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ ہاں ایک طاقت ہے شاید وہ ہماری مدد کر سکے لیکن اس کے لئے ہمیں کسی ویران جگہ جانا ہوگا۔ شاہ ناگ نے کچھ سوچا اور پھر جواب دیا۔ تو ٹھیک ہے چلو میرا علم بتا رہا ہے کہ یہاں پاس ہی ایک چھوٹا سا جنگل ہے وہ ہمارے کام آ سکتا ہے۔ اس بار ماریہ فوراً بولی اور تینوں جنگل کی طرف چلنے لگے۔ کچھ دیر بعد تینوں جنگل میں کھڑے تھے اور شاہ ناگ بولا۔ میں عمل شروع کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر شاہ ناگ سانپوں کی مخصوص آواز نکالنے لگا کچھ دیر بعد کسی بڑے اژدھا کے پھنکارنے کی آواز سنائی دی جو احمد، ماریہ اور شاہ ناگ کی طرف ہی آ رہا تھا۔ احمد اور ماریہ یہ آواز سن کر گھبرا گئے لیکن شاہ ناگ مطمئن کھڑا رہا کچھ ہی لمحوں بعد وہ اژدھا عین احمد، ماریہ اور شاہ ناگ کے سامنے زمین کے اندر سے نمودار ہوا جسے دیکھ کر ماریہ فوراً احمد کے ساتھ چمٹ گئی۔ وہ مسلسل کانپ رہی تھی پھر اژدھا نے انسانی آواز میں پوچھا۔ کیوں بلایا ہے شاہ ناگ آج تمہیں میری ضرورت کیسے پیش آ گئی؟ دوست کیا تم بتا سکتے ہو اس شہر میں کوئی ایسا جادوگر جو ہماری مدد کر سکے۔ اس بادشاہ ناگ کی آواز سنائی دی تو ماریہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ اژدھا ابھی بھی اپنی جگہ کھڑا تھا جبکہ شاہ ناگ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ ماریہ نے جب اپنے آپ کو احمد کے ساتھ چمٹا دیکھا تو فوراً علیحدہ ہو گئی اور منہ دوسری طرف کر لیا یعنی وہ شرما رہی تھی۔ ہاں اس شہر کا سب سے بڑا جادوگر شاہ دانش ہے میں صرف تمہیں اتنا ہی بتا سکتا ہوں وہ تمہاری مدد کرتا ہے یا نہیں، یہ مجھے بھی علم نہیں۔ وہ شہر کے شمال کی طرف ایک گھر میں رہتا ہے وہاں ہر کوئی اسے جانتا ہے۔ اس اژدھا نے شاہ ناگ کے سوال کا جواب دیا اور واپس زمین میں غائب ہو گیا۔ تم تو ڈر گئی تھی ماریہ حالانکہ تم جس سفر پر نکلی ہو تمہیں اس سے بھی بھیانک روپ دیکھنے پڑیں گے۔ شاہ ناگ نے ماریہ کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تینوں شمال کی طرف چل پڑے۔

کچھ ہی دیر ڈھونڈنے کے بعد انہیں شاہ دانش کا ٹھکانہ مل گیا وہاں کافی رش تھا کافی دیر انتظار کرنے کے بعد ان کا نمبر آ گیا۔ آؤ بیٹھو بتاؤ کیا کام ہے؟ شاہ دانش نے تینوں کو دیکھ کر کہا پھر احمد، ماریہ اور شاہ ناگ اس کے سامنے بیٹھ گئے پھر احمد بولا۔ پہلے یہ ثابت تو ہو جائے کہ آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں کیونکہ اگر آپ سے یہ کام جنہ ہوا تو مجھے ڈر ہے آپ بے موت مارے جائیں گے۔ تم مجھے ڈرا رہے ہو بچے! شاہ دانش کے پاس وہ طاقتیں ہیں جن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ شاہ دانش نے قدرے غصے سے کہا۔ تو دکھاؤ اپنی کوئی طاقت تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ تم ہمارا کام کر سکتے ہو۔ اس بار احمد نے بھی قدرے غصے سے پوچھا پھر شاہ دانش نے کچھ پڑھا اور زمین کے اندر سے ایک سیاہ بونا نمودار ہوا۔ اس سے ملو یہ ہے کالا راج۔ شاہ دانش نے فخریہ انداز میں کہا۔ احمد نے منتر پڑھ کر پھونکا تو آتشی بونا نمودار ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کالا راج موت کے منہ میں چلا گیا۔ شاہ دانش اس عجیب و غریب منظر کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ تب ماریہ کی آواز آئی کوئی اور شکتی ہے تو سامنے لاؤ۔ ماریہ کی یہ بات سن کر شاہ دانش غصے میں آ گیا پھر کچھ پڑھ کر آگ پر پھونکنے لگا۔ اچانک آگ سے دھواں اٹھنے لگا اور اس دھوئیں کا ایک وجود بننے لگا تب شاہ دانش بولا۔ اگر ہمت ہے تو اسے مار کر دکھاؤ، یہ ہے میری سب سے بڑی شکتی سفید پری۔ اس دھوئیں کے وجود کو دیکھ کر احمد اور ماریہ منتر پڑھنے لگے اب ان کے سامنے سکشما پری کھڑی تھی۔ حکم کیجئے کیسے بلایا؟ سکشما پری نے ظاہر ہوتے ہوئے کہا۔ سکشما پری کیا تم اس سفید پری کو مار سکتی ہو؟ ماریہ نے سکشما پری سے پوچھا۔ جی ہاں یہ صرف ایک پری ہے جب میں دو پریوں کی طاقت ہوں اسے مارنا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ کہہ کر سکشما پری نے اپنا ہاتھ سفید پری کی طرف جھٹکا

دیکھتے ہی دیکھتے سفید پری سرخ زنجیروں میں جکڑی گئی۔ سرخ زنجیروں میں آتے ہی سفید پری چیخنے چلانے لگی۔ سفید پری کو چیختا دیکھ کر شاہ دانش فوراً بولا۔ چھوڑ دو اسے میں تم سے زیادہ طاقتور نہیں ہوں، چھوڑ دو میری سفید پری کو۔ یہ سنتے ہی احمد نے سکشما پری کو اشارہ کیا تو فوراً سرخ زنجیریں غائب ہو گئیں اور سکشما پری بھی۔ چلو احمد اور ماریہ یہ ہمارے کام کا نہیں ہمیں اس شیطان سے لڑنے کے لئے کسی بہت طاقتور جادوگر یا بزرگ کی ضرورت ہے۔ شاہ ناگ نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر تینوں کمرے سے باہر نکلنے والے راستے پر چلنے لگے۔ رک جاؤ۔ اچانک پیچھے سے ایک آواز آئی۔ یہ آواز شاہ دانش کی تھی اس آواز کو سن کر تینوں رک گئے اور پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ مجھے لگتا ہے تم سب کسی بہت بڑی طاقت کا مقابلہ کر رہے ہو اور وہ طاقت شیطانی بھی ہے۔ میں ایسے ایک بزرگ کو جانتا ہوں جو شاید تمہاری مدد کر سکے۔ وہ اپنے اندر طاقتوں کا پہاڑ ہے لیکن وہ کسی شہر یا گاؤں میں نہیں رہتا۔ کیا تم اس سے ملنا چاہو گے؟ شاہ دانش نے پوچھا تو احمد، ماریہ اور شاہ ناگ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور واپس شاہ دانش کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ بتائیں وہ بزرگ ہستی کہاں ہیں؟ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ وہ شیطان نجانے کتنے انسانوں کو مار چکا ہوگا۔ احمد نے فوراً پوچھا تو شاہ دانش بولا۔ اس کے لئے تمہیں یمن کے مغرب کی طرف سیاہ پہاڑیوں تک جانا ہوگا لیکن وہاں تک جانا ناممکن ہے کیونکہ ان پہاڑیوں کے چاروں طرف ایک ایسی دلدل ہے جس میں اترو تو وہ بھی مر جائے اور جو جادوگر اڑ کر پار کرے تو وہ بھی مر جائے۔ اسے صرف جنات وغیرہ ہی پار کر سکتے ہیں، کوئی انسان اسے پار نہیں کر سکتا۔ جب تم وہ دلدل پار کر لو گے تو تم وہاں کی غاروں میں ڈھونڈنا وہ تمہیں وہاں ہی ملیں گے۔ شکریہ شاہ دانش ہم وہ دلدل پار کر لیں گے، وہ دلدل ہمیں کچھ نہ کہے گی۔ ماریہ نے مسکراتے ہوئے شاہ دانش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ وہ کیسے تم سب بھی تو انسان ہو اور جادوگر بھی۔ شاہ دانش نے حیرت سے پوچھا۔ شاہ دانش تم نے آدھا اندازہ صحیح اور آدھا غلط لگایا ہے۔ میں اور ماریہ آدھے انسان اور آدھے جنات میں سے ہیں اور یہ جو لڑکا ہے بظاہر انسان لگتا ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک ناگ ہے۔ احمد نے پہلے اپنے اور ماریہ کے بارے میں بتایا اور پھر شاہ ناگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ سن کر شاہ دانش کا منہ حیرت اور خوف سے کھلا کا کھلا رہ گیا پھر تینوں دیکھتے ہی دیکھتے شاہ دانش کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو گئے پھر ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ بابا باہر جو لوگ ہیں انہیں اندر بھیجوں؟ نہیں رحمو! سب کو آج واپس بھیج دو، آج کے لئے اتنا کافی ہے۔ شاہ دانش نے سامنے لگی آگ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور وہ آدمی واپس باہر چلا گیا۔

❁

دوسری طرف پگھلتا چہرہ ایک گاؤں میں نمودار ہوا، وہ ایک انسان کے روپ میں تھا، ابھی گلی میں سے گزرتے ایک شخص سے مخاطب ہوا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہاں داسو جادوگر کا گھر کون سا ہے؟ پگھلتے چہرے نے انسانی روپ میں آ کر ایک انسان سے پوچھا۔ جی ہاں بھائی وہ سامنے جس کے دروازے پر انسانی کھوپڑی بنی ہوئی ہے؟ اس آدمی نے دور ایک گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور دروازے کی نشانی بھی بتا دی۔ شکریہ کہہ کر پگھلتا چہرہ چلتے ہوئے اس دروازے پر جا پہنچا جس کی نشانی انسانی کھوپڑی تھی۔ اس وقت رات کے نو بجے تھے جب داسو جادوگر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ داسو جادوگر کے گھر میں کوئی بھی اس کے علاوہ نہ رہتا تھا، محلے کے لوگ بھی اس سے نفرت کرتے تھے کیونکہ وہ کالے علم کی طاقتیں رکھتا تھا۔ کون ہے بھائی؟ آ رہا ہوں، تھوڑا صبر کرو۔ داسو جادوگر نے دروازے کی طرف آتے ہوئے کہا اور دروازہ کھول دیا۔ جی فرمائیے کیا خدمت کروں آپ کی؟ داسو جادوگر نے دروازے پر ایک آدمی کو کھڑے دیکھ کر پوچھا تو وہ آدمی بولا۔ خدمت آپ نہیں میں آپ کی کروں گا، ذرا

اندر چلیں۔ یہ کہہ کر وہ آدمی داسو جادوگر کے گھر میں گھس گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ یہ کیا بدتمیزی ہے کسی کے گھر جانے کا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔ داسو جادوگر نے غصے سے لال سرخ ہوتے ہوئے کہا۔ غصہ کیوں ہوتے ہو داسو تم انسانوں کو دوسروں کے گھر میں جانے کی اجازت چاہئے ہوتی ہے ہمیں نہیں، خاص کر مجھے۔ یہ کہہ کر وہ آدمی دیکھتے ہی دیکھتے صرف ایک چہرہ بن گیا جو آہستہ آہستہ پگھل رہا تھا۔ یہ نہیں ہو سکتا جادو کا تیسرا روپ یعنی استاد اشخان جادوگر مر چکے ہیں اور صرف یہی نہیں جادو کے دو روپ بھی تباہ ہو چکے ہیں۔ داسو جادوگر نے پگھلتے چہرے کو دیکھ کر کہا۔ ہاں داسو اشخان جادوگر اور جادو کے دو روپ لال بیل اور سنہری بونا کو مارنے والے آدھے انسان اور آدھے جنات میں سے ہیں، ان دونوں کا نام احمد اور ماریہ ہے اور مجھے مارنے کا طریقہ صرف تم جانتے ہو اس لئے اب تمہیں مرنا ہوگا تاکہ یہ راز ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائے۔ داسو جادوگر کے سامنے ہوا میں لہراتے پگھلتے چہرے نے کہا اور پھر آگ کا ایک طوفان پگھلتے چہرے کے منہ سے نکلا اور داسو جادوگر جل کر راکھ بن گیا۔ پھر ہوا کا ایک طوفان آیا اور راکھ کو اڑا کر لے گیا۔ اب مجھے کوئی نہیں مار سکتا کیونکہ مجھے مارنے کا راز صرف داسو جادوگر جانتا تھا۔ اب وہ بھی زندہ نہیں ہے اب میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا ہوں۔ اس پگھلتے چہرے نے قہقہہ لگاتے ہوئے زور سے کہا۔ اس کی آواز پورے گاؤں میں گونج رہی تھی ہر کوئی اس آواز سے خوفزدہ ہو گیا تھا کیونکہ اس آواز میں موت کی آواز چھپی ہوئی تھی۔

❂

اب کیا خیال ہے ہمیں ملک یمن کی طرف سفر کرنا چاہئے۔ احمد نے ماریہ اور شاہ ناگ کو دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ ہاں اس میں پوچھنے والی کون سی بات ہے شاہ ناگ نے جواب دیا تو ماریہ نے بھی شاہ ناگ کی بات کی تصدیق کی۔ تو ٹھیک ہے ہم کل صبح ملک یمن کی طرف سفر کریں گے، اب تو شام ہو چکی ہے۔

احمد نے کل کا پروگرام فکس کیا اور رات کا کھانا کھا کر سو گئے۔ ابھی انہیں سوئے ہوئے بمشکل دو گھنٹے ہی گزرے ہوں گے کہ سنہری کڑے میں سے عجیب و غریب آوازیں آنے لگیں ان آوازوں کو سن کر ماریہ اور شاہ ناگ بھی جاگ گئے تھے۔ یہ کیا ہو رہا ہے آج سے پہلے تو سنہری کڑے نے کوئی آواز نہیں نکالی۔ احمد نے حیرت انگیز انداز میں کہا۔ اتنے میں آسمان سے ایک تخت زمین پر اترا اس تخت پر شاہ جنات یعنی احمد کے نانا بیٹھے ہوئے تھے، زمین پر اترتے ہی احمد کے نانا بولے۔ احمد بیٹا اس کڑے کا یوں شور مچانا اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ تم پر کوئی خطرہ منڈلا رہا ہے۔ ہوشیار رہنا اور اپنا اور اپنے دوستوں کا خیال رکھنا۔ اب میں چلتا ہوں جب سے وہ پگھلتا چہرہ نمودار ہوا ہے مجھے اپنی دنیا کی حفاظت کرنی پڑ رہی ہے۔ یہ کہہ کر تخت واپس ہوا میں اڑا اور بادلوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔ چلو یہ تو پتہ چلا کہ سنہری کڑا خطرے کی نشاندہی کر رہا ہے لیکن خطرہ کس سے؟ احمد نے سوالیہ انداز میں کہا تو شاہ ناگ فوراً بولا۔ ظاہر سی بات ہے اس وقت ہمارا دشمن صرف اور صرف پگھلتا چہرہ ہے اور سنہرا کڑا ہمیں یہی بتانے کی کوشش کر رہا ہے۔ شاہ ناگ کی بات احمد اور ماریہ کے دل کو لگی پھر وہاں بیٹھ بیٹھے ہی احمد منتر پڑھنے لگا۔ رات کے اندھیرے میں روشنی ہو گئی۔ اب احمد دور دور تک دیکھ رہا تھا تھوڑی ہی دیر بعد احمد کو پگھلتا چہرہ نظر آ گیا جو تیزی سے انہی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ آ رہا ہے پگھلتا چہرہ آ رہا ہے تیار ہو جاؤ، وہ کسی بھی وقت یہاں پہنچ جائے گا۔ احمد کی بات سن کر ماریہ اور شاہ ناگ پریشان ہو گئے پھر کچھ سوچ کر ماریہ نے شاہ ناگ سے پوچھا۔ تم تو ناگوں کے بادشاہ ہو پھر تو تم ناگ کڑا بنانا جانتے ہو گے؟ ماریہ کی بات سن کر شاہ ناگ نے کہا۔ ہاں جانتا ہوں لیکن ایک ناگ کڑا اسے نہیں روک پائے گا اس کے لئے دو ناگ کڑے بنانا ہوں گے اور میں صرف ایک ہی بنا سکتا ہوں۔ یہ سنتے ہی ماریہ بولی۔ ایک ناگ کڑا میں بناؤں گی اور ایک تم چلو تیار ہو جاؤ۔ پھر ماریہ اور شاہ ناگ

دونوں سانپوں کی مخصوص آوازیں نکالنے لگے اور زمین پر دو دائرے بن گئے جو دیکھنے میں ناگ لگ رہے تھے۔ احمد ماریہ اور شاہ ناگ کو یہ کرتا دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اب انتظار کرو کہ وہ پگھلتا چہرہ نظر آئے۔ ماریہ نے غصے سے دانت رگڑتے ہوئے کہا پھر کچھ ہی دیر بعد پگھلتا چہرہ آتا دکھائی دیا۔ تیار ہو ماریہ؟ ناگ ناگ نے ماریہ سے پوچھا تو ماریہ نے ہاں کے انداز میں سر ہلا دیا پھر ماریہ اور شاہ نے ہاتھوں سے پگھلتے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔ اسی وقت زمین پر بنے ناگ کڑے حرکت میں آئے اور پگھلتا چہرہ ان دونوں کڑوں میں قید ہو گیا۔ میں حیران ہوں ماریہ تم ناگ کڑا بنانا بھی جانتی ہو لیکن کیسے تمہیں کس نے سکھایا ناگ کڑا بنانا؟ شاہ ناگ نے ماریہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ دراصل بچپن میں میرے گھر کے اندر ایک ناگ رہا کرتا تھا میں اسے روزانہ دودھ پلاتی تھی وہ میرا دوست بن گیا یہ کڑا بنانا مجھے اس نے ہی سکھایا تھا۔ ماریہ نے مختصر سا جواب دیا۔ اسی وقت احمد بولا۔ تمہیں کیا لگتا ہے یہ ناگ کڑے اسے روک پائیں گے؟ ہاں کم از کم بارہ گھنٹے تک تو ضرور اسے روکے رکھیں گے۔ کڑے میں قید ہوتے ہی پگھلتے چہرے کے سنہری کڑے نے آوازیں نکالنا بند کر دی تھیں پھر ساری رات تینوں نے جاگ کر گزاری اور صبح ہوتے ہی کاشی جن کو احمد نے بلایا۔ کاشی جن کیا تم ہمیں ملک یمن میں سیاہ پہاڑیوں کے گرد پھیلی دلدل تک پہنچا سکتے ہو؟ احمد نے کاشی جن سے پوچھا۔ جی ہاں آقا صرف ایک گھنٹے میں لیکن اس دلدل تک آپ کو جانا کیوں ہے؟ کاشی جن نے پہلے احمد کے سوال کا جواب دیا اور پھر احمد سے سوال کر دیا۔ ہمیں سیاہ پہاڑیوں میں موجود اس بزرگ تک پہنچنا ہے جو پگھلتے چہرے کو ختم کرنے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ احمد نے جواب دیا تو کاشی جن نے اثبات میں سر ہلا دیا پھر تینوں کاشی جن پر سوار ہو گئے، کاشی جن نے ایک لمبی اڑان بھری اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آدھے آسمان تک اونچائی پر چلا گیا۔ اب کاشی جن تیزی سے ملک یمن کو طرف سفر کر رہا تھا۔ ایک گھنٹہ اڑنے کے بعد

کاشی جن زمین کی طرف اترنے لگا اور عین دلدل کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ اب ہمیں اس دلدل کو پار کرنا ہو گا۔ احمد نے ماریہ اور شاہ ناگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ابھی احمد اڑنے ہی لگا تھا کہ کاشی جن نے احمد کو چھیڑا۔ میں آدھا جن ہوں اور آدھا انسان، یہ دلدل جنات کو کچھ نہیں کہتی۔ آپ نے ٹھیک کہا یہ جنات کو کچھ نہیں کہتی جبکہ آپ آدھے انسان بھی ہیں۔ یہ دلدل آپ کے جسم کو ختم کر دے گی صرف آپ کی روح رہ جائے گی۔ کاشی جن کی بات سن کر احمد سوچ میں پڑ گیا۔ تم ٹھیک کہتے ہو کاشی جن میں آدھا انسان بھی ہوں تم بتاؤ اس کا حل کہ مجھے کس طرح اس دلدل کو پار کرنا چاہئے۔ احمد نے کاشی جن سے پوچھا تو کچھ دیر سوچنے کے بعد کاشی جن بولا۔ اگر آپ کسی پری یا جنات کے علاوہ اور انسانوں کے علاوہ کسی مخلوق کا تھوڑا تھوڑا خون پی لیں تو آپ اور ماریہ اس دلدل کو پار کر سکیں گے۔ اس طرح آپ کے اندر زیادہ خون ہوائی مخلوق کا ہو گا اس لئے دلدل آپ کو کچھ نہ کہے گی۔ جنات اور انسانوں کے علاوہ کس کا خون ہم پییں؟ احمد نے سوالیہ انداز میں کہا۔ تم میرا خون پی لو میں نہ انسان ہوں اور نہ ہی کوئی جن میں ایک ناگ ہوں۔ شاہ ناگ نے کہا تو ماریہ فوراً بولی۔ تم ایک ناگ ہو تمہارا خون بھی زہریلا ہے اگر ہم میں سے کسی نے تمہارا خون پیا تو وہ مر جائے گا۔ نہیں تم آدھے جن بھی تو ہو اور جنات پر سانپوں کا زہر اثر نہیں کرتا۔ شاہ ناگ نے ماریہ کو غلط ثابت کرتے ہوئے کہا۔ لیکن تم ہمارے دوست ہو ہم تمہارا خون کیسے پی سکتے ہیں، ہمیں کوئی اور راستہ ڈھونڈنا ہو گا۔ اس بار احمد نے انکار کرتے ہوئے کہا تو شاہ ناگ بولا۔ بے وقوف مت بنو تم نے سارا خون نہیں پینا چند گھونٹ ہی پینے ہیں۔ چلو یہ لو شاہ ناگ نے یہ کہہ کر اپنے بازو پر کٹ لگایا وہاں سے سفید سفید جھاگ نکلنے لگی جسے کچھ دیر بعد احمد اور ماریہ نے پی لیا نہ چاہتے ہوئے بھی اور زہر کو پیتے ہی احمد اور ماریہ زمین پر گر گئے۔

کیا ہوا انہیں احمد اور ماریہ کو زمین پر گرتے دیکھ کر

کاشی جن فوراً بولا۔ گھبراؤ نہیں کچھ دیر بعد جاگ جائیں گے، دراصل پہلی بار کسی انسان کا نہیں ایک ناگ کا خون پیا ہے اس لئے سو گئے ہیں۔ شاہ ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا جبکہ کاشی جن احمد اور ماریہ کے پاس ہی بیٹھا ہوا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد دونوں کو ہوش آ گیا۔ احمد اور ماریہ دونوں اپنے اندر عجیب و غریب تبدیلیاں محسوس کر رہے تھے۔ ہوش آ گیا تم دونوں کو؟ شاہ ناگ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ہمیں ہوا کیا تھا ہم نے تمہارا خون پیا اور پھر کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا؟ احمد نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔ پہلی بار کسی سانپ کا خون پیا ہے ناں اس لئے بے ہوش ہو گئے تھے۔ اب کیسا محسوس ہو رہا ہے؟ شاہ ناگ نے ساری بات احمد اور ماریہ کو بتائی۔ کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا ہے جیسے ہمارے اندر کوئی اور طاقت گھس گئی ہو۔ ماریہ نے اپنے ہاتھ دیکھتے ہوئے کہا۔ اب تم بہت زہریلے ہو گئے ہو اگر تم کسی زندہ جانور یا انسان کو کاٹ لو تو وہ دوسرا سانس نہ لے پائے گا۔ شاہ ناگ نے ماریہ کے سوال کا جواب دیا جسے سن کر احمد اور ماریہ حیران ہو گئے لیکن ساتھ ساتھ کاشی جن بھی حیران کھڑا یہ سب سن رہا تھا۔ تو اب کیا ارادہ ہے ہمیں سیاہ پہاڑیوں تک چلنا چاہئے؟ شاہ ناگ نے سوالیہ انداز میں کہا تو احمد اور ماریہ نے ہاں والے انداز میں سر ہلا دیا۔ اب احمد نے کاشی جن کو واپس جانے کا حکم دیا جسے پا کر کاشی جن کھڑے کھڑے غائب ہو گیا۔ پھر احمد، ماریہ اور شاہ ناگ نے اڑان بھری اور دلدل کے اوپر سے گزرنے لگے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ دلدل عبور کر چکے تھے۔ ہمیں دلدل نے کچھ نہیں کہا۔ اس کا مطلب ہے کہ اب ہم انسان نہیں رہے۔ ماریہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ نہیں اب تم صرف جن اور انسان نہیں بلکہ ناگ کی طاقتوں والے بھی ہو۔ اب تم میں جن اور ناگ کی طاقت ایک ہو گئی ہے جس کے سامنے انسانی طاقت کم ہے۔ اس لئے دلدل کے جادو نے تمہیں ہوائی مخلوق گنتے ہوئے جانے دیا۔ شاہ ناگ نے ماریہ کو تسلی دینے والے انداز میں کہا پھر تینوں سیاہ پہاڑیوں پر چلنے لگے۔ احمد اور ماریہ اپنی طاقتوں سے غار دیکھتے لیکن سب غاریں خالی تھیں۔ لگتا ہے اس شاہ داش [uncertain] نے ہم سے جھوٹ بولا ہے۔ احمد نے غصے سے کہا تو شاہ ناگ بولا۔ نہیں اس نے صحیح کہا ہے میں کسی انسانی خون کو یہاں محسوس کر رہا ہوں، یقیناً وہ غار ہماری نظروں سے اوجھل ہے یعنی اس بزرگ نے اسے چھپا رکھا ہے اور وہ بزرگ خود بھی اس کے اندر ہیں۔ اب ایک ہی طریقہ ہے انتظار کریں کہ وہ بزرگ کسی وجہ سے باہر آئیں اور ہم انہیں دیکھ لیں۔ ماریہ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔ نہیں ہمارے پاس وقت بہت کم ہے ہمیں اب جادو سے نہیں خود اس غار کو ڈھونڈنا ہوگا اور میری سونگھنے کی حس اس کام کو آسان کر دے گی۔ یہ کہہ کر شاہ ناگ نے ناگ کا روپ دھارا اور ادھر ادھر گھومنے لگا جبکہ احمد اور ماریہ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ میں نے اس بزرگ کی بو سونگھ لی ہے اب آؤ میں اس بزرگ کو ڈھونڈ لوں گا۔ یہ کہہ کر شاہ ناگ تیزی سے آگے بڑھا اور ایک جگہ پہاڑی کے سامنے انسانی روپ دھارنے لگا۔ کیا ہوا کچھ پتہ چلا؟ احمد نے بے چینی سے پوچھا۔ ہاں وہ بزرگ اس پہاڑی کے اندر ہیں انہوں نے ابھی غار کو ہماری نظروں سے چھپا رکھا ہے لیکن اب یہ جادو میں توڑ دوں گا۔ یہ کہہ کر شاہ ناگ نے پہاڑی پر ڈنگ مارا دوسرے ہی لمحے غار نظر آنے لگی۔ تینوں غار کے اندر داخل ہو گئے اندر ہر طرف اندھیرا تھا کچھ دیر چلنے کے بعد روشنی پھیلنے لگی پھر اچانک ایک آواز آئی۔ آؤ آؤ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا، کافی دیر لگا دی غار ڈھونڈنے میں۔ یہ آواز کسی بزرگ کی تھی جو نظروں سے اوجھل تھے۔ آپ ہیں کہاں پر ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے؟ ماریہ نے پوچھا تو سامنے روشنی کا ایک طوفان نمودار ہوا پھر ایک بزرگ نکل کر سامنے آ گئے۔ لو اب سامنے آ گیا ہوں۔ اس بزرگ نے کہا جن کے چہرے پر نور ہی نور تھا، سفید داڑھی، سر پر سفید ٹوپی تھی۔ انہیں دیکھ کر بے اختیار منہ سے سبحان اللہ کا لفظ نکل گیا تینوں کے منہ سے ویسے بچو! تم نے جادو کے دو روپ تو ختم کر دیے لیکن تیسرے روپ کو

مارنا ناممکن لگ رہا ہے مجھے کیونکہ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ داسو جادوگر ہی پگھلتے چہرے کو ختم کرنے کا علم جانتا تھا لیکن کل رات داسو جادوگر کو بھی پگھلتے چہرے نے مار دیا۔ تم تینوں داسو جادوگر کے گھر جاؤ شاید اس کی جادوئی کتابوں میں سے تمہیں پگھلتے چہرے کو ختم کرنے کا راز مل جائے۔ اس بزرگ نے احمد، ماریہ اور شاہ ناگ سے کہا۔ کیا آپ بھی نہیں جانتے کہ اسے کیسے ختم کر سکتے ہیں؟ ماریہ نے یقین نہ آنے والے انداز میں کہا۔ ہاں میری بچی لیکن تم یہاں آئے ہو تم خالی ہاتھ نہیں جاؤ گے یہاں سے۔ یہ کہہ کر اس بزرگ نے تین تعویذ لئے اور ایک ایک کر کے تینوں کے گلے میں ڈال دیئے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اب میں بھی تمہاری مدد کرتا رہوں گا پھر ان بزرگ بابا نے ہی احمد، ماریہ اور شاہ ناگ کو داسو جادوگر کے گھر پہنچا دیا۔

ہم داسو جادوگر کے گھر پہنچ چکے ہیں، اب اس گھر میں موجود ہر چیز ہر کتاب کو پڑھو شاید اس نے پگھلتے چہرے کو مارنے کا عمل لکھ کر کہیں رکھا ہو احمد کی بات سن کر ماریہ اور شاہ ناگ ہر کتاب کا ہر صفحہ پڑھنے لگے جبکہ احمد بھی ان کے ساتھ تھا۔ دوسرے دن کا سورج طلوع ہو چکا تھا جب ماریہ نے احمد اور شاہ ناگ کو اپنے پاس بلایا۔ دیکھو یہ کیا لکھا ہے۔

لڑے جو سچے من سے
دیپ سے دیپ جلائے
کر نہ پائے مقابلہ اس کا
پگھلتا چہرہ خود ہی رُک جائے
پیار سے جو پھر باگو کو بلائے
پھٹ جائے پگھلتا چہرہ باگو باہر آ جائے

ماریہ نے یہ نظم سب کو سنائی تو کچھ سوچتے ہوئے شاہ ناگ بولا۔ اس کا مطلب ہے کہ صرف شاہ جنات ہی پگھلتے چہرے کو روک سکتے ہیں اور باگو کو آزاد کروا سکتے ہیں۔ اگر شاہ جنات باگو جن کو معاف کر دیں تو پگھلتا چہرہ تباہ ہو جائے گا لیکن اس سے پہلے سچے دل سے شاہ جنات کو اس سے لڑنا ہو گا جب پگھلتا چہرہ پگھلنا بند ہو جائے تو شاہ جنات پیار سے اُسے معاف کر دیں تو باگو جن آزاد ہو جائے گا۔ ہاں شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ احمد نے شاہ ناگ کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ پھر تینوں غائب ہو کر واپس صحرا ڈھانجو جا پہنچے۔ احمد نے پھر سنہری کڑا رگڑا اسی وقت شاہ جنات احمد کے سامنے نمودار ہوئے اور بولے۔ کیا ہوا بیٹا احمد کیوں بلایا ہے مجھے؟ شاہ جنات کے یہ کہتے ہی احمد نے ساری بات پگھلتے چہرے کو تباہ کرنے کی بتا دی اور شاہ جنات نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا دیا پھر احمد نے سنہری کڑا اتار کر شاہ جنات کو دے دیا پھر شاہ جنات نے زور زور سے باگو جن کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ کچھ دیر بعد پگھلتا چہرہ شاہ جنات کے سامنے نمودار ہوا۔ تم نے مجھے بلا کر اچھا نہیں کیا اب کی بار موت تیری ہے۔ یہ کہہ کر پگھلتے چہرے نے آگ کے گولے شاہ جنات پر پھینکنا شروع کر دیئے لیکن شاہ جنات کے پاس پہنچ کر آگ کے گولے غائب ہو جاتے پھر ایک ہی حملے نے پگھلتے چہرے کو رکنے پر مجبور کر دیا۔ شاہ جنات کے حملے سے پگھلتا چہرہ آہستہ آہستہ پگھلنا بند ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد پگھلتا چہرہ پگھلنا مکمل طور پر بند ہو گیا پھر شاہ جنات نے پیار سے کہا۔ باگو جن اٹھو باگو یہ میرا حکم ہے میں نے تمہیں معاف کیا۔ آؤ اب چلیں ہم واپس اپنی دنیا میں۔ شاہ جنات نے یہ کہا ہی تھا کہ پگھلتا چہرہ ایک دھماکے سے پھٹ گیا اب پگھلتے چہرے کی جگہ باگو جن کھڑا تھا باگو جن شاہ جنات کے پاس آیا اور سر جھکا کر بولا۔ مجھے معاف کر دیجئے آقا مجھ سے غلطی ہو گئی۔ کوئی بات نہیں غلطی بچوں سے ہی ہوتی ہے بچے غلطی نہ کریں تو انہیں بچہ کون کہے۔ شاہ جنات نے پیار سے باگو جن کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور پھر شاہ جنات اور باگو جن غائب ہو گئے لیکن سنہرا کڑا احمد کے ہاتھوں آ چکا تھا۔ کچھ دیر خاموشی چھائی رہی اور پھر ایک دھماکہ ہوا تو احمد بولا۔ لو اب جادو کا چوتھا روپ حرکت میں آ گیا۔ احمد کی بات سن کر ماریہ اور شاہ ناگ قہقہے لگانے لگے، انہیں ہنستا دیکھ کر احمد بھی ہنسنے لگا۔

◆◆◆

تم نے خبر سنی احمد ٹیلی وژن پر؟ شاہ ناگ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ احمد، ماریہ اور شاہ ناگ تینوں احمد کے گھر میں تھے۔ پگھلتے چہرے کو ختم کرنے کے بعد وہ کچھ آرام کرنا چاہتے تھے لیکن شاہ ناگ کوئی نئی خبر کی طرف اشارہ کر رہا تھا جو ٹیلی وژن پر ٹیلی کاسٹ ہوئی تھی۔ نہیں کون سی خبر؟ احمد نے بے دھیانی سے پوچھا جبکہ ماریہ بھی اسی کمرے میں آ چکی تھی۔ کون سی خبر؟ میں نے تو ٹی وی نہیں دیکھا۔ ماریہ نے بھی کمرے میں داخل ہو کر پوچھا۔ ارے خبر ہی کچھ ایسی ہے، جانتے ہو رات کے اندر اندر شہر کے بڑے گراؤنڈ میں ایک جھیل نمودار ہو چکی ہے جہاں کبھی بچے کرکٹ وغیرہ کھیلتے تھے۔ شاہ ناگ کی بات سن کر احمد اور ماریہ حیران رہ گئے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے، راتوں رات ایک جھیل، یہ کسی نے افواہ اڑائی ہو گی۔ احمد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ میں بھی یہی سمجھا تھا لیکن میں نے اپنے علم سے خود اس جھیل کو دیکھا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے احمد مجھے اس کے پیچھے کوئی بہت بڑا خطرہ نظر آ رہا ہے۔ شاہ ناگ نے اپنی بات کی تصدیق کرتے ہوئے خطرے کا الارم بھی لگا دیا۔ اگر تو یہ سچ ہے تو میں ابھی پتہ کرتی ہوں کہ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ یہ کہہ کر ماریہ نے فرش پر عجیب و غریب لائنیں بنانا شروع کر دیں۔ کچھ دیر بعد ان لائنوں میں سے سفید روشنی پیدا ہوئی اور لائنوں کا ایک وجود نمودار ہوا۔ کیسے یاد کیا ملکہ حکم کیجئے؟ اس لائنوں کے وجود میں سے آواز آئی۔ لائیگون کیا شہر کے بڑے میدان میں کوئی جھیل نمودار ہوئی ہے اگر ہاں تو اس کے پیچھے کون ہے؟ ماریہ نے لائیگون یعنی لائنوں کے وجود سے پوچھا۔ جی ہاں ملکہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ ایک جھیل وہاں ظاہر ہوئی ہے لیکن میں یہ پتہ نہیں کر پا رہا ہوں کہ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ کوئی بہت بڑی شکتی مجھے روک رہی ہے۔ لائیگون نے ماریہ کو بتایا تو ماریہ پریشان ہو گئی جبکہ احمد اور شاہ ناگ بھی پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ احمد چلو سکشما پری کو بلائیں جو شکتی لائیگون کو روک رہی ہے شاید وہ سکشما پری کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ماریہ نے احمد سے کہا اور پھر دونوں سکشما پری کو بلانے کا منتر پڑھنے لگے۔ کچھ دیر بعد سکشما پری نمودار ہوئی تو احمد بولا۔ سکشما پری تم بتا سکتی ہو کہ شہر میں جو جھیل نمودار ہوئی ہے اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ جھیل کوئی عام جھیل نہیں ہے، اس جھیل کے اندر کوئی بہت بڑی طاقت موجود ہے اور اس کے پانچ محافظ ہیں جو اپنی طاقتوں میں بے مثال ہیں۔ سکشما پری اتنا بتا کر خاموش ہو گئی۔ کیا تم اور کچھ نہیں جانتی سکشما پری؟ ماریہ نے مزید پوچھا۔ نہیں ملکہ میں صرف اتنا ہی جانتی ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی کیونکہ میری طاقت صرف اتنا ہی بتا سکتی ہے۔ ان پانچ محافظوں کی طاقت کا مقابلہ کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ سکشما پری نے جواب دیا اور ماریہ کے اشارے پر لائیگون اور سکشما پری دونوں غائب ہو گئے۔ اس سب کا کیا مطلب ہے احمد؟ شاہ ناگ نے احمد کی طرف دیکھ کر پریشانی سے پوچھا۔ پورے کمرے میں پریشانی کا راج تھا۔ احمد نے ماریہ اور شاہ ناگ کوئی بھی جھیل کے بارے میں نہ جان پا رہا تھا کہ اصل میں جھیل ہے کیا؟ سب پریشانی سے ٹی وی پر آنے والی خبر سن رہے تھے۔ تبھی ایک Breaking News کا جھٹکا لگا۔ خبروں والی لڑکی نے خبر کو کچھ یوں بیان کیا۔ ابھی ابھی یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ شہر کے اندر راتوں رات وجود میں آنے والی جھیل کے پانی کے اندر قدرتی کوئی ایسا عنصر ہے جو ہر سیاہ رنگ والے انسان کو گورے رنگ میں بدل دیتا ہے۔ اس پانی کے اندر شہر کے بہت سے لوگ نہا کر گورے بن رہے ہیں۔ اب یہ بھی سن لو ہر کالا شخص اس پانی سے گورا ہو جاتا ہے اور شہر کے بہت سے لوگ اس پانی کو استعمال کر رہے ہیں۔ احمد نے خبر سن کر کوفت کھاتے ہوئے کہا۔ یہ خبر سب کے لئے حیران کن تھی۔ واقعی تم صحیح کہتے ہو کیوں ناں ہم جا کر اس جھیل کو دیکھ لیں شاید کوئی خاص بات پتہ چل جائے۔ ماریہ نے احمد اور شاہ ناگ کو مخاطب کر کے کہا تو

دونوں نے ماریہ کی بات پر اتفاق کیا اور تیار ہو کر جھیل کی طرف چل پڑے۔ آدھے گھنٹے بعد وہ تینوں جھیل کے کنارے موجود تھے۔ مجھے اندر جا کر دیکھنا چاہئے احمد نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو شاہ ناگ نے اسے فوراً روک دیا۔ پاگل مت بنو یہ تو ہم جانتے ہیں کہ اس کے پیچھے کسی بڑے علم والے کا ہاتھ ہے یہ جھیل کس مقصد کے لئے یہاں بھیجی گئی ہے یہ ہم میں کوئی نہیں جانتا، ہو سکتا ہے اس سے ہمیں کوئی نقصان پہنچے۔ اس جھیل میں نہانے والے عام انسان ہیں اس لئے شاید انہیں جھیل کچھ نہیں کہہ رہی جبکہ ہم انسان کم اور دوسری مخلوق زیادہ ہیں۔ شاہ ناگ نے احمد کو ایک لمبا لیکچر دیا جسے سن کر احمد رک گیا جھیل میں جانے سے۔ کچھ دیر جھیل کے کنارے گھومتے رہے جب واپس آنے کا ارادہ کیا تو انہیں شاہ دانش آتا دکھائی دیا۔ شاہ دانش مسکراتا ہوا احمد، ماریہ اور شاہ ناگ کے پاس آیا اور بولا۔ کیوں جنات کی اولاد کچھ پتہ چلا اس جھیل کے بارے میں کہ یہ کیسے اور کیوں وجود میں آئی اور ویسے تم اس شیطانی طاقت کو ختم کر چکے جس سے لڑنے کے لئے تم میری مدد لینے آئے تھے۔ ہاں شاہ دانش ہم نے اس شیطانی طاقت کو تو ختم کر دیا لیکن اس جھیل کے بارے میں ہم صرف اتنا جان پائے ہیں کہ اس کے اندر کوئی غضب کی طاقت موجود ہے اور اس کی حفاظت پانچ غضب کی طاقتیں کر رہی ہیں۔ یہ جھیل کوئی بہت بڑا طوفان لائے گی۔ میری چھٹی حس خطرے پر خطرے کا اشارہ کر رہی ہے۔ احمد نے شاہ دانش کے سوالوں کا جواب دیا تو شاہ دانش بولا۔ ہاں یہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس جھیل کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے جبکہ یہ بظاہر کوئی خطرہ نہیں لگ رہی۔ لوگوں کو اس سے فائدہ ہو رہا ہے۔ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو اب ہم وقت کا انتظار کریں گے اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔ ماریہ نے احمد کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور پھر چاروں احمد کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی انہیں گھر میں داخل ہوئے صرف دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ زمین تیزی سے ہلنے لگی جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ یہ سلسلہ تقریباً دو منٹ تک جاری رہا گھر کا سارا سامان زمین پر بکھر گیا صرف ایک کتاب الماری پر موجود رہی۔ لگتا ہے زلزلہ آیا ہے۔ شاہ دانش نے کہا تو شاہ ناگ بولا۔ نہیں یہ کوئی عام زلزلہ نہیں ہے، میں زمین کے اندر رہتا ہوں اگر زلزلہ آئے تو ہمیں پہلے پتہ چل جاتا ہے، لگتا ہے یہ کسی قسم کا پیغام ہے۔ کیا مطلب؟ تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ زلزلہ نہیں تھا۔ احمد نے ہنستے ہوئے کہا تو شاہ ناگ غصے سے بولا۔ اگر میری بات پر یقین نہیں آ رہا تو باہر جا کر کسی سے پوچھ لو یہ زلزلہ صرف اس گھر کے اندر آیا ہے نہ کہ پورے شہر میں اور غور سے دیکھو سامان بکھرا ہے لیکن ٹوٹا نہیں اور یہ کیا یہ کتاب کیوں نہیں گری۔ شاہ ناگ نے الماری پر پڑی کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو احمد نے اس کتاب کو اٹھایا اس پر واضح تحریر تھا "کتاب راز"۔ شاید تم ٹھیک کہتے ہو یہ کتاب راز ہے اس پر کسی جادو کا اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے کوئی ہوائی مخلوق ہاتھ لگا سکتی ہے۔ یہ کتاب نہیں گری اس کا مطلب ہے کہ کوئی طاقت اس کتاب کو یا تو لینے آئی تھی یا اس کی طرف اشارہ کر کے گئی ہے۔ احمد نے کتاب راز کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ اگر تو یہ بات ہے تو شاید یہ جھیل کے بارے میں کچھ بتا سکے۔ ماریہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو احمد نے کتاب راز کو کھول کر فہرست دیکھنا شروع کر دی۔ ایک جگہ پر مختلف جادوئی جھیلوں کے نام لکھے تھے۔ احمد نے ان جھیلوں کے بارے میں پڑھنا شروع کر دیا تب اس نے ایک خاص جھیل کے بارے میں پڑھا جس کے بارے میں صرف اتنا لکھا تھا کہ اس جھیل کا نام جھیل شہزادی ہے، اس جھیل کے اندر ایک شہزادی موجود ہے جس کی حفاظت پانچ خطرناک طاقتیں کر رہی ہیں اور یہ جھیل ہے جادو کا چوتھا روپ۔ آخری لائن کو پڑھ کر احمد کو اپنا سر گھومتا محسوس ہوا۔ کیا ہوا ہے احمد تم نے کیا پڑھ لیا؟ ماریہ نے پوچھا تو احمد نے ساری بات بتا دی جسے سن کر ماریہ اور شاہ ناگ اپنی جگہ سے اچھل پڑے جبکہ شاہ دانش حیرت سے تینوں کو دیکھ رہا تھا آخر اس سے رہا نہ

گیا تو وہ بول پڑا۔ آخر مجھے بھی تو بتاؤ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور یہ جادو کا چوتھا روپ کیا ہے، یہ چکر کیا ہے؟ شاہ دانش ہم نے ایک بہت بڑے جادوگر جس کا نام اشخان جادوگر تھا اسے مار دیا تھا لیکن ایک غلطی سے اس کے جادو کے سات روپ آزاد ہو گئے ہم نے تین روپ تو مار دیئے لیکن اب یہ چوتھا روپ جھیل شہزادی حرکت میں آ گیا ہے۔ ہم تمہارے پاس جادو کے تیسرے روپ پگھلتے چہرے کو ہی مارنے کے لئے مدد مانگنے آئے تھے۔ احمد نے ساری بات شاہ دانش کو بتا دی جسے سن کر وہ بھی کافی پریشان ہو گیا تھا۔ اب یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ یہ جادو کا چوتھا روپ ہے لیکن یہ نقصان نہیں پہنچا رہا یہ بات مجھے پریشان کر رہی ہے۔ شاہ ناگ نے اپنی پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ویسے تم نے موت کے منہ میں ہاتھ ڈالنے والی بات کی ہے، تمہیں کیا ضرورت تھی اشخان جادوگر سے ٹکر لینے کی؟ کیا تم جانتے نہ تھے کہ وہ کالے جادو کا بے تاج بادشاہ ہے؟ شاہ دانش نے قدرے غصے سے کہا۔ اگر تمہاری ماں اس کی قید میں ہوتی تو کیا تم اسے چھوڑ دیتے؟ احمد نے غصے میں شاہ دانش سے سوال کر دیا جسے سن کر وہ خاموش ہو گیا لیکن کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ کیا تم اپنی ماں کو آزاد کروا سکے ہو؟ نہیں لیکن جادو سات روپ ختم ہوتے ہی میری ماں آزاد ہو جائے گی اور وہ وقت بہت جلد آئے گا مجھے پکا یقین ہے اس جنگ میں میں اکیلا نہیں ہوں میرے ساتھ ماریہ، شاہ ناگ اور میرے نانا شاہ جنات اور وہ بزرگ جو دلدل کے پار کالی پہاڑیوں میں رہتے ہیں، وہ بھی ہیں۔ احمد نے اپنی ٹیم کے تمام لوگوں کے متعلق شاہ دانش کو بتایا تو شاہ دانش حیرت سے بولا۔ کیا کہا تم نے شاہ جنات اور یمن کے بزرگ اعلیٰ بھی؟ ہاں تم نے ٹھیک سنا۔ احمد کے جواب کے بعد فوراً شاہ دانش بولا۔ ٹھیک ہے احمد آج سے میں بھی تمہاری ٹیم کا حصہ ہوں، ہم سب مل کر ان جادو کے سات روپوں کو ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ شاہ دانش کی بات سن کر احمد، ماریہ اور شاہ ناگ بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کی ٹیم مضبوط ہو رہی تھی۔ ابھی انہیں باتیں کرتے رات ہی شروع ہوئی تھی کہ ایک اور خبر ٹی وی پر نشر ہوئی خبر کچھ یوں شروع ہوئی۔ گذشتہ رات وجود میں آنے والی جھیل جو شہر کے بڑے میدان میں پراسرار طور پر وجود میں آئی تھی رات ہوتے ہی تیز روشنیاں پیدا ہونے لگی ہیں، یہ منظر دیکھ کر شہر میں خوف نے جنم لے لیا ہے۔ ملک کے دور دراز سے آئے جادوگروں نے جھیل کا گھیراؤ کر رکھا ہے۔ جادوگروں کے مطابق یہ جادوئی جھیل ہے اور اس کا مقصد صرف موت پھیلانے کے اور کچھ نہیں جادوگروں کی اس پیشنگوئی نے شہر میں ہلچل پیدا کر دی ہے۔ مزید معلوم ملنے تک اگلے بولیٹن کا انتظار کیجئے۔ اب لگتا ہے کہ جھیل شہزادی نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ وہ اپنے اصلی روپ میں آ رہی ہے۔ ماریہ نے یہ خبر سن کر کہا۔ کیوں ناں اب جا کر اس جھیل کو دیکھا جائے۔ شاہ دانش نے ماریہ کے بعد ایک مشورہ دیا جسے سب نے پسند کیا اور پھر سب جھیل کی طرف چل پڑے۔

جھیل سے کھلنے والی روشنی دور دور سے نظر آ رہی تھی کچھ ہی دیر بعد وہ جھیل کنارے پہنچ گئے۔ احمد چلتا ہوا جھیل کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ایک آواز پیچھے سے آئی۔ رک جاؤ بچے یہ کوئی عام جھیل نہیں ہے یہ جادوئی جھیل ہے اس سے دور رہو ہم سب جادوگر اپنے علم سے صرف یہی جان پائے ہیں۔ یہ آواز پیچھے کھڑے ایک بوڑھے جادوگر کی تھی جس نے سیاہ کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ہاتھ میں ایک بڑی ہڈی پکڑی ہوئی تھی۔ میں جانتا ہوں اور شاید تم سے زیادہ اس جھیل کو جانتا ہوں تم سب صرف اتنا جانتے ہو کہ یہ جادوئی جھیل ہے جبکہ میں اس جھیل کا نام اور اس کے اندر رہنے والی طاقت کا نام اور اس کے کتنے محافظ ہیں یہ بھی جانتا ہوں۔ احمد کی بات سن کر پہلے بوڑھا حیران ہوا پھر زور زور سے ہنسنے لگا۔ بوڑھے کو ہنستے دیکھ کر ماریہ نے اپنے ہاتھ سے ایک اشارہ کیا دوسرے ہی لمحے وہ بوڑھا ہوا میں معلق ہو گیا۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی احمد کے سامنے یوں ہنسنے کی تم

سب معمولی جادوگر ہو جبکہ ہم یعنی میں اور احمد آدھے انسان، آدھے جن اور آدھے سانپوں کی طاقت ہیں اور شاہ ناگ ہے یعنی ناگوں کا بادشاہ اور یہ ہے شاہ دانش اس شہر کا سب سے بڑا جادوگر۔ ماریہ نے غصے سے دانت رگڑتے ہوئے کہا تو سب کے سب جادوگر احمد، ماریہ، شاہ ناگ اور شاہ دانش کے راستے سے ہٹ گئے جبکہ وہ بوڑھا جادوگر ابھی تک ہوا میں معلق حیرت سے ماریہ کی باتیں سن رہا تھا اور خوف بھی کھا رہا تھا۔ احمد کے کہنے پر ماریہ نے اسے واپس زمین پر اتار دیا پھر احمد، ماریہ، شاہ ناگ اور شاہ دانش جھیل کے بالکل پاس پہنچ گئے۔ پھر احمد نے بلند آواز میں کہا۔ اے جادو کے چوتھے روپ جھیل شہزادی میرے سامنے آ میں نے ہی اشخان جادوگر کو مارا اور جادو کے تین روپ بھی تباہ کئے اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ میرا مقابلہ کر۔ احمد کی بات پوری ہوتے ہی جھیل کے پانی میں طوفان آ گیا اور پھر ایک وجود جھیل کے عین وسط سے اوپر اٹھتا دکھائی دیا۔ یہ سب منظر جادوگر اور نیوز رپورٹر اور ان کے کیمرے براہ راست پورے ملک کو دکھا رہے تھے۔ جھیل کے اندر سے نکلنے والا وجود دیکھنے میں کرسٹل کا بنا ہوا لگ رہا تھا جس نے ہاتھ میں ایک لوہے کا ڈنڈا پکڑا ہوا تھا جس کے سرے پر تین منہ والا سانپ بنا ہوا تھا۔ اس وجود کے باہر آتے ہی پانی سے مزید پانچ وجود اس کرسٹل کے بنے وجود کے ارد گرد نکل کر کھڑے ہو گئے ان پانچ وجودوں میں ایک جن، ایک پری، ایک بونا، ایک ناگ اور ایک چڑیل شامل تھے۔ تو تم ہو احمد جس نے شاہ جادوگراں اشخان کو مارا اور پھر جادو کے تین روپ بھی تباہ کر دیئے۔ کرسٹل کے بنے وجود میں سے آواز آئی۔ ہاں اور اگر میں غلط نہیں تو تم جھیل شہزادی ہو اور یہ تمہارے محافظ، ٹھیک کہا ناں میں نے؟ احمد نے کرسٹل کے بنے وجود سے پوچھا۔ ہاں ٹھیک کہا تم نے اب میرے وار سے بچ۔ اس جھیل شہزادی نے کہا اور بونے کو اشارہ کیا۔ بونا بجلی کی تیزی سے حرکت میں آیا لیکن احمد پہلے ہی اس کے لئے تیار تھا۔ بونا احمد کے قریب پہنچا ہی تھا کہ احمد نے اپنا ہاتھ سامنے کر دیا جس میں سنہری کڑا موجود تھا، سنہری کڑے سے ایک تیز روشنی نکلی اور بونے سے ٹکرائی اور بونا زور سے واپس جھیل میں جا گرا۔ کیوں صرف اتنی ہی طاقت تھی اس میں، میں نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔ احمد نے جھیل شہزادی کو دیکھ کر کہا تو جھیل شہزادی نے پری کو اشارہ کیا۔ پری کو اشارہ کرتے دیکھ کر احمد اور ماریہ نے منتر پڑھنا شروع کر دیا اسی وقت سکشما پری نمودار ہوئی۔ کیا تم اس اکیلی پری کا مقابلہ کر لو گی؟ ماریہ نے سکشما پری سے پوچھا تو سکشما پری بولی۔ پہلے یہ سب مل کر مجھے روک رہے تھے لیکن اب یہ اکیلی ہے اس لئے اس سے لڑنا کچھ مشکل نہیں۔ جھیل شہزادی کی محافظ پری تیزی سے آئی اور سکشما پری کے سینے میں تلوار گھسا دی یہ دیکھ کر جھیل شہزادی ہنسنے لگی۔ جھیل شہزادی کو ہنستے دیکھ کر احمد بھی ہنسنے لگا احمد کو ہنستے دیکھ کر جھیل شہزادی بولی۔ کیوں اپنی پری کی موت دیکھ کر پاگل ہو گئے ہو کیا؟ میری پری کی موت کس نے کہا کہ میری پری مر گئی ہے بے وقوف جھیل شہزادی تو نے غلط اندازہ لگایا سکشما پری کی طاقت کا۔ سکشما پری ایک پری نہیں بلکہ دو پریوں کی طاقت ہے۔ دو پریوں کی طاقت مل کر سکشما وجود میں آئی ہے۔ احمد نے اتنا کہا ہی تھا کہ سکشما پری حرکت میں آئی اور محافظ پری کی تلوار سے ہی محافظ پری کا سر دھڑ سے الگ کر دیا۔ جھیل شہزادی کے دو محافظ مر چکے تھے، یہ دیکھ کر جھیل شہزادی بولی۔ تم ابھی مجھ پر بھاری ہو میں پھر آؤں گی۔ یہ کہہ کر جھیل شہزادی واپس جھیل کے اندر غائب ہو گئی۔ جادوگر یہ کارنامہ دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔ پورے ملک میں لوگوں نے ٹی وی پر یہ تماشا دیکھا تھا۔ اب چلو اس جھیل شہزادی کا پکا بندوبست کرنا ہو گا۔ احمد نے کہا اور واپس گھر کی طرف سب چل پڑے لیکن راستے میں ایک ٹی وی رپورٹر نے انہیں روکا اور پوچھا۔ معاف کیجئے گا کیا آپ ہمیں اس پراسرار جھیل کے بارے میں بتا سکتے ہیں؟ ہاں صرف اتنا کہ یہ جادو کا چوتھا روپ ہے، اس جھیل سے لوگ دور ہی رہیں ورنہ یہ سب کی موت بن جائے گی۔ احمد نے مختصر سا جواب دیا اور

پھر گھر کی طرف چل پڑا جبکہ ماریہ، شاہ ناگ اور شاہ دانش بھی اس کے ساتھ تھے۔

❂

ہم نے اُس کی طاقت کا غلط اندازہ لگایا ہے، اس نے محافظ بونے اور محافظ پری کو مار کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ تم سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ جھیل شہزادی نے جھیل کے پانی کے اندر اپنے محافظوں سے کہا۔ آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ جادوگر اشخان کو مارنا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس احمد کی پری سکشما پری نے جھیل میں اپنے جادو سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی ہم پانچوں محافظوں نے اسے مل کر روکا تھا، ہم اکیلے اکیلے اس پری کا مقابلہ نہ کر پا رہے تھے لیکن اس کے باوجود بھی وہ کچھ معلومات لے گئی تھی۔ ہم سب اور آپ کے بارے میں جھیل شہزادی۔ محافظ جن نے جھیل شہزادی کی بات پوری ہوتے ہی کہا۔ میں جانتی ہوں اب میں وہ کھیل کھیلوں گی کہ یہ شہر میرے نام سے کانپ اٹھے گا۔ جھیل شہزادی نے غصے سے کہا اور پھر ایک قہقہہ جھیل کی گہرائی سے پیدا ہوا اور دور تک سنائی دیا۔

❂

بہت خوب احمد تمہارے اس سنہری کڑے میں مجھے لگتا ہے غضب کی طاقت ہے، ایک ہی وار سے محافظ بونا اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ شاہ دانش نے احمد اور اس کے سنہری کڑے کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ ہاں یہ کڑا میرے نانا جان کا ہے یعنی جنات کے بادشاہ کا، یہ ہمارے خاندان کی شاہی نشانی ہے۔ شاہ دانش! اس کڑے کے سامنے ہر مخلوق بے بس ہے۔ احمد نے کڑے کو دیکھ کر کہا۔ ویسے احمد اب تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ جھیل شہزادی کیا کرے گی۔ ابھی تو وہ ہار مان کر واپس جھیل میں چلی گئی ہے شاہ ناگ نے پاس پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ مجھے پکا تو نہیں پتہ لیکن ہاں وہ اب کھل کر سامنے نہیں آئے گی اس کے دو محافظوں کی موت اس کے لئے ایک بڑا دھچکا ہے وہ کچھ کرے گی لیکن چھپ کر۔ احمد نے شاہ ناگ کی بات کا جواب دیا تو ماریہ بولی۔ وہ جھیل سے باہر تو نہیں آ سکتی لیکن مجھے ڈر ہے جو لوگ جھیل کے پانی میں جائیں گے انہیں وہ نقصان نہ پہنچائے۔ تمہاری بات ٹھیک ہے وہ ایسا کر سکتی ہے لیکن لوگوں نے اس جھیل کی اصلیت جان لی ہے۔ اب وہ اس جھیل کے اندر نہ جائیں گے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ جھیل کے پانی میں پہلے نہا چکے ہیں وہ انہیں کچھ کر دیں۔ احمد نے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا تو سب دوستوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی طرح انہیں باتیں کرتے کرتے رات ہو گئی۔ اس رات بھی جھیل سے تیز روشنیاں نمودار ہوئیں یہ سب کچھ ٹی وی پر ایک نیوز رپورٹر بتا رہا تھا، اس نے کچھ ان الفاظ کو استعمال کیا۔ گذشتہ رات جھیل کے اندر سے نکلنے والے وجود کو دیکھ کر لوگوں نے تو جھیل کی طرف آنا بند کر دیا لیکن آج بھی گذشتہ رات کی طرح اس میں روشنیاں پیدا ہو رہی ہیں اور یہ روشنیاں دائرے کی صورت میں پورے شہر کے گرد گھوم کر اپنا وجود ختم کر رہی ہیں۔ اس پر اسرار جھیل اور کل ہونے والی لڑائی سے لوگوں میں خوف ہراس پھیل رہا ہے اور کچھ لوگ تو دوسرے شہروں کو نقل مکانی کر رہے ہیں۔ اس خبر نے ایک بار پھر احمد، ماریہ، شاہ ناگ اور شاہ دانش کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔ تبھی ماریہ بولی۔ اس نے کہا کہ روشنیاں دائرے کی صورت میں شہر کا چکر لگا کر ختم ہو رہی ہیں حالانکہ کل رات تو صرف جھیل سے روشنی پیدا ہو رہی تھی۔ چلو سب اس کو ہمیں ہوا میں سے دیکھنا ہوگا ماریہ کی بات سن کر سب باہر آ گئے، تب احمد، ماریہ اور شاہ ناگ ہوا میں لہرانے لگے۔ ارے تم بھی آؤ ناں۔ احمد نے شاہ دانش سے کہا تو شاہ دانش بولا۔ میں انسان ہوں کوئی جن نہیں میں ہوا میں نہیں اڑ سکتا۔ یہ سن کر احمد مسکرایا اور کاشی جن کو طلب کیا۔ کاشی جن ایک دھماکے کے ساتھ شاہ دانش کے سامنے نمودار ہوا۔ کاشی جن کو دیکھ کر شاہ دانش ڈر گیا اور ڈرتے ڈرتے بولا۔ یہ...... یہ کیا بلا ہے اتنی بڑی بلا خدا کی پناہ۔ یہ کاشی جن ہے میرا غلام۔ احمد نے

ہنستے ہوئے کہا۔ تو شاہ دانش بولا۔ یہ جن نہیں مجھے دیو لگ رہا ہے۔ جن اتنے بڑے نہیں ہوتے۔ یہ سب قصہ پھر تمہیں سناؤں گا۔ پھر احمد نے کاشی جن کو اشارہ کیا تو کاشی جن نے شاہ دانش کو ایسے اٹھایا جیسے شاہ دانش دو ماہ کا بچہ ہو۔ پھر کاشی جن نے لمبی اڑان بھری اور ہوا میں لہرانے لگے۔ اب کاشی جن اور چاروں دوست روشنی کو دیکھ رہے تھے جو دائرے کی صورت میں پیدا ہوتی اور پورے شہر پر سے گزر کر ختم ہو جاتی۔ ابھی انہیں وہاں کھڑے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ انہیں ایمبولینس کا شور سنائی دیا پہلے ایک ایمبولینس دکھائی دی پھر دو، پھر تین اور پھر ان کی تعداد بڑھتی گئی۔ یہ ہو کیا رہا ہے۔ ایک ساتھ پورے شہر میں اتنی ایمبولینسز کا نکل آنا کچھ گڑ بڑ ہے۔ احمد نے کہا اور غائب ہونے والا منتر پڑھا اور خود پر اور سارے دوستوں پر پھونک دیا۔ اب سب انسانی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے پھر سب ایک گھر کی طرف بڑھے جہاں ایمبولینس کھڑی ہوئی تھی۔ چاروں اندر گھر میں داخل ہو گئے ایک کمرے میں کافی رش تھا گھر کے لوگ رو رو کر ہلکان ہو رہے تھے۔ چاروں چپکے سے اس کمرے میں داخل ہوئے سامنے کا منظر دیکھ کر ماریہ نے فوراً آنکھیں بند کر لیں چارپائی پر لیٹا شخص انسان کم اور موٹے موٹے دانوں والی کوئی خوفناک مخلوق زیادہ لگ رہا تھا۔ یہ سب دیکھ کر چاروں دوست باہر آ گئے اور اڑتے ہوئے واپس گھر پہنچ گئے۔ سب لوگ باہر صحن میں ہی بیٹھ گئے جبکہ ماریہ نے کمرے میں آ کر ٹی وی آن کر لیا۔ وہاں پر بھی ایمبولینسز دکھائی جا رہی تھیں اور خبر دی جا رہی تھی کہ شہر میں ایک عجیب و غریب بیماری پیدا ہو چکی ہے جس کی وجہ سے لوگ کافی پریشان ہیں اس بیماری میں پورے جسم پر بڑے بڑے دانے نمودار ہو جاتے ہیں۔ یہ دانے اس قدر بڑے ہو جاتے ہیں کہ انسان کوئی انسان نہیں بلکہ کوئی بہت بڑی بلا لگنے لگتا ہے۔ ابتدائی رپورٹ آنے تک یہی پتہ چلا ہے کہ یہ کوئی پر اسرار بیماری ہے اور اس کا علاج دریافت نہیں ہو سکا۔ اس بیماری سے اب تک دو افراد کی موت واقع ہو چکی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی ماریہ نے احمد، شاہ ناگ اور شاہ دانش کو اندر بلایا انہوں نے بھی یہ خبر سنی اب سب کافی پریشان نظر آ رہے تھے۔ تمہیں کیا لگتا ہے یہ سب جھیل شہزادی نے کیا ہے؟ شاہ ناگ نے احمد کو خاموش دیکھ کر پوچھا۔ ہاں مجھے ایسا ہی لگتا ہے، پتہ یہ کرنا ہے کہ یہ سب لوگ جھیل کے اندر گئے تھے یا نہیں اگر ہاں تو یہ بات طے ہے کہ اس سب کے پیچھے جھیل شہزادی کا ہاتھ ہے۔ احمد نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا تو شاہ دانش بولا۔ اس میں ایسی کون سی بات ہے ابھی پتہ کر لیتے ہیں۔ یہ کہہ کر شاہ دانش نے آنکھیں بند کیں اور کچھ منہ ہی منہ میں پڑھنے لگا۔ کافی دیر بعد آنکھیں کھولیں تو وہ کچھ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ کیا ہوا تم کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو؟ احمد نے شاہ دانش سے پوچھا۔ تمہارا اندازہ صحیح ہے شاہ ناگ جس جس کو وہ دانے نکلے ہیں وہ سب جھیل کے پانی میں نہائے تھے اور یہ سب جھیل شہزادی کی کارستانی ہے۔ شاہ دانش نے کہا تو سب کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ پورے گھر میں خاموشی کا راج قائم ہو گیا تھا۔ تبھی ایک غیبی آواز آئی یہ آواز سب کے لئے جانی پہچانی تھی۔ کیا حال ہے میرے بچو کافی پریشان دکھائی دے رہے ہو۔ اس غیبی آواز نے پوچھا تو ماریہ فوراً بولی۔ بزرگ بابا کیا یہ آپ ہیں؟ تو پھر آواز آئی۔ ہاں ماریہ بیٹی یہ میں ہی ہوں۔ یہ کہتے ہی کمرے میں تیز روشنی پیدا ہوئی اور بزرگ بابا روشنی سے باہر آتے دکھائی دیئے، انہیں اس طرح آتا دیکھ کر سب ادب سے کھڑے ہو گئے۔ بزرگ اعلیٰ یہ آپ ہیں، مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آپ یہاں ہیں۔ شاہ دانش نے ادب سے جھک کر کہا تو بزرگ بابا یعنی بزرگ اعلیٰ بولے۔ ہاں میں یہاں ہی ہوں شاہ دانش تم نے اچھا کیا جو ان کے ساتھ ہو گئے ہو۔ شکریہ بزرگ اعلیٰ آپ یہاں لیکن کیوں آپ تو کبھی کالی پہاڑیوں سے باہر نہیں آئے تھے۔ شاہ دانش نے پوچھا۔ دراصل تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم جھیل شہزادی کو کسی طرح جھیل سے باہر نکالو اور پھر کسی طریقے سے

پتہ ہو گیا ہے اس کے اندر آگ لگا دو جب تم جھیل کے اندر آگ لگاؤ گے تو جھیل شہزادی مجبور ہو جائے گی اور تم اس سے ایک کام لے سکو گے اور تم جانتے ہو وہ کام ہے بیمار لوگوں کو واپس ٹھیک کرنا اور پھر تم کسی بھی طریقے سے جادو کے چوتھے روپ کو ختم کر دینا۔ بزرگ اعلیٰ نے کہا تو فوراً احمد بولا لیکن کیسے اسے ختم کریں اسے مارنے کا طریقہ تو ہم جانتے ہی نہیں۔ اس کے لئے تمہیں جھیل شہزادی پر سرخ تلوار سے حملہ کرنا ہوگا اگر تمہاری تلوار نے جھیل شہزادی کو ذرا سا بھی زخمی کر دیا تو وہ فوراً یہاں سے غائب ہو جائے گی اور یہاں سے ہزاروں میل دور شمال مشرق کی سمت پہاڑیوں کے بیچ بنی ہمالیہ جھیل میں چلی جائے گی پھر وہاں جا کر تم چاروں نے اس جھیل کے چاروں کونوں پر بیٹھ کر اکیس راتوں کا عمل کرنا ہے جس سے جھیل شہزادی انسانی روپ میں آ جائے گی اور پھر تم اس کا سر اس تلوار سے اڑا دینا جس کے دو منہ ہوں گے اور وہ تلوار سنہری اور سفید رنگ کی ہو گی۔ بزرگ اعلیٰ نے ماریہ، احمد، شاہ ناگ اور شاہ دانش کو عمل بھی یاد کروا دیا جو انہیں جھیل کے چاروں کونوں پر بیٹھ کر کرنا ہے اور وہ جانے ہی والے تھے کہ ماریہ بولی۔ بزرگ بابا آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ وہ سنہری اور سفید رنگ کی تلوار کہاں ہے اور اسے کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ ماریہ کی بات سن کر بزرگ بابا مسکرائے اور بولے۔ تم بھول بہت جلد جاتی ہو وہ تلوار تم نے ہی تو طلسمی جنگل میں چھپا کر رکھی ہے۔ نہیں بابا وہ تلوار تو سیاہ رنگ کی ہے جو طلسمی جنگل میں ہے۔ ماریہ نے پھر کہا تو بزرگ بابا بولے۔ وہ طلسمی جنگل ہے وہ سرخ رنگ کو سبز اور سنہری اور سفید رنگ کو کالا ظاہر کرتا ہے۔ یہ کہہ کر بزرگ اعلیٰ واپس روشنی کے طوفان کے اندر داخل ہو گئے اور روشنی کا طوفان غائب ہو گیا۔ ماریہ چلو پہلے سکشما پری کو بلائیں۔ احمد نے کہا اور دونوں نے منتر پڑھنا شروع کر دیا کچھ ہی دیر بعد سکشما پری نمودار ہوئی پھر احمد نے کاشی جن اور آتشی بونے کو بھی بلا لیا یہ سب دیکھ کر شاہ ناگ بولا۔ یہ تم کیا کر رہے ہو کیوں سب کو بلا رہے ہو؟ تو احمد نے کہا۔ ہمیں اتنی مقدار میں تیل چاہئے کہ ہم جھیل کے اندر آگ لگا سکیں۔ یہ سب تیل کے بڑے بڑے ٹینکر لے کر جھیل کنارے پہنچیں گے۔ احمد کی بات سن کر شاہ دانش نے بھی سفید پری کو بلایا اور اسے بھی تیل کے ٹینک جھیل کنارے لے کر آنے کو کہا۔ پھر سب پریاں، جن اور بونے کھڑے کھڑے غائب ہو گئے۔ پھر احمد، ماریہ، شاہ ناگ اور شاہ دانش جھیل کی طرف چل پڑے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو وہاں پہلے سے آئل ٹینکر وغیرہ موجود تھے۔

اے جھیل شہزادی فوراً باہر آ ورنہ تو بھی اس پانی کے ساتھ جل مرے گی۔ احمد نے بلند آواز میں کہا تو اندر سے جھیل شہزادی کی آواز آئی۔ یہ تمہاری بھول ہے مجھے جھیل کے اندر کوئی نہیں مار سکتا۔ تم اور تمہاری شکتیاں بھی نہیں۔ یہ سن کر احمد نے کاشی جن، آتشی بونے اور سکشما پری کو جھیل کے اندر جانے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی تینوں پانی میں کود پڑے۔ یہ دیکھ کر شاہ دانش نے بھی سفید پری کو پانی میں جانے کا حکم دیا۔ سفید پری بھی اب میدان میں اتر آئی تھی۔ ان طاقتوں کے اندر کودتے ہی پانی کے باہر سے اندر کی ہر چیز واضح نظر آ رہی تھی۔ ایک طرف کاشی جن، آتشی بونا، سکشما پری اور سفید پری کھڑی تھیں جبکہ دوسری طرف محافظ جن، محافظ ناگ اور محافظ چڑیل اور ان تینوں کے پیچھے جھیل شہزادی اپنے ... کاشی جن نے محافظ جن پر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر سکشما پری نے محافظ چڑیل پر اور آتشی بونے نے محافظ ناگ پر حملہ کر دیا جبکہ سفید پری باری باری تینوں محافظوں پر حملہ کرتی۔ اس وقت کاشی جن، سکشما پری، آتشی بونا اور سفید پری محافظوں پر بھاری پڑ رہے تھے لیکن ایک دم پانسہ پلٹ گیا اب محافظ احمد کی ٹیم کی طاقتوں پر بھاری پڑ رہے تھے یہ دیکھ کر ماریہ نے غصے سے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور پھر اپنا ہاتھ کمر پر رکھ دیا کمر پر ہاتھ رکھتے ہی اسے چبھن سی محسوس ہوئی جب اس نے اس چبھنے والی چیز کو باہر نکالا تو وہ ایک سیاہ پر تھا۔ ارے اسے تو میں بھول ہی گئی تھی، یہ تیرا کا پر ہے۔ یہ کہہ کر ماریہ نے پر کو زور سے زمین پر دے مارا تو سامنے وہی خوبصورت نوجوان تیرا نمودار ہوا۔ تیرا کیا تم ان محافظوں سے لڑ سکتے ہو۔ ماریہ نے جلدی سے پوچھا تو تیرا بولا۔ بے شک میں ان سے لڑ سکتا ہوں۔ تیرا کی یہ بات سن کر ماریہ نے اسے پانی میں کودنے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی تیرا پانی میں کودا اور دیکھتے ہی دیکھتے تیرا ایک کے بجائے تین تیرا میں بٹ گیا۔ اب جھیل کے اندر ایک تیرا نہیں بلکہ تین تیرا دشمن پر ٹوٹ پڑے تھے۔ تیرا کے شامل ہوتے ہی محافظوں کی دھلائی شروع ہو گئی یہاں تک کہ باقی کے تین محافظ بھی اپنی جان سے گئے۔ یہ دیکھ کر جھیل شہزادی ڈر گئی لیکن احمد، ماریہ اور شاہ دانش نے اپنی اپنی طاقتوں کو واپس بلا لیا۔ اب میں آخری بار کہہ رہا ہوں خود ہی باہر آ جاؤ ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ احمد نے اس بار غصے سے چیختے ہوئے کہا لیکن کوئی جواب نہ ملا آخر کار احمد نے تیل کے ٹینکر پانی میں کھول کر گرانے کا حکم دیا۔ حکم فوراً پورا ہوا اب جھیل کے اندر تیل کی ایک بڑی مقدار شامل ہونے لگی یہ بس دیکھ کر جھیل شہزادی فوراً پانی کی سطح پر آ گئی۔ ایسا مت کرو احمد ورنہ انجام بہت بھیانک ہوگا جھیل شہزادی نے غصے سے کہا۔ اب جھیل شہزادی کی آنکھیں کبوتر کے خون کی طرح لال تھیں۔ تو ٹھیک کر دو۔ احمد نے فوراً شرط سامنے رکھی۔ ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر جھیل شہزادی نے پانی پر ہاتھ پھیرا پھر وہی روشنی کی لہریں نکلیں اور واپس پانی میں آ گئیں۔ میں نے سب کو ٹھیک کر دیا ہے جھیل شہزادی نے کہا۔ میں پہلے سب کو چیک کروں گا۔ یہ کہہ کر احمد نے جادو کے ذریعے دور دور تک دیکھنا شروع کر دیا۔ واقعی تم نے سب کو ٹھیک کر دیا لیکن تم یہاں سے کسی ویران علاقے میں چلی جاؤ۔ احمد نے کہا تو جھیل شہزادی نے فوراً انکار کر دیا۔ یہ سنتے ہی احمد نے جھیل کے پانی پر آگ لگا دی۔ یہ سب دیکھ کر جھیل شہزادی نے احمد پر حملہ کر دیا لیکن احمد پہلے سے تیار تھا اس نے سرخ تلوار نکالی اور جھیل شہزادی کا وار روکا، کافی دیر لڑنے کے بعد آخر کار جھیل شہزادی زخمی ہو گئی۔ تم نے مجھے زخمی کر کے اچھا نہیں کیا، میں اس کا بدلہ لوں گی۔ یہ کہہ کر جھیل شہزادی غائب ہو گئی۔ جھیل شہزادی کے غائب ہوتے ہی جادوئی جھیل بھی غائب ہو گئی۔ خس کم جہاں پاک یہ مصیبت عارضی طور پر تو ٹلی۔ احمد نے گہرا سانس چھوڑتے ہوئے کہا تو سب دوست ہنسنے لگے۔

❁

میں تم سے بدلہ ضرور لوں گی، تم نے میرے محافظوں کو ختم کر دیا، مجھے اس عام سی جھیل میں پناہ لینی پڑی۔ جھیل شہزادی نے جھیل ہمالیہ کے اندر بیٹھ کر غصے سے کہا۔ آج اس کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ یہ میرا وعدہ ہے میرے محافظوں میں تمہارا بدلہ ضرور لوں گی۔ ضرور لوں گی۔ یہ کہہ کر جھیل شہزادی نے بلند آواز میں قہقہہ لگایا اس کے قہقہے کی آواز پہاڑیوں پر ہی گونج کر ختم ہو گئی۔

❁

ویسے اچھا ہوا سر سے بوجھ کم ہوا، میرے تو سر میں درد شروع ہو گیا تھا۔ اس جھیل کی وجہ سے کتنا اچھا نام ہے جھیل شہزادی لیکن کام نام کے برعکس برا۔ میرے خیال میں اس کا نام جھیل شہزادی نہیں بلکہ گندی ندی شہزادی ہونا چاہئے تھا۔ ماریہ نے ناشتے کے بعد غصہ ظاہر کرتے ہوئے نفرت سے کہا۔ ماریہ خیر تو ہے ناشتے میں کوئی ایسی ویسی چیز تو نہیں کھا لی جو اتنی نفرت دکھا رہی ہو؟ احمد نے شرارتی لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا تو ماریہ بھی مسکرانے لگی۔ آج پہلی بار ماریہ اور احمد ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ تب ہی درمیان میں شاہ ناگ گلا صاف کرتے ہوئے بولا۔ ہونہہ اگر آپ کا یوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانا ختم ہو گیا ہو تو میں کچھ عرض کروں؟ شاہ ناگن کی بات سن کر دونوں نے منہ پھیر لئے گویا شرما رہے ہوں۔ یار مجھ سے تو نہ شرماؤ مجھے تم سے جھیل شہزادی کے بارے میں بات کرنی ہے۔ شاہ ناگ نے کہا تو احمد بولا۔ کیوں کوئی پھر مصیبت بھیج دی ہے اس جھیل شہزادی نے؟ ویسے دو دن سے سکون ہے شہر میں۔ ابھی تک تو نہیں لیکن کچھ ہونے والا ہے، وہ کچھ بہت بڑا قدم

اٹھانے لگی ہے مجھے محسوس ہو رہا ہے اور اس نے جاتے ہوئے دھمکی بھی دی تھی تمہیں یاد ہے کچھ۔ شاہ ناگ نے خطرے کا احساس دلواتے ہوئے کہا۔ یار تم ناگ بھی ناں خطرہ پہلے محسوس کر لیتے ہو۔ ارے جب کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ احمد نے بے دھیانی سے جواب دیا۔ تم اس بات کو ایزی لے رہے ہو احمد حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ابھی ہار گئی ہے لیکن وہ ختم نہیں ہوئی ہے۔ وہ جادو کا روپ ہے اور تم جانتے ہو جادو کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس لئے میری بات مانو تو اصل مقصد کی طرف آؤ باتیں کرنے اور ہنسنے کے لئے پوری زندگی پڑی ہے۔ اس بار شاہ دانش نے احمد کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ شاید تم ٹھیک کہتے ہو دوست، ویسے ماریہ تم نے سنہری اور سفید تلوار منگوائی؟ احمد نے پہلے شاہ دانش سے کہا اور پھر ماریہ سے پوچھا۔ نہیں لیکن ابھی لے آتی ہوں۔ ماریہ یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی اور ہاتھ ہوا میں لہرا کر منتر پڑھنے لگی۔ اچانک پورے کمرے میں تیز ہوائیں چلنے لگیں اور پھر ایک تلوار ماریہ کے ہاتھ میں نمودار ہوئی جو دستے کی جگہ سے سفید اور دھار کی جگہ سے سنہری تھی۔ واؤ واقعی یہ سفید اور سنہری ہے۔ طلسمی جنگل میں یہ سیاہ تھی۔ ماریہ نے تلوار دیکھتے ہوئے کہا۔ ویسے ماریہ تم نے یہ تلوار کب حاصل کی؟ یہ تو بڑی خاص تلوار ہے۔ شاہ دانش نے ماریہ سے پوچھا۔ جب میں نے سہانا پری کو اپنا بنایا تھا تو سہانا کے پیچھے ایک جادوگر بھی لگا ہوا تھا جب اسے پتہ چلا کہ میں نے سہانا کو اپنا غلام بنا لیا ہے تو وہ میرے مقابلے پر اتر آیا لیکن میری طاقت سے ڈر کر طلسمی جنگل میں چھپ گیا۔ طلسمی جنگل میں کسی کا جادو نہیں چلتا پھر مجھے ایک بزرگ نے ایک عمل بتایا جو اکتالیس راتوں کا تھا جسے طلسمی جنگل میں جا کر کرنا تھا۔ میں نے وہ عمل کیا تب مجھے یہ تلوار حاصل ہوئی۔ اس تلوار کو میں نے حکم دیا کہ وہ اس جادوگر کو لے کر میرے سامنے ظاہر ہو کچھ دیر بعد تلوار نمودار ہوئی اور تلوار کے عین نیچے وہ جادوگر بھی موجود تھا۔ مجھ سے معافی مانگنے کے بجائے مجھے دھمکیاں دینے لگا۔ میرے ایک اشارے پر تلوار نے اس کا سر کاٹ کر الگ کر دیا۔ تب سے یہ تلوار میرے حکم کی غلام ہے، اسے میں نے بلایا تو فوراً چلی آئی۔ ماریہ نے سارا قصہ شاہ دانش اور باقی دوستوں کو سنایا۔ تمہارا کہنے کا مطلب ہے کہ صرف اس تلوار کو حکم دینا ہوتا ہے باقی کام یہ خود کرتی ہے۔ احمد نے حیرت سے ماریہ سے پوچھا۔ ہاں کیونکہ یہ عام تلوار نہیں بلکہ جادوگر خاشخان کی تلوار ہے۔ ماریہ کی یہ بات سن کر سب حیران رہ گئے۔ تم کہنا چاہ رہی ہو کہ یہ جادوگر خاشخان کی تلوار ہے۔ احمد نے یقین نہ آنے والے انداز میں پوچھا۔ ہاں یہ سچ ہے یہ تلوار صرف طلسمی جنگل میں کام کرتی ہے باقی کوئی جادو کوئی ہتھیار کام نہیں کرتا کیونکہ طلسمی جنگل کو جادوگر خاشخان نے ہی بنایا تھا۔ ماریہ نے مزید حیرت انگیز انکشافات کئے جسے سن کر سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے حیرت کی وجہ سے۔ واؤ یعنی جادوگر خاشخان کا جادو اس تلوار سے ہی ٹوٹے گا لیکن پہلے جھیل شہزادی کو انسانی روپ میں لانا ہو گا۔ احمد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو ماریہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

❂

اے جادو دیوتا میرے سامنے آؤ مجھے شکتی دو کہ اس احمد کو میں مار سکوں، اے جادو دیوتا میری بات سنو۔ یہ صدا جھیل شہزادی جھیل ہمالیہ میں لگا رہی تھی کچھ دیر بعد ہمالیہ جھیل میں بلند لہریں پیدا ہوئیں اور ایک وجود پانی کے اندر نمودار ہوا جو دیکھنے میں ایک [illegible] کی مانند تھا۔ کیوں بلایا مجھے جھیل شہزادی۔ کیا مصیبت تم پر آ پڑی ہے؟ اس سائے میں سے آواز آئی۔ اے جادو دیوتا مجھے ایسا جادو بتاؤ کہ [illegible] کو مار سکوں، اپنے محافظوں کی موت کا بدلہ لے سکوں۔ جھیل شہزادی نے اس سائے کے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔ میں نے تجھے پہلے ہی کہا تھا کہ اس سنگ مرمر کا روپ نہ لے بلکہ انسانی روپ [illegible] تاکہ اگر کل کو تیرے اوپر برا وقت آئے تو تو [illegible]

میں پناہ لے سکے لیکن تو نے میری ایک نہ مانی۔ اب بھگت اپنے کئے کی سزا۔ جادو دیوتا نے قدرے غصے سے کہا تو فوراً جھیل شہزادی بولی۔ مجھ سے غلطی ہو گئی جادو دیوتا اب کوئی راستہ دکھاؤ مجھے۔ ٹھیک ہے اگر تو جادوئی جھیل کا پانی کسی طرح احمد پر گرا دے تو تو اسے بھیانک موت مار سکتی ہے۔ تو سمجھ رہی ہے ناں۔ جادو دیوتا نے جھیل شہزادی سے کہا تو جھیل شہزادی نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور بولی۔ ہاں جادو دیوتا میں سمجھ گئی آپ کا بہت بہت شکریہ۔ جادو دیوتا اب اس احمد کی موت لازمی ہے۔ پھر جادو دیوتا واپس غائب ہو گیا جبکہ جھیل شہزادی کی آنکھوں میں غضب کی چمک نمودار ہو چکی تھی۔ جیسے اسے کوئی راستہ مل گیا ہو۔

❂

احمد، ماریہ، شاہ ناگ اور شاہ دانش دوپہر کے وقت گھر سے باہر نکلے۔ ابھی وہ گلیوں میں سے ہی گزر رہے تھے زمین پر ایک بہت بڑا سایہ نمودار ہوا، اس سائے کو دیکھ کر سب نے اوپر آسمان کی طرف دیکھا تو مارے خوف کے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میں نے تجھ سے کہا تھا ناں کہ میں بدلہ ضرور لوں گی، دیکھو اب تو میرے جادوئی پانی کے عین نیچے کھڑا ہے اور تو نے ان لوگوں کا حشر تو دیکھا ہی تھا جو میرے جادوئی پانی میں نہائے تھے۔ جھیل شہزادی نے جھیل کے ساتھ آسمان پر نمودار ہو کر کہا اور زور زور سے ہنسنے لگی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر سب خوفزدہ ہو گئے تھے کیونکہ سب جانتے تھے کہ جادوئی پانی گرتے ہی سب کا وجود دانوں سے بھر جائے گا اور تڑپ تڑپ کر وہ مر جائیں گے۔ یہ کہہ کر جھیل شہزادی نے جادوئی جھیل کو احمد اور اس کے دوستوں پر گرا دی اور بلند آواز میں قہقہے لگانے لگی۔ جب سارا پانی بہہ گیا تو جھیل شہزادی یہ دیکھ کر غصے سے لال پیلی ہو گئی کہ احمد اور اس کے دوستوں کے گرد ایک سفید دائرہ بنا ہوا ہے اور جادوئی جھیل کا پانی ان پر نہیں گرا۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا میرا وار خالی نہیں جا سکتا۔ میرا جادوئی پانی جھیل شہزادی نے تقریباً رو دینے والی آواز میں کہا اور غائب ہو گئی۔

سب کیسے ہوا احمد! یہ سفید دائرہ، یہ کیسے وجود میں آیا۔ ماریہ نے احمد سے سفید دائرے کو دیکھ کر پوچھا۔ مجھے نہیں پتہ لیکن جب جھیل شہزادی نے ہمارے اوپر پانی گرایا اسی وقت میں نے ہاتھ آسمان کی طرف کر دیا شاید یہ سنہرے کڑے کی طاقت ہے۔ شاید کیا یقیناً یہ سنہرے کڑے کی طاقت ہے۔ احمد کی بات شاہ دانش نے کاٹتے ہوئے کہا جبکہ شاہ ناگ خاموش کھڑا کچھ سوچ رہا تھا۔ کیا سوچ رہے ہو شاہ ناگ؟ احمد نے شاہ ناگ کو کھڑے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا تو سب شاہ ناگ کی طرف دیکھنے لگے۔ سوچ رہا ہوں یہ جھیل شہزادی زخمی شیرنی بن گئی ہے۔ دیکھا نہیں اس نے کس طرح کا ہم پر وار کیا۔ اب اور انتظار کرنا خطرے کو پھر سے دعوت دینا ہے۔ اب ہمیں آج رات ہی عمل شروع کرنا ہو گا۔ شاہ ناگ نے کہا تو سب نے کچھ سوچنے کے بعد اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر سب واپس اپنے گھر آ گئے۔ ضروری سامان پیک کیا اور سفر شروع کیا۔ شہر سے باہر نکل کر احمد نے کاشی جن کو بلایا اور پھر سب اڑ کر ہمالیہ جھیل تک جا پہنچے۔

تم سب یہاں بھی آ گئے، تم خود نہیں تمہاری موت تمہیں کھینچ کر یہاں لائی ہے۔ وہاں پہنچتے ہی ہمالیہ جھیل کے اندر سے آواز آئی تو احمد نے غصے سے کہا۔ یہ تجھے بہت جلد پتہ چل جائے گا کہ کس کی موت کہاں آئے گی، بس تھوڑا انتظار کر۔ یہ کہہ کر سب جھیل کے پاس ہی خیمے لگانے لگے اور پھر رات کا کھانا کھا کر بزرگ اعلیٰ کے بتائے طریقے پر عمل کرتے ہوئے پوری جھیل کے گرد دائرہ کھینچ کر اس میں بیٹھ گئے۔ احمد، ماریہ، شاہ ناگ اور شاہ دانش چاروں جھیل کے ایک ایک کونے پر بیٹھ گئے اور عمل شروع کر دیا کیونکہ عمل کا وقت شروع ہو چکا تھا۔ یہ عمل اکیس راتوں کا تھا۔ عمل کی وہ رات بغیر کسی ڈر خوف کے گزر گئی، صبح کو سورج جب مشرق سے طلوع ہوا تو سب دائرے سے باہر آ گئے۔ ابھی وہ ناشتہ کر کے فارغ ہی ہوئے

تھے کہ جھیل شہزادی، جھیل ہمالیہ سے باہر نکلی اور احمد کی طرف لپکی لیکن دائرے سے ٹکرا کر واپس پانی میں جا گری۔ آرام سے جھیل کے اندر ہی رہ اب تیرا برا وقت شروع ہو گیا ہے۔ تو اس جھیل سے باہر نہیں نکل سکتی۔ احمد نے مسکراتے ہوئے جھیل شہزادی کو کہا تو جھیل شہزادی غصے سے چیخنے چلانے لگی۔ اس کی آوازیں ہمالیہ کے پہاڑوں میں ہی دب گئیں۔ بے کار میں گلا خراب کر رہی ہے، تیری چیخ و پکار سننے والا یہاں کوئی نہیں۔ اس بار شاہ دانش نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب ہنسنے لگے جبکہ جھیل شہزادی واپس جھیل میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد جھیل کے اندر سے جھیل شہزادی کی آوازیں آنے لگیں جیسے وہ کسی کو بلا رہی ہو لیکن سب بے کار اس کی مدد کو کوئی نہ آیا تھا۔ پھر باقی کا سارا دن سب نے سو کر گزارا اور رات سے پہلے سب کی آنکھیں کھل گئیں۔ کھانا وغیرہ کھا کر پھر عمل کی تیاریاں شروع کر دیں اور وقت ہوتے ہی دائرے میں بیٹھ کر عمل شروع کر دیا۔ عمل شروع ہوتے ابھی دو گھنٹے ہی گزرے تھے کہ پہاڑوں سے برف کا بڑا گولا جھیل کی طرف آتا دکھائی دیا جسے دیکھ کر سب گھبرا گئے لیکن اپنی جگہ سے ہلے نہیں۔ برف کا گولا دائرے سے ٹکرا کر غائب ہو گیا تو سب نے سکھ کا سانس لیا۔ یہ صرف ایک دھوکہ تھا اور عمل کو اور تیز کر دیا اس رات سوائے اس واقعہ کے کوئی اور واقعہ نہ ہوا۔ صبح ہوتے ہی سب باہر آ گئے اور ناشتہ کر کے سو گئے۔ ناشتے اور کھانے کا بندوبست کرنا احمد نے کاشی جن کے ذمہ لگا رکھا تھا۔ اسی طرح دس راتیں گزر گئیں اور چھوٹے موٹے واقعات رونما ہوتے رہے۔ آج عمل کی گیارہویں رات تھی، چاند پوری طرح کسی بادل کے پیچھے چھپ چکا تھا حالانکہ چاند کی چودھویں تھی۔ عمل شروع کرتے ہی دور سے سب کو تیزی سے کوئی آتا دکھائی دیا جب وہ پاس آیا تو سب کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ کوئی انسان نہیں آگ کا بنا ایک وجود تھا لیکن اس نے کسی کو اپنی کمر پر اٹھا رکھا تھا۔ وہ آگ کا بنا وجود جھیل کے پاس بیٹھ گیا اور اپنی کمر پر رکھی چیز اتار کر کھانے لگا۔ تبھی چاند نے اپنا مکھڑا دکھایا اس روشنی میں جو کچھ دیکھا وہ ان سب کا سانس روکنے کے لئے کافی تھا۔ وہ آگ کا بنا وجود ایک معصوم بچے کو نوچ نوچ کر کھا رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اب وہاں ہڈیوں کا ڈھیر پڑا ہوا تھا اس بچے کو کھانے کے بعد وہ آگ کا بنا وجود ماریہ کی طرف بڑھا لیکن دائرے سے ٹکرا کر پیچھے جا گرا، ڈر کے مارے ماریہ نے آنکھیں بند کر لی تھیں جبکہ عمل وہ مسلسل پڑھ رہی تھی وہ آگ کا بنا وجود باری باری سب کی طرف بڑھا لیکن دائرے سے ٹکرا کر رک جاتا آخر ہمت ہار کر وہ وجود اسی طرف کو دوڑ گیا۔ جہاں سے آیا اسے جاتے دیکھ کر سب خوشی سے مسکرانے لگے۔ وہ رات بھی بیت گئی صبح کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔

ویسے رات کا منظر دیکھ کر تو میرے ہوش اڑ رہے تھے نجانے کون سی طاقت تھی جس نے مجھے بیٹھے رہنے پر مجبور کیا ورنہ میں عمل چھوڑ کر بھاگ جاتی۔ ماریہ نے ناشتہ کرتے ہوئے کہا تو سب نے اس کی بات کی تصدیق کی کہ ان کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو تھا۔ ابھی ناشتے سے سب فارغ ہی ہوئے تھے کہ بزرگ اعلیٰ کی آواز سنائی دی۔ تم سب کو کیا ہو گیا ہے اپنے دلوں کو مضبوط بناؤ، کل رات اگر میں تمہیں بیٹھے رہنے پر مجبور نہ کرتا تو تم سب اس وقت یہاں مردہ حالت میں پڑے ہوتے۔ تو آپ نے ہمیں بیٹھے رہنے پر مجبور کیے رکھا۔ احمد نے کہا تو پھر بابا یعنی بزرگ اعلیٰ کی آواز آئی۔ ہاں اب جم کر عمل کرنے بیٹھنا تمہیں اس سے بھی بھیانک طریقے سے ڈرایا جائے گا لیکن تم ثابت قدم رہنا حصار کے باہر جو کچھ ہو گا اور جو کچھ تم سنو گے سب دھوکہ ہو گا یہاں تک کہ میں بھی عمل کے دوران تمہیں آ کر بلاؤں تو نہ آنا اچھا خدا حافظ۔ اس کے بعد آواز آنا بند ہو گئی۔ واقعی اگر ہم عمل چھوڑ کر بھاگ جاتے تو نجانے ہمارے ساتھ کیا ہوتا۔ شاہ ناگ نے کہا تو سب نے کاندھے

کو ایک بار جھٹکا دیا جس کا مطلب تھا کہ پتہ نہیں اسی طرح ہر رات عمل کے دوران بڑے سے بڑے طریقے سے ڈرایا جاتا لیکن سب دوست اب مکمل عادی ہو چکے تھے۔ آج عمل کی آخری یعنی اکیسویں رات تھی، سب دوست اپنے اپنے حصار میں بیٹھ چکے تھے اور بلند آواز میں عمل پڑھ رہے تھے۔ تبھی جھیل کے اندر سے کسی کے رونے اور سسکنے کی آواز سنائی دی جو کافی دیر تک آتی رہی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی سخت مصیبت میں ہے۔ سب دوستوں نے عمل جاری رکھا۔ آدھی رات کے بعد جھیل کے باہر یعنی دائرے کے باہر تین سروں والی عجیب و غریب مخلوق نمودار ہوئی، اس کا ایک سر خوش تھا جبکہ دوسرا اداس اور تیسرا شدید غصے میں۔ تم سب اس عمل کو بند کر دو ورنہ تم سب کو بھیانک موت ماروں گی۔ اس غصے والے منہ سے آواز آئی۔ آواز زنانہ تھی لیکن انتہائی خوفناک۔ اس کی باتوں کو اَن سنی کرتے ہوئے سب دوستوں نے عمل جاری رکھا تو وہ بولی۔ ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی یہ کہہ کر وہ تین سروں والی مخلوق غائب ہو گئی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ واپس نمودار ہوئی لیکن اس بار اس نے احمد کے نانا یعنی شاہ جنات کو پکڑ رکھا تھا۔ ٹھیک ہے تم عمل نہیں چھوڑتے تو اس کی موت کے ذمہ دار تم ہو گے۔ اس تین سروں والی مخلوق نے کہا تو فوراً احمد بولا۔ رک جاؤ۔ احمد کے بولتے ہی وہ مخلوق رک گئی۔ تو تم عمل چھوڑ کر باہر آنا چاہتے ہو آ جاؤ، یہ میرا وعدہ ہے تمہیں کچھ نہ کہوں گی۔ اس تین سروں والی مخلوق نے کہا تو سب دوست احمد کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر کچھ سوچ کر احمد نے سنہری کڑا اتارا اور کہا۔ اے سنہری کڑے میں تمہیں حکم دیتا ہوں فوراً غائب ہو کر اصلی شاہ جنات کے پاس پہنچ جا۔ احمد کے اتنا کہتے ہی کڑا غائب ہو گیا لیکن تین منہ والی مخلوق نے جو شاہ جنات پکڑ رکھے تھے ان کے بازوؤں پر نمودار نہ ہوا تو احمد مسکرا کر واپس بیٹھ گیا اور پھر عمل شروع کر دیا تو تم باہر نہیں آؤ گے۔ ٹھیک ہے تو دیکھو یہ کہہ کر اس تین سروں والی مخلوق نے اس شاہ جنات کو مار ڈالا اور اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگی اور پھر غائب ہو گئی۔ صبح ہونے سے تقریباً آدھے گھنٹے پہلے جھیل شہزادی جھیل ہمالیہ کے اوپر نمودار ہوئی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے پہلی بار کسی کرسٹل کی آنکھوں میں سب نے آنسو دیکھے تھے۔ اے احمد میں صرف ایک طلسم ہوں میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے جو تو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے، مجھے معاف کر دے۔ جھیل شہزادی نے روتے ہوئے کہا۔ نہیں جھیل شہزادی اگر تو طلسم کا چوتھا روپ نہ ہوتی تو میں تجھے کچھ نہ کہتا لیکن تجھے ختم ہونا ہو گا کیونکہ ہر طلسم بالآخر ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح صبح کا سورج طلوع ہوا، جھیل شہزادی پر سورج کی شعاعیں پڑیں تو اس کا وجود کرسٹل سے انسانی بننے لگا۔ کچھ دیر بعد سر سے پاؤں کا حسن کا جلوہ کھڑا تھا۔ جھیل شہزادی کی جگہ تم نے میرا وجود چھین لیا اور مجھے انسانی جسم میں قید کر دیا۔ یہ کہہ کر جھیل شہزادی جو اب انسانی روپ میں آ چکی تھی، غائب ہو گئی۔ ماریہ وہ چلی گئی، جلدی تلوار کو حکم دو کہ اسے لے کر فوراً یہاں آئے۔ احمد کی بات سن کر ماریہ نے عمل پڑھا اور سفید اور سنہری رنگ کی تلوار نمودار ہوئی۔ اے تلوار خلشخان جادوگر فوراً جھیل شہزادی کو ہمارے پاس لا۔ حکم ملتے ہی تلوار غائب ہو گئی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد تلوار نمودار ہوئی اس کے ساتھ جھیل شہزادی بھی تھی جو کافی زخمی ہو چکی تھی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تلوار خلشخان جادوگر کا مقابلہ کرتی رہی ہو۔ پھر ماریہ نے آنکھیں بند کر کے تلوار کو اشارہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے جھیل شہزادی کی ایک چیخ سنائی دی اور سر کٹ کر جھیل میں جا گرا اور ایک دھماکے کے ساتھ جادو کا چوتھا روپ ختم ہو گیا۔

قارئین! آپ کو میری تحریر کیسی لگی، ضرور بتایئے گا اور اگلے روپ کو جاننے کے لئے اگلے شمارے کا انتظار کریں۔





میں کنواری ہوں

تحریر: سراج خان - کرک

ایک نئے طرز کی کہانی بنام "میں کنواری ہوں" ارسال خدمت ہے۔ جن حالات میں ارسال کی ہے شاید ہمارے شارع شہزادہ صاحب یقین نہ کریں۔ آگے مرضی ایڈے مینٹر (Ademetor) کی ہے وہ شائع کریں یا نہ کریں۔ کہانی کی ہر طرح سے cooling کر دی گئی ہے کہ کسی کو بری نہ لگے لیکن سرے سے یہ بات بھی بتا دوں کہ میں کسی پیر مرید، واعظ، دربار، زیارت وغیرہ پر یقین نہیں رکھتا ہوں بس میں ہوں تو کسی کو روک لوں۔ اگر انکل کہانی میں کوئی بات غلط لگے تو بنا سوچے سمجھے revmove کر سکتے ہیں۔ قارئین آپ سب سے گذارش ہے کہ کیسی کہانی ہے comeback کریں امید ہے کہ کریں گے۔ انکل کہانی جس کی ہے اس کے کہنے کے مطابق اس کی جان اس کہانی میں ہے جو وہ "خوفناک ڈائجسٹ" میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے ہم بوڑھوں کو کون پہچانے آپ خود ہی send کر دو۔ انکل زیادہ باتیں ٹھیک نہیں ہوتیں امید تو چراغ کی طرح روشن ہے کہ شائع کر کے ممنون کریں گے اور وہ بھی کسی نزدیکی پرچے میں۔

اتنی ہمت نہیں کہ کسی کو حالِ دل سنا سکیں جاناں!
جس کے لئے اداس ہے وہ محسوس کر سکیں تو کیا بات ہے

یہ پڑھ کر شاید آپ لوگ حیران ہوں کہ آج تک میں نے "خوفناک ڈائجسٹ" کے لئے قلم تک نہیں اٹھایا، میرے نام سے بے انتہا تحریریں پڑھی ہیں کیونکہ میرا نام اور فون نمبر ماہ فروری 2011ء میں شائع ہوا تھا۔ میری اپنی کہانی تو سلسلہ وار ہے but سادھی سی بات یہ کہ میرا کزن میرے نام سے لکھتا ہے۔ جس جس لڑکے لڑکی نے رابطہ کیا ہے سب کو یہی بات کہنے میں دماغ درد کرنے لگتا تھا کہ میں نہیں ہوں میرا کزن ہے۔ اب وہ میرے نام سے کیسے لکھتا تھا اس کہانی پر قلم چلاؤں گا ان شاء اللہ تا کہ شہزادہ انکل سمیت سب کو اس بات کا علم ہو سکے لیکن میرے نام سے تحریر شائع ہوتی ہے اور تو اور شناختی کارڈ کی کاپی بھی انکل کو مل رہی ہے۔ انکل کا قصور کیا اس کا کام تو شائع کرنا ہے۔ چلو ٹھیک ہے main point کی طرف آتے ہیں۔ لیٹر پڑھنے کے بعد جتنے ہزار لوگوں نے پسند کیا فون کالز آتی رہیں پہلے پہل تو کزن کے نمبر پر جاتیں کیونکہ call's diverts تھی اس لئے وہاں اس کے نمبر پر جاتی چند لوگوں نے اسے بہت تنگ کیا تو call's میرے نمبر پر آنے لگی۔ پہلے ہی دن ایک کال نے میری سٹوری ذاتی لائف کی کو مزید دی وہ الگ داستان ہے۔ پر جتنے لوگوں نے پسند کیا وہاں ایک لڑکی کا درد بھرا دل اور بھی دکھی کر گیا۔ اس کا گلہ حق بجانب تھا پر جس طرح اس کا دل ٹوٹ گیا تھا میرے نام اور خط سے اس طرح اسی کزن سے معافی نامہ اور چند کوپن بھجوا دیئے کہ وہ معاف کر دے بظاہر تو معافی نامہ میرے نام سے ہے لیکن لکھا سب کچھ اس نے تھا اور ساتھ میں انکل کو inform کرنے کے لئے اسے call پر

بات کرنے کو کہا تھا۔ یہاں پر میں ذاتی طور پر ایک بات کہہ دوں کہ جہاں سے میں نے اس کا اشتہار پڑھا جو حالت میری تھی وہ میں ہی جانتا ہوں کسی نے مجھے کہا کہ آپ کے نام کا اشتہار پڑھ لو لیکن اس کا اشتہار بھی ٹھیک نہیں تھا کہ ”سب انسان ایک سے ہوتے ہیں“ جب سب انسان ایک سے ہوتے ہیں تب آپ کی پوری فیملی بھی اس میں آتی ہے۔ معافی نامہ تو بھیج چکے ہیں لیکن آپ کے اشتہار کا جواب دینا ابھی باقی ہے جو میں اپنی story کے اوّل میں کروں گا اور آپ کو آپ کا جواب بھی مل جائے گا۔ امید ہے جس طرح دل دکھی ہو گیا ہے اس طرح راضی بھی ہو جائے گا۔

ان فون کالز میں ایک کال گوجر خان کے نواحی علاقے سے آئی تھی ویسے میں بذات خود 2nd year engineering میں ہوں اور paper قریب اس لئے سب student کھانا پینا بھول کر سٹڈی کرتے ہیں۔ رات بارہ بجے کال آئی call's میں نے diverts سے ختم کر دی تھی۔ ہیلو السلام علیکم۔ وعلیکم السلام، سراج بھائی بات کر رہے ہیں۔ جی بالکل (بولنے والی لڑکی تھی) کیسے ہیں آپ؟ بالکل ٹھیک ٹھاک آپ لوگوں کی دعائیں ہیں، آپ سنائیں؟ جی میں بھی بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ اچھا جی حکم۔ حکم نہیں آپ سنائیں۔ یار آپ بھی بالکل ٹھیک، میں بھی بالکل ٹھیک کال آپ کی ہے اس لئے بات آپ نے ہی کرنی ہے۔ دراصل بھائی جان میرے دادا بیمار ہیں اس کے کہنے پر کال کی ہے، جناب اس کی کہانی ہے جو وہ آپ سے لکھوانا چاہتے ہیں۔ میں نے سوری کر کے معذرت چاہی لیکن وہ صبح کا کہہ کر کال end کر دی۔ صبح دس بجے کال آئی۔ بھائی جان کیسے ہیں۔ دعائیں آپ کی بہن کال بڑھانی نہیں ہے میرے paper ہیں۔ چلو ٹھیک ہے۔ لو دادا جان سے بات کر لو۔ السلام علیکم بیٹا جی۔ وعلیکم السلام انکل کیسے ہو۔ ٹھیک ہیں بیٹا۔ بیٹا جی میں نے کہانی آپ سے لکھوانی ہے۔ پر انکل میں نے paper بھی دینے ہیں، انکل آپ ایسا کریں اپنے کسی پوتے سے جیسے تیسے کر کے story لکھوالیں اور ہاسٹل والے پتہ پر ارسال کر دیں۔

ٹھیک آٹھ دن بعد سٹوری ارسال ہو گئی۔ ٹائم نہ ہونے پر میں نے ایک عصر کے ٹائم نکال کر سٹوری پڑھی اور جو جو چینج کرنی تھی وہ الگ الگ صفحے پر لکھ کر کلاس فیلو کے چھوٹے بھائی کو دے دی جو ہاسٹل کے قریب ہی رہتے ہیں۔ طریقہ سب کچھ بتا دیا کہانی اس نے دو دن میں لکھ لی اور اب زیر نظر الفاظ بھی اسی کے لکھے ہوئے ہیں۔ میرا ذاتی قلم شامل نہیں اس میں۔ صرف بتانا میرا کام تھا اسی دوران انکل نے کافی سارا تنگ کیا ملنے کے لئے paper کے end میں میں نے اس کو اپنی بیٹی کو پنڈی ہوتی ہے کے ہاں بلوا لیا اور ملنے چلا گیا۔ دو دوستوں کے ہمراہ اس سے پہلے ہزار لوگوں سے انکار کیا تھا ملنے سے اور نہ ہی اب ملتا ہوں۔ انکل کو ملا دیکھا تو جون کا شمارہ انکل کے ہاتھوں میں تھا۔ وہاں جو کچھ ہوا وہ اس کی اگلی سٹوری میں بتا دوں گا۔ وہاں سے ہی اس لڑکی کا جواب بھی اسے مل جائے گا۔

کہانی انکل کی زبانی۔

جب ہم لڑکپن میں پوٹھوہار جیسے دشوار گزار دیہاتی علاقے میں کتوں کا شکار کھیلا کرتے تھے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ بڑھاپے میں یہ کہانیاں کسی رسالے کے لئے بھی لکھنی پڑیں گی۔ اگر پتہ ہوتا تو ڈائری لکھتا رہتا لیکن اب محسوس کرتا ہوں کہ مجھے ڈائری کی ضرورت نہیں رہی۔ جوانی کے ہنگامہ خیز دور کو یاد کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ کبھی ایسی ضرورت بھی محسوس نہیں کی تھی مگر اب جب کہ میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں دو چیزیں مجھے اس دور کے ہر ایک لمحے کو یاد کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ ایک تو دوست کا خط ہے جو آتا ہے تو اس میں یہی ایک فرمائش ہوتی ہے کہ میں شکار کی اگلی کہانی کب بھیج رہا ہوں۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کسی وقت مجھے یہ کہانیاں لکھنی بھی پڑیں گی۔ ہم تو کتوں سے شکار کھیلنے والے دیہاتی تھے۔ کتے اور قلم کا تو کوئی جوڑ اور کوئی رشتہ ہی نہیں ہے لیکن کتے چھوڑ کر قلم ہاتھ میں لینا پڑا اور اب قلم مجبور کرتا ہے کہ لڑکپن اور جوانی کو یاد کروں اور جو اچھی بری بات یاد آئے لکھتا چلا جاؤں۔ دوسری چیز جو

مجھے گھسیٹ کر بڑھاپے سے جوانی کے دور میں لے جاتی ہے وہ اپنے گاؤں کا قبرستان ہے۔ وہاں ستمبر 1965ء کی جنگ کے شہیدوں کی قبریں بھی ہیں، ان میں دسمبر 1971ء نے دو قبروں کا اضافہ کر دیا۔ ان آٹھ قبروں کو دیکھ کر اپنا گاؤں بہت ہی اچھا نظر آنے لگتا ہے جس کی ماؤں نے آٹھ جوان بیٹے پاکستان کے مقدس نام پر قربان کر دیئے ہیں۔

یہاں ایک بات بتاتا چلوں کہ انکل ادیب بھی گزرے ہیں اور ان کی بیش بہا کہانیاں آ چکی ہیں اور اس کی کہانیوں کی ایک الگ کتاب بھی ہے لیکن ان میں سے اس نے مجھے یہ کہانی بنام ”خدا کی قسم میں کنواری ہوں“ ارسال کی تھی اور اوپر قبروں کا ذکر کر چکا ہوں ”دو قبروں کی کہانی“ بھی انکل کے پاس پڑی ہے۔ بقایا کہانی انکل کی زبانی۔

سراج بیٹا! میں آپ کو اپنی عمر نہیں بتاؤں گا اور اس پر آپ مجھے force بھی نہیں کریں گے۔ میری کہانی چھپی۔ اپنی لکھی ہوئی کہانی پڑھی تو اس دور کا ایک ایک منٹ یاد آ گیا جب ہم کتوں کے ساتھ کتوں کی رفتار سے کھڈ نالے اور اونچی نیچی ٹیکریاں پھلانگتے گیدڑوں، خرگوشوں اور بھیڑیوں کے پیچھے بھاگا کرتے تھے۔ کبھی کبھی اس دور کو یاد کرتا ہوں تو کئی واقعات فلم کی طرح ذہن کے پردے پر نظر آنے لگتے ہیں۔ ایسی دیکھ کر مجھے آج کل کی فلمیں دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ہاں تو کہانی پڑھنے والوں کو یاد ہو گی کہ اپنے عزیز دوست افضل کے کتے ”بوبلی“ کی تلاش میں، میں پانی مار کی غار میں گھس گیا تھا اور غار کی بھول بھلیوں میں دور اندر جا کر بھیڑیوں سے مقابلہ ہو گیا تھا۔ ایک بھیڑیے کو میں نے چاقو سے مار ڈالا تھا اور دوسرے کو بوبلی نے ختم کر دیا تھا۔ بھیڑیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے ایک بھیڑیے نے میرے ٹخنے میں دانت گاڑھ دیئے تھے۔ زخم گہرے تھے افضل کو اس کے اپنے ہی بوبلی نے ٹانگ پر کاٹ کھایا تھا۔ اس کا زخم بھی گہرا تھا۔ دونوں زخم ملتے مہینہ ہو گیا تھا۔ ہم کسی ڈاکٹر سے مرہم پٹی تو نہیں کرایا کرتے تھے۔ کورے سوٹ کی اٹی کو جلا کر اس کی راکھ یا پسی ہوئی ہلدی گھی میں تل کر زخم پر باندھ دیا کرتے تھے۔ ہم تو ٹوٹی ہڈیاں بھی خود ہی جوڑ لیا کرتے تھے۔ زخم ملنے تک ہم اگلے شکار کا پروگرام بناتے رہے اور ماں جی مرحومہ اٹھتے بیٹھتے دھمکی دیتی رہتیں کہ اب تو کتے کو لے کر باہر نکلا تو ٹانگیں توڑ دوں گی اور کتے کو کچلا کھلا دوں گی۔ آپ کو شاید معلوم ہو گا کہ کچلا ایک زہر ہوتا ہے جو کتوں کا مارنے کے لئے کھلایا جاتا ہے۔ اگر میں ماں جی کو یہ بتا دیتا کہ مجھے بھیڑیے نے کاٹا ہے تو وہ بے ہوش ہو جاتیں۔ ہم نے گاؤں والوں کو بتایا تھا کہ کتے نے کاٹا ہے ورنہ سب کی مائیں مل کر ہمارا شکار بند کروا دیتیں۔ ہمارے علاقے کا سب سے زیادہ خطرناک درندہ بھیڑیا ہوا کرتا تھا جسے ہم اپنی زبان میں بھگیاڑ کہا کرتے ہیں۔ اب علاقے میں جنگل کم اور آبادیاں زیادہ ہو گئی ہیں اس لئے بھیڑیے بھی کم ہو گئے ہیں۔ کبھی کبھار رات کو بہت دور سے بھیڑیے کی آواز سنائی دیتی ہے تو لڑکپن اور جوانی کا وقت یاد آ جاتا ہے۔ کبھی تو بھیڑیے کی آواز اس طرح لگتی ہے جیسے کوئی بھیڑیا للکار رہا ہو کہ آؤ اب میرا شکار کر کے دیکھو مگر میں اب شکار کے قابل نہیں رہا۔ بڑھاپا بھیڑیوں کا چیلنج قبول نہیں کرنے دیتا۔ •

وقت وقت کی بات ہے، ہمارا وقت کچھ اور تھا پر اب وقت کچھ اور ہے۔ زمانہ تو بدلہ سو بدلہ، انسان بھی بدل گئے۔ میں اپنے دوست کے ساتھ کسی دوسرے گاؤں سے واپس آ رہا تھا ہمارے علاقے کے خدوخال کچھ عجیب سے ہیں۔ کھڈ نالے بہت ہیں اور اونچے نیچے مٹی کے ٹیلے ہیں۔ انہی میں سے راستے گزرتے ہیں۔ ہم دونوں گاؤں کو آ رہے تھے کہ ایک ٹیلے کے پیچھے سے کسی عورت کی اس طرح کی آواز آئی جیسے کوئی اسے زبردستی چھیڑ رہا ہو۔ ہم رک گئے۔ عورت کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔ آواز پھر سنائی دی — ”خدا کی قسم میری شادی نہیں ہوئی، میں کنواری ہوں شادی شدہ ہوتی تو اور بات تھی“ — پھر اس کی آواز گھٹنے لگی۔ ہم دونوں دوڑ کر ٹیلے کے پیچھے گئے۔ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہونے کے لئے وہ بڑی اچھی نشیبی جگہ

تھی۔ ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی کسی دوسرے گاؤں کی ایک نوجوان لڑکی کو اپنے مضبوط بازوؤں میں جکڑے ہوئے اسے زمین پر گرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہ ہوتا کہ اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے مگر وہ ہمارا اپنا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ جھینپ گیا اور لڑکی کو چھوڑ کر بولا۔ بدبخت لڑکی، یہ ڈر رہی ہے کہ میں اس کے ساتھ بدکاری کر رہا ہوں، میں ادھر سے گزر رہا تھا کہ مجھے دو چڑیلیں نظر آئیں۔ ایک کہہ رہی تھی کہ اسے لے چلو۔ میرے قریب تو وہ آ نہیں سکتی تھیں، میں نے ادھر اُدھر دیکھا کہ وہ کسے اٹھا لے جانا چاہتی ہیں، مجھے یہ لڑکی نظر آ گئی، میں نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا اور دونوں چڑیلیں آگے نکل گئیں۔ اگر میں اسے پکڑ کر گرا نہ لیتا تو چڑیلیں اس کی گردن اتار کر لے جاتیں۔ سیدھی سادی دیہاتی لڑکی نے یہ بات سنی تو خوف کے مارے اس کی آنکھیں نکل گئیں اور وہ ادھر ادھر اس طرح دیکھنے لگی جیسے ہر طرف چڑیلیں ہی نظر آ رہی ہوں۔ اس کے آنسو نکل آئے۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ اسے گھر چھوڑ آؤ بدبخت ڈرتی ہے۔ اس کا گھوڑا ذرا پرے کھڑا تھا، وہ پنکارتا ہوا آگے کی طرف چل پڑا اور ہم دونوں اسے گاؤں تک لے گئے مگر لڑکی کے دائیں گال پر دانتوں کے لال سرخ نشان دیکھ کر میں سمجھ نہ سکا کہ یہ دانت چڑیل کے تھے یا اس کے اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ جب اس کمسن کنواری لڑکی کے گال پر گھر والوں نے دانتوں کے نشان دیکھے ہوں گے تو اس پر کیسے کیسے شک کر کے اسے کس بے دردی سے پیٹا ہو گا اور مجھے تو یقین تھا کہ لڑکی کی اس بات کو کوئی بھی سچ نہیں مانے گا۔ میں نے جب یہ سوچا تو لڑکی کو ہم نے اس کے گاؤں سے دور ہی چھوڑ دیا اور اسے تسلی دی کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں، اب وہ چلی جائے۔ مجھے ڈر تھا کہ ہمارے ساتھ دیکھ کر کوئی اس پر شک نہ کرے۔ وہ سارا راستہ روتی رہی تھی اور اس نے ایک ہاتھ گال پر رکھا ہوا تھا۔ میرے سامنے اس نے ہاتھ ہٹایا تو اس کے ہاتھ پر خون لگا ہوا تھا۔ اپنے ہاتھ کو دیکھ کر وہ اور زیادہ رونے لگی اور روتی ہوئی اپنے گاؤں کو چل پڑی اس نے جاتے جاتے کہا۔ جس نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے اسے اللہ کوڑھی کر کے مارے گا۔

وہ چلی گئی تو میں اور میرا دوست بہت دیر چپ چاپ رہے۔ غالباً میری طرح وہ بھی سوچ رہا تھا۔ میرا دوست بول ہی پڑا، کہنے لگا۔ صابو! میں اس کافر کو جتانا چاہتا ہوں کہ تم نیک نہیں بدمعاش ہو اور اگر تم نے ہمارے گاؤں کی کسی لڑکی کو بری نظر سے دیکھا تو تمہارے باپ کو تمہاری لاش بھی نہیں ملے گی۔ تم کیا سوچ رہے ہو؟ میرے منہ سے نکل گیا بے اختیار۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اسے کسی طرح ختم کر دیں اور لاش کہیں غائب کر دیں۔ غصے سے میری آواز کانپ گئی۔ میں نے کہا۔ اسے شکار پر ساتھ لے چلتے ہیں اور کوئی ایسی ترکیب سوچتے ہیں کہ افضل کا بوہلی اور بل ٹہریرا سے چیر پھاڑ دیں۔ اگر ہمارے کتے یہ کام کر دیں تو ہم مشہور کر سکتے ہیں کہ اس کے کتوں کو مارا تھا۔ ہم وہاں نہیں تھے۔ کتوں نے اسے اجنبی سمجھ کر مار دیا۔ میرا دوست سوچ میں کھو گیا۔ وہ کوئی ترکیب سوچ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ بندوبست ہو جائے گا۔ خدا گواہ ہے آج پچاس ساٹھ سال بعد وہ لڑکی اور اس کے گال پر اس کے اترے ہوئے دانت یاد آتے ہیں تو غصے سے میرے دانت بجنے لگتے ہیں۔ وہ اس کی منت کر رہی تھی کہ میں کنواری ہوں۔ آج ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ میری کنواری بیٹی تھی۔ وہ مر گیا ہے، وہ بہت ہی خوفناک موت مرا تھا۔ وہ لڑکی بھی بوڑھی ہو کر مر گئی ہے۔ یہ بھی اعلانیہ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر چھوٹے اس کو قتل کرنے کا پکا ارادہ کیا تھا مگر خدا نے یہ کام خود ہی کر دیا اور ہمیں اس نیکی سے محروم رکھا تھا۔ ایسے بدکار آدمی کو قتل کرنے کو میں آج بھی نیکی سمجھتا ہوں۔

میرے اور افضل کے زخم مل چکے تھے اور اب ہم اگلے شکار کا پروگرام بنا رہے تھے۔ اس واقعہ کے بعد وہ میرا دوست بننے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے ڈر تھا کہ یہ راز فاش نہ کر دوں۔ وہ مجھ پر اور میرے دوست پر زیادہ مہربان ہو گیا تھا۔ ایک روز اس نے ایک تعویذ میرے بازو کے ساتھ اور ایک میرے دوست کے بازو کے ساتھ باندھ کر کہا۔ جاؤ اب تمہیں ناگ بھی راستہ دے دیں گے اور بھیڑیے تمہیں دیکھ کر اندھا ہو جایا کریں گے۔ میں نے اپنے بازو سے باندھا ہوا تعویذ کھول کر اسے دے دیا۔ میرے دوست نے بھی تعویذ کھول کر اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس پر وہ سمجھ گیا کہ لڑکی کے واقعہ کے بعد ہم نے اسے اپنا سمجھنا چھوڑ دیا ہے۔ ہم یہ تعویذ نہیں باندھتے، آؤ ہمارا جو کچھ بگاڑ سکتے ہو بگاڑ دو۔ میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ تم نے ایک کنواری لڑکی کی عزت پر ہاتھ ڈالا تھا۔ وہ روتی ہوئی گھر گئی تھی۔ یاد رکھو، اس معصوم کے آنسو تم سے انتقام لیں گے۔ وہ کچھ گھبرایا ضرور تھا لیکن سارے علاقے پر اس کی حکمرانی تھی، اس نے ہمیں ڈرانے کی کوشش کی مگر فوراً ہی دوستانہ باتوں پر اتر آیا اور ہنسنے لگا۔ کہنے لگا۔ تمہیں جوانی نے دس جماعتوں کی تعلیم نے اندھا کر دیا ہے، اللہ تم پر رحم کرے گا۔

انہی دنوں خبریں ملنے لگیں کہ ہمارے گاؤں سے کوئی آٹھ کوس دور ناگوں کے ایک جوڑے نے کئی مویشی ڈس ڈالے ہیں اور لوگوں کا راستہ بند کر دیا ہے۔ انہیں مارنے کے بہت جتن کئے گئے، سب ناکام رہے۔ دیہات کے لوگ مافوق الفطرت باتوں کو فوراً تعلیم کر لیتے تھے۔ کسی نے کہہ دیا کہ یہ ناگ نہیں جن ہیں جو ایک سو سال عمر پوری کر کے ناگ بن گئے ہیں۔ اب ایک سو سال بعد انسان کے روپ میں آ جائیں گے۔ ہم منچلے خطروں میں کودنے والے انسان گو کہ شکار کے لئے تیار ہو گئے لیکن گاؤں میں ہم نے کسی کو نہ بتایا کہ ہم ناگوں کے شکار کو چلے ہیں ورنہ ہماری مائیں ہمیں زنجیروں سے باندھ دیتیں۔ میں نے اور میرے دوست نے اس آدمی کو ختم کرنے کے لئے ایک ترکیب سوچ لی تھی۔ ہم اسے ملے اور کہا کہ ہم ناگوں کے شکار کو جا رہے ہیں تو وہ بھی آ جائے، وہ تیار ہو گیا۔ اس نے کہا۔ وہ اپنا باز ساتھ لائے گا میں نے کہا۔ تعویذ لکھوا کر بازو سے باندھ کر آئے گا۔ تم دیکھنا ناگ کس طرح اندھے ہوتے ہیں۔ مگر میں سوچ رہا تھا کہ میں اس بدکار کو کس طرح اندھا کروں گا۔ اس سے پہلے میں نے کبھی کسی انسان کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچانے کی نہیں سوچی تھی۔ اب میں ایک آدمی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے ساتھ لے جا رہا تھا۔ میں نے اپنے دوست سے ایک بار کہا تھا کہ یار خدا ایسے بدکاروں کو سزا کیوں نہیں دیتا؟

دو روز بعد ہم سورج نکلنے سے بہت پہلے چل پڑے۔ اس سمیت ہم بارہ آدمی تھے، کتے تو تھے جن میں افضل کا بوہلی بھی تھا۔ اب کے اچھو کی جیکی ساتھ نہیں تھی (جیکی اور اچھو کی کہانی الگ ہے اس لئے اس کا ذکر کبھی کبھار کہانی میں آئے گا) دراصل اچھو ہم سے ناراض ہو گیا تھا کہ ہم نے اس کی جیکی کو بدنام کر دیا تھا۔ اس کی شکایت بجا تھی، ہم نے سارے گاؤں میں بتایا تھا کہ آج جیکی کی وجہ سے ہمارے کتے لڑ پڑے تھے اور بوہلی نے اپنے مالک کو کاٹ لیا تھا۔ اس سے اچھو کی nose ہی کٹ گئی تھی۔ وہ اپنی جیکی کی چال چلن کے خلاف ایک لفظ سننے پر آمادہ نہ تھا۔ بہر حال اس کی ناراضگی کو ہم نے بہتر ہی سمجھا۔ اگر وہ جیکی کو ساتھ لے چلتا تو پھر ہنگامہ ہو جاتا جس سے افضل اور میں زخمی ہو گئے تھے۔ ہم سب گاؤں سے نکلے، ہمیں گھر جا کر اسے ساتھ لینا تھا۔ جب ہم گاؤں سے نکل رہے تھے تو گلیوں میں اور منڈیروں پر سب کی مائیں کھڑی ہمیں گالیاں دے رہی تھیں۔ انہوں نے میرے اور افضل کے زخم دیکھے تھے، ان کی گالیاں برحق تھیں۔ ان میں دو ماؤں کی آواز سب سے بلند اور صاف تھی ایک میری ماں کی، دوسری افضل کی ماں کی لیکن ہمارے باپ کھڑے ہنس رہے تھے۔ اس کے گھر گئے تو وہ تیار تھا۔ اس نے باز ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ چل پڑا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ ہمارے ساتھ ایک گھوڑا جا رہا تھا۔ ہم پا پیادہ گھوڑوں کی طرح دوڑا کرتے تھے۔ ہم نے اِدھر اُدھر سے پوچھ لیا تھا کہ ناگوں کا علاقہ کون سا ہے، راستہ بھی پوچھ لیا تھا۔ ہم بارہ آدمی، نو کتے، ایک گھوڑا اور ایک باز ناگوں کے شکار کو چل پڑے۔ ہم نے کتوں کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا۔ راستے میں ہم کوئی شکار نہیں کھیلنا چاہتے تھے کیونکہ ہمیں آٹھ کوس دور جانا تھا۔ نہ ہم خود دوڑ کر تھکنا چاہتے تھے نہ کتوں کو تھکانا مناسب سمجھا۔

راستہ لمبا تھا۔ یہ لمبے راستے گپ شپ اور اوٹ

پٹانگ بکواس سے چھوٹے ہو جایا کرتے تھے مگر وہ ساتھ تھے اس لئے ہم کوئی ایسا ویسا کلمہ منہ سے نکالتے ڈرتے تھے۔ چپ چاپ تو ہم سے چلا نہ جاتا تھا۔ ہم نے اس سے کہا۔ کوئی بات سنائیں۔ اس نے گھوڑے پر بیٹھے اپنی اور اپنے باپ کے قصے سنانا شروع کر دیئے اس کی ہر بات انِ کا ہر معجزہ نرالا، دلچسپ اور سنسنی خیز تھا۔ ان میں ایک یہ تھا کہ ایک بار ایک آدمی بڑی دور سے آ رہا تھا، راستے میں ایک برساتی نالہ آ گیا جو اس وقت سیلابی تھا، اس آدمی نے کہا۔ اے میرے آقا اگر تو سچا پیر ہے تو پانی مجھے راستہ دے۔ سادھو نے سنایا کہ وہ اس وقت چھوٹے تھے، اپنے باپ کی گود میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے بازو لمبا کر کے اس طرح اوپر سے نیچے کو جھٹکا جس طرح تلوار چلائی جاتی ہے۔ میں ڈر گیا اور پوچھا کہ انہوں نے ایسے کیوں کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ایک آدمی نے سیلاب میں راستہ مانگا ہے۔ دو گھنٹے بعد ایک آدمی ان کے قدموں میں آ گرا اور اس نے سنایا کہ اس نے ان کا نام لیا اور سیلاب میں ایک گلی بن گئی جس میں سے وہ گزر کر آیا ہے اور دوسرا قصہ یوں تھا کہ ایک روز وہ مٹی کے برتن سے پانی پی کر رہے تھے اچانک انہوں نے برتن اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ ہم نے دیکھا کہ برتن کا ایک ٹکڑا اوپر کو اڑا اور ایک سمت کو اڑتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میری ماں نے گھبرا کر پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ جوگی نے جواب دیا کہ ایک بھگت کہیں سے آ رہا ہے اسے راستے میں شیر نے روک لیا ہے، مجھے برتن کے پانی میں نظر آیا ہے۔ شام کے وقت ایک آدمی برتن کا وہی ٹکڑا اٹھائے ہوئے اس کے پاس آیا اور بتایا کہ اسے شیر نے روک لیا تھا۔ اچانک یہ ٹکڑا کہیں سے اڑتا ہوا آیا اور شیر کے سر پر لگا، شیر وہیں اندھا ہو گیا اور وہ آدمی زندہ و سلامت نکل آیا۔ وہ سناتا چلا جا رہا تھا۔ ہم دم بخود سنتے چلے آ رہے تھے اور آٹھ کوس کا فاصلہ تیزی سے سمٹتا چلا جا رہا تھا۔ ہم سے کسی نے بھی نہ سوچا کہ ہمارے علاقے میں شیر کہاں صرف میں اور میرا دوست تھا جو ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر چپ تھے۔ سب کچھ دیکھ لیا ہوا تھا لیکن ہمارے ساتھی بہت متاثر ہوئے جا رہے تھے۔

اچانک ایک کتا غرایا، تمام کتوں کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ آزاد ہونے کے لئے زور لگانے لگے۔ ہم نے سامنے دیکھا ایک خرگوش کوئی ایک سو گز دور بھاگا جا رہا تھا۔ اس نے فوراً اپنے ہاتھ پر بٹھائے ہوئے باز کو اس طرف متوجہ کیا اور باز کو چھوڑ دیا۔ میں نے باز کو پہلی بار اس عالم میں دیکھا تھا۔ وہ گولی کی طرح زمین سے دس بارہ گز بلندی پر اڑتا خرگوش کی طرف گیا اور دور جا کر پر کیئے اور تیر کی طرح اوپر اٹھا۔ وہاں سے گھوما اور غوطے میں چلا گیا۔ اب ہمیں خرگوش نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب باز زمین سے کر اوپر اٹھا تو خرگوش اس کے پنجوں میں تڑپ رہا تھا مگر چند گز اوپر جا کر خرگوش اس کے پنجوں سے چھوٹ کر گر پڑا۔ اب ہمیں خرگوش نظر آنے لگا۔ اس کی رفتار سست ہو گئی تھی اور وہ ہماری طرف بھاگا آ رہا تھا۔ باز پھر اوپر اٹھا اور جھپٹنے لگا۔ اب اس کا جھپٹا بے کار ہو گیا تھا کیونکہ خرگوش اچھل کر زیادہ آگے نکل آیا تھا۔ باز اوپر اٹھا تو خرگوش ہماری طرف دوڑا۔ اس نے کہا۔ کوئی کتا نہ چھوڑنا مگر ہمارے ایک دوست کے کتے خرگوش کو دیکھ کر اتنی زور سے زنجیر کھینچی کہ زنجیر ہمارے دوست کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ کتا بے حد تیز رفتار سے خرگوش کی طرف دوڑا۔ خرگوش زخمی تھا اور اوپر سے گرا تھا۔ اس لئے تیز نہیں دوڑ سکا تھا۔ ہم نے اپنے اپنے کتوں کو اور زیادہ مضبوطی سے جکڑ لیا لیکن جو کتا آزاد ہو گیا تھا اسے سنبھالنا ناممکن ہو گیا۔ کتے نے خرگوش کو منہ میں ڈالا ہی تھا کہ اوپر سے باز نے کتے کی گردن پر جھپٹا مارا۔ کتے کے منہ سے خرگوش چھوٹ گیا اور کتا پرے جا پڑا۔ اب باز کا عتاب دیکھنے والا تھا۔ کتے نے دوڑ کر پھر خرگوش کو منہ میں لے کر جھنجھوڑا اس کی نظر شاید باز پر بھی تھی۔ باز اس پر جھپٹنے آ رہا تھا جونہی قریب آیا کتے نے خرگوش کو چھوڑ کر اور تقریباً دو گز اچھل کر باز کو پنجے مارے۔ باز زیادہ پھرتیلا تھا وہیں سے گھوم گیا لیکن اس کے کئی ایک پر جسم سے الگ ہو کر زمین پر آ رہے تھے۔ خرگوش تڑپ رہا تھا۔ اب کتا خرگوش کو بھی پرے کھڑا دیکھ رہا تھا اور باز کو بھی باز پہلے کی سی شان اور عتاب سے غوطے میں آیا اور جو داؤ اس نے کھیلا اسے کتا بھی

وقت نہ سمجھ سکا۔ وہ کتے پر آ رہا تھا، کتا اس کی طرف دوڑا اور اچھلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ باز قریب آیا تو کتا اس کی طرف اچھلا لیکن باز نے وہیں سے رخ بدل لیا اور سیدھا خرگوش پر آ کر خرگوش کو اٹھا لے گیا۔ کتے کا جھپٹا خالی گیا۔ باز خرگوش کو اٹھائے ہوئے گھوڑے کے قریب آیا اور خرگوش پھینک کر اس کے ہاتھ پر بیٹھ گیا۔ ہم نے اپنے کتے کو دیکھا اس کی گردن سے خون بہہ رہا تھا۔ باز کے پنجوں نے اس کی کھال چیر ڈالی تھی۔ سادھو کے کہنے پر سارے کا سارا خرگوش اسی کتے کو دے دیا گیا۔ اتنا دلچسپ تماشا دیکھ کر ہماری ٹانگوں میں جان آ گئی اور ہم آگے چل پڑے۔ تھوڑا ہی آگے جا کر پتھریلا اور چٹانی علاقہ شروع ہو گیا۔ یہی علاقہ تھا جہاں لوگوں نے بتایا تھا کہ ناگوں کا جوڑا رہتا ہے۔ ہم محتاط چلنے لگے اور زمین پر سانپ کے نشان دیکھنے لگے نشان دیکھتے دیکھتے ہم سب بکھر گئے۔

سادھو گھوڑے پر سوار تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ شکار پر میں نے پہلی دفعہ ڈر محسوس کیا کیونکہ ناگ جسے کبھی سامنا نہیں ہوا تھا۔ بھیڑیے کا زخمی کیا ہوا انسان زندہ رہ سکتا ہے لیکن سانپ کا ڈسا ہوا زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں نے سادھو کے قریب جا کر کہا۔ تعویذ آپ کے پاس ہے ناں؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں ہاں ڈرو نہیں، اژدہے راستہ دیں گے، یہ تو ناگ ہے۔ لیکن میں نے اس کی آواز میں صاف طور پر لرزہ محسوس کیا۔ مجھے تسلی دے کر بولا۔ تم آگے جاؤ میں آتا ہوں۔ میں تو آگے چلا گیا لیکن وہ تعویذ سمیت پیچھے رہ گیا۔ میرا ہم راز دوست میرے ساتھ تھا۔ اس کو پیچھے رہتا دیکھ کر میرے دوست نے مجھے کہا۔ صابو! کام آسان نظر نہیں آتا، اسے کسی بہانے گھوڑے سے اتارو۔ میں نے بے شک غصے اور غیرت کے جوش میں سادھو کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن سچی بات یہ ہے کہ وقت آیا تو میرا دل کانپنے لگا۔ میں نے یہ سوچا کہ سادھو کو الگ کر کے کہہ دوں کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائے ورنہ ہم انتقام لیں گے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرے دوست نے یہ کہہ کر میرا حوصلہ بڑھا دیا کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم ناگوں کو ماریں گے یا ناگوں کو اندھا کرنے والے کو۔ اس نے

یہ بھی کہا۔ میں یہاں تک کہا کہ اسے کھڈ میں لے چلتے ہیں اور گلا گھونٹ کر مار دیتے ہیں۔ اس کے باپ اور گاؤں والوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک ناگ نظر آیا تھا وہ فوراً انسان بن گیا اور اس نے سادھو کی گردن دبا کر مار دیا پھر غائب ہو گیا۔ مجھے ترکیب کچھ پسند آ گئی۔ اس کے باپ نے لوگوں کو یہ تو یقین دلا ہی رکھا تھا کہ یہ ناگ نہیں جن ہے۔ اتنے میں افضل نے آواز دی۔ ہم اس تک پہنچے۔ وہ جھکا ہوا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ زمین پر سانپ رینگنے کے صاف نشان تھے ہمارے دو تین ساتھی نشان کو دیکھتے آگے چل پڑے۔ سادھو نے کہا۔ چلو بھائیو چلیں پھر کبھی آئیں گے۔ اور اس نے گھوڑے کو واپسی کے لئے موڑ لیا۔ وہ کمبخت ناگوں کے نشان دیکھ کر ہی ڈر گیا تھا۔ اس سے اس کے تعویذ اور کرامات کی قلعی کھل گئی۔ میرا حوصلہ بڑھ گیا وہ تعویذ سمیت چل پڑا تو ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ہم اتنی دور سے آئے تھے کچھ کر کے واپس جانا چاہتے تھے۔ ناگ کی صرف ٹیڑھی سی لکیر کو دیکھ کر بھاگ جانا ہم سب کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ بازو پر باز کو بٹھائے بڑی شان سے تشریف لے جا رہے تھے۔ اچانک اس کا گھوڑا رک گیا۔ ہم کوئی بیس گز دور کھڑے تھے، دیکھا کہ گھوڑا تھر تھر کانپ رہا تھا اور اس کے منہ سے عجیب ڈراؤنی آوازیں نکل رہی تھیں۔ ہم دوڑ کر پہنچے۔ آگے وسیع کھڈ تھا، گھوڑا کھڈ کے منہ پر کھڑا تھا۔ ہم نے کھڈ میں دیکھا تو ہمارے اوسان خطا ہو گئے۔ دو سیاہ کالے ناگ کھڈ میں ایک دوسرے کے ساتھ لگے پھن پھیلائے ہوئے گھوڑے کو گھور رہے تھے۔ گھوڑا ہو یا کوئی اور مویشی اگر سانپ سامنے آ جائے تو اس طرح دہشت سے کانپنے لگتا ہے، نہ آگے چلتا ہے نہ پیچھے۔ گھوڑا کانپ رہا تھا اور سادھو نے پاؤں رکابوں سے نکال کر گھوڑے کی پیٹھ پر رکھ دیئے اور چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔ ناگوں نے اس کا راستہ روک رکھا تھا اور ان کا تعویذ بے اثر ہو رہا تھا۔ ہم سب پیچھے ہٹ آئے اور فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ کتوں کو ناگوں پر چھوڑیں یا نہ چھوڑیں۔ ڈر یہی تھا کہ کتے مارے جائیں گے۔ افضل نے بوبلی کو آگے

کر کے ناگوں کی طرف اشارہ کیا۔ بوبلی نے جب ناگوں کو دیکھا تو وہ بھی گھوڑے کی طرح عجیب آواز نکال کر افضل کی ٹانگوں میں گھسنے لگا۔ ہمیں معلوم ہو گیا کہ کتے ناگوں کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ ناگ کالے تھے اور ان پر سفید نقطے بھی تھے۔ ان کے پھن پر وی (V) کے نشان تھے۔ دونوں ڈیڑھ ڈیڑھ گز سے زیادہ لمبے تھے۔ میں نے سانپوں کو اکثر دیکھا تھا کہ سانپ انسان کو دیکھ کر ہی بھاگ جایا کرتے تھے، یہ پہلے سانپ دیکھے جو بپھر کر مقابلے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اس سے مجھے یقین ہونے لگا کہ یہ جن ہے جنہوں نے روپ بدل لیا ہے۔

سادھو کی حالت دیکھ کر ہم اور زیادہ ڈرے۔ اس کا گھوڑا بدستور کانپ رہا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ کس نے کہا۔ شاہ جی باز کو چھوڑیئے۔ اس نے باز کی توجہ ناگوں کی طرف کر کے چھوڑ دیا۔ باز اس کے ہاتھ سے اڑا اور اوپر جا کر اس نے کھڈ کا چکر کاٹا۔ ناگ آہستہ آہستہ گھوڑے کی طرف بڑھنے لگے۔ اس دوران میرے ساتھیوں نے درختوں کی موٹی موٹی شاخیں توڑ کر لاٹھیاں بنا لیں تھیں اور وہ ناگوں کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب ناگ اکٹھے گھوڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کھڈ کی ڈھلان چڑھنے لگے تو گھوڑا نہایت آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا اور اس کا لرزہ پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ میرے ساتھیوں نے ارادہ کیا کہ ناگوں کو پتھروں سے مارا جائے لیکن خطرہ یہ تھا کہ بھاگتے بھاگتے ہی ناگ کسی کو ڈس نہ جائے۔ ہمارے دوست بھی وہیں آ گئے۔ انہوں نے کتوں کی زنجیریں کھولی نہیں تھیں، کتوں اور اتنے سارے انسانوں کو دیکھ کر ناگ سکڑنے لگے۔ میں نے سب سے کہا کہ وہ وہاں سے ہٹ کر دور ہو جائیں اور بکھر جائیں تاکہ ناگ جس طرف بھی بھاگیں انہیں بھاگنے کا راستہ نہ ملے۔ میں نے سادھو سے کہا کہ وہ گھوڑے سے اتریں اور گھوڑا پیچھے کر دیں۔ میرا یہ ارادہ تھا کہ وہ گھوڑے سے اترے تو اسے دھکا دے کر کھڈ میں گرا دوں گا۔ ناگ ہمارا کام کر دیں گے مگر اس کا دل گردہ جواب دے گیا۔ میرے تمام ساتھی وہاں سے ہٹ گئے اور وہ گھوڑے پر بیٹھا کانپتا رہا۔ اس کا باز اوپر اڑ رہا تھا۔ باز ناگوں کے عقب سے غوطے میں آیا۔ کیا شان تھی اس پرندے کی ہماری سانسیں رک گئی تھیں۔ باز نے پیچھے سے آ کر پنجے کھول لئے اور جھپٹا مار کر ایک ناگ کے پھن کو پنجوں میں دبوچ کر اوپر کو اٹھا۔ ہم حیران تھے کہ اس میں اتنے بڑے ناگ کا بوجھ اٹھانے کی طاقت تھی۔ اگر باز ناگ کو سر سے ذرا دور سے پکڑتا تو ناگ اسے ڈس لیتا۔ اس نے ناگ کا پھن پکڑ لیا تھا اور اوپر سے ہی اوپر اڑ رہا تھا۔ عادت کے مطابق اسے شکار کو سادھو کے حوالے کرنا تھا۔ ادھر دوسرا ناگ اپنے جوڑے کو نہ پا کر اس کے گھوڑے کی طرف آیا، گھوڑا جو پہلے نا تر ہو کر تھر تھر کانپ رہا تھا یکلخت دائیں طرف کو دوڑ پڑا۔ سادھو کے پاؤں اوپر تھے لیکن وہ شہسواروں کی طرح سنبھل گیا اور پاؤں رکابوں میں ڈال لئے مگر گھوڑا خوفزدہ ہو کر بے قابو ہو گیا تھا ناگ گھوڑے کے پیچھے بھاگا معلوم نہیں قارئین یقین کریں گے یا نہیں اس قدر تیز دوڑتے گھوڑے کے تعاقب میں ناگ کی رفتار یہ تھی گھوڑے سے دو تین گز دور تھا۔ سادھو نے گھوڑے کو بائیں طرف موڑ دیا اور ناگ درمیانی فاصلہ برقرار رکھے دوڑ رہا تھا۔ اوپر سے باز ناگ کو پنجوں میں دبوچے سادھو کے اوپر پرواز رہا تھا۔ وہ شکار اس کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ گھوڑا ایک دائرے میں دوڑ رہا تھا اور ناگ تعاقب میں تھا۔ فاصلہ وہی تھا سادھو نے گھوم کے دیکھا تو چلائے۔ صابو کتے چھوڑ دو، کتے چھوڑ دو۔ میں کتے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، مجھے خدا نے موقع دے دیا تھا کنواری بچی کی آہیں اس کو سزا دینے والی تھیں مگر میرے ساتھیوں نے نو کتے چھوڑ دیئے۔ کتوں کے ساتھ ہمارا بھاگنا ضروری تھا مگر ڈر یہ بھی تھا کہ ناگ کسی کو ڈس نہ لے۔ پھر بھی ہم دوڑے اور کتے ہمارے ساتھ دوڑتے ہمارے منہ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ شکار کہاں ہے اور کیا ہے؟ اس کا گھوڑا چکرایا تو افضل نے ڈھیلا اٹھا کر گھوڑے کے پیچھے بھاگتے ناگ کی طرف پھینکا۔ اس کے بوبلی نے ناگ کو دیکھ لیا تھا وہی بوبلی جو تھوڑی دیر پہلے ناگ کو دیکھ کر کانپنے لگا تھا اب گولی کی طرح دوڑا اور ناگ کے اوپر سے گزر گیا۔ ناگ نے لڑھکنی کھائی اور پھن پھیلا دیا۔ دور گیا۔ پیچھے سے ایک بلٹیریئر نے تیزی سے جا کر اس کے سر کے نیچے منہ مارا اور ناگ جھنجھوڑ کر چھوڑ دیا اور آگے نکل گیا۔ سادھو نے دیکھا کہ ناگ اُن کے تعاقب سے ہٹ گیا ہے تو وہ گھوڑے کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا مگر گھوڑا بے قابو ہو چکا تھا۔ باگیں کھینچنے کے باوجود رک نہیں رہا تھا۔ میرے دوست نے مجھے آہستہ کہا کہ اپنا کتا کسی طرح گھوڑے کے پیچھے ڈال دو۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ گھوڑے کو اور زیادہ دہشت زدہ کیا جائے۔ شاید سادھو کو گرا دے۔ مگر ہمارے پاس ایسا کوئی طریقہ نہیں تھا کہ کتوں کو گھوڑے کے پیچھے ڈال سکتے۔ کتے اب ہمارے قابو سے نکل گئے تھے۔ بوبلی اور بلٹیریئر کی جرأت کو دیکھ کر باقی کتوں نے بھی ناگ کا محاصرہ کر لیا۔ ناگ پھن پھیلا کر ایک کتے کی طرف جھپٹتا تھا تو پیچھے سے کوئی اور کتا اسے دانت یا پنجہ مار کر دور ہٹ جاتا تھا۔ اوپر دیکھا تو باز دوسرے ناگ کو پنجوں میں دبوچے چکر میں اڑ رہا تھا اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ سادھو کا گھوڑا رک گیا تھا اور سادھو اس کی گردن پر تھپکیاں دے رہا تھا۔ اس کی نظر گھوڑے پر تھی اچانک اوپر سے باز نے پر تولے اور ناگ پنجوں میں دبوچے ان کے کندھے پر بیٹھ گیا۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے ناگ کو سادھو کے گھوڑے پر پھینک دیا تھا۔ گھوڑے نے شاید محسوس کر لیا تھا کہ اس کی پیٹھ پر ناگ رکھ دیا گیا ہے۔ وہ بدک کر دوڑ پڑا۔ میں نے ناگ کو گرتے نہیں دیکھا۔ ادھر کتوں کی طرف دیکھا تو ایک کتا چیخ اور تڑپ رہا تھا، اسے ناگ نے ڈس لیا تھا لیکن ناگ کا بھی دم خم ختم ہو چکا تھا۔ کتوں نے پنجے مار مار کر اسے لہولہان کر دیا تھا اور اس کا پھن زخمی ہو چکا تھا۔ اس نے جب بے بس ہو کر پھن سمیٹا تو بارہ کے بارہ شکاری درختوں کی موٹی شاخوں سے اس کی طرف دوڑے اور ٹوٹ پڑے اور اسے مار ڈالا۔ سادھو کو دیکھا وہ کہیں نظر نہ آیا۔ دور سے گھوڑے کے ٹاپوؤں کی آواز سنائی دے رہی تھی جو دھیمی ہوتی جا رہی تھی۔ ہم نے کتوں کو زنجیریں ڈالیں اور میں نے سب کو بتایا کہ باز نے ناگ سادھو کے گھوڑے پر پھینک دیا تھا جس سے گھوڑا بدک کر بھاگ اٹھا ہے۔ ہم دوڑ پڑے۔ راستے میں ہمیں ناگ نظر آیا اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور وہ آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔ ہم نے اسے پتھروں اور درختوں کی شاخوں سے مار ڈالا۔ دوڑ دوڑ کر تھک گئے تو ہم چلنے لگے۔ راستے میں تین چار آدمی ملے انہوں نے پوچھا کہ گھوڑے پر کون تھا؟ ہم نے بتایا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ چل پڑے۔ انہوں نے بتایا کہ سادھو کا پاؤں رکاب میں پھنسا ہوا تھا وہ گر پڑے تھے اور گھوڑا انہیں گھسیٹتا ہوا لے جا رہا تھا۔ اس کا مر جانا یقینی تھا۔ ہم اور تیز چلنے لگے۔ دور سے ہم نے بہت سے آدمیوں کو ادھر ادھر سے دوڑتے ہوئے آتے دیکھا۔ وہ ایک ہی سمت دوڑے جا رہے تھے اور کہیں اتر کر غائب ہوتے جا رہے تھے۔ ہم بھی دوڑ پڑے۔ آگے ٹیلے کے دامن میں لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ دیکھا کہ سادھو کی لاش پڑی تھی۔ سر سے پاؤں تک خون سے لال سرخ کپڑے تار تار ہو گئے تھے اور گھوڑا پرے ہانپ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ وہی جگہ تھی جہاں چند ہی دن پہلے اس نے ایک نوجوان لڑکی کو دبوچا تھا۔ میں نے سادھو کی لاش کو دیکھا اس کے بازو کے ساتھ وہ تعویذ بندھا ہوا تھا جسے دیکھ کر سیلاب، ناگ اور درندے راستہ دے دیا کرتے تھے۔ اس کہانی کا عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ سادھو کے چہرے کی حالت یہ تھی جیسے اسے درندے پنجوں سے نوچتے رہے ہوں۔ چہرے کی ہڈیاں ننگی ہو گئی تھیں۔ ہونٹ کٹ کر الگ ہو گئے تھے۔ دانت ڈراؤنے طریقے سے ننگے ہو گئے تھے۔ ایک طرف کا سارا جبڑا ننگا ہو گیا تھا اور کھال الگ لٹک رہی تھی۔ اس وقت مجھے لڑکی کا گال یاد آیا جس پر اس کے دانتوں کے سرخ سرخ نشان صاف نظر آ رہے تھے اور اس کی وہ التجا بھی یاد آئی ——— ”خدا کی قسم میں کنواری ہوں“۔

وہ جھونپڑی آج بھی موجود ہے اور لوگ وہاں آتے ہیں۔

امید ہے سٹوری قارئین کو پسند آئی ہوگی۔ سٹوری کو پسند کرنے کے ساتھ ساتھ تعریف و تنقید کا جو حق ہو وہ بھی ادا کریں۔



آدم خور

کشور کرن۔ پتوکی

پچھلے چند دنوں سے سردی انتہائی زیادہ ہو گئی تھی اور درجہ حرارت دن بدن گرتا جا رہا تھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ اگر چند روز اور یہی روٹین رہی تو درجہ حرارت صفر سینٹی گریڈ پر آجائے گا سارا سارا دن دھند کی وجہ سے ٹریفک دن میں بھی ہیڈ لائٹس جلا کر چلتی تھی سورج دیکھے ہوئے آج چوتھا روز تھا پولیس اسٹیشن پہنچتے پہنچتے میری وردی پر کئی جگہ پانی کے قطرے پھسل رہے تھے میں نے منہ اور ناک کو مفلر کے ذریعے اچھی طرح لپیٹ رکھا تھا اور ہاتھوں پر چمڑے کے دستانے چڑھا رکھے تھے اپنے دفتر میں پہنچے مجھے تقریباً" آدھا گھنٹہ گزرا ہو گا کہ کمرے کی پر سکون فضا میں ٹیلیفون کی کرخت آواز ابھری میں نے ریسیور اٹھا کر اپنے مخصوص لہجے میں کہا "یس انسپکٹر جان اسپیکنگ" دوسری طرف سے کوئی اجنبی بول رہا تھا انسپکٹر صاحب یہاں دو قتل ہو گئے ہیں آپ فوراً" پہنچے قتل کے بارے میں سن کر میں چونک پڑا پھر میں نے تیز لہجے میں پوچھا کون قتل ہوا ہے اور تم کہاں سے بات کر رہے ہو سر میکلو روڈ اور آنس بگ بستی کے درمیان جو کھیت ہیں وہ دونوں ڈیڈ باڈیز وہاں موجود ہیں اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا میں نے بھی ریسیور رکھا اپنی کیپ اٹھائی اور دو حوالداروں کو ساتھ لیکر پولیس جیپ میں میکلو روڈ کی طرف جانے لگا میں سوچ رہا تھا کہ اگر تو کسی نے مذاق کیا ہے تو انتہائی بیہودہ مذاق کیا ہے اور اگر حقیقتاً" دو قتل ہوئے ہیں تو پھر ایسے قہر آلود موسم میں ہم پولیس والوں کے لیے کافی سردی پیدا ہو جاتی طرح طرح کے خیالات میں الجھا ہوا میں میکلو روڈ پہنچ گیا صرف چند ایک دکانیں کھلی تھیں باقی سب کی سب بند تھیں کھیتوں پر بری طرح دھند چھائی ہوئی تھی کچھ نظر نہیں آرہا تھا کھیتوں کے درمیان میں سے ایک پگڈنڈی ہوتی ہوئی آنس بگ بستی تک جاتی تھی اور دونوں اطراف کپاس کے کھیت دور دور تک پھیلے ہوئے تھے میں نے دونوں سپاہیوں کے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور پگڈنڈی سے ہوتے ہوئے کھیتوں میں داخل ہو گیا دھند کچھ اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ چند قدم کی چیز نظر نہیں آتی تھی تھوڑی دیر چلنے کے بعد میں نے پاؤں کی جانب نگاہ دوڑائی میرے بوٹ اور پینٹ پانی میں بری طرح بھیگ چکے تھے چلتے چلتے ہم کھیتوں کے درمیان پہنچے تو بے اختیار ہمارے قدم رک گئے کیوں کہ وہاں ایک نوجوان کی لاش

گاڑی میں سے وائرلیس کے ذریعے ایمبولینس اور دوسرے عملے کو بلالاؤ فوراً" اور وہ روانہ ہو گیا اب میری سمجھ میں آرہا تھا کہ کوئی بستی والا صبح ہی صبح یہاں سے گزرا ہو گا اس نے یہ لاشیں دیکھیں اور مجھے اطلاع کر دی لڑکی کی لاش اس بری حالت میں تھی کہ دیکھ کر دل پر دہشت طاری ہو رہی تھی لڑکی زیادہ سے زیادہ بیس برس کی تھی مجرم نے اس کے گریبان پھاڑ ڈالا تھا اس کی قمیض کی دھجیاں بکھری ہوئی تھی اور سینہ بالکل درمیان سے پھٹا ہوا تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی درندے نے اس کے سینے میں پنجے گاڑھ کر سینے کو چیر دیا ہو اس کے جسم پر خون کے لوتھڑے نظر آرہے تھے اس کی آنکھیں خوف ناک انداز میں کھلی ہوئی تھیں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے مرنے سے پہلے اس نے کوئی انتہائی خوفناک چیز دیکھی ہو خون اس کے جسم پر جم چکا تھا لیکن میں نے ایک خاص بات نوٹ کی کہ جس حساب سے اسکے سینے پر گھاؤ نظر آرہا تھا اس حساب سے خون نہیں بہا تھا پھر تقریباً" بیس منٹ بعد ایمبولینس اور پولیس کا دوسرا عملہ آپہنچا پھر تقریباً" ڈیڑھ گھنٹے ہماری تحقیقات اس نتیجے پر پہنچی کہ قاتل پہلے سے کھیتوں کے درمیان چھپا بیٹھا تھا پھر وہ جیسے ہی دونوں



پڑی ہوئی تھی لاش کو دیکھ کر میری سراغ رسانی والی حس لمحوں میں بھڑک اٹھی میں فوراً" آگے بڑھ کر لاش کا جائزہ لینے لگا تقریباً" سولہ سترہ سالہ نوجوان تھا وہ پہلو کے بل کھیت میں پڑا تھا اور اس کی ٹانگیں پگڈنڈی پر تھی اور اس کے پیروں کے پاس ہی نیلے رنگ کا ایک دوپٹہ پڑا تھا اس کے منہ سے خون نکل کر زمین میں جذب ہو گیا تھا دوپٹہ دیکھ کر میرے ذہن میں فوراً" کسی لڑکی کا خیال آیا اس کا مطلب تھا دوسری لاش کسی لڑکی کی ہوگی میں نے دونوں سپاہیوں کو اشارہ کیا اور کہا تم دونوں کھیتوں میں ادھر ادھر دیکھو یہاں ایک لاش اور ہوگی اور وہ حرکت میں آگئے میں خود اس نوجوان کی لاش کو دیکھنے لگا۔ اس کے جسم پر کسی قسم کا زخم نہیں تھا اس سے ایک بات واضح ہوتی تھی کہ اسے کوئی اندرونی چوٹ آئی ہے رات سردی میں پڑی رہنے کی وجہ سے لاش بالکل اکڑ چکی تھی پھر لاش سے چند قدم اگلی طرف جم نے مجھے آواز دی سر یہاں ایک لڑکی کی لاش موجود ہے میں فوراً" اٹھ کر اس کی طرف بڑھ گیا وہاں دائیں طرف کھیت میں واقعی ہی ایک لڑکی کی لاش پڑی تھی وہاں پر کپاس کے پودے جڑوں سے ٹوٹے پڑے تھے اور ان کے درمیان لڑکی کی لاش پشت کے بل پڑی تھی میں نے جم سے کہا تم جاؤ

مقتول وہاں سے گزرے قاتل ان کے پیچھے ہولیا شاید آہٹ سن کر نوجوان واپس پلٹا ہوگا اسی وقت قاتل نے لڑکے کے سینے پر ضرب لگائی اور غالباً" اس کا دل پھٹا اور مرگیا۔ جب کہ لڑکی چیختی ہوئی بستی کی جانب دوڑی ہوگی لیکن قاتل نے چند قدموں پر اسے جالیا اور اٹھا کر ایک جانب کھیت میں پھینکا اور شاید دست درازی کے درمیان لڑکی کی قمیض پھٹی ہوگی پھر قاتل نے لڑکی کے سینے پر حملہ کیا اور کوئی ایسا ہتھیار استعمال کیا کہ یوں محسوس ہوا جیسے یہ کام کسی انسان کا نہیں ہے بلکہ کسی حیوان کا معلوم ہو اور پھر خود فرار ہوگیا پھر لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کرکے میں واپس پولیس اسٹیشن آگیا صبح ہی صبح دو لاشیں دیکھنے کے بعد طبیعت خراب ہوگئی تھی آفس میں بیٹھتے ہی میں نے ہاٹ کافی طلب کی میں کافی پی رہا تھا کہ اسی وقت انسپکٹر جیمز برلاڈ اندر داخل ہوا اور اپنی عادت کے مطابق مسکرا کر بولا ہائے جان پیٹر چوری چوری کافی پی جارہی ہے وہ کرسی سنبھالتے ہوئے میرے پاس بیٹھ گیا میں نے مسکراتے ہوئے ریسیور اٹھایا اور ایک کپ کافی اور طلب کرلی پھر میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا سناؤ تمہ چھٹیاں کیسے اور کہاں گزاری جیمز نے منہ بناتے ہوئے کہا بیگم کی جوتیاں کھاتے ہوئے بچوں کے درمیان بہرحال تم سناؤ بڑے پراسرار کیس حل کرتے پھر رہے ہو میں نے کیا کیس حل کرنے ہیں یار تمہارے بغیر کچھ کرنے کو دل ہی نہیں کرتا چلو کوئی بات نہیں اب میں آگیا ہوں دونوں مل کر کیس اسٹڈی کریں گے پھر وہ کافی پی کا کچھ دیر بیٹھا رہا پھر اٹھ کر اپنے آفس میں چلا گیا تقریباً" ایک بجے ایک خوش پوش ادھیڑ عمر کا آدمی اندر داخل ہوا اس نے پر وقار انداز میں مجھ سے ہاتھ ملایا پھر کرسی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گیا اس کی آنکھوں سے پریشانی جھلک رہی تھی میں نے اپنی ڈیوٹی کے مطابق بڑے اخلاق سے پوچھا جی فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں اس نے ایک نظر ٹیبل پر موجود میری نیم پلیٹ پر ڈالی پھر ذرا ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا مسٹر جان میرا نام جارج اسمتھ ہے میکلو روڈ پر میرا بنگلہ ہے اور جارج گولڈ لینڈ کا مالک ہوں میں نے خوش اخلاقی سے کہا جی ہاں میں نے آپ کا کافی نام سنا ہے فرمایئے کیسے آنا ہوا مسٹر جان کل رات میری جوان بیٹی اور بیٹا لاپتہ ہیں میں چاہتا ہوں آپ فوراً" ایکشن لیں جوان بیٹی اور بیٹا میں سر جارج کے الفاظ پر چونک پڑا سر جارج کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ لاپتہ ہیں ہوسکتا ہے وہ کسی عزیز رشتے دار کے گھر ہوں نہیں ہمارا

کوئی رشتے دار نہیں ہے میرا صرف ایک دور کا کزن ہے یعنی میرے بچوں کا دور کا انکل جب وہ رات کو گھر سے نکلے تھے تو میں سمجھا تھا کہ وہ اپنے انکل کے پاس ہی گئے ہوں گے لیکن صبح جب میں نے فون کرکے پوچھا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ اپنے انکل کے ہاں نہیں گئے پھر کچھ دیر بعد میں نے کہا سر جارج آپ کے وہ کزن کہاں رہتے ہیں دراصل وہ ایک معمولی سا آدمی ہے کوئی بڑے کاروبار کا مالک نہیں ہے اس لیے وہ مزدوروں کی بستی آنس بگ میں رہتا ہے میں ایک دفعہ پھر چونک پڑا لیکن میں نے اپنے چہرے پر کوئی تاثرات ظاہر نہیں ہونے دیئے اس کی بیٹی اور بیٹا گم تھے اور ہمیں ایک لڑکی اور لڑکے کی لاشیں ملی تھیں مجھے یقین ہوتا جارہا تھا کہ قتل ہونے والے سر جارج کے ہی بچے ہیں کیونکہ وہ لاشیں میکلو روڈ اور آنس بگ کے درمیان موجود کھیتوں میں ہی پڑی ہوئی تھیں میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا سر جارج کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کے بچے گھر چھوڑ کر کیوں گئے تھے۔ سر جارج پہلے تو ہچکچائے پھر کہنے لگے دراصل میں دوسری شادی کرنا چاہتا تھا لیکن میرے بچے یہ نہیں چاہتے تھے وہ میری دوسری شادی کے خلاف تھے لیکن جب سے ان کی ماں مری تھی تب سے مجھے تنہائی کا شدت سے احساس ہوتا تھا میں نے ان کی مرضی کے خلاف کل کورٹ میرج کی اور اپنی بیوی کو لے کر گھر آگیا رات کو ہماری آپس میں تکرار بڑھنے لگی میں نے غصے میں آکر کہا تھا کہ یہ میرا گھر ہے اگر یہاں رہنا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ نکل جاؤ میرے گھر سے پھر تقریباً" رات کے دس بجے وہ گھر سے نکل گئے مجھے یقین تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ آنس بگ میں اپنے انکل کے پاس گئے ہوں گے لیکن صبح پتہ چلا کہ وہ وہاں نہیں گئے تو میری پریشانی بڑھ گئی سو میں آپ کے پاس چلا آیا پھر وہ خاموش ہوگئے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا سر جارج میں آپ کی بیگم سے ملنا چاہتا ہوں۔

میری بیگم سے ◻ مگر کس سلسلے میں یوں سمجھ لیں کہ میں اپنی تحقیقات کی شروعات آپ کے گھر سے ہی کرنا چاہتا ہوں وہ چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد بولے ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی چلیئے میں انسپکٹر جیمز برلاڈ کو بھی ساتھ لیا اور سر جارج کے ساتھ ان کی کوٹھی میں پہنچ گیا وہ باوردی پولیس کو سر جارج کے ہمراہ دیکھ کر ان کی بیگم بری طرح گھبرا گئی تھیں اور پولیس والوں کو دیکھ کر تو وہی گھبراتا ہے جس نے کوئی جرم کیا ہو میں نے پہلی نظر میں بھانپ لیا کہ سر جارج کی نئی بیگم اچھے کردار کی مالک

نہیں ہے اس سے چند ایک سوالات کرنے کے بعد میں سر جارج سے باتیں کرنے لگا اور جیمز برلاڈ بنگلے کی خوبصورتی میں کھو گیا پھر چند لمحے بعد جیمز نے ہماری باتوں کے درمیان مداخلت کرتے ہوئے کہا سر جارج ساری باتیں بعد میں پہلے آپ دونوں بچوں یعنی لیزا اور جونی کی تصویریں ہمیں دکھائیں سر جارج اٹھ کر اوپری منزل کی طرف گئے چند لمحے بعد وہ واپس آئے تو ان کے ہاتھوں میں دو تصویریں تھیں دونوں تصویریں میری طرف بڑھاتے ہوئے بولے ایک میں لیزا کی تصویریں ہیں اور دوسری میں جونی کی میں نے البمیں ان کے ہاتھوں سے لے لیں پھر جیسے ہی میں نے ایک البم کھولی مجھے اندر سے ایک جھٹکا لگا اس میں پہلی ہی لائین میں جس لڑکی یعنی لیزا کی تصویریں تھیں میں صبح ہی اس کی لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج چکا تھا پھر میرے خیال کے عین مطابق دوسری البم جس میں جونی کی تصویریں تھیں وہی نوجوان تھا جس کی لاش میں صبح کھیتوں میں دیکھ چکا تھا یعنی صبح ملنے والی وہ دونوں لاشیں جونی اور لیزا کی ہی تھیں دونوں بہن بھائی ہمیشہ کے لیے اپنے باپ سے ناراض ہوگئے تھے میں نے چند تصویریں دیکھتے رہنے کے بعد نہایت افسردہ لہجے میں کہا سر جارج مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جونی اور مس لیزا اب اس دنیا میں نہیں رہے سر جارج شدید حیرت سے بولے انسپکٹر صاحب یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جیمز نہایت خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں آج صبح ہی ہمیں آنس بگ سے تقریباً" دو فرلانگ پیچھے کھیتوں میں ان دونوں کی لاشیں ملی ہیں شام تک آپ کو انکی ڈیڈ باڈیز مل جائیں گی میں اجازت چاہوں گا سر جارج مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے لیکن میں خاموشی سے اٹھ کر باہر چلا آیا دھند بدستور ویسے کی ویسے ہی تھی میں نے جیپ کی اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی اور جیمز میرے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا جیپ کوٹھی کے مین گیٹ سے نکالتے ہوئے میں نے جیمز کو مخاطب کیا جیمز تمہارے خیال کے مطابق جونی اور لیزا کا قتل کس نے کیا اور ان کے قتل کے پیچھے کس کا ہاتھ ہوسکتا ہے جیمز نے تقریر کرنے والے انداز میں کہا یہ بات تو واضح ہے کہ دونوں بہن بھائی آنس بگ جارہے تھے لیکن قاتل نے حملہ کرکے دونوں کو راستے میں ہی ختم کردیا لیکن مسٹر جان پیٹر جس نتیجہ پر آپ پہنچ رہے ہیں وہ بالکل غلط ہے مثلاً" میں کس نتیجہ پر پہنچ رہا ہوں یہ ہی کہ جونی اور لیزا کا قتل ان کی سوتیلی ماں نے کرایا ہے میں نے

چونک کر جیمز کی طرف دیکھا تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں اس بارے میں سوچ رہا ہوں جیمز نے بڑے ہی معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا مسٹر جان میں ایک طویل عرصے سے پولیس کی نوکری کر رہا ہوں اور سراغ رسانی میں بھی گہرا تجربہ رکھتا ہوں اور میری ذاتی تحقیق اور تجربہ یہ ہے کہ کوئی بھی مجرم جب جرم کرتا ہے تو جرم کرنے سے پہلے وہ نہایت سوچ سمجھ کر ایک منصوبہ بناتا ہے اور نہایت سوچ سمجھ کر اس پر عمل کرتا ہے کسی بھی کیس کا اگر نہایت باریک بینی سے مشاہدہ کیا جائے تو بخوبی علم ہوجاتا ہے کہ مجرم نے یہ جرم کیوں کیا اور اس جرم کے پیچھے اسکا مقصد کیا ہے اور اگر موقع واردات کا بغور جائزہ لیا جائے تو کسی حد تک اندازہ ہوجاتا ہے کہ مجرم نے کس طرح کی منصوبہ بندی کرکے وہ جرم کیا اس طرح مجرم کی ذہنیت اور اس کی مجرمانہ نفسیات کا بھی کسی حد تک اندازہ ہوجاتا ہے جیمز کسی بوڑھے فلسفی کی طرح ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا اور میں نہایت غور سے اس کے دلائل سن رہا تھا وہ کہہ رہا تھا جس طرح مجرموں کی اپنی اپنی نفسیات ہوتی ہے بالکل اسی طرح جرم کی ایک اپنی الگ نوعیت ہوتی ہے پھر میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا مسٹر جیمز تمہارا نام جیمز برلاڈ ہے اس لیے صرف جیمز برلاڈ ہی رہو جیمز بانڈ بننے کی کوشش مت کرو اور میں نے جو پوچھا تھا اس کا جواب دو جیمز نے مسکراتے ہوئے کہا میں اسی طرف آرہا تھا تمہارے خیال کے مطابق جونی اور لیزا کا قتل ان کی سوتیلی ماں نے کرایا ہے اور وہ بھی صرف مسٹر جارج کی دولت پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے یعنی بچوں والی رکاوٹ اس نے پہلے ہی مرحلے میں دور کردی رہ گیا سر جارج والا مسئلہ تو اسے پھر کسی وقت بھی رستے سے ہٹایا جاسکتا ہے لیکن میں نے تمہارا یہ خیال اس لیے رد کردیا کہ میں پہلے ہی اس کا تجزیہ کرچکا ہوں ہم پولیس اسٹیشن پہنچ گئے تھے میں جیپ ایک طرف روک کر اپنے دفتر کی طرف بڑھ گیا جیمز بھی میرے ساتھ ہی تھا میں نے بیٹھتے ہی دو کافی کا کہا پھر جیمز سے مخاطب ہوا ہاں تمہارا تجزیہ کیا کہتا ہے جیمز چند لمحے خاموش رہنے کے بعد دوبارہ کہنے لگا جب ہم سر جارج کیساتھ ان کی کوٹھی میں پہنچے تھے تو ہمیں دیکھتے ہی مسز جارج ذرا گھبرا گئی تھیں میں نے انہیں نفسیاتی طور پر ٹریپ کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ عورت پیٹ کی بہت ہلکی ہے وہ اتنی گری ہرگز نہیں کہ کوئی سازش رچنے نمبر دو وہ کسی نہایت چھوٹے گھرانے کی

عورت ہے وہ پہلے اپنی اوقات اور سوچ سے بڑی پوسٹ پر پہنچ گئی اور اسے جتنا مل گیا ہے وہ اس کے تصورات سے کہیں زیادہ ہے اس لیے وہ اور زیادہ کا سوچ بھی نہیں سکتی اور سب سے بڑی بات یہ کہ اسے سر جارج کے گھر آئے صرف چند گھنٹے ہوئے تھے کہ جونی اور لیزا گھر چھوڑ کر چلے گئے اور ان چند گھنٹوں میں سر جارج اس کے ساتھ رہے ہوں گے لہٰذا وہ اتنی جلدی کرائے کے قاتل جونی اور لیزا کے پیچھے نہیں لگا سکتی تھی اسی وقت جم دو کپ کافی لے کر اندر داخل ہوا ایک کپ میں نے تھاما دوسرا جیمز نے اور جم خاموشی سے واپس چلا گیا جیمز ایک گھونٹ بھرتے ہوئے دوبارہ کہنے لگا اور فرض کرو اگر جونی اور لیزا کے قتل کی سازش مسز جارج نے کی تھی تو بات وہیں آجاتی ہے منصوبہ پلان یعنی وہ بہت سوچ سمجھ کر جونی اور لیزا کو اس طرح ختم کرواتی کہ ان کی موت ایک حادثہ معلوم ہوتی تاکہ پولیس تفتیش کرنے کی بجائے ان کی موت کو حادثاتی موت قرار دے کر فائل بند کر دیتی نہ کہ ان کو مروا کر انکی لاشیں کھیتوں میں پھنکواتی کہ پولیس تفتیش کرتی ہوئی اس کی گردن آدبوچے اور کیونکہ مجھے ایسا کوئی بھی نقطہ نہیں ملا جس سے ذرا بھی مسز جارج پر جائے کہ جونی اور لیزا کے قتل میں اس کی ذات ملوث ہے اس لیے میں نے تمہارے خیال کی تردید کی تھی جیمز کی دلیلیں تو واقعی ہی جاندار تھیں لیکن نہ جانے کیا وجہ تھی میرا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا جیمز تقریباً" آدھا گھنٹہ بیٹھنے کے بعد چلا گیا اور میں دوبارہ جونی اور لیزا کے قتل کے متعلق سوچنے لگا کہ آخر انہیں کسی نے کیوں قتل کیا اور ان کا قاتل کون ہو سکتا ہے لیکن میں شام تک کسی خاطر خواہ نتیجے تک نہ پہنچ سکا پھر تقریباً" شام کو پانچ ساڑھے پانچ بجے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آگئی اور ساتھ میں شیشے کی ایک ڈبیا پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق لڑکے کی موت پھیپھڑے پھٹنے کے باعث ہوئی تھی اس کے پھیپھڑوں پر انتہائی زور دار ضرب لگائی گئی تھی جس وجہ سے وہ چند ہی لمحوں میں ختم ہو گیا جب کے لڑکی کے بارے میں رپورٹ تھی کہ قاتل طاقت میں اس سے بہت ہی زیادہ تھا قاتل نے لڑکی کو پشت کے بل گرایا پھر اس کے پیٹ پر سوار ہو کر پہلے اس کا گریبان پھاڑا پھر اس کے سینے پر حملہ کر کے اس کا سینہ ادھیڑ کر رکھ دیا لیکن ڈاکٹر یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ مجرم نے قتل کے لیے کونسا آلہ قتل استعمال کیا ساتھ میں واضح الفاظ میں لکھا تھا کہ انسان کے جسم میں جتنا بھی گہرا

گھاؤ لگے اتنا خون نہیں بہتا کہ اس کی پوری باڈی خون سے خالی ہو جائے لیکن لڑکی کی رگوں میں خون موجود نہیں تھا اور جس مین رگ کے ذریعے دل پورے جسم کو خون پمپ کرتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی جنگلی جانور نے اس رگ میں دانت گاڑھ کر اسے بری طرح بھنبھوڑا ہو اور اسی رگ کے ذریعے پورے جسم کا خون نچوڑ لیا گیا ہو جب کہ لڑکی کو ہوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا تھا اور لڑکی کی ڈیڈ باڈی پر سے کپڑوں اور جمے ہوئے خون میں سے عجیب و غریب قسم کے بال دستیاب ہوئے تھے جو اس وقت شیشے کی ڈبیا میں میرے سامنے ٹیبل پر موجود تھے میں نے ڈبیا کھولتے ہوئے وہ ایک بال اٹھا کر دیکھا جس کی لمبائی ڈھائی سے تین انچ تک تھی وہ بال انتہائی موٹا اور کھردرا تھا اور وہ کوئی انسانی بال ہرگز نہ تھا میں سوچنے لگا کہ کیا ان دونوں قتلوں کے پیچھے کسی درندے کا ہاتھ ہے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا لاشیں وارثوں کے حوالے کرنے کے بعد تقریباً" 9 بجے رات کو میں گھر جانے ہی والا تھا کہ ٹیلیفون چیخ اٹھا میں نے ریسیور اٹھایا اور پرسکون لہجے میں بولا ایس انسپکٹر جان اسپیکنگ دوسری طرف سے بولنے والا شاید نہایت تکلیف میں تھا کیونکہ وہ بڑا ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا انسپکٹر صاحب یہاں رچرڈ پولٹری فارم میں ایک لاش پڑی ہے آپ فوراً" یہاں پہنچیں میرا دل دھک سے رہ گیا ایک اور قتل جیمز ڈیوٹی آف کر کے جا چکا تھا میں نے چند سپاہیوں کو ساتھ لیا اور فوراً" رچرڈ پولٹری فارم کی طرف روانہ ہو گیا رچرڈ پولٹری فارم بہت بڑا پولٹری فارم تھا اور آفس بگ سے تقریباً" تین کلومیٹر آگے تھا ویسے بھی رچرڈ میکی بہت معروف شخصیت تھی وہ کوئی چھوٹا موٹا آدمی نہیں تھا اس کی کئی ایسٹ لز تھیں اور اس کے پولٹری فارم میں قتل یہ بات ڈھکی چھپی نہ رہتی بہرحال کچھ دیر بعد ہم پولٹری فارم کے اندر تھے فارم میں صرف تین ملازم تھے جن میں سے ایک کے سر میں شدید چوٹ آئی تھی اس کا چہرہ خون سے تر تھا اور وہ بے ہوش پڑا تھا جب کے دوسرے کے کندھے کا جوڑ اکھڑ چکا تھا وہ انتہائی تکلیف میں تھا لیکن تھا ہوش میں اور تیسری ایک لاش پڑی تھی جس کی قمیض پھٹی ہوئی تھی اور سینے میں گہرا گڑھا نظر آرہا تھا خون اس کے سینے پر جما ہوا تھا اور کچھ زمین میں جذب ہو گیا تھا آنکھیں خوف سے کھلی کھلی سی تھیں لاش کی بالکل وہی حالت تھی جو حالت لیزا کی لاش کی تھی دونوں زخمیوں کو پہلے ہسپتال پہنچایا پھر میں نے ضروری کاروائی کرنے کے بعد لاش پوسٹ مارٹم

کے لیے روانہ کر دی ان ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں ہسپتال میں پہنچا جس شخص کا بازو ٹوٹا تھا اس کا نام جوزف تھا میں اس سے ملا اس نے جو تفصیلات بتائی وہ کچھ یوں تھی انسپکٹر صاحب پولٹری فارم میں صرف ہم تین ملازم ہیں آج کیونکہ سردی اور دھند کچھ زیادہ ہی تھی اس لیے ہم تینوں کوارٹر میں بیٹھے تاش کھیل رہے تھے پھر شاید کوئی آہٹ ہوئی لیکن ہم نے توجہ نہیں دی لیکن تمعون فوراً" اٹھ کر باہر نکلا تھا پھر ہمیں تمعون کی ہلکی سی چیخ سنائی دی تو میں اور ٹونی دونوں باہر کو بھاگے ہم باہر پہنچے تو ایک انتہائی حیران کن منظر دیکھا ایک عجیب الخلقت انسان تمعون پر سوار تھا اس کے جسم پر کوئی کپڑا نہیں تھا لیکن بال اتنے تھے کہ وہ اپنے بالوں میں چھپ کر رہ گیا تھا اور وہ تمعون کے سینے پر منہ رکھے گھٹنوں کے بل اس پر جھکا ہوا تھا اور تمعون اس کے نیچے آہستہ آہستہ تڑپ رہا تھا ہم لاٹھیاں سنبھالتے ہوئے للکارتے ہوئے اس کی طرف بڑھے ہم نے پیچھے سے اس پر حملہ کیا وار اتنے جاندار تھے کہ اگر وہ کسی انسان پر لاٹھیاں پڑتی تو یقیناً" وہ ایسا گرتا کہ کبھی نہ اٹھتا لیکن ہم حیران رہ گئے کہ لاٹھیاں اس کے جسم سے ٹکراتے ہی تین حصوں میں تقسیم ہو گئیں لیکن اسے کچھ اثر نہ ہوا اس نے پلٹ کر ہماری طرف دیکھا تو ہم خوفزدہ ہو گئے اس کا منہ اور ہاتھ تمعون کے خون سے تر تھے اس کے کھڑا ہونے سے پہلے ہی ہم اس پر سوار ہو گئے تھے اس نے ٹونی کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر دور پھینک دیا ٹونی کا سر اتنی زور سے دیوار سے ٹکرایا کہ وہ بے ہوش ہو گیا پھر اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر ایک طرف ہٹایا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس کی پکڑ شکنجے سے زیادہ سخت تھی اور اس کی طاقت کا اندازہ آپ یوں کر سکتے ہیں کہ اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر صرف ایک طرف ہٹایا تھا لیکن میرا بازو کندھے سے اکھڑ گیا پھر جب وہ کھڑا ہوا تھا اس کی جسامت دیکھ کر میں بری طرح دہشت زدہ ہو گیا اس کا قد کاٹھ جنگلی گوریلوں سے بھی زیادہ تھا فارم کی دیواریں چھ چھ فٹ بلند ہیں لیکن فرار ہوتے وقت اس نے دیوار کو چھوا تک نہیں اور اچھل کر چھ فٹ اونچی دیوار پھلانگتا ہوا فارم سے فرار ہو گیا میں بھی حیرت سے اس کا بیان سن رہا تھا اس کے بیان سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے شہر میں کوئی بھوت وارد ہو گیا ہو میں نے جوزف سے چند ایک سوال کیے پھر اسپتال سے باہر نکل آیا رات کے گیارہ بج رہے تھے دھند میں سڑک پر لگی اسٹریٹ لائٹ جگنو کی طرح مدھم نظر آرہی تھیں جسم کے ننگے

حصے سردی کی وجہ سے سن ہوتے جا رہے تھے جیپ انتہائی سست رفتاری میں چل رہی تھی میرا ارادہ سیدھا گھر جانے کا تھا سڑک دور دور تک ویران تھی ٹریفک بھی نہ ہونے کے برابر تھی اس کے باوجود میں نے سپیڈ کم رکھی تھی میں ہسپتال سے تقریباً" دو ڈھائی میل دور پہنچا ہوں گا کہ دائیں طرف کے کھیتوں سے ایک سایہ سا نکل کر یکایک جیپ کے آگے آگیا وہ شاید سڑک کراس کرنا چاہتا تھا لیکن میری گاڑی سے ٹکرا گیا میں نے فوراً" بریک لگائے پھر میں نے گاڑی کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی میں اس بھوت نما انسان کو دیکھ کر حیرت سے اچھل پڑا اس کا قد کم از کم بھی دس فٹ تھا اور جسم پر کسی ریچھ سے بھی زیادہ بال ہونگے اس کے چہرے پر جیسے درشتی اور سختی کے نقوش ثبت ہو کر رہ گئے تھے اس کے سر کے بال اور بے ترتیبی سے بڑھی ہوئی داڑھی نے اس کے چہرے کو اور بھی خوفناک بنا دیا تھا وہ میری گاڑی سے ٹکرا کر غراتے ہوئے میری طرف بڑھا اور میرا ہاتھ بے اختیار ہولسٹر میں موجود ریوالور کی طرف بڑھ گیا میں ابھی ریوالور نکال نہیں پایا تھا کہ اس نے مجھے گریبان سے پکڑ کر جیپ میں سے اٹھا کر سڑک پر پھینک دیا پولیس میں بھرتی ہونے سے پہلے انتہائی مشکل مرحلوں میں سے گزرا تھا اور مجھے سکھایا گیا تھا کہ خوفناک سے خوفناک اور شدید ترین خطرات میں گھبرانے کی بجائے کسی طرح اپنے ذہن کو پرسکون رکھتے ہوئے اپنا ڈیفنس کیا جاتا ہے جس وقت اس آدم خور بھوت نے مجھے اٹھا کر پھینکا تھا اس وقت میری حاضر دماغی اور میری پھرتی ہی مجھے بچا گئی ورنہ جس انداز میں اس نے مجھے سڑک پر پھینکا تھا لازم تھا کہ میری چھ سات ہڈیاں ٹوٹ جاتیں اس نے جیسے ہی مجھے اٹھا کر پھینکا میں نے فضا میں ہی اپنے جسم کو رول کیا اور اپنے دونوں پاؤں سڑک پر جما دیئے میں جیسے ہی پلٹا آدم خور بھوت نے اپنی کہنی میرے سینے میں مارنی چاہی میں فوراً" دو قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن آدم خور کے بازو بھی اس کے جسم کی مطابقت سے کافی طویل تھے پیچھے ہٹنے کے باوجود مجھے احساس ہوا کہ اس کی کہنی میرے سینے سے ٹکرا جائے گی بے اختیار میرے دونوں ہاتھ سامنے کی جانب اٹھ گئے اس کی کہنی میری دونوں ہتھیلیوں سے ٹکرائی مجھے چوٹ تو لگی بہرحال محسوس ہوا جیسے کسی بھینسے نے مجھے ٹکر مار دی ہو میں لڑکھڑا کر پیچھے پشت کے بل جا گرا اس آدم خور نے جھکتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اکڑا کر میرے سینے میں پیوست کرنی چاہیں اس کی انگلیوں پر خون جما ہوا تھا لیکن میں

فوراً" کروٹ بدل کر سائیڈ پر ہو گیا اس کی انگلیاں سڑک کو توڑتی ہوئی سڑک میں پیوست ہو گئی اگر مجھے ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو میرا سینا پھٹا ہوا ہوتا اور میرا خون اس آدم خور کی پیاس بجھانے کے کام آتا اور اگلے دن انسپکٹر جان پیٹر مختلف اخبارات کی سرخیوں میں نظر آتا میں اپنا بچاؤ کرنے کے ساتھ ساتھ اسے سمجھانے کی کوششیں کر رہا تھا کہ میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن شاید میری بات اس کے ذہن میں نہیں آ رہی تھی اور شاید وہ آدم خور بھوت بولنے کی بجائے صرف غرانا ہی جانتا تھا کیوں کہ وہ مسلسل غرا رہا تھا بار بار ناکام ہونے کی وجہ سے اس پر عجیب سی وحشت طاری ہو رہی تھی میں فوراً" اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس لمحے اس نے بھی اٹھتے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگا دی میں فوراً" ایک سائیڈ پر ہو گیا اور وہ سڑک کے کنارے لگے ہوئے درخت سے ٹکرا گیا فضا میں چند جھینگروں کے ساتھ اس کے غرانے کی آواز ابھر رہی تھی وہ غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا تین قتل کر چکا تھا اور اب میرے قتل کا ارادہ کیے ہوئے تھا وہ جس درخت سے ٹکرایا تھا پلک جھپکنے کی دیر میں اسے اکھاڑ کر پلٹا اور وہ درخت مجھ پر پھینک دیا میرے خوابوں میں بھی نہ تھا کہ وہ درخت اکھاڑ کر مجھ پر پھینک دے گا میں نے فوراً" ایک طرف چھلانگ دی جس کے نتیجے میں میں تنے کے نیچے آنے سے تو بچ گیا لیکن درخت کی شاخوں نے مجھے اپنی زد میں لے لیا درخت سردی اور دھند کی وجہ سے پانی سے تر ہو رہا تھا میرے کندھوں اور سر میں شدید چوٹیں آئی تھیں کندھوں پر سے وردی پھٹ گئی تھی سر میں خون کی ایک موٹی دھار نکل کر میرے دائیں رخسار کو بھگوتی ہوئی میری گردن سے سینے تک پہنچ گئی تھی اور کندھوں میں سے بھی خون رستا ہوا محسوس ہو رہا تھا مجھے اپنے کندھوں اور بازوؤں پر سخت جلن محسوس ہو رہی تھی وہ وحشیانہ انداز میں میری طرف بڑھ رہا تھا اس وقت ایک مسافر بس ہمارے بالکل قریب آ کر رکی اس میں سے چند مسافر اور ڈرائیور وغیرہ اترے تو مجبوراً" اس آدم خور بھوت کو فرار ہونا پڑا ان کی آنکھیں خوفزدہ تھیں اور وہ حیرت اور ستائش بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے یقیناً" وہ مجھے اور اس طویل القامت آدم خور کو ایک دوسرے کے مقابل دیکھ چکے تھے درخت گرنے کی وجہ سے سڑک بلاک ہو گئی تھی میں خاموشی سے جیپ میں بیٹھ کر اپنے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا جب کہ وہ مسافر وغیرہ مل کر سڑک پر گرے ہوئے درخت کو سائیڈ میں ہٹا رہے تھے

فلیٹ میں میرے ساتھ صرف ایک ملازم رہتا تھا میں رستے میں سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس جن زادے پر قابو پایا جا سکتا ہے وہ اپنے جسم میں بے پناہ طاقت رکھتا تھا اور میں اسے ہر حال میں زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا اور یہ ممکن نظر نہیں آتا تھا میرے دل میں ہلکا سا خوف بھی تھا ڈرائیونگ کرتے وقت میں محتاط نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ کہیں وہ آدم خور پھر کسی سائیڈ میں سے نکل کر سامنے نہ آ جائے اس نے کچھ ایسی برق رفتاری سے مجھ پر حملے کیے تھے کہ مجھے ریوالور نکالنے کی بھی مہلت نہ مل سکی میں فلیٹ میں پہنچا تو میرے ملازم جیک نے حیرانگی سے پوچھا سر یہ کیا آپ زخمی کیسے ہو گئے میں نے مختصراً" کہا کچھ نہیں ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا ایک درخت ٹوٹ کر اوپر آ گرا اور میں زخمی ہو گیا جیک فوراً" ہی فرسٹ ایڈ کا بکس اٹھا لایا اور میری مرہم پٹی کرنے لگا وردی اتار کر میں نے بنیان پہن لی اور ساتھ میں ٹراؤزر میرے کندھوں پر بھی کافی خراشیں آئی تھیں اور جیک ان خراشوں پر مرہم لگا رہا تھا کچھ دیر بعد میں نے کہا بس ٹھیک ہے جیک تم جاؤ اور میرے لیے کافی لے آؤ اور اپنے لیے بھی بنا لینا جیک اٹھ کر کچن میں چلا گیا اور میں پھر اس بھوت کے بارے میں سوچنے لگا کہ اسے کس طرح ٹریپ کیا جائے جب کہ اس کے کسی اڈے ٹھکانے کا بھی علم نہیں تھا وہ تین قتل کر چکا تھا اور مجھے بھی شدید زخمی کر چکا تھا لیکن اس کے باوجود ہم اس کے بارے میں مکمل اندھیرے میں تھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کون سی مخلوق سے تعلق رکھتا ہے کہاں سے آیا ہے کہاں رہتا ہے اور اچانک حملہ کرنے کے بعد کہاں روپوش ہو جاتا ہے تھوڑی دیر بعد جیک گرما گرم کافی کا کپ میرے سامنے رکھ کر دوبارہ اپنے کمرے میں چلا گیا اور میں گرم گرم کافی کی چسکیاں لینے لگا اس آدم خور بھوت کے بارے میں سوچتے سوچتے مجھے نیند آ گئی صبح اٹھا تو میری طبیعت بالکل فریش تھی ناشتہ کرنے کے بعد میں نے دوسری وردی پہنی جیک نے میرے سر پر نئی پٹی باندھی اور میں پولیس اسٹیشن روانہ ہو گیا دھند نے پورے شہر کو ایک غلاف کی طرح لپیٹ رکھا تھا میں نے کانوں کے گرد مفلر لپیٹ رکھا تھا ماتھے پر کیپ جھکا رکھی تھی ماحول بالکل دھندلا دھندلا نظر آ رہا تھا پندرہ منٹ کا فاصلہ میں نے 35 منٹ میں طے کیا اور پولیس اسٹیشن پہنچ گیا دفتر میں پہنچا تو جیمز کو دیکھ کر چونک پڑا وہ پہلے ہی میرے آفس میں بیٹھا ہوا تھا پھر مجھے دیکھ کر وہ بھی چونک پڑا اور میرے سر پر بندھی ہوئی پٹی کو دیکھ کر حیرت سے

بولا تم نے بتایا ہی نہیں شادی بھی کر لی میں نے اس کے غیر متوقع سوال پر حیرت سے کہا تم سے یہ کس نے کہا میں نے شادی کر لی ہے جیمز معنی خیز انداز میں میرے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا بھئی یہ سر پر بندھی ہوئی پٹی تو یہی بتا رہی ہے کہ تمہاری بیگم نے آج تم پر پرچوں اور پیالوں سے حملہ کیا اور میں بے اختیار ہنس پڑا میری چھوڑو تم سناؤ کیا بھابی نے صبح صبح ہی گھر سے نکال باہر کیا جو تم آج صبح ہی صبح میرے آفس میں نظر آ رہے ہو جیمز نے میرے سوال کے جواب میں اخبار میرے سامنے کر دیا اخبار کے فرنٹ پیج پر لگی ہوئی سرخی پر نظر ڈالتے ہی میں چونک پڑا میں اخبار تھامتے ہوئے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا لکھا تھا شہر میں آدم خور بھوت کی آمد چوبیس گھنٹے میں تین قتل اور نیچے جس ڈرامائی انداز میں تفصیل لکھی تھی اسے پڑھتے ہی دل پر خوف طاری ہونے لگا فون کی گھنٹی بجی میں نے ریسیور اٹھایا یس انسپکٹر جان اسپیکنگ دوسری طرف کمشنر صاحب تھے انسپکٹر جان کیا جیمز تمہارے دفتر میں ہے یس سر تم دونوں فوراً" میرے آفس میں پہنچو اور رابطہ منقطع ہو گیا میں نے معصوم نظروں سے جیمز کی طرف دیکھا وہ بھی نہایت معصومیت سے بولا چلیں میں نے کہا چلیں مجبوری ہے پھر ہم مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کمشنر صاحب کافی مضطرب نظر آ رہے تھے ہم نے پہلے تو جاتے ہی زوردار سلیوٹ کیا کمشنر صاحب نے ترچھی نگاہوں سے ہمیں دیکھا بیٹھو اور ہم خاموشی سے دو کرسیوں پر بیٹھ گئے مسٹر جان مسٹر جیمز کیا تم دونوں نے آج کا اخبار پڑھا ہے میرے بولنے سے پہلے ہی جیمز بول پڑا نو سر اور اسی وقت میں نے کہہ دیا یس سر کمشنر صاحب نے ہم دونوں کو گھور کر دیکھا جیمز نے پھر فوراً" کہا سر جان اخبار پڑھ رہا تھا میں ابھی پڑھنے والا تھا کہ آپ نے بلا لیا کمشنر صاحب نے اخبار غصے سے جیمز کی طرف پھینکا پڑھو کیا لکھا ہے کیسے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی مٹی پلید کی جا رہی ہے اور جیمز اخبار اٹھا کر پڑھنے میں مصروف ہو گیا پھر کمشنر صاحب مجھ سے مخاطب ہوئے مسٹر جان یہ آدم خور بھوت کے نام سے جو پبلک کو خوفزدہ کیا جا رہا ہے اس کا مطلب کیا ہے اور ان تین قتلوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے رچرڈ پولٹری فارم میں جو قتل ہوا تھا اور اس کے ساتھ جو کہانی سننے میں آ رہی ہے وہ سب کیا بکواس ہے یہ سب کیا ہے سر وہ بکواسیات نہیں بلکہ حقیقت ہے میرے اس جواب پر کمشنر صاحب تقریباً" اچھل پڑے وٹ یو مین یس سر میرا اس بھوت نما

انسان سے سامنا ہو چکا ہے اور میرے سر پر بندھی ہوئی پٹی اس بات کا ثبوت ہے جیمز نے ایک ذرا میری طرف دیکھا اور پھر نظریں اخبار پر جما دی سر کل رات اس نے مجھے ختم کرنے کی کوشش کی لیکن میری قسمت اچھی تھی جو میں بچ گیا پھر میں انہیں سارے واقعات سنانے لگا لیکن جیمز اسی طرح اخبار پڑھتا رہا کمشنر صاحب بڑی حیرانگی اور توجہ سے میری رپورٹ سن رہے تھے رپورٹ سنانے کے بعد میں خاموش ہو گیا کمشنر صاحب چند لمحے سوچتے رہے پھر بولے ٹھیک ہے تم دونوں اسے گرفتار کرنے کی کوششیں کرو جیمز نے فوراً" اخبار ایک طرف پھینکا نو سر نو کمشنر صاحب نے اسے گھورا تو وہ نہایت نرم لہجے میں بولا سر میرا مطلب ہے اسے کس طرح گرفتار کر سکتے ہیں جو مخلوق پلک جھپکتے ایک تناور درخت جڑ سے اکھاڑ ڈالے اسے قابو میں کرنا ناممکن سی بات ہے اور پھر اس کے جسم میں اتنی طاقت اتنی پاور ہے کہ وہ ایک لمحے میں گرانڈیل ہاتھی (Elephant) کی ایک ہی ہاتھ سے گردن توڑ کر رکھ دے ایسے میں اسے زندہ گرفتار کرنا اس پر قابو پانے کی کوششیں کرنا گویا خودکشی کے مترادف ہے کمشنر نرم لہجے میں بولے میں نے کہا ہے کوششیں کرو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اسے گولی مار دو لیکن جو بھی کرنا ہے فوراً" کر گزرو ہم دونوں نے بیک وقت کڑک لہجے میں کہا یس سر پھر ہم نے اٹھ کر سلیوٹ کیا اور کمرے سے باہر آ گئے میں اپنے دفتر میں پہنچا جیمز بھی میرے ساتھ ہی تھا ہاں تو جان صاحب اب آپ کے کیا ارادے ہیں جیمز نے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کیا جائے ہوں تو تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا اور ادھر کمشنر صاحب پلک جھپکتے اس مجرم کو اپنے سامنے دیکھنا چاہتے ہیں- ہاں کمشنر صاحب تو کرسی پر بیٹھے یوں حکم دیتے ہیں جیسے ہم پولیس افسر نہیں بلکہ جادوگر ہیں کہ ادھر منتر پڑھا اور ادھر مجرم حاضر اب یہی دیکھ لو خود تو آرام سے ہاٹ روم میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ہمیں کہہ رہے ہیں فوراً" اس آدم خور کو گرفتار کرو جیسے کہ وہ کوئی سڑک کے کنارے لگا ہوا پتھر کا مجسمہ ہے کہ جاتے ہی ہتھکڑی لگائیں اور لے آئیں مسٹر جان پیٹر اگر کوئی پتھر کا مجسمہ نہیں ہے تو ہوا کا جھونکا بھی نہیں ہے جو نہ تو ہمیں نظر آئے گا اور نہ ہماری گرفت میں آئے گا آخر کس طرح گرفت میں آئے گا کس طرح ہم اسے گھیر سکتے ہیں جب کہ ہمارے سامنے کوئی لائن آف ایکشن ہی نہیں آخر ہم اس کا سراغ لگائیں تو لگائیں کس طرح کافی دیر تک ہم مختلف

پہلوؤں پر غور کرتے رہے پھر جیمز روانہ ہوگیا اور میں بھی فلیٹ پر پہنچ گیا جیک نے ماحول کے مطابق کافی پلائی پھر اپنے کمرے میں چلا گیا مختلف سوچوں میں الجھتے ہوئے رات کے کسی پہر مجھے نیند نے آدبوچا اور میں ہر قسم کی سوچوں سے آزاد ہوگیا دماغ اور جسم بالکل پرسکون ہوگیا وقتی طور پر چند گھنٹوں کے لیے ہی سہی لیکن بہت سے جھنجھٹوں سے نجات مل گئی تھی کہتے ہیں آنے والے طوفان سے پہلے خاموشی چھا جاتی ہے ماحول پرسکون ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح ماحول پرسکون تھا ہر طرف خاموشی لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ سکون کے لمحات ختم ہوگئے صبح ہوتے ہی میری آنکھ کھل گئی ناشتہ تیار تھا میں نے دل لگا کر ناشتہ کیا اور پولیس اسٹیشن روانہ ہوگیا مجھے آفس میں پہنچے ہوئے بامشکل ایک گھنٹہ گزرا ہوگا کہ آفس کے پرسکون ماحول میں ٹیلیفون کی گھنٹی نے چیخنا شروع کردیا میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا یس انسپکٹر جان سپیکنگ پھر دوسری طرف سے جو کچھ میں نے سنا اس کی وجہ سے ایک دفعہ تو میرا دماغ ہل کر رہ گیا اور قتل میں نے ابھی ریسیور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی پھر بج اٹھی اس دفعہ بھی کسی نے قتل کے بارے میں ہی اطلاع دی تھی لیکن یہ قتل کہیں اور ہوا تھا چند منٹوں میں ہی پولیس اسٹیشن میں ہلچل مچ گئی سپاہی گاڑیوں میں سوار ہونے لگے اس دشمن آدم نے ایک ہی رات میں شہر میں مختلف مقامات پر سات انسانوں کو مار ڈالا تھا ایک ہی رات میں سات قتل کوئی معمولی بات نہیں حالات کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتا شہر کی سڑکوں پر پولیس کی گاڑیاں دوڑ رہی تھیں جگہ جگہ سے لاشیں اٹھا کر ہسپتال پہنچائی جا رہی تھیں سات لاشوں میں سے ایک لاش عورت کی تھی باقی سب مرد تھے جن میں سے دو کا سینہ پھٹا ہوا تھا لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کرنے کے بعد میں پولیس اسٹیشن آگیا ذہن منتشر ہو چکا تھا لاشیں اٹھاتے اور قانونی کاروائی کے دوران جیمز میرے ساتھ تھا لیکن اب اس کی بھی کچھ خبر نہ تھی سہ پہر دو بجے ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا تھا دو بج رہے تھے یعنی اجلاس میں شرکت کے لیے صرف ایک گھنٹہ باقی تھا پھر آہستہ آہستہ وہ ایک گھنٹہ بھی گزر گیا پونے تین بجے میں اٹھ کر میٹنگ ہال کی طرف چل پڑا یہاں بہت سے لوگ اجلاس میں شرکت کے لیے موجود تھے جن میں ٹی وی اور پریس والے بھی شامل تھے اجلاس شروع ہونے سے چند منٹ پہلے جیمز بھی ہال میں پہنچ گیا اور میرے برابر آکر بیٹھ گیا اس کے چہرے پر معمول کے خلاف مسکراہٹ کی بجائے گہری سنجیدگی کی پرچھائیاں نظر آرہی تھی تھوڑی دیر بعد کمشنر صاحب مائیک کے سامنے آئے تو ہال میں بالکل خاموشی چھائی کیمرے آن ہوگئے اور ہال میں کیمروں کے فلیش چمکنے لگے پھر چند لمحوں بعد ہال میں کمشنر صاحب کی آواز گونجی یقیناً" آپ لوگوں کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ ہنگامی اجلاس کیوں طلب کیا گیا ہے شہر میں ہونے والی وارداتوں کا ہمیں سخت افسوس ہے جس بے دردی اور بے رحمی سے انسانوں کا خون بہایا جا رہا ہے یہ انتہائی قابل افسوس بات ہے کمشنر صاحب کے دوبارہ بولنے سے پہلے ہی ایک صحافی بول پڑا کمشنر صاحب سنا ہے وارداتوں کے پیچھے کسی آدم خور کنگ کانگ کا ہاتھ ہے اور اگر یہ حقیقت ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ آدم خور آیا کہاں سے جب کے شہر کے دور یا نزدیک کوئی جنگل نہیں ہے بھلا آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے..... آپ نے بالکل صحیح سنا ہے ویسے بھی اتنی بے دردی اور اور بے رحمی کی توقع کسی انسان سے نہیں کی جاسکتی رہی بات یہ کہ وہ آدم خور آیا کہاں سے تو میرے خیال کے مطابق اسے اس شہر میں لانے والی کوئی ملک دشمن تنظیم ہی ہو سکتی ہے اور عنقریب تمام سچائی آپ کے سامنے ہوگی دوسرے کونے سے ایک اور صحافی اٹھ کر بولا کمشنر صاحب آپ کو ان تمام وارداتوں کا افسوس ہے پچھلے 32 گھنٹوں کے درمیان شہر میں دس قتل ہو چکے ہیں اور مجرم ابھی تک آزاد گھوم رہا ہے ہو سکتا ہے وہ آئندہ بتیس گھنٹوں میں دس اور معصوم اور بے گناہ شہریوں کی زندگی کو فنا کردے آپ نے ان بے گناہ لوگوں کے تحفظ کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں۔ آپ کی بات اپنی جگہ درست ہے لیکن ہم بھی کوئی ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھے ہماری پوری پولیس فورس حرکت میں آچکی ہے اور ہمیں اس آدم خور کو دیکھتے ہی گولی مار دینے کے آڈر ملے ہیں اور مجھے امید ہے جلد ہی کوئی اچھی خبر ملے گی آخر ڈیڑھ گھنٹے بعد اجلاس ختم ہوگیا اور کمشنر صاحب نے ہمیں آفس میں بلا کر اچھی خاصی جھاڑ پٹی کی اور کہا پوری پولیس فورس کو پارٹیوں کی شکل میں پورے شہر میں پھیلا دو آئندہ چوبیس گھنٹوں میں مجھے وہ آدم خور چاہیے زندہ یا مردہ پولیس اسٹیشن میں بتیس سپاہی تھے میں نے چار چار سپاہیوں کی سات ٹولیاں بنائیں اور ان کو حکم دیا کہ اس آدم خور کو دیکھتے ہی گولیوں سے اڑا دو باقی چار سپاہیوں کو پولیس اسٹیشن چھوڑ کر میں بھی جیمز کے ساتھ شہر گردی کرنے لگا ہم دونوں کے پاس

ریوالور تھے اور فالتو کارتوس بھی شہر کی سڑکوں پر وہی دھند کے خنک بادل چھائے ہوئے تھے وردیوں کے اوپر ہم نے اوور کوٹ پہن رکھے تھے سر پر فلیٹ ہیٹ ہاتھوں پر دستانے اس کے باوجود سردی ہم سے مذاق کر رہی تھی بازار سرشام بند ہوگئے اکا دکا دکانیں کھلی ہوئیں تھیں حالانکہ یہ وہی بازار تھے جو ساری ساری رات کھلے رہتے تھے اور ہر وقت یہاں رش نظر آتا تھا لیکن سردی نے بازاروں کے حسن کو ختم کر ڈالا تھا ہم دونوں شہر کی مختلف سڑکوں پر گھومتے رہے لیکن وہ دشمن آدم آدم خور کہیں نظر نہ آیا آخر تھک کر ہم ایک کیفے میں جا بیٹھے اندر ہیٹر جل رہے تھے اور اندر کی حرارت ہمیں بے حد لذت افروز معلوم ہو رہی تھی میں نے دو کپ کافی طلب کی اور موجودہ حالات پر جیمز سے گفتگو کرنے لگا جیمز نے کہا جان کیا تمہیں امید ہے کہ ہم کسی بھی طرح اس جنگلی درندے کو قابو کر سکیں گے یا اسے مار سکیں گے کیوں نہیں اسے زندہ قابو کرنا تو ناممکن سی بات ہے لیکن ہم اسے گولی مار کر ختم تو کر سکتے ہیں لیکن جان میں چاہتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح سے اسے زندہ گرفتار کرلیا جائے میں نے حیرت سے کہا وہ کیوں بس ویسے ہی میرا دل نہیں چاہتا کہ ہم اسے ختم کریں یہ تو کوئی بات نہ ہوئی میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ کس قدر طاقتور ہے پچاس آدمی مل کر بھی اسے قابو میں نہیں کر سکتے پھر بھلا ہم اسے زندہ گرفتار کیسے کر سکتے ہیں میری بات ختم ہوتے ہی ویٹر دو کپ کافی کے ٹیبل پر رکھ کر چلا گیا جیمز نے کپ اٹھایا ایک گھونٹ بھرا غور سے کپ کی طرف دیکھنے لگا کپ میں سے دھواں بل کھا کر اٹھ رہا تھا اور وہ ایک ٹک دھوئیں کو گھور رہا تھا اور میں غور سے جیمز کی طرف دیکھ رہا تھا پھر وہ کپ کو اپنے ناک کے پاس کر کے سونگھنے لگا پھر وہ میری طرف دیکھ کر مسکرایا جان ذرا اپنے کپ کو سونگھو میں نے حیرت سے پہلے اس کی طرف دیکھا پھر اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کپ کو دیکھا جس میں سے ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا میں نے کپ کو چہرے کے قریب کرکے سونگھا انتہائی دل نشین کیف آور خوشبو آرہی تھی جیمز نے مسکراتے ہوئے کہا خوشبو آرہی ہے ہاں آرہی ہے پر اس میں ایسی خاص بات کیا ہے میں ابھی تک جیمز کا اشارہ نہیں سمجھ سکا تھا جان اب تمہارا کیا خیال ہے ہم اس آدم خور کو زندہ گرفتار کر سکتے ہیں یا نہیں وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے زیر لب مسکرا رہا تھا میں اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا میری نظر ایک بار پھر کپ پر پڑی اب کافی میں دھواں نہیں اٹھ رہا تھا میرے دماغ میں جیمز کے الفاظ گونج رہے تھے دھواں خوشبو دھواں خوشبو میرے ذہن میں فوراً" ایک خیال آیا دھواں گیس کلوروفام بے ہوشی میں نے چونک کر جیمز کی طرف دیکھا وہ مسکرا رہا تھا پھر میں بھی بے اختیار مسکرا اٹھا جیمز میرا خیال ہے آج کل شرلاک ہومز کے جاسوسی ناول پڑھ رہے ہو ویسے تمہارا خیال اچھا ہے ہم اسے گیس گرنیڈ کے ذریعے قابو میں کر سکتے ہیں یہ شرط کہ ہمارے مقابل آنے سے پہلے کوئی اسے گولی نہ مار دے تو چلو پھر فوراً" چلیں ہم نے جلدی جلدی کافی ختم کی ایک چھوٹا نوٹ کپ کے نیچے دبا دیا اور کیفے سے باہر نکل آئے باہر نکلتے ہی بے اختیار میرے دانت بج رہے انتہائی شدید سردی محسوس ہو رہی تھی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے مجھے برف کے بلاک میں جکڑ دیا ہو اور میری روح جسم سے نکل کر کہیں یخ بستہ وادیوں میں پہنچ گئی ہو۔ بہرحال ہم فوراً" پولیس اسٹیشن پہنچے حالات شہر کے کچھ ایسے تھے کہ ہمیں فل پاور اختیارات دیئے گئے تھے لہٰذا بغیر قانونی کاروائی کے ہم نے اسلحہ خانہ سے آٹھ دس گیس گرنیڈ لے کر ایک چمڑے کے تھیلے میں ڈالے اور واپس چل پڑے جس وقت ہم پولیس اسٹیشن سے نکلے تھے اس وقت گیارہ بج کر چالیس منٹ ہو رہے تھے یہ گیس گرنیڈ انتہائی زود اثر تھے ایک گرنیڈ میں اتنی زود اثر گیس تھی کہ جہاں یہ پھینکا جاتا وہاں صرف 3 سیکنڈ کے اندر اندر یہ ستر اسی گز کے حصے میں موجود ہر جاندار کو بے ہوش کر دیتی تھی اور گیس زود اثر ہونے کی وجہ سے کوئی بھی انسان بارہ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آسکتا تھا لیکن ہم نے احتیاط" آٹھ دس گرنیڈ ساتھ لے لیے تھے لیکن ظاہر ہے یہ گرنیڈ تب ہی کام آتے جب ہمارا اس آدم خور سے سامنا ہوتا لیکن وہ ہمیں کہیں نظر نہیں آرہا تھا ہم ایک گلی سے دوسری اور دوسری سے تیسری میں داخل ہوتے گئے دوبارہ ہمیں پولیس والوں کی علیحدہ علیحدہ ٹولیاں نظر آئیں لیکن انہیں بھی وہ کہیں نظر نہیں آیا تھا پھر ہم ایک گلی میں سے ہوتے ہوئے مین روڈ پر آگئے گرنیڈ والا تھیلا جیمز نے اپنے کمر کے پیچھے لٹکا رکھا تھا ہم چلتے ہوئے شہر سے باہر جانے والی سڑک پر آگئے ٹریفک بھی بالکل بند تھی سڑک کے کنارے لگی ہوئی سٹریٹ لائٹ کی روشنی دھند کی وجہ سے کسی جگنو کی طرح نظر آرہی تھی ہر طرف خاموشی تھی سناٹا تھا اور اندھیرا تھا ہم آپس میں باتیں کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ اپنے

پیچھے ہلکی سی آہٹ سن کر فوراً پلٹے اور پلٹتے ہی ہمارے ہاتھ بے اختیار ریوالوروں کی طرف بڑھ گئے وہ ہم سے صرف تین چار گز کے فاصلے پر کھڑا تھا انتہائی طویل قد و قامت ہم اس کے سامنے بونے سے لگ رہے تھے وہ ہمیں عجیب سی نظروں سے گھور رہا تھا جیسے ہمیں سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو ہم اپنے ریوالور نکال چکے تھے لیکن اپنی اپنی جگہ ساکت کھڑے تھے جیمز نے فوراً ریوالور واپس ہولسٹر میں رکھا اور پیچھے سے گرنیڈ والا تھیلا اتارنے لگا وہ بھی شاید خطرہ محسوس کر چکا تھا اس لیے غراتے ہوئے اس نے ہم پر چھلانگ لگائی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی چٹان اڑتی ہوئی ہماری طرف آئی ہو بے اختیار میری انگلی ٹریگر پر دب گئی رات کے پرسکون ماحول میں ریوالور چلنے کی آوازیں گونجی جیسے کہ توپ چلی ہو میں اور جیمز اچھل کر سائیڈ پر ہو گئے لیکن شاید گولی اسے نہیں لگی تھی کیوں کے سڑک پر گرتے ہی وہ فوراً اٹھ کر ایک طرف دوڑ پڑا تھا اس کے دوڑنے سے دھپ دھپ کی آواز آرہی تھی اور وہ اس تیز رفتاری سے دوڑا تھا کہ کوئی انسان تصور بھی نہیں کر سکتا میں نے اس کی ٹانگ کا نشانہ لیکر دوبارہ فائر کیا لیکن دوڑنے کی وجہ سے شاید نشانہ دوبارہ غلط ہو گیا ہم دونوں بھی فوراً اس کے پیچھے دوڑے جیمز کو اتنی مہلت ہی نہیں ملی تھی کہ وہ اس پر گرنیڈ پھینکتا اور جب تک وہ کمر پر سے تھیلا اتارتا وہ فرار ہو چکا تھا ہم دوڑتے دوڑتے چوک تک پہنچ گئے لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں تھا گرنیڈوں والا تھیلا جیمز کے ہاتھ میں جھول رہا تھا تھوڑی دیر دوڑنے کی وجہ سے ہماری سردی دور ہو گئی تھی جیمز تم نے اسے دوڑتے ہوئے دیکھا تھا ہاں میری زندگی کا یہ حیرت انگیز کیس ہے اور انتہائی انوکھا تجربہ اس کے دوڑنے کی رفتار کم از کم بھی ساٹھ ستر میل فی گھنٹہ ضرور ہو گی پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا ہمیں دوسری طرف کی سڑک پر سے فائرنگ کی آواز آئی اور ہم بے اختیار ادھر دوڑ پڑے پھر ہم دوسری سڑک پر پہنچے تو ہماری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہ ہم سے چند قدم کے فاصلے پر تھا اور اس کے نیچے ایک سپاہی کا جسم تڑپ رہا تھا اور اس سے چند قدم کے فاصلے پر باقی تین سپاہی کھڑے اس پر فائرنگ کر رہے تھے لیکن اس پر گولیوں کا کوئی اثر نہیں تھا وہ انتہائی پرسکون انداز میں سپاہی کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہا تھا وہ اس قدر مطمئن نظر آرہا تھا جیسے اس کے آس پاس کوئی تیسرا آدمی موجود ہی نہ ہو جیمز نے چیختے ہوئے بلند آواز سے سپاہیوں کو مخاطب کیا رک جاؤ فائرنگ بند کرو اپنے سانس روک لو اور دور ہو جاؤ یہاں سے دور ہو جاؤ میں گیس فائر کر رہا ہوں اس کے ساتھ ہی فائرنگ بند ہو گئی اور سپاہی الٹے قدموں واپس دوڑ پڑے میں نے بھی سانس روک لی جیمز نے تھیلے میں سے گرنیڈ نکالا اس کی کیپ ہٹائی ہلکا سا دھواں اٹھا اور اس نے وہ گرنیڈ اس آدم خور کی طرف اچھال دیا ویسے تو ایک گرنیڈ ہی کافی تھا لیکن شاید جیمز شک و شبے کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا تھا اس نے یکے بعد دیگرے تین گرنیڈ پھینکے اور سانس روکے خاموشی سے اس آدم خور کی طرف دیکھنے لگا چند لمحوں بعد ہی وہ آدم خور تڑپ کر سیدھا ہوا اس کا چہرہ خون سے تر تھا اور ایسے ٹائم اس کی شکل دیکھ کر دل پر دہشت سی طاری ہو گئی پہلے تو وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر فوراً ایک طرف کو دوڑ پڑا لیکن چند قدم دوڑنے کے بعد ہی اس کے قدم ڈگمگا گئے اور وہ منہ کے بل گر پڑا ایک تو اس گیس کی یہ خاصیت تھی کہ یہ انتہائی زود اثر ہونے کے باوجود ایک منٹ کے اندر اندر فضا میں اس کے مضر رساں اثرات ختم ہو جاتے تھے پھر یہ ایک پر فضا کھلی جگہ تھی اس کے باوجود ہم نے دو ڈھائی منٹ تک اپنے سانس روکے رکھے پھر آہستہ آہستہ ہم سانس لینے لگے اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے سڑک پر اس جانباز سپاہی کی ادھڑی ہوئی لاش پڑی تھی اور چند قدم کے فاصلے پر اس کا قاتل بے سدھ پڑا ہوا تھا اس کے جسم پر اس قدر بال تھے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آرہا تھا ہم انتہائی چوکنے انداز میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگے وہ بے ہوش تھا لیکن ہم اس لیے چوکنے انداز میں آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگے وہ بے ہوش تھا لیکن ہم اس لیے چوکنے تھے کہ ہم پر اس کی وحشت چھائی ہوئی تھی میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اس کی طرف بڑھتے ہوئے میری ٹانگیں پھول رہی تھیں مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی اٹھے گا اور ہماری گردنیں دبوچ لے گا پھر ہمارا حال بھی اس سڑک پر پڑی ہوئی لاش جیسا ہو گا ہم آہستہ آہستہ اس کے پاس پہنچ گئے اس کی دونوں آنکھیں بند تھیں چہرے پر خون جما ہوا تھا لیکن اس کے باوجود وہ انتہائی معصوم لگ رہا تھا اس کے چہرے پر بچوں کی سی معصومیت تھی جیمز نے آگے بڑھ کر اسے ایک زوردار ٹھوکر ماری اور اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن وہ اسی طرح پڑا رہا پھر جیمز نے مجھے مخاطب کیا یہ بے ہوش ہو چکا ہے لہٰذا اسے فوراً پولیس

اسٹیشن لے جانا چاہیے ٹھہرو میں انہیں آواز دیتا ہوں پھر وہ بلند سے سپاہیوں کو بلانے لگا میں نے وائرلیس سے پولیس اسٹیشن رابطہ کیا اور پولیس جیپ طلب کی پھر وائرلیس آف کر دیا چند لمحوں بعد ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی پھر وہ تینوں سپاہی ہمارے قریب آگئے وہ کبھی سڑک پر پڑی ہوئی لاش کو دیکھتے اور کبھی بے ہوش آدم خور کو ان کے چہرے خوف زدہ ہوئے پڑے تھے چند منٹوں کے بعد ہی پولیس جیپ آگئی میں نے ان سپاہیوں سے کہا کہ وہ لاش کو اور آدم خور کو اٹھا کر جیپ میں ڈالیں مردہ سپاہی کو تو انہوں نے فوراً اٹھا کر جیپ میں ڈال دیا لیکن اس آدم خور کے قریب آنے سے وہ گھبرا رہے تھے پھر میں اور جیمز آگے بڑھے تو ان کو کچھ حوصلہ ہوا وہ آدم خور اتنا وزنی تھا کہ ہم پانچ آدمیوں نے اسے بامشکل اٹھا کر جیپ میں ڈالا اس کے بدن سے عجیب سڑی سڑی بدبو آرہی تھی پولیس اسٹیشن پہنچتے پہنچتے میں بار بار اس آدم خور کی طرف دیکھتا رہا کہ کہیں اسے ہوش تو نہیں آرہا پولیس اسٹیشن پہنچ کر ہم نے بامشکل اسے حوالات تک پہنچایا اور سپاہی کی لاش کو ہسپتال روانہ کر دیا پھر میں اور جیمز لوہے کا زیور لے کر حوالات میں داخل ہو گئے میں نے اسے ہتھکڑی پہنانا چاہی لیکن ہتھکڑی اس کی کلائیوں سے بہت چھوٹی تھی اور جو بیڑیاں اور طوق گلے میں ڈالے جاتے ہیں وہ ہم نے اس کے ہاتھوں اور پیروں میں ڈالے اسے زنجیروں سے اچھی طرح جکڑنے کے بعد ہم نے مطمئن ہو کر حوالات کو تالا لگا دیا اور حوالات کے باہر چار سپاہیوں کی ڈیوٹی لگا کر ہم اپنے اپنے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گئے جیک اپنے کمرے میں سو رہا تھا مجھے بھی انتہائی زیادہ نیند آرہی تھی میں نے وقت دیکھا رات کے تین بج رہے تھے میں نے ڈریس چینج کیا اور بستر پر لیٹتے ہی نیند کی وادیوں میں گم ہو گیا یہ بات بھی حیرت انگیز تھی کہ اس پر گولیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا لیکن میں نے اس بات پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی لیکن یہ بات سوچنے کی تھی کہ وہ تو برہنہ بدن تھا جسم پر کوئی کپڑا نام کی چیز نہیں تھی اس لیے یہ سوچنا تو ایک انتہائی احمقانہ بات ہوتی کے اس نے بلٹ پروف جیکٹ استعمال کی ہو گی تو پھر آخر کار ایسی کون سی وجہ تھی جو اس پر سیون ایم ایم کی گولیاں بھی کارگر ثابت نہ ہوئیں بہرحال اسے گرفتار کرنے کے بعد میری ذمہ داری ختم ہو گئی تھی اور جب آدمی کو کوئی پریشانی نہ ہو کوئی فکر نہ ہو تو ایسے میں نیند بھی بڑے مزے کی آتی ہے میں بھی دنیا کے جھمیلوں سے بے نیاز ہو کر سویا تو کچھ احساس ہی نہ ہوا کہ وقت کتنی تیزی سے گزرا پھر میری آنکھ اس وقت کھلی جب جیک نے مجھے اٹھایا صاحب جی آپ کا ٹیلیفون ہے اور ریسیور میری طرف بڑھا دیا میں نے ایک کہنی بیڈ پر ٹیکتے ہوئے ریسیور تھام لیا یس جان سپیکنگ دوسری طرف سے ایک گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی وہ ..... آ..... آ..... آدم خور حوالات سے فرار ہو گیا ہے میں تڑپ کر اٹھ بیٹھا کیا کہہ رہے ہو کیسے فرار ہو گیا پھر دوسری طرف جواب سننے سے پہلے ہی میں نے کہا تم انتظار کرو میں ابھی پہنچ رہا ہوں ریسیور جیک کو پکڑاتے ہوئے میں اٹھ کھڑا ہوا جیک تم خود صرف اپنے لیے ناشتہ تیار کرنا میں باہر ہی کر لوں گا ٹھیک ہے صاحب اور جیک کمرے سے باہر نکل گیا اور میں وردی پہننے لگا صبح کے سوا چھ بج رہے تھے میں بامشکل تین گھنٹے سویا تھا میں نے وردی کے اوپر اوور کوٹ پہنا سر پر ہیٹ رکھا اور دستانے پہنتے ہوئے باہر نکل گیا باہر ابھی دن کا اجالا نہیں پھیلا تھا تقریباً بیس منٹ بعد میں پولیس اسٹیشن پہنچ گیا۔

پولیس اسٹیشن پہنچتے ہی میرا دماغ بھک سے اڑ گیا پولیس اسٹیشن میں اچھی خاصی توڑ پھوڑ ہوئی آٹھ دس سپاہی تھے جانی نقصان تو نہیں ہوا تھا لیکن ان آٹھ دس سپاہیوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو زخمی نہ ہوا ہو پولیس اسٹیشن کی حالت دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دو مخالف پارٹیوں میں اچھا خاصا تصادم ہوا ہو حوالات کا پورا گیٹ فرش پر اکھڑا پڑا تھا اور ارد گرد سیمنٹ اور اینٹیں بکھری پڑی تھیں اور جہاں ہم نے اس آدم خور کو زنجیروں میں جکڑا تھا وہاں پر زنجیروں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے جونی نے میرے پاس آکر مجھے سلیوٹ کیا اس کے ماتھے پر خون جم رہا تھا اور سر پر کپڑے کی پٹی بندھی ہوئی تھی یہ سب کیسے ہوا۔ سر تقریباً صبح ساڑھے پانچ بجے میں یہاں حوالات کے سامنے آکر اس آدم خور کو دیکھ رہا تھا پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آنے لگا پھر ہوش میں آتے ہی وہ غصے سے غرانے لگا اور اپنے ہاتھوں پیروں میں زنجیریں دیکھ کر اور زیادہ غصے میں آگیا پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ایک ہی جھٹکے میں ساری زنجیریں ٹوٹ کر نیچے جا پڑیں وہ غراتے ہوئے حوالات کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا ہم نے رائفلیں اس پر تان لیں اور اسے وارننگ دینے لگے لیکن شاید ہماری باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں اس نے حوالات کے دروازے کو تھام لیا ہم کئی قدم پیچھے ہٹ گئے پھر ہمارے

دیکھتے دیکھتے اس نے دروازہ اکھاڑ کر پھینک دیا تو مجبوراً" ہم نے اس پر فائرنگ شروع کردی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا پھر وہ ہمارے بالکل قریب آگیا تو ہم نے رائفلوں کو لاٹھیوں کے طور پر استعمال کیا لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہوا اس نے ہم تینوں کو اپنے سامنے سے دھکیلا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی بھوت نے ہمیں اٹھا کر دور پھینک دیا ہو میرا سر دیوار سے ٹکرا کر پھٹ گیا باری باری سب نے اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ سب کو زخمی کرکے فرار ہوگیا ٹھیک ہے تم ایسا کرو سب کو ساتھ لے کر ہسپتال چلے جاؤ اور وہ سب کو ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔

بات اور بگڑ گئی تھی اس پر کوئی ہتھیار کارگر نہ تھا اور قید کرکے رکھنا ناممکن بات تھی میں اپنے آفس کی طرف جارہا تھا میں ابھی آفس سے باہر ہی تھا کہ مجھے اندر ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی میں تیز تیز قدموں سے اندر داخل ہوا اور ریسیور اٹھالیا یس انسپکٹر جان سپیکنگ۔ انسپکٹر فوراً" پرائم منسٹر ہاؤس میں پہنچو دوسری طرف سے کمشنر صاحب نے آرڈر دیا اور ساتھ ہی رابطہ ختم ہوگیا کمشنر صاحب کی طرف سے اتنی صبح آرڈر میں چونک پڑا تھا یقیناً" پہلے انہوں نے فلیٹ پر ٹیلیفون کیا ہوگا پرائم منسٹر ہاؤس میں بلایا گیا تھا وہ بھی اتنی صبح یقیناً" کوئی خاص بات تھی بہرحال میں فوراً" پرائم منسٹر ہاؤس کی طرف روانہ ہوگیا میرا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا کہیں پرائم منسٹر ہاؤس میں تو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ ٹھیک پینتیس منٹ بعد میں پرائم منسٹر ہاؤس میں پہنچ گیا ایک ملازم مجھے باہر ہی مل گیا ہم اندر کی طرف جانے لگے اسی وقت ایک گاڑی وہاں آکر رکی اس میں سے جیمز باہر نکلا اس نے آتے ہی پوچھا کیا وجہ خیریت تو ہے۔ کچھ پتہ نہیں میں بھی تمہاری طرح لاعلم ہوں اس ملازم نے ہماری راہنمائی ایک ہال نما کمرے تک کی اور پھر واپس چلا گیا اندر بڑی باثر شخصیتیں موجود تھیں اس ہال نما کمرے میں دائرے کی صورت میں صوفے پڑے ہوئے تھے یہاں کمشنر صاحب بھی موجود تھے اور پرائم منسٹر صاحب کے علاوہ یہاں چار اور خوش پوش موجود تھے ادھیڑ عمر آدمی موجود تھے ہم نے ہال میں داخل ہوتے ہی زوردار سلیوٹ کیا پرائم منسٹر نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ہم خاموشی سے ایک طرف صوفے پر بیٹھ گئے پھر کمشنر صاحب نے ہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے وہاں موجود ایک ادھیڑ عمر کے آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا سر ڈیونش یہ ہیں انسپکٹر جان پیٹر اور ان کے ساتھ انسپکٹ[illegible] یہ دونوں ہمارے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے قابل ترین آفیسر ہیں اور موجودہ کیس بھی انہی دونوں کے انڈر میں ہے اس بوڑھے نے ہمیں ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کمشنر صاحب سے مخاطب ہوا آپ نے جو اس کے خلاف شوٹنگ کے احکامات دیئے تھے ان کا کیا نتیجہ رہا کمشنر صاحب نے ہمیں مخاطب کی انسپکٹر تمہاری رات والی کاروائی کی کیا رپورٹ ہے میں چند لمحے خاموش رہا پھر میں نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اس ادھیڑ عمر آدمی کو دیکھا پھر کہا سر ہمارا نائٹ آپریشن انتہائی کامیاب رہا ہم اس آدم خور کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے میرا جواب سنتے ہی وہ ادھیڑ عمر بری طرح چونک پڑا کیا کہا تم نے مارٹن کو گرفتار کرلیا ہے۔ بوڑھے کے الفاظ سے بے یقینی چھلکتی تھی میں نے اس کی طرف حیرت سے کہا کون مارٹن بوڑھا تیز لہجے میں بولا مارٹن ..... مارٹن ولیم جسے تم آدم خور کہہ رہے ہو اس کا نام مارٹن ہے کیا تم نے اسے گرفتار کرلیا ہے بوڑھا بے یقینی سے بولا اس کے لہجے میں حیرت تھی پھر کمشنر صاحب بولے انسپکٹر تفصیل سے بات کرو اور میں نے شروع سے لے کر آخر تک تمام تفصیل انہیں سنادی میں غور سے اس بوڑھے کو دیکھ رہا تھا جو آدم خور کو مارٹن کہہ رہا تھا مارٹن ولیم۔ کچھ دیر ہال میں خاموشی رہی پھر وہ ادھیڑ عمر بھاری آواز میں بولا مجھے پہلے ہی یقین تھا مارٹن کو بے بس کرنا ناممکن بات ہے پھر جیمز نے کمشنر صاحب کو مخاطب کیا سر آپ نے ابھی تک ان کا تعارف نہیں کرایا پہلے تو کمشنر صاحب نے ایک نظر ان چاروں کی طرف دیکھا پھر ہماری طرف دیکھتے ہوئے بولے ہمارے ان چاروں مہمانوں کا تعلق انٹرنیشنل Zoology حیوانیات سائنس آف انسٹیٹیوٹ سے ہے اور سر ڈیونش ولیم وہاں کے انچارج ہیں کمشنر صاحب کے آخری الفاظ پر میں چونک پڑا ڈیونش ولیم۔ ولیم..... ولیم اور مارٹن ولیم پتہ نہیں یہ سب کیا تھا میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کمشنر صاحب دوبارہ بولے رات جس "دشمن آدم" "آدم زاد" "آدم خور" کو تم نے گرفتار کیا تھا یقیناً" وہ ایک آدم زاد ہی ہے لیکن یہ سن کر تمہیں یقیناً" حیرت ہوگی کہ وہ آدم خور سر ڈیونش ولیم کا اکلوتا لخت جگر ہے میں اور جیمز کمشنر صاحب کی بات سن کر بری طرح چونک پڑے میں کبھی کمشنر صاحب کی طرف دیکھتا اور کبھی سر ڈیونش ولیم کی طرف جو سر جھکائے افسردہ بیٹھے ہوئے تھے ہال میں بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی کچھ دیر بعد میں نے کہا سر ڈیونش کیا آپ بتانا پسند کریں گے مارٹن

ولیم اس مقام تک کیسے پہنچا سر ڈیونش ولیم نے افسردہ لہجے میں کہا تم دونوں کے علاوہ یہاں جو لوگ موجود ہیں وہ سب تو اصل حقیقت سے واقف ہیں لیکن تم دونوں کو بتانا بھی ضروری ہے اتنا کہنے کے بعد ڈیونش کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئے شاید وہ سوچ رہے تھے کہ بات کہاں سے شروع کروں اور ان کی یہ خاموشی مجھے سخت گراں گزر رہی تھی کچھ دیر بعد وہ دوبارہ گویا ہوئے آج سے تقریباً" سترہ سال پہلے جب مارٹن پیدا ہوا تھا تو اس کی پیدائش کے وقت مارٹن کی ماں اور میری بیوی جینی اس دنیا سے رخصت ہوگئی اور میری کوئی اولاد نہ تھی اور نہ ہی کوئی دور یا نزدیک کا رشتے دار تھا یعنی میرا دنیا میں مارٹن کے سوا اور کوئی نہ تھا اور مارٹن کا میرے علاوہ کوئی نہ تھا لہٰذا میں نے مارٹن کو ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا مارٹن پانچ برس کا ہوگیا اس دوران مجھ پر یہ انکشاف بھی ہوا کہ مارٹن گونگا و بہرا ہے وہ نہ سن سکتا تھا نہ بول ان دنوں میں جنگلی گوریلوں (بن مانس) پر ریسرچ کر رہا تھا انہی دنوں ایک دن پرائم منسٹر صاحب ہمارے سائنس سنٹر میں تشریف لائے اس وقت ہم ایک گوریلے پر کچھ مشینری تجربات کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور تقریباً" دس جوان مرد اس گوریلے کی طاقت کو آزما رہے تھے لیکن وہ جنگلی جانور کسی طور قابو میں نہیں آرہا تھا اور دسوں پر بھاری پڑ رہا تھا ہمارے پرائم منسٹر صاحب اس جنگلی جانور کی طاقت سے بہت زیادہ متاثر ہوئے پرائم منسٹر صاحب نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں کوئی ایسا کامیاب تجربہ کروں یا کوئی ایسا فارمولا تیار کروں کہ ایک عام انسان کو جنگلی گوریلوں سے بھی زیادہ طاقتور بنایا جاسکے پرائم منسٹر صاحب کا خیال تھا کہ ہم اپنے ملک کے فوجی جوانوں میں ایسی ہی انوکھی اور ناقابل یقین طاقت پیدا کردیں کہ ان سے ٹکرانے والی ہر مخالف طاقت ان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوجائے پرائم منسٹر صاحب کی خواہش انتہائی دلچسپ تھی اور میرے لیے یہ ایک انوکھا تجربہ ہوتا اور اس تجربے کی کامیابی ملک و قوم کے لیے انتہائی فائدہ بخش ہوتی ایک تو میں پرائم منسٹر صاحب کی انتہائی عزت کرتا اور میرے نزدیک پرائم منسٹر صاحب کی خواہش اتنی ہی محترم تھی جتنی کہ پرائم منسٹر صاحب کی اپنی ذات پرائم منسٹر صاحب کی یہ انوکھی رائے میرے دماغ میں اٹک کر رہ گئی اور میری ایجاداتی اور تجرباتی حس مجھے اکسانے لگی کہ میں جلد از جلد یہ انوکھا تجربہ کر گزروں سو میں نے پرائم منسٹر صاحب کی خواہش پر عمل کرنے کا وعدہ کیا اور پرائم منسٹر صاحب نے مجھے یقین دلایا کہ وہ اس سلسلے میں میرے ساتھ مکمل تعاون کریں گے اس دن سے میں اپنی سب بڑی مصروفیات بھول کر نئی تھیوری پر کام کرنے لگا آہستہ آہستہ میری یہ دلچسپی اور شوق بڑھتے بڑھتے جنون کی شکل اختیار کرتا گیا اور میں دنیا و مافیا سے بے خبر ہو کر دن رات لیبارٹری میں نئے تجربات کرتا رہتا میں نے مختلف قسم کے سیال اور جنگلی جڑی بوٹیوں سے حاصل کردہ رقیق مادہ جمع کرتا گیا اور مختلف شیشے کے جار بھرتا گیا پھر مزید ریسرچ اور معلومات کی خاطر میں کینیڈ روانہ ہوگیا وہاں سے میں نے اپنا رخ آبشار نیاگرا کی طرف کیا آبشار نیاگرا کے درمیان میں ایک وسیع ترین جزیرہ واقع ہے جسے جزیرہ گوٹ کے نام سے پکارا جاتا ہے جزیرہ گوٹ پر انتہائی گھنے جنگلات پھیلے ہوئے ہیں اور وہ جنگلات خوفناک گوریلوں کی آماجگاہ سمجھے جاتے ہیں اور وہ جزیرہ ہی میری منزل تھی اس جزیرے پر قدم رکھنا ایک ناممکن سے بات تھی لیکن میں ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا آخر کار ایک روز میں اس جزیرے پر پہنچ گیا اور اس وقت مجھے اعتراف کرتے ہوئے بالکل شرمندگی نہیں ہورہی ہے کہ وہاں کے وحشت ناک ماحول سے گھبرا کر میں پہلے ہی دن وہاں سے واپس ہولیا لیکن وہاں سے واپسی سے پہلے میں نے وہاں ایک خودکار کیمرہ ضرور چھوڑ دیا تھا اور اس کیمرے کے ذریعے مجھے جنگلی گوریلوں کے بارے میں ان کے کھانے پینے اور رہن سہن کے بارے میں اور ان کی عادات و اطوار کے بارے میں مجھے کافی معلومات حاصل ہوئی ازمختصر یہ کہ مسلسل سات سال کی ریسرچ اور ان سات سالوں کے درمیان کیے گئے تجربات کے نتائج دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ میں اپنی کوشش کے مطابق ایک حیران کن فارمولا تیار کرچکا ہوں جس کے ذریعے ایک عام انسان کو اس قدر طاقتور بنایا جاسکتا ہے جس کا کہ انسانی ذہن تصور بھی نہیں کرسکتا میری سوچ کے مطابق ان تجربات سے گزرنے والا انسان بظاہر ایک عام انسان نظر آتا لیکن در حقیقت وہ ایک ناقابل یقین طاقت کا مالک ہوتا پھر میں نے ایک دن پرائم منسٹر صاحب کو اپنی کامیاب ریسرچ کے بارے میں بتایا تو انہوں نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا اب ضرورت تھی ایک ایسے شخص کی جو بنا کسی ڈر یا خوف کے خود کو اس تجربے کے لیے تیار کرتا لیکن میرے ذہن کے مطابق کوئی بھی تیار نہ ہوسکا آخر کار ہر طرف سے مایوس ہوجانے کے بعد میرے ذہن میں مارٹن آیا ایک باپ اپنے

بچے کو کبھی قربانی کے لیے استعمال نہیں کرتا اور میرا دماغ بھی مطمئن تھا مجھے یقین تھا کہ میرے تجربے میں کوئی خامی یا کمی نہیں ہے اور مارٹن پر اس تجربے سے گزرنے کے بعد کوئی مضر رساں اثرات مرتب نہیں ہونگے میری یہ سوچ قوی تر ہوتی گئی میں اپنے لخت جگر کو تصورات میں ہی ایک غیر معمولی انسان دیکھنے لگا اسی لیے میں نے مارٹن پر یہ تجربہ کرنے کا فیصلہ کرلیا مارٹن ان دنوں لیلیٰ نام کی لڑکی میں دلچسپی لے رہا تھا لیلیٰ مارٹن سے تقریباً" دو سال بڑی تھی لیکن اس کے باوجود دونوں ایک دوسرے کو چاہتے تھے آخر ایک روز میں نے مارٹن سے وہ بات کہہ ہی دی جو میں کافی دنوں سے کہنا چاہتا تھا مارٹن کو مجھ پر پورا اعتماد تھا وہ میرے سوال سے گھبرایا نہیں بلکہ میری اس نئی ایجاد پر انتہائی خوش ہوا لیکن اس کے باوجود وہ اس تجربے سے گزرنے کے لیے تیار نہ ہوا اس نے مجھے صاف جواب دے دیا اس کے اس انکار کی وجہ تھی لیلیٰ دراصل وہ لیلیٰ سے دور ہونا نہیں چاہتا تھا میرے بار بار کے اصرار کے باوجود وہ نہ مانا آخر ایک دن میں نے لیلیٰ سے علیحدگی میں بات کی لیلیٰ گھبرا گئی لیکن پھر روشن مستقبل کے تصور سے وہ میری بات مان گئی پھر نہ جانے لیلیٰ نے کس طرح مارٹن کو راضی کیا کہ وہ اس تجربے سے گزرنے کے لیے تیار ہو گیا آخر ایک روز مارٹن تجرباتی حال میں آگیا اور میں نے اس پر اپنے تجربات شروع کردیے سب سے پہلے میں نے اس کے خون کو تبدیل کیا میں نے آہستہ آہستہ اس کا سارا خون نکال کر اس کے جسم میں ایک گوریلے کا خون منتقل کردیا اور اس کی خوراک میں نے صرف جنگلی پھلوں تک محدود کردی ایک خاص بات میں آپ کو بتاتا چلوں کہ ان سارے تجربات کے ساتھ ساتھ میں مارٹن کو بی پی پاور (B.P Powr) بھی استعمال کرانے لگا جسے آپ بلٹ پروف پاور بھی کہہ سکتے ہیں بی پی پاور میرے پاس ایک رقیق مادے اور تیز سیال دونوں صورتوں میں موجود تھی لہٰذا میں رقیق مادہ کو خوراک اور پانی کے ساتھ مارٹن کو استعمال کرانے لگا اور سیال سے اس کے بدن کی مالش کرتا رہتا میں محسوس کرنے لگا کہ دن بدن مارٹن کا وجود پتھر کی طرح سخت ہوتا جارہا ہے میں اپنے تجربے کی کامیابی پر انتہائی خوش تھا ان دنوں مارٹن کچھ چپ چپ سا رہنے لگا اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری سنجیدگی میں بدل گئی اور اس کی آنکھیں الجھی الجھی رہنے لگیں لیکن میں نے کوئی زیادہ توجہ نہ دی کیونکہ میں یہی سمجھا تھا کہ اس پر استعمال ہونے والی غذاؤں دواؤں اور دوسری ادویات کی وجہ سے مارٹن کی طبیعت کچھ متقدر ہو گئی ہے ان تجربات کے دوران لیلیٰ مارٹن سے ملنے باقاعدگی سے آتی رہی اور جب تک لیلیٰ وہاں موجود رہتی مارٹن انتہائی خوش رہتا تھا اور لیلیٰ کے جانے کے بعد اس پر پھر وہی خاموشی مسلط ہو جاتی وہ ہر چیز کو عجیب الجھی الجھی نظروں سے دیکھتا جیسے کہ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو پھر ایک دن میں صبح کے وقت جب لیبارٹری میں مارٹن کے پاس گیا تو مارٹن کی حالت دیکھ کر میرا دل بیٹھنے لگا مارٹن کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے میرے قدم ڈگمگا رہے تھے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے جسم سے روح نکال لی گئی ہو مارٹن کے ہاتھوں پیروں پر اور چہرے پر چھوٹے بال نمودار ہو رہے تھے ان بالوں میں سے صرف اس کی الجھی ہوئی آنکھیں نظر آتی تھی باقی سارا چہرہ ان بالوں میں چھپ گیا اور اس وقت وہ کوئی جنگلی گوریلا نظر آرہا تھا میرے دماغ میں سنسناہٹ ہو رہی تھی میرے بیٹے کی ساری معصومیت اور خوبصورتی بدصورتی میں تبدیل ہو گئی تھی میرا لخت جگر جنگلی جانور نظر آرہا تھا میرے تو خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ معاملہ یوں بگڑ جائے گا میں نے سارے تجربات روک دیے دواؤں کا استعمال روک دیا اور مارٹن کو پہلے والی حالت میں لانے کے لیے مختلف حربے آزمانے لگا لیکن بے سود مارٹن پر کوئی میڈیکل اثر نہیں دکھا رہی تھی دن بدن اس کی جسمانی تبدیلیوں میں اضافہ ہوتا جارہا تھا اس کی جسامت بڑھتی جارہی تھی جو کپڑے اسے ڈھیلے ڈھالے ہوتے تھے وہ اس کے جسم سے چپکے پڑے تھے لیلیٰ کئی دفعہ آچکی تھی لیکن میں نے اسے لیبارٹری تک نہیں آنے دیا تھا کیونکہ اگر وہ مارٹن کو اس حالت میں دیکھ لیتی تو نا جانے اس پر کیا گزرتی لیکن آخر کار ایک روز وہ میری لاعلمی میں مارٹن تک پہنچ ہی گئی اور مارٹن کے موجودہ بھیانک روپ کو دیکھ کر بیہوش ہو گئی دوسری طرف مارٹن کا قد تیز رفتاری سے بڑھتا جارہا تھا اس کے جسم پر بال مزید گھنے اور لمبے ہوتے جارہے تھے مختلف دواؤں اور غذاؤں کے استعمال کے بعد اس کا ذہن کمزور ہو گیا تھا وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کھوتا جارہا تھا صرف ڈھائی ماہ میں اس کا قد پانچ فٹ 6 انچ تک بڑھ گیا پہلے اس کا قد پانچ فٹ 6 انچ تھا پھر دس فٹ ہو گیا اس کے سائز سے کپڑے سلوائے گئے لیکن کپڑے پہنتے ہی وہ انہیں تار تار کر کے پھینک دیتا وہ اپنے جسم پر کوئی کپڑا برداشت نہیں کرتا تھا پھر ایک روز مجھے انتہائی شدید بخار ہو گیا میں نے اس روز چھٹی کرلی

میں لیبارٹری میں نہ گیا اور اپنی جگہ ایک اسسٹنٹ کو مارٹن کے پاس چھوڑ دیا اور اسے تاکید کردی کہ مارٹن کی خوراک روک دی گئی ہے لہٰذا اسے کچھ کھانے کو نہ دے مارٹن دو دن سے بھوکا تھا میرا بیٹا میرا لاڈلا میرے بڑھاپے کا سہارا جسے میں جان سے زیادہ چاہتا تھا اب وہ مجھے پہچانتا تک نہیں تھا پھر اگلے روز شام کے وقت مجھے پتا چلا کہ مارٹن اس اسٹنٹ کو قتل کر کے لیبارٹری سے فرار ہو گیا ہے یہ خبر سن کر میری رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی مارٹن قاتل بن گیا تھا بیٹے کے بغیر میری دنیا اندھیر ہوتی نظر آرہی تھی بہرحال میں کسی نہ کسی طرح لیبارٹری میں پہنچ گیا ایک طرف کونے میں لیلیٰ کی لاش پڑی تھی اس کے سینے میں نشتر گڑھا پڑا تھا اس کی کھلی آنکھوں میں حسرت و یاس کی پرچھائیاں مچل رہی تھیں دوسری طرف میرے اسٹنٹ کی لاش پڑی تھی اس کے سینے میں گہرا گڑھا نظر آرہا تھا میں یہ سب برداشت نہ کرسکا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا پھر مجھے ہسپتال میں ہوش آیا مجھے بتایا گیا کہ لیلیٰ مارٹن سے ملنے گئی تھی لیکن میرے اسسٹنٹ کی نیت خراب ہو گئی اور اس نے لیلیٰ سے دست درازی شروع کردی اور لیلیٰ نے اپنی عزت بچانے کی خاطر نشتر اپنے سینے میں مار کر خودکشی کرلی اور مارٹن جو لیلیٰ کو جان سے بھی زیادہ چاہتا تھا وہ یہ سب کچھ برداشت نہ کرتے ہوئے اس اسٹنٹ پر حملہ آور ہوا اور اسے مار ڈالا کیونکہ مارٹن تین دن سے بھوکا تھا اس لیے اس نے اسی اسسٹنٹ کا سینہ پھاڑ کر اپنی بھوک پیاس کا خاتمہ کیا اور جب اس پر قابو پانے کی کوشش کی گئی تو وہ فرار ہو گیا اور یوں بھولا بھالا اور معصوم مارٹن آدم خور بن گیا پھر کل کے اخبار میں مارٹن کے بارے میں پڑھا کہ اسے دیکھتے ہی گولی مار دینے کے آرڈر دیئے گئے ہیں تو میں ایک باپ ہونے کے ناطے مجبور ہو کر چلا آیا میں یہ برداشت نہیں کرسکوں گا کہ کل کے اخبار میں یہ خبر آئے کہ مارٹن کو بیچ چوراہے پر گولی مار دی گئی اتنا کہنے کے بعد سر ڈیوٹش ولیم خاموش ہو گئے ان کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے اور انکے دل کا کرب ان کے چہرے سے عیاں تھا پورے ہال میں موت کا سا سناٹا پھیل گیا سب اپنی اپنی جگہ خاموش تھے اور یقیناً" سب معصوم مارٹن کے متعلق ہی سوچ رہے تھے جو ایک خونخوار مجرم تھا کئی انسانوں کا قاتل ہونے کے باوجود وہ انسانیت کی نظر میں بے گناہ تھا ہال میں ایک افسوس ناک خاموشی چھائی ہوئی تھی کافی دیر بعد جیمز کی آواز نے اس خاموشی کے سحر کو توڑا تو سب چونک پڑے۔ سر ڈیوٹش ہم نے آپ کو بتایا ہے کہ اس پر گولیوں کا بالکل اثر نہیں ہوتا اس کے باوجود آپ پریشان ہیں اور آپ نے یہ الفاظ کہے ہیں کہ آپ یہ ہرگز برداشت نہیں کریں گے کہ کل کے اخبار میں یہ خبر چھپے کہ مارٹن کو بیچ چوراہے کے گولی مار کر ختم کردیا گیا کیا آپ اپنے ان الفاظ کی وضاحت کریں گے بے اختیار سب کی نظریں سر ڈیوٹش کی طرف اٹھ گئیں سر ڈیوٹش لرزتی ہوئی آواز میں بولے مارٹن پر گولیوں کا اثر اس لیے نہیں ہوتا کہ میں اس پر B.P Powr استعمال کرتا رہا اور اس کی یہ خاصیت ہے کہ یہ نیچے کی جانب اثر انداز ہوتی ہے اس لیے وہ گردن سے نیچے کی جانب ہی اثر کرے گی اور گردن سے نیچے لگنے والی گولیاں بے اثر رہیں گی اور کیونکہ گردن سے اوپر کی جانب بی پی پاور کے اثرات اثر انداز نہیں ہیں اور کھوپڑی بالکل عام انسانوں کی طرح ہے اس لیے کوئی ایک گولی انجانے میں مارٹن کے سر میں لگ جائے تو مارٹن ختم ہو جائے گا اور یہی خوف مجھے یہاں تک لے آیا ہے میرا حوصلہ اس قدر نہیں ہے کہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی موت کی خبر سن سکوں پھر اتنی دیر میں پرائم منسٹر صاحب پہلی بار بولے مسٹر ڈیوٹش آپ بتائیں کہ ہم آپ کی اس بارے میں کیا خدمت کرسکتے ہیں۔ جناب میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مارٹن کو کسی نہ کسی طرح سے زندہ گرفتار کرکے میرے حوالے کردیں ہو سکتا ہے میں اپنی کوششوں سے اسے دوبارہ انسان بنا سکوں اگر میں کامیاب نہ بھی ہو سکا تو اسے ہاتھوں پیروں سے مفلوج کر کے اپنے پاس ہی رکھوں گا کم از کم مجھے یہ حوصلہ تو ہو گا کہ میرا بیٹا زندہ ہے میرے پاس آخری الفاظ پر سر ڈیوٹش کی آواز بھرا گئی سر ڈیوٹش ہم اپنی پوری کوشش کریں گے کہ مارٹن کو جلد ہی زندہ گرفتار کرلیا جائے۔ تب تک آپ میرے ہاں مہمان رہیں گے پرائم منسٹر صاحب نے کہا پھر ہم سے مخاطب ہوئے آفیسرز یقیناً" یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ پوری ذمہ داری سے جلد از جلد یہ کیس نمٹا دو او۔ کے سر او۔ کے تم لوگ جاسکتے ہو اور ہم دونوں خاموشی سے اٹھ کر باہر آگئے آج پھر رات کی ڈیوٹی تھی اس لیے میں پولیس اسٹیشن کی بجائے فلیٹ پر پہنچتے ہی گرم لحاف اوڑھ کر سو گیا شام تک میں نیند کی لذتیں لوٹتا رہا پھر شام سات بجے میں اٹھ پڑا ہلکا پھلکا کھانا کھانے کے بعد وردی کے اوپر اوور کوٹ پہن کر باہر نکل گیا آج کی رات کسی قیامت سے کم نہیں تھی ٹھنڈی یخ بستہ ہوائیں چل رہی تھیں میں ٹھٹھرتا ہوا پولیس اسٹیشن پہنچا سپاہی وردیاں پہنے تیار تھے

میں آفس میں آگیا جیمز کسی گہری سوچ میں غرق تھا مسٹر جیمز کن سوچوں میں گم ہو میری آواز سن کر جیمز چونک پڑا اور جان آؤ بیٹھو میں سوچ رہا تھا کہ اگر لیلیٰ کو مارٹن کے سامنے لایا جائے تو اس کا کیا رد عمل ہوگا مسٹر جیمز کیا اب تم لیلیٰ کی روح کو بلانا چاہتے ہو تم اچھی طرح جانتے ہو لیلیٰ مرچکی ہے تمہاری بات درست ہے میں نے جیمز کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی جیمز اس وقت یہ فضولیات چھوڑو اور موجودہ مشن پر چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ پھر ہم دونوں اٹھ کر باہر آگئے اس دفعہ پانچ پانچ آدمیوں کی صرف چار ٹولیاں بنائی گئی تھیں اور بندوقوں کی بجائے سب کے پاس گیس گرنیڈ تھے پولیس اسٹیشن سے یہ بیس سپاہی نکلتے ہی مختلف سمتوں میں منتشر ہوگئے میں نے بھی احتیاطاً" دو سپاہی ساتھ رکھ لیے تھے پھر ہم چاروں بھی کھلی سڑکوں پر نکل آئے مارٹن کیونکہ ویرانوں میں رہنا پسند کرتا تھا اس لیے ہم نے بھی اپنا رخ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر کیا اور آگے بڑھنے لگا دونوں سپاہیوں کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں میرے پہلو میں ہولسٹر میں ریوالور لٹک رہا تھا اور جیمز کے ہاتھ میں چمڑے کا تھیلا لٹک رہا تھا جس میں گیس گرنیڈ تھے اندھیرا اپنے عروج پر تھا سرد ہوائیں چل رہی تھیں دھند کی وجہ سے ہر چیز دھندلی دھندلی نظر آرہی تھی خاموشی کی اندھی اور سیاہ دیوی پورے ماحول کو جکڑ چکی تھی جس کے خوف سے جھینگر تک چلانا بھول گئے تھے سرد ہوا عجیب سی کیفیت طاری کر رہی تھی دور کہیں کوئی کتا سردی کی وجہ سے چیخ رہا تھا اور بار بار کانپتی لرزتی ہوئی بلند آواز سے سرد ہواؤں کو گالیاں دے رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہوا اس کتے سے گالیاں سن کر قہقہے لگا رہی ہو خنک ہوائیں بار بار ہمارے جسموں سے لپٹتی اور کانوں میں سرگوشیاں کرتی ہوئی گزر جاتی ہم آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے آگے بڑھتے جارہے تھے میں سوچ رہا تھا کہ نہ جانے مارٹن سے کہیں ٹکراؤ ہوگا بھی یا ساری رات یونہی مارچ کرتے گزرے گی ہم جہاں سے گزر رہے تھے یہ ایک زیر تعمیر علاقہ تھا یہاں کوٹھیاں بنگلے اور بڑی بڑی عمارتیں زیر تعمیر تھیں ہم ایک سات منزلہ عمارت کے پاس سے گزر رہے تھے کہ ایک سپاہی کی چیخ فضا میں بلند ہوئی ہم فوراً" پلٹے وہ سپاہی سڑک پر پڑا تڑپ رہا تھا اور اس سے دو قدم کے فاصلے پر مارٹن کھڑا نظر آرہا تھا وہ چیخ سن کر کچھ پریشان سا ہو کر ہمیں دیکھ رہا تھا دوسرے سپاہی نے فوراً" بندوق سیدھی کی لیکن میں نے اسے روک دیا جیمز نے تھیلے میں سے گرنیڈ نکالا لیکن شاید مارٹن سمجھ چکا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے لہٰذا وہ فوراً" دوڑ کر عمارت میں داخل ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے سیڑھیوں کے ذریعے اوپر کہیں روپوش ہوگیا سڑک کے کنارے پڑا ہوا سپاہی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ چکا تھا عمارت مکمل اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی اندر جانا انتہائی خطرناک تھا لیکن اس کے باوجود ہم تینوں چوکنے انداز میں آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھنے لگے میرے ہاتھ میں ٹارچ دبی ہوئی تھی جس کی مدھم روشنی میں ہم آگے بڑھ رہے تھے پہلی منزل ہم نے بڑی ہی احتیاط سے چیک کی لیکن شاید مارٹن اوپر تھا پھر دوسری تیسری لیکن مارٹن یہاں بھی نہیں تھا ہم نے یہی تصور کیا کہ مارٹن سب سے اوپری منزل پر ہوگا ہم پھر اوپر چڑھنے لگے پھر ہم جیسے ہی چوتھی منزل پر پہنچے ہمیں اپنے پیچھے انتہائی دہشت انگیز غراہٹ کی آواز سنائی دی سرد رات ہولناک سناٹا اور گناہوں کی طرح سیاہ رات اور اس قدر دہشت انگیز غراہٹ چند لمحوں کے لیے تو ہمارے پاؤں پھول گئے ہم فوراً" پلٹے پیچھے لکڑی کے تختے تھے ایک طرف نیچے سڑک تھی اس آدم خور مارٹن نے تختوں کو زور سے دھکا دیا تو سارے کے سارے تختے ہماری طرف الٹ گئے ہم نے غیر ارادی طور پر ادھر ادھر چھلانگیں لگائیں جیمز عمارت کی بیرونی جانب سڑک کی طرف اچھلا تھا جب کہ میں اور میرے ساتھ والا سپاہی ٹونی ایک فرش پر گرے اسی وقت مجھے جیمز کی چیخ سنائی دی وہ عمارت سے باہر کو نکلی ہوئی سلاخوں کو پکڑے نیچے لٹک رہا تھا اور مارٹن ہماری طرف بڑھ رہا تھا پھر اس نے چند قدم سے ہم پر چھلانگ لگا دی میں فوراً" ایک سائیڈ پر ہوگیا لیکن ٹونی اس کی گرفت میں آگیا تھا ٹارچ ایک طرف فرش پر لڑھک رہی تھی ٹونی کا جسم اس بھوت کے نیچے تڑپ رہا تھا میں نے لپک کر جیمز کا ہاتھ تھام لیا اور آہستہ آہستہ اسے اوپر کھینچ لیا اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا غالباً" اچھلتے وقت وہ کسی تختے کی زد میں آگیا تھا ہم نے پلٹ کر دیکھا تو وہ انسان نما بھوت بے نیازی سے ٹونی پر چڑھا اپنے سینے کی آگ بجھا رہا تھا جیمز فوراً" گرنیڈ فائر کرو جیمز نے پریشان لہجے میں کہا تھیلا نیچے سڑک پر گرگیا ہے اوہ نو اب کیا ہوگا میں نے پریشانی سے کہا جیمز نے نیچے پڑا ہوا ایک تختہ اٹھایا اور پیچھے سے جاکر اس بھوت کے سر میں دے مارا کڑاق کی آواز کے ساتھ تختہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا اور مارٹن ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوگیا۔ وہ خونخوار نظروں سے جیمز کی طرف

گھور رہا تھا پھر وہ غراتے ہوئے آگے بڑھے جیمز دو قدم پیچھے ہٹا پھر پنجوں پر اچھلتے ہوئے جیمز نے دونوں پاؤں جوڑ کر مارٹن کے سینے پر مارے اور مارٹن لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور اگر یہی حملہ کسی انسان پر کیا جاتا تو یقیناً" وہ چار منٹ ہوا میں بلند ہوتا اور کم از کم دس قدم پیچھے جاکر گرتا جیمز فوراً" الٹی قلابازی لگا کر کھڑا ہوگیا میں دور سے گھوم کر مارٹن کے پیچھے آگیا پھر جیسے ہی وہ غراتا ہوا جیمز پر حملہ آور ہوا میں نے دوڑ کر ڈبل فلائنگ کک مارٹن کی گردن پر ماری ابھی اس کے پاؤں زمین پر ٹکے نہیں تھے کہ میرا یہ بھرپور وار وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل گر پڑا جیمز سائیڈ پر کھڑا ہوگیا تھا اس کے چہرے پر فکر کی پرچھائیاں رقصاں تھیں یقیناً" وہ یہی سوچ رہا تھا کہ یوں اگر ہم ساری رات بھی لڑتے رہے تو اس آدم خور کو زیر نہیں کر سکیں گے مارٹن غراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اس نے اٹھتے ہی ایک اینٹ میری طرف دے ماری میں نے بچنے کی خاطر غیر ارادی طور پر ایک ستون کے پیچھے چھلانگ لگائی لیکن یہی میری سیاہ بختی کام کرگئی وہ اینٹ اسی ستون سے ٹکرائی اور پھر میرے سینے میں لگی میرے منہ سے "اوں" کی آواز نکلی اور میں وہیں ڈھیر ہوگیا میرا سانس میرے سینے میں اٹک کر رہ گیا اور میں تکلیف کی شدت سے سینہ تھامے وہیں تڑپنے لگا پھر بھی میری قسمت اچھی تھی کہ پہلے وہ اینٹ ستون سے ٹکرائی پھر مجھے لگی کیونکہ اگر وہ سیدھی میرے سینے پر لگتی تو یہ یقیناً" میرا سینہ پھاڑتی اور پسلیاں توڑتی ہوئی آرپار ہوجاتی میری کراہ سن کر جیمز ایک لمحے کے لیے میری جانب متوجہ ہوا اور یہی ایک لمحہ اس کی زندگی پر بھاری پڑا عین اسی وقت آدم خور نے آگے بڑھ کر جیمز کی گردن تھام لی ایک طرف میں موت کے پنجے میں سے اپنی زندگی کے سانس چھین لینا چاہتا تھا تو دوسری طرف میرا محسن میرا ہمراز میرا عزیز ترین دوست موت کے شکنجے میں بے بس ہوکر رہ گیا تھا اگر وہ مارا جاتا تو میری موت بھی یقینی تھی میرا ہاتھ بے اختیار ہولسٹر کی طرف بڑھ گیا میرا دوست خداداد صلاحیتوں کا مالک تھا وہ ملک کا بہت قیمتی سرمایہ تھا اگر وہ مارا جاتا تو یہ ملک کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ ہوتا سانس رکنے کی وجہ سے میرا جسم سردی کے باوجود پسینے پسینے ہو رہا تھا میں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے مارٹن کی کھوپڑی کا نشانہ لیا اور ٹریگر دبا دیا ایک خوفناک دھماکہ ہوا عمارت کے درودیوار کانپ اٹھے مارٹن یا اس آدم خور کی ایک کربناک غراہٹ بلند ہوئی اور وہ اچھل کر ایک طرف گرگیا پھر میں نے اپنی دھندلائی ہوئی آنکھوں سے جیمز کا بے جان جسم فرش پر گرتے دیکھا پھر میرے دماغ پر اندھیرا چھا گیا نہ جانے کتنی دیر تک میں بے ہوش رہا پھر آہستہ آہستہ تاریکی اور دھند چھٹنے لگی اور میں نے آنکھیں کھول دی میں ہسپتال میں تھا میرے منہ پر گیس ماسک لگ رہا تھا اور وہاں دو ڈاکٹر اور ایک نرس موجود تھی مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر انہوں نے ایک طویل سانس لی اور میرے منہ سے گیس ماسک ہٹا دیا ڈاکٹر نے مجھے اٹھنے کو کہا اور میں اٹھ کھڑا ہوگیا میری طبیعت حیرت انگیز طور پر نارمل ہوگئی تھی پھر میں اس کمرے سے نکل کر باہر آیا تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا میری دھڑکنیں اوپر نیچے ہونے لگیں میرا یار برلاؤ بے چینی سے باہر ٹہل رہا تھا مجھے دیکھ کر وہ مسکرانے لگا اور میں نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا ڈاکٹر ہمارے پیچھے ہی کھڑا تھا جیمز نے اسے مخاطب کیا ڈاکٹر صاحب کوئی خطرے کی بات تو نہیں نہیں بس سینے پر دباؤ پڑنے سے سانس کی آمدورفت کم پڑگئی تھی خطرے کی کوئی بات نہیں او کے تھینک یو ڈاکٹر پھر ہم دونوں ہسپتال سے باہر نکل آئے صبح کے پانچ بج رہے تھے باہر پولیس جیپ موجود تھی اور چار سپاہی بھی۔ ہم جیپ میں بیٹھ کر دوبارہ اس عمارت کی طرف روانہ ہوگئے میں نے جیمز کو مخاطب کیا کیا وہ میری گولی سے مرگیا تھا ہاں تم نے بہت ہی ٹائم پر گولی چلائی دیسے مجھے امید نہیں تھی کہ اب میں بچ سکوں گا چند لمحے اور دیر ہوجاتی تو میرا کام ہوگیا تھا میں نے پھر کہا میں نے تو تمہیں بھی گرتے دیکھا تھا کیا تم بھی بے ہوش ہوگئے تھے نہیں بے ہوش تو نہیں ہوا تھا بس سانس رکنے سے ذرا جسم مفلوج ہوگیا تھا جیپ بالکل عمارت کے سامنے جاکر رکی پہلے ہم نے سڑک پر سے سپاہی کی لاش اٹھا کر جیپ میں ڈالی پھر اوپر چلے گئے مارٹن کی کھوپڑی کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے ہم نے وہ دونوں لاشیں بھی بامشکل جیپ میں ڈالیں اور پرائم منسٹر ہاؤس پہنچ گئے ہمارے پہنچتے ہی وہاں ایک ہلچل سی مچ گئی ہم مارٹن کی اکڑی ہوئی لاش اتار کر ایک کمرے میں لے گئے مارٹن کی لاش دیکھ کر سرڈیونش پاگلوں کی طرح اس پر جھپٹے مارٹن میرا بیٹا اور اس کے ساتھ ہی ان کی زندگی ان کا ساتھ چھوڑ گئی اور وہ بیٹے کی لاش کے اوپر ہی گر پڑے مارٹن کی لاش آج بھی یورپ کے میوزیم میں محفوظ ہے۔

بے رحم بدروح

---تحریر: قم قم نشاد۔ رتوال فتح جنگ---

میں اپنی لاش کے پاس بیٹھی روتی رہی جب وہ درندے دوبارہ کمرے میں آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک سیاہ چادر تھی انہوں نے میری لاش کو اس چادر میں لپٹا اور جنگل میں لے گئے جنگل میں ایک بہت ہی گھنا درخت تھا انہوں نے وہاں گڑھا کھودا اور میری لاش کو وہاں دفن کر دیا ہمارے ہاں تو مرنے کے بعد جلایا جاتا ہے لیکن ان درندوں نے مجھے دفن کر دیا میرے وقت پر نہ پہنچنے پر میری ماں بھی مرگئی میں جب بھی اپنے دشمنوں کو مارنے جاتی ہمیشہ ناکام رہتی مجھے وجود کی ضرورت تھی وہ بھی زندہ وجود کی میں نے کسی وجود کو ایک صورت میں ہی حاصل کر سکتی تھی اور وہ صورت تھی کہ کوئی خود اس درخت کے نیچے آئے لیکن کوئی بھی اس درخت کے نیچے نہ آیا اور میں یوں ہی بھٹکتی رہی پھر ایک دن ایک عورت بھاگتی ہوئی جنگل میں آئی اس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹی سی بچی تھی اس عورت اپنی بچی کو اس درخت کے جس کے نیچے میں دفن تھی اس درخت کے نیچے لٹایا اور اللہ سے دعا کی اے اللہ میری بچی کی حفاظت کرنا اور خود اس عورت نے ایک گہرے کنویں میں کود کر خودکشی کر لی میں اس کی خودکشی کی وجہ جاننے کے لیے اس کے جسم میں داخل ہوگئی اس عورت کو اس کی ساس نے یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا تھا کہ ہمارے خاندان میں پہلا بیٹا ہوتا ہے اور تو نے بیٹی کو جنم دیا ہے پھر میں زیادہ دیر اس عورت کے جسم میں نہ رہ سکی کیونکہ وہ مر چکی تھی اور مجھے لگ رہا تھا کہ اگر میں زیادہ دیر اس عورت کے جسم میں رہی تو میری روح جل جائے گی پھر دیکھتے آسمان پر کالے کالے بادل چھا گئے اور تھوڑی دیر میں طوفانی بارش ہونے لگی میں اس بچی کے جسم میں داخل ہوگئی اس بچی کو زندہ رہنے کے لیے خوراک کی ضرورت تھی میں اس بچی کے ذریعے ماجد کے گھر کے سامنے آ گئی مجھے پتہ تھا کہ ماجد اور سارہ کی کوئی اولاد نہیں ہے وہ اس کو ضرور اپنے پاس رکھیں گے پھر ویسا ہی ہوا جیسا کہ میں نے سوچا تھا ماجد اور سارہ نے اسے اپنے پاس رکھ لیا پھر جب سندس جوان ہوئی تو مجھے میرے دشمن بھی مل گئے اور میں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لے لیا۔۔۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

آج گرمی بہت ہی زیادہ تھی شام ہوتے ہی آسمان پر کالے کالے گہرے بادل چھا گئے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی شروع ہوگئی کچھ ہی لمحوں بعد بوندا باندی تیز بارش کی صورت اختیار کر گئی اور بادلوں کی گرج میں مزید اضافہ ہوتا گیا کبھی کبھی بادلوں کی گرج کے ساتھ ساتھ آسمانی بجلی چمکتی تو اس سے رات اور بھی خوفناک ہو جاتی ایسی طوفانی بارش میں گاؤں کے لوگ گھروں میں دبکے بیٹھے تھے ایسے لگ رہا تھا کہ آج کچھ ہونے والا ہے ماجد اپنے کمرے میں بیٹھا اس طوفانی بارش کو دیکھ رہا تھا اس کی بیوی سارہ بھی اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی ماجد مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے میرا دل کہہ رہا ہے کہ آج کچھ برا ہونے والا ہے سارہ نے ماجد کے اور قریب ہوتے ہوئے کہا ارے بے وقوف دل سے نہیں دماغ سے کام لیا کرو دل کی نہیں مانتے ماجد نے مسکرا کر کہا اچانک ہی ایک دم کمرے کی کھڑکیاں ایک زوردار جھٹکے سے کھل گئیں سارہ نے ایک چیخ ماری اور ماجد سے لپٹ گئی۔

ارے سارہ کیا ہوگیا ہے خود کو سنبھالو ماجد نے سارہ کو دیکھتے ہوئے کہا وہ ماجد کھڑکیاں کیسے کھل گئیں سارہ



نے ڈرے ہوئے لہجے مین کہا۔ لگتا ہے زور کی ہوا آئی ہے اسی وجہ سے کھل گئیں ہیں ماجد نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا کھڑکیوں کے پٹ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر ایک عجیب سا شور پیدا کر رہے تھے ماجد اپنی جگہ سے اٹھا کہاں جا رہے ہو سارہ نے خوف زدہ لہجے مین کہا ارے بابا کھڑکی بند کرنے جا رہا ہوں۔

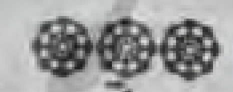
ماجد نے کہا اور کھڑکی کے پاس آ گیا ابھی وہ کھڑکی بند کرنے ہی والا تھا کہ زور کی بجلی چمکی جب ماجد نے باہر کی طرف دیکھا تو وہ ایک دم ڈر سا گیا ارے یہ کیا ہوا ماجد نے بلند آواز میں کہا تو سارہ بھاگتے ہوئے ماجد کے پاس آ گئی کیا ہوا سارہ نے باہر کی طرف دیکھ کر کہا جہاں اب بالکل اندھیرا تھا سارہ باہر کوئی بچہ ہے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے ماجد نے کہا اور باہر جانے لگا تو سارہ نے ماجد کا بازو پکڑ لیا پلیز مت جاؤ باہر مجھ ڈر لگ رہا ہے وہ کوئی بھوت وغیرہ ہوگا تم مت جاؤ سارہ نے خوف زدہ لہجے مین کہا کیسی باتیں کرتی ہو وہ مصیبت میں ہے ماجد نے اپنا بازو سارہ سے چھڑاتے ہوئے کہا اور باہر چلا گیا۔ سارہ کھڑکی کے پاس کھڑی ہو گئی ایک بار بجلی پھر چمکی سارہ نے دیکھا کہ ایک بچہ ان کے گھر کے سامنے پڑا ہوا تھا اسے ماجد بھی دور سے آتا ہوا دیکھائی دیا ماجد بچے کے پاس پہنچا اسے اٹھایا اور گھر لے آیا سارہ اسے جلدی سے چادر میں لپیٹ دو یہ بارش کی وجہ سے بھیگ گیا ہے ماجد نے بچہ سارہ کو پکڑاتے ہوئے کہا بچے کے منہ سے رونے کی ہلکی ہلکی آواز نکل رہی تھی سارہ نے جلدی سے اسے گرم چادر میں لپیٹ دیا۔

یہ تو بچی ہے دیکھو ناں ماجد کتنی پیاری ہے سارہ نے بچی کو پیار کرتے ہوئے کہا جواب میں ماجد مسکرا دیا ماجد کیوں نہ ہم اسے اپنے پاس رکھ لیں ویسے بھی ہماری کوئی اولاد نہیں ہے ہو سکتا ہے کوئی جان بوجھ کر اسے یہاں چھوڑ گیا ہو سارہ نے افسردہ ہو کر کہا ہاں سارہ اگر اسے کوئی لینے نہ آیا تو ہم اسے اپنے پاس رکھ لیں گے ماجد نے کہا تو سارہ بہت خوش ہوئی وہ بچی کو اٹھائے جھوم رہی تھی اور بار بار اسے پیار کر رہی تھی ماجد سارہ کو خوش دیکھ کر خوش ہو رہا تھا کیونکہ ایسی خوشی سارہ کے چہرے پر پہلی بار آئی تھی دیکھو ناں ماجد یہ تو مجھے پانچ چھ ماہ کی لگتی ہے سارہ نے بچی ماجد کو دکھاتے ہوئے کہا ویسے میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کوئی اتنی چھوٹی بچی کو یہاں کیوں چھوڑ گیا ہے اور وہ بھی اتنی طوفانی بارش میں ماجد نے حیران ہوتے ہوئے کہا ارے ہمارے لیے سارہ نے مسکرا کر کہا تو ماجد بھی مسکرا دیا ماجد ہم اس کا نام سندس رکھیں گے سارہ نے ماجد کی طرف دیکھ کر کہا۔ نام تو بہت ہی اچھا ہے ماجد نے سارہ کو بغور دیکھتے ہوئے کہا اسے بھوک لگی ہوگی میں اس کے لیے دودھ گرم کر کے لاتی ہوں سارہ نے بچی کو ماجد کے حوالے کیا اور خود کچن میں چلی گئی تھوڑی دیر بعد وہ دودھ لے کر کمرے میں آ گئی اور دودھ بچی کو پلایا ماجد اس کو تو بہت سخت بخار ہے سارہ نے پریشان ہو کر کہا سارہ اس وقت ہم شہر نہیں جا سکتے کیوں کہ باہر بہت طوفانی بارش ہو رہی ہے صبح اسے ہسپتال لے جائیں گے ماجد نے سارہ کو دلاسہ دیا اور پھر بستر پر آ کر سو گیا لیکن سارہ نے یہ رات جاگ کر گزاری۔

ماجد اب اٹھ بھی جائیں میں نے ناشتہ بنا دیا ہے سارہ نے ماجد کو جھنجھوڑا ماجد جلدی سے اٹھا اور ناشتہ کیا بارش اب تھم چکی تھی موسم بہت ہی سہانا ہو گیا تھا درخت اور پودے اور بھی سر سبز ہو گئے اور ایک مست کر دینے والی خوشبو ہر طرف بیل چکی تھی بچی کو کوئی بھی لینے نہیں آیا ماجد نے گاؤں والوں سے بھی دریافت کیا کہ یہ بچی آپ کی تو نہیں ہے لیکن وہ بچی گاؤں میں سے کسی کی بھی نہیں تھی پھر ماجد اور سارہ نے اسے اپنے پاس رکھ لیا پھر اسی طرح دن ہفتوں میں ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدل گئے سندس اب اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی لیکن ان اٹھارہ سالوں کے دوران کچھ ایسے بھی واقعات رونما ہوئے جن کو سارہ اور ماجد کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے ایک دفعہ جب سندس ایک سال کی ہوگی سارہ نے اسے کمرے میں سلایا اور خود باہر سارہ دوبارہ کمرے میں کسی کام سے گئی تو سندس کے ہاتھ میں کالا سیاہ سانپ بھی لہرا رہا تھا جسے سندس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا سارہ نے جلدی سے سندس کے

ہاتھ سانپ پکڑا اور نیچے پھینک دیا۔ لیکن سانپ مر چکا تھا جب شام کو ماجد گھر آیا تو سارہ نے ماجد کو بتایا کہ سندس نے آج ایک کالے سیاہ سانپ کو مارا ہے لیکن ماجد نے اس کی بات پر یقین کیا۔

پھر ایسے ہی کئی چھوٹے چھوٹے واقعات ماجد نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھے جیسا کہ کبھی کبھی سندس کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح ہو جاتی کبھی وہ کمرے میں اکیلی ہوتی تو کمرے سے کسی اور کے ہنسنے کی آوازیں آتیں کبھی سندس اکیلے میں کھڑی کسی سے باتیں کر رہی ہوتی لیکن وہاں کوئی نہیں ہوتا سندس کی ان حرکتوں کو ماجد اور سارہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ سندس کی ان عجیب حرکتوں سے پریشان رہتے تھے پھر جب وہ بڑی ہوتی گئی تو اس کی ان حرکتوں میں کمی آ گئی سارہ اور ماجد نے کبھی بھی سندس کو یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ ان کی بیٹی نہیں ہے انہوں نے اس کی ہر جائز خواہش پوری کی اور پڑھایا لکھایا۔



سارہ سبزی کاٹ رہی تھی سندس بھی اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ دروازے کی بیل بجی جاؤ دیکھو باہر کون ہے سارہ نے سندس سے کہا تو سندس اٹھ کر دروازے کے پاس آ گئی جب سندس نے دروازہ کھولا تو سامنے حدید کھڑا تھا ہیلو کیسی ہو حدید نے مسکراتے ہوئے پوچھا میں ٹھیک ہوں آؤ اندر سندس سے کہا تو حدید اندر داخل ہوا ۔اسلام وعلیکم آنٹی حدید نے سارہ کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا واعلیکم اسلام کیسے ہو بیٹا سارہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا میں بالکل ٹھیک ہوں حدید نے کہا شہر سے کب واپس آئے سارہ نے پوچھا کل ہی آیا ہوں میں نے سوچا آپ مل آؤں تو باقی کام بعد میں کر لوں گا حدید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہت اچھا کیا بیٹا اچھا سندس حدید کے لیے چائے بنا کر لاؤ اچھا امی میں ابھی بنا کر لاتی ہوں سندس نے کہا اور چائے بنانے کے لیے کچن کی طرف بڑھ گئی حدید سارہ کی بہن کا بیٹا ہے سارہ اور اس کی بہن نے سندس اور حدید کا رشتہ طے کر دیا تھا لیکن اس بات کا علم حدید اور سندس کو نہیں تھا سارہ اور اس کی بہن چاہتی تھی کہ دونوں کی پڑھائی مکمل ہو جائے گی تو ان کی شادی کریں گی حدید شہر میں پڑھتا ہے اور ایک مہینے بعد ہی گاؤں آتا ہے حدید اور سندس دل ہی دل میں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں لیکن کبھی اظہار نہیں کر پائے حدید اس دفعہ دل میں پکا ارادہ کر کے آیا تھا کہ وہ اس دفعہ سندس کو اپنے دل کا حال ضرور بتائے گا یہ لیجئے گرما گرم چائے سندس نے چائے بنا کر لاؤ اچھا امی میں ابھی بنا کر لاتی ہوں سندس نے کہا اور چائے بنانے کے لیے کچن کی طرف بڑھ گئی حدید سارہ کی بہن کا بیٹا ہے سارہ اور اس کی بہن نے سندس اور حدید کا رشتہ طے کر دیا لیکن اس بات کا علم حدید اور سندس کو نہیں تھا سارہ اور اس کی بہن چاہتی تھی کہ دونوں کی پڑھائی مکمل ہو جائے گی تو ان کی شادی کریں گی حدید شہر میں پڑھتا ہے اور ایک مہینے بعد ہی گاؤں آتا ہے حدید اور سندس دل ہی دل میں ایکدوسرے کو پسند کرتے ہیں لیکن کبھی اظہار نہیں کر پائے حدید اس دفعہ دل میں پکا ارادہ کر کے آیا تھا کہ وہ اس دفعہ سندس کو اپنے دل کا حال ضرور بتائے گا یہ لیجئے گرما گرم سندس نے چائے کا کپ حدید کو دیتے ہوئے کہا۔

تھینک یو حدید نے کپ لیتے ہوئے کہا چائے تو بہت اچھی ہے حدید نے چائے پی کر کہا اچھی تو ہونی ہی تھی ناں میں نے جو بنائی ہے اپنی تعریف سن کر سندس نے کہا اتنے میں فون گھنٹی بجی تو سندس کمرے میں جانے کے لیے مڑی رکو میں دیکھتی ہون ہو سکتا ہے ماجد کا فون ہو یہ کہہ کر سارہ کمرے میں چلی گئی سندس میں نے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے حدید نے سندس کی طرف دیکھ کر کہا ہاں کرو سندس نے کہا نہیں میں یہ بات یہاں نہیں کر سکتا میں آج شام چار بجے باغ میں تمہارا انتظار کروں گا تم ضرور آنا حدید نے اٹھتے ہوئے کہا ٹھیک ہے میں آ جاؤں گی سندس نے حدید کو بغور سے دیکھتے ہوئے کہا حدید مسکرایا ۔اور چل پڑا ارے حدید بیٹا ابھی آئے اور ابھی چل دیئے سارہ نے کمرے سے باہر آتے ہوئے کہا حدید

جو دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا سارہ کی آواز پر رک گیا آنٹی وہ مجھے ایک بہت ضروری کام یاد آ گیا ہے حدید نے کہا اور دروازے سے باہر نکل گیا اور سندس اپنے کمرے میں آ گئی۔

حدید آج مجھ سے کیا بات کرنا چاہتا ہے وہ مجھے باغ میں کون سی بات کرنے کے لیے بلا رہا ہے کہیں وہ بھی تو مجھ سے محبت ۔۔ سندس سوچتے سوچتے اس قدر کھو سی گئی کہ سارہ کی آمد کا پتہ ہی نہ چل سکا سندس ۔۔ سندس تم ٹھیک تو ہوناں سارہ نے سندس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا بج۔۔جی میں ٹھیک ہوں سندس نے چونک کر کہا اچھا ذرا باہر آ کر تھوڑا کام کردو سارہ نے سندس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا جی امی وہ کہہ کر اٹھ گئی پھر کام ہی کام میں وقت کا پتہ ہی نہ چلا اور شام کے چار بج گئے سندس پچھلے پانچ منٹ سے تیار ہو کر مسلسل خود کو آئینے میں دیکھ دیکھ کر سراہا رہی تھی وہ تھی ہی خوبصورت کیون کہ سراہتی خود کو اس کی ایک ایک ادا قیامت تھی گلابی سوٹ میں ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے وہ کھلتا ہوا گلاب لگ رہی تھی وہ آج خود کو عجیب وغریب احساسات سے دوچار ہوتا ہوا محسوس کر رہی تھی وہ آج بہت خوش تھی کیونکہ حدید نے پہلی بار سندس کو باغ میں بلایا تھا سندس جلدی سے کمرے سے نکلی امی میں نازیہ کے گھر جا رہی ہوں ایک کام تھا اس سے سندس نے باہر آتے ہی بلند آواز میں کہا اچھا جلدی آ جانا سارہ نے کہا اور کچن کی طرف چل دی اور سندس گھر سے باہر آ گئی۔

سندس باغ میں پہنچی تو حدید پہلے سے باغ میں موجود تھا بہت دیر کردی حدید نے پوچھا میرے خیال میں تم وقت سے پہلے آ گئے ہو سندس نے مسکراتے ہوئے کہا ہاں لگتا ہے میں ہی وقت سے پہلے آ گیا ہوں حدید نے گھڑی سے ٹائم دیکھتے ہوئے کہا اچھا کیا بات کرنی تھی مجھ سے سندس نے حدید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا سندس ہوسکتا ہے تمہیں میری بات پسند نہ آئے لیکن میں یہ بات تم سے ضرور کروں گا حدید نے سندس کو بغور دیکھتے ہوئے کہا جانے کیا تھا اس کی نظروں میں کہ سندس پلکیں جھکا بیٹھی سندس میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تم میری زندگی ہو پلیز مجھے انکار مت کرنا ورنہ میں مر جاؤں گا پلیز حدید ایسی باتیں مت کرو اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو جی میں بھی نہ سکوں گی سندس نے حدید کی بات کاٹ کر کہا تو کیا تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو حدید نے مسکراتے ہوئے پوچھا سندس نے مسکراتے ہوئے حدید کی طرف دیکھا اور بھاگتے ہوئے باغ سے باہر آ گئی سب سے خوش قسمت انسان سمجھ رہا تھا کیونکہ حدید نے جسے چاہا تھا وہ بھی اسے چاہتی تھی۔

سندس گھر آئی تو گھر پر ایک ویرانی چھائی ہوئی تھی اس نے کچن میں بھی دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا یہ امی کہاں چلی گئی سندس نے سوچا اور امی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا جس سے آواز باہر آ رہی تھی وہ جیسے ہی دروازے کے پاس پہنچی ایک دم ہی تو رک گئی ماجد اب ہمیں سندس کو بتا دینا چاہیے کہ ہم نے اس کا رشتہ حدید سے کر دیا ہے سارہ نے ماجد سے کہا ہاں سارہ میرے خیال میں بھی ہمیں یہ بات سندس کو بتا دینی چاہیے کمرے سے ماجد کی آواز ابھری جب سندس نے یہ سب سنا تو بہت ہی خوشی ہوئی وہ جلدی سے اپنے کمرے مین آ گئی آج وہ بہت خوش تھی اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی اچانک ہی کمرے میں ماجد داخل ہوا ابو آپ ۔۔ آپ کب آئے سندس نے کہا اور دوڑتے ہوئے ابو کے گلے سے جا لگی میں ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا ہوں تم کہاں تھی ماجد نے سندس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ابو میں اپنی دوست نادیہ سے ملنے گئی تھی ابھی ابھی آئی ہوں سندس نے بتایا او۔اچھا تمہارے لیے ایک بہت ہی اچھی خبر ہے ماجد نے سندس کو اپنے سے الگ کرتے ہوئے کہا وہ کیا ابو سندس نے ابو کو بغور دیکھتے ہوئے کہا وہ یہ کہ ہم سب کل گھومنے جا رہے ہیں سچ سندس نے کہا تو ماجد نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔

❁❁❁

حدید آج ہم کہیں گھومنے جا رہے ہیں سندس نے

کہا کہاں جا رہے ہو حدید نے حیران ہو کر کہا یہ تو ابو کو ہی پتہ ہوگا سندس نے کہا اچھا مجھے مس کرو گی حدید نے سندس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا بہت بہت زیادہ سندس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میری بھی چھٹیاں ختم ہو گئیں ہیں میں بھی کل جا رہا ہوں حدید نے مایوس ہو کر کہا پھر کب آؤ گے سندس نے پوچھا اب تو بہت جلد آؤں گا حدید نے شرارت بھرے لہجے میں کہا حدید وہ کل امی ابو سے کہہ رہی تھی کہ اب ہمیں سندس کو بتا دینا چاہیے کہ ہم نے حدید اور سندس کا رشتہ کر دیا ہے سندس نے حدید کو بتایا سچ کیا آنٹی نے تم سے بات کی حدید نے حیران ہو کر پوچھا نہیں ابھی نہیں کی سندس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا سندس میں آج بہت خوش ہوں بہت ہی خوش ہوں حدید نے خوش ہوتے ہوئے کہا اچھا حدید اب میں چلتی ہوں امی سے کہہ کر آئی تھی کہ دوست کے گھر جا رہی ہوں اور جدل آ جاؤں گی یہ کہہ کر سندس جانے کے لیے مڑی تو حدید نے سندس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک جھٹکا دیا تو سندس حدید کے گلے جا لگی حدید چھوڑو کسی نے دیکھ لیا تو سندس نے پریشان ہو کر کہا پاگل اس وقت باغ میں ہمارے سوا کوئی نہیں ہے حدید نے سندس کی طرف دیکھ کر کہا اچھا اب کیا ہے سندس نے حدید سے الگ ہوتے ہوئے کہا کچھ نہیں بس صرف ایک دفعہ مسکرا دو حدید نے آہستہ سے کہا تو سندس قہقہے لگا کر ہنسنے لگی۔

❁❁❁

ماجد سارہ اور سندس گھومنے کے لیے شہر روانہ ہو گئے جس ہوٹل میں وہ ٹھہرے تھے وہ ہوٹل بہت ہی خوبصورت تھا ابھی انہیں یہاں آئے ہوئے ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی ماجد نے دروازہ کھولا تو سامنے رشید کھڑا تھا اور رشید تم ماجد نے رشید کو گلے لگاتے ہوئے کہا مجھے پتہ چلا کہ تم اپنے خاندان کے ساتھ یہاں آئے ہوئے ہو تو میں تم سے ملنے آ گیا رشید نے مسکراتے ہوئے کہا اچھا کیا آؤ اندر ماجد نے آگے سے ہٹتے ہوئے کہا تو رشید اندر آ گیا اور ماجد نے دروازہ بند کر دیا یہ میری بیوی سارہ ہے ماجد نے دارہ کی طرف دیکھ کر کہا اسلام وعلیکم سارہ نے رشید پر سلامتی بھیجی ۔رشید نے سلام کا جواب دیا یہ میری بیٹی سندس ہے ماجد نے سندس کی طرد دیکھ کر کہا کیسی ہو بیٹا رشید نے سندس سے پوچھا سندس جو گہری اور خونی نظروں سے رشید کی طرف دیکھ رہی تھی کہ رشید کی بات پر چونکی جی میں ٹھیک ہوں سندس نے کہا اور یہ ہیں میرے دوست رشید ماجد نے رشید کا تعارف کروایا رشید کافی دیر تک وہاں بیٹھا رہا ماجد سے باتیں کرتا رہا تھا پھر چلا گیا۔

❁❁❁

آج سندس کو بہت بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی اس کا دل بے قرار سا ہو رہا تھا اس کا دل کر رہا تھا کہ بس رات ہو جائے جب سے اس نے رشید کو دیکھا تھا اس کا دل بے قرار سا ہو رہا تھا اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی ایک تپش تھی اس کی آنکھوں مین جو کسی کو جلانے کی منتظر تھی پھر آہستہ آہستہ سورج اپنی تمام تر خوبصورتی لیے ہوئے مغرب میں جا چھپا تھا اور رات کی تاریکی ہر طرف پھیل گئی رات کے کسی پہر سندس کی آنکھ کھل گئی اور وہ اٹھ بیٹھی اس کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اس نے ایک نظر ماجد اور سارہ کی طرف دیکھا جو گہری نیند سو رہے تھے سندس اپنی جگہ سے اٹھی اور کمرے سے باہر آ گئی اس نے کچھ پڑھ کر اپنے آپ پر پھونک ماری تو اس کا جسم دھواں بننے لگا اور پھر وہ اپنی جگہ سے غائب ہو گئی۔

❁❁❁

رشید اور اس کی بیوی رات کو اپنے کمرے مین سو رہے تھے کہ رشید کی آنکھ ایک چیخ کی وجہ سے کھل گئی رشید اٹھ بیٹھا اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا جو گہری نیند سو رہی تھی ایک بار پھر اسے چیخ کی آواز سنائی دی آواز باہر صحن سے آ رہی تھی رشید اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر آ گیا باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور ایک مست کر دینے والی خوشبو بھی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی رشید نے ادھر ادھر دیکھا اسے کوئی بھی نظر نہ آیا بس اسے محسوس ہو رہا تھا کہ

اس کے اردگرد کوئی ہے جو اسے نظر نہیں آ رہا تھا اس کا دل ایک انجانے خوف سے دھڑکا اور وہ ادھر ادھر ٹہلنے لگا تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے میں واپس آگیا اس کی بیوی ریشماں جاگ چکی تھی۔

کہاں گئے تھے آپ ریشماں نے پوچھا باہر گیا تھا رشید نے جواب دیا اور دروازہ بند کر کے بستر پر آ گیا ابھی وہ لیٹنے ہی والا تھا کہ لائٹ خود بخود جلنے بجنے لگی ۔ہاہاہا۔۔ہاہاہا۔۔کمرے میں قہقہے گونجنے لگے رشید اور اس کی بیوی دونوں ڈر گئے ریشماں تو رشید کے گلے لگ کر رونے لگ گئی لائٹ کا خود بخود جلنا بجھنا اور اوپر سے خوفناک قہقہے کمرے کا ماحول اور خوفناک بنا رہے تھے کون ۔۔کون ہے رشید نے ڈرتے ہوئے کہا تو قہقہوں کی آواز آنا بند ہو گئی اور لائٹ بھی جلنا بجھنا بند ہو گئی تھی کک کون ہے رشید نے دوبارہ پوچھا تمہاری موت اسے جواب ملا اور دوبارہ قہقہے گونجنے لگے ہاہاہا۔۔ہاہاہا۔۔رشید نے یہ سنا تو اس کے پسینے چھوٹنے لگے کک۔۔کو۔۔کون ہے ۔ساسا۔سامنے کیوں نہیں آتی ہو رشید نے ہمت کر کے دوبارہ پوچھا چلو تمہاری آخری خواہش پوری کر دیتی ہوں رشید کو جواب ملا اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں سفید دھواں پھیلنے لگا رشید اور ریشماں ٹکٹکی باندھے ہوئے دھویں کو دیکھ رہے تھے پھر آہستہ آہستہ اس دھویں نے ایک شکل اختیار کر لی جسے دیکھ کر رشید اور ایشماں حیران رہ گئے سند۔۔سندس۔۔تم رشید نے حیران ہو کر پوچھا میں سندس نہیں ہوں۔

یہ کہہ کر سندس کی شکل بدلنے لگی اب سندس کی جگہ ایک نہایت ہی بدشکل سامنے تھی جسے دیکھ کر رشید اور ریشماں کانپ اٹھے یہ کوئی اور لڑکی تھی جس کی زبان باہر کو لٹک رہی تھی ناک کا تو نام و نشان بھی نہ تھا اور اس کا سارا جسم جگہ جگہ سے کٹا ہوا تھا جس سے خون بہہ رہا تھا کیوں رشید پہنچانا مجھے اس لڑکی نے غرا کر کہا رشید اور ریشماں ڈر کی وجہ سے کانپ رہے تھے تت۔تم ۔۔تو۔تو۔۔مم۔مر چکی ہو رشید نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔۔ہاں میں مر چکی ہوں تم نے ہی مجھے اپنے دوست جاوید کے ساتھ مل کر مارا تھا ناں اب میں تمہیں اور جاوید کو بھی مار دوں گی میں ایک روح ہوں اور تم سے اور جاوید سے اپنا انتقام لینے آئی ہوں۔۔اس لڑکی نے غصے سے کہا ریشماں پتھرائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور وہ بے ہوش ہو گئی رشید کا رنگ بھی پیلا پڑ چکا تھا وہ تو ڈر کی وجہ سے بول بھی نہیں پا رہا تھا۔

مم۔۔مجھے۔۔معاف کر دو رشید نے کانپتی ہوئی آواز مین کہا میں نے کتنی معافیاں مانگی تھیں تم سے لیکن تم نے میری ایک نہ سنی تھی اور میرا یہ حال کر دیا یہ کہہ کر وہ رشید کی طرف بڑھی اور اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے اس کی آنکھیں باہر نکال دیں رشید درد کی شدت سے چیخ اٹھا اس نے پھر رشید کا چہرہ بھی نوچ ڈالا اور اس کا پیٹ چاک کر دیا اسے پھر بھی چین نہ آیا تو اس نے چلتے پنکھے کی طرف دیکھا جو فل سپیڈ کے ساتھ چل رہا تھا اس نے رشید کو اٹھا کر پنکھے کی طرف کیا تو اس کا سر کٹ کر دور جا گرا کمرے کی دیواریں اس کے خون سے سرخ ہو چکی تھیں اور پھر اس نے ریشماں کا بھی رشید جیسا حال کیا اور اس نے قہقہہ لگایا ہاہاہا۔۔ہاہاہا۔۔اور غائب ہو گئی۔

❁❁❁

صبح صبح ماجد کا موبائل بج اٹھا جس سے ماجد کے ساتھ ساتھ سارہ اور سندس بھی جاگ گئیں ہیلو ماجد نے نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا کیا ماجد نے چیخ کر کہا اچھا میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر ماجد نے موبائل بند کر دیا اور جلدی اٹھ کھڑا ہوا کیا ہوا سارہ نے پوچھا وہ رات کو کسی نے رشید کو اور اس کی بیوی کو قتل کر دیا ہے مجھے ابھی اس کے دوست جاوید نے بتایا ہے اچھا میں چلتا ہوں تم دروازہ بند کر لو ماجد نے کہا اور باہر چلا گیا اور سارہ نے دروازہ بند کر دیا۔

❁❁❁

رشید اور اس کی بیوی کو کس نے مارا سارہ نے ماجد سے پوچھا یہ ابھی پتہ نہیں چل سکا ماجد نے مختصراً کہا میرے خیال میں آج ہمیں گھر چلنا چاہیے جب حالات ٹھیک

ہوں گے تو پھر آ جائیں گے سارہ نے ماجد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ تم لوگوں کو گھر بھیج دوں ماجد نے پریشانی سے کہا نہیں ابو ہم کل جائیں گے آج میرا دل نہیں کر رہا سندس نے ابو کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا اچھا ٹھیک ہے کل چلے جائیں گے ماجد نے سندس کو دیکھتے ہوئے کہا اور سندس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔

❁❁❁

جاوید اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا اس نے اپنا وہم سمجھا اور پھر چل دیا جب اس نے سامنے دیکھا تو ایک دم رک گیا سامنے دھواں سا اٹھ رہا تھا پھر اس دھویں نے ایک شکل اختیار کر لی جسے دیکھ کر جاوید بے ہوش ہو گیا اس لڑکی نے جاوید کے جسم کو اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے نوچنا شروع کر دیا پھر اس نے جاوید کو اٹھایا اور ہوا میں اچھال دیا جب جاوید زمین پر گرا تو اس کا پیٹ اور سر پھٹ گیا اور گوشت ادھر ادھر بکھر گیا پھر اس لڑکی نے ایک قہقہہ لگایا اور وہاں سے غائب ہو گئی

❁❁❁

رات کے کسی پہر ماجد کی آنکھ کھلی تو ماجد نے دیکھا کہ سندس کمرے میں نہیں تھی ماجد نے سارہ کو جگایا اور پوچھا سندس کہاں ہے کمرے مین ہی ہو گی ناں سارہ نے نیند مین ڈوبی ہوئی آواز میں کہا وہ کمرے میں نہیں ہے میں باہر جا کر دیکھتا ہوں ماجد نے کہا اور دروازے کے پاس جا پہنچا ماجد نے دروازہ کھولا تو سامنے سندس کھڑی تھی ایکدم پکڑے جانے پر سندس گھبرا گئی کہاں گئی تھی تم ماجد غصے سے پوچھا وہ ابو میں باہر گئی تھی میرا دل گھبرا رہا تھا اس لیے باہر چلی آئی تھی سندس نے ڈرتے ہوئے جواب دیا اچھا چلو اندر ماجد نے کہا تو سندس اندر گئی۔

❁❁❁

سارہ مجھے ابھی ابھی پتہ چلا ہے کہ رات کو کسی نے رشید کے دوست جاوید کو قتل کر دیا ہے ماجد نے سارہ کو بتایا تو سارہ پریشان ہو گئی ماجد سارہ اور سندس کو لے کر گاؤں واپس آ گیا سندس تو گھر آتے ہی اپنی دوست نادیہ سے ملنے اس کے گھر چلی گئی سارہ میرے خیال میں سندس پر کوئی سایہ ہے اس دن جب سندس کمرے میں نہیں تھی میں دروازے کے پاس پہنچا تو دروازہ بند تھا جب میں نے دروازہ کھولا تو وہ سامنے کھڑی تھی وہ بند دروازہ سے باہر کیسے چلی گئی اس کمرے کی تو کوئی کھڑکی بھی نہیں تھی اس دن تم نے غور نہیں کیا تھا لیکن میں نے کیا تھا اس کے جسم سے ہلکا ہلکا دھواں بھی اٹھ رہا تھا ماجد نے سارہ کو تفصیل سے بتایا ہاں ماجد میرے خیال میں بھی سندس پر کوئی سایہ ہے اور وہ سایہ بچپن سے اس کے ساتھ ہے آپ کچھ کرتے کیوں نہیں سارہ نے پریشانی سے کہا میں آج ہی کسی عامل کا پتہ کرتا ہوں ماجد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

❁❁❁

ماجد نے فون کر کے حدید کو بھی گاؤں واپس بلا لیا اور ساری بات حدید کو بتا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ ہم نے تم دونوں کا رشتہ بھی کر دیا ہے حدید نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں میں شہر میں ایک بزرگ بابا کو جانتا ہوں وہ بہت ہی نیک ہیں میں کل ہی انہیں یہاں لے آؤں گا یہ کہہ کر حدید دوبارہ شہر روانہ ہو گیا۔

❁❁❁

دوسرے دن حدید بزرگ کو لے کر گاؤں آ گیا بزرگ بابا نے سندس کے گرد ایک حصار بنایا اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگے جب انہوں نے سندس پر پھونک ماری تو اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئی کیوں بلایا ہے مجھے سندس کے منہ سے ایک بھاری آواز آئی تو کون ہے اور کیوں اس بچی کو تنگ کرتی ہے بزرگ بابا غصے سے کہا میں ایک روح ہوں اور بچپن سے اس کے ساتھ ہوں میں نے اسے کبھی تنگ نہیں کیا سندس نے بھاری آواز میں کہا اس وقت حدید ماجد اور سارہ بھی بزرگ بابا کے پاس کھڑے تھے اچھا یہ بتاؤ تو روح کیسے بنی بزرگ بابا نے پوچھا کئی سال پہلے میں ایک خوبصورت لڑکی تھی میرے ساتھ صرف میری ماں تھی باپ تو میرے پیدا ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔تھا میں اپنے

ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی ہم لوگ ہندو تھے ہمارے سارے رشتے دار سے چلے گئے تھے میں اپنی ماں کے ساتھ یہاں اکیلی ہی رہتی تھی ہمارے ہمسائے مسلمان تھے انہوں نے ہمیں کبھی بھی کوئی تکلیف نہیں دی بلکہ ہمارا ساتھ دیا ہمیں جس چیز کی بھی ضرورت ہوتی وہ ہمیں مانگے بنا دے دیتے۔

ایک دفعہ رات کو میری ماں کی طبیعت سخت خراب ہوگئی ہمارے ہمسائے بھی گھر پر نہیں تھے وہ کسی شادی پر گئے ہوئے تھے میں تو ان کے علاوہ کسی کو بھی نہیں جانتی تھی میری امی کی طبیعت خراب سے خراب تر ہو رہی تھی میں گھر سے باہر کبھی بھی نہیں گئی تھی جہاں کہیں بھی جاتی امی ہی جاتی لیکن اس دن امی کی خراب طبیعت نے مجھے باہر جانے پر مجبور کر دیا اور میں امی کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر باہر آگئی میں نے سوچا کسی کے گھر جاؤں گی تو کوئی مدد کر ہی دے گا یہ سوچ کر میں نے ایک دوراز ے پر دستک دی تھوڑی دیر بعد ایک لڑکے نے دروازہ کھولا اس کا نام رشید تھا میں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے اور کہا میری ماں کی طبیعت بہت خراب ہے آپ میری مدد کریں اس نے مجھے غور سے دیکھا اور میں بہت ہی خوبصورت تھی اور یہ ہی خوبصورتی میرے لیے میری موت بن گئی رشید نے کہا آپ اندر تو آئیں میں بنا سوچے سمجھے اندر چلی گئی اور رشید نے دروازہ بند کر لیا میرا دل تو جیسے ڈوبنے لگا مجھے اپنی فکر ہونے لگی رشید مجھے لیے ہوئے ایک کمرے میں پہنچا اس کمرے میں ایک اور لڑکا بھی تھا پھر ان دونوں نے مجھے ہوس کا نشانہ بنایا میں روتی رہی ان سے معافیاں مانگتی رہی لیکن ان درندوں نے میری ایک نہ سنی بلکہ جاوید جو رشید کا دوست تھا اس نے کہا۔

تو بہت بولتی ہے ابھی چپ کراتا ہوں یہ کر جاوید نے میری زبان کھینچ کر باہر نکال دی میری روح نے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا ان درندوں کو پھر بھی مجھ پر ترس نہ آیا اور میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے میری روح وہاں پر ہی کھڑی تھی ان درندوں کو دیکھ رہی تھی میں انہیں مارنا چاہتی تھی لیکن میں ایسا نہ کر سکی کیونکہ جب بھی میں انہیں مارنے کے لیے ہاتھ آگے کرتی تو میرا ہاتھ ہوا کی طرح ان میں سے گزر جاتا میں کسی چیز کو بھی اٹھانا چاہتی تو میرا ہاتھ ہوا کی طرح اس میں سے گزر جاتا پھر وہ دونوں کمرے سے باہر چلے گئے اور میں اپنی لاش کے پاس بیٹھی روتی رہی جب وہ درندے دوبارہ کمرے میں آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک سیاہ چادر تھی انہوں نے میری لاش کو اس چادر میں لپیٹا اور جنگل میں لے گئے جنگل میں ایک بہت ہی گھنا درخت تھا انہوں نے وہاں گڑھا کھودا اور میری لاش کو وہاں دفن کر دیا ہمارے ہاں تو مرنے کے بعد جلایا جاتا ہے لیکن ان درندوں نے مجھے دفن کر دیا میرے وقت پر نہ پہنچنے پر میری ماں بھی مرگئی میں جب بھی اپنے دشمنوں کو مارنے جاتی ہمیشہ ناکام رہتی مجھے وجود کی ضرورت تھی وہ بھی زندہ وجود کی میں نے کسی وجود کو ایک صورت میں ہی حاصل کر سکتی تھی اور وہ صورت تھی کہ کوئی خود اس درخت کے نیچے آئے لیکن کوئی بھی اس درخت کے نیچے نہ آیا اور میں یوں ہی بھٹکتی رہی۔

پھر ایک دن ایک عورت بھاگتی ہوئی جنگل میں آئی اس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹی سی بچی تھی اس عورت اپنی بچی کو اس درخت کے جس کے نیچے میں دفن تھی اس درخت کے نیچے لٹایا اور اللہ سے دعا کی اے اللہ میری بچی کی حفاظت کرنا اور خود اس عورت نے ایک گہرے کنویں میں کود کر خودکشی کر لی میں اس کی خودکشی کی وجہ جاننے کے لیے اس کے جسم میں داخل ہوگئی اس عورت کو اس کی ساس نے یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا تھا کہ ہمارے خاندان میں پہلا بیٹا ہوتا ہے اور تو نے بیٹی کو جنم دیا ہے پھر میں زیادہ دیر اس عورت کے جسم میں نہ رہ سکی کیونکہ وہ مر چکی تھی اور مجھے لگ رہا تھا کہ اگر میں زیادہ دیر اس عورت کے جسم میں رہی تو میری روح جل جائے گی پھر دیکھتے آسمان پر کالے کالے بادل چھا گئے اور تھوڑی دیر میں طوفانی بارش ہونے لگی میں اس بچی کے جسم میں داخل ہوگئی اس بچی کو زندہ رہنے کے لیے خوراک کی ضرورت تھی میں اس بچی کے ذریعے ماجد کے گھر کے سامنے آگئی مجھے پتہ تھا کہ ماجد اور سارہ کی کوئی اولاد نہیں ہے وہ اس کو ضرور اپنے پاس رکھیں

گے پھر ویسا ہی ہوا جیسا کہ میں نے سوچا تھا ماجد اور سارہ نے اسے اپنے پاس رکھ لیا پھر جب سندس جوان ہوئی تو مجھے میرے دشمن بھی مل گئے اور میں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لے لیا۔۔

اپنی کہانی سنا کر وہ روح چپ ہوگئی۔۔تو نے اپنے دشمنوں سے انتقام لے لیا ہے اب تو اس بچی کو چھوڑ دے بزرگ بابا نے کہا میں اسے ایک شرط پر ہی چھوڑ سکتی ہوں روح نے کہا وہ کیا بزرگ نے حیران ہو کر پوچھا آپ لوگ جنگل میں جائیں اور میری لاش کو وہاں سے نکال کر آگ لگا دیں روح نے پرسکون ہو کر کہا پھر بزرگ بابا ماجد اور حدید کو لے کر جنگل مین گئے اور درخت کے نیچے سے لاش کو نکال کر آگ لگا دی سندس کے جسم کو ایک جھٹکا لگا اور وہ روح اس کے جسم سے ہمیشہ کے لیے چلی گئی۔

آج ہر طرف خوشی کا سماں تھا کیونکہ حدید اور سندس کی شادی ہو رہی تھی اور دونوں بھی بہت خوش تھے انہیں ایسا لگ رہا تھا کہ دینا بھر کی خوشیاں ان کے آنگن میں اتر آئی ہوں۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا آپ کی تعریف اور تنقید کا شدت کا انتظار رہے گا اور آخر میں صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ کسی کے بارے میں غلط رائے قائم نہ کریں ہوسکتا ہے وہ آپ کے لیے اچھا سوچتا ہو خوش رہیں اور دوسروں کو خوش رکھیں اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں اور بہت جلد نئی سٹوری کے ساتھ حاضر ہوں گی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

غزل

...م زمانے میں محبت نہیں کرتے
...ا والے تو دشمن سے بھی نفرت نہیں کرتے
... بار جسے چاہا سدا اس کے رہے پھر
... لوگ امانت میں خیانت نہیں کرتے
...ں میں کرتے ہیں یاد آنسو بہا کر
ظاہر کبھی ہم اپنی عبادت نہیں کرتے
وقت آنے پر معلوم یہ ہوجائے گا تم کو
ہم صرف دکھاوے کی محبت نہیں کرتے
لکھتے ہیں فقط تمہارے لیے غزلیں
ہر شخص پر ہم ایسی عنایت نہیں کرتے

زاہد اقبال۔چوکی



غزل

اے بچے نئیں ڈرتے ۔ماں پیو نال پر لڑدے
اے بچے نئیں ڈرتے ۔ماں پیو نال پر لڑدے
کدی تے لڑکے آندے۔کدی کھا کے ماراں ورڈے
ہومر جانے بچیاں دے ۔ادھی رات دی واجے وجدے
اے بچے نئیں ڈرتے ۔ماں پیو نال پر لڑدے
گھر وچ کرکٹ کھیل دے ۔ونڈو شیشے توڑدے
روکیاں کدی وی رکدے نئیں۔اگوں سر نے پھاڑدے
باپ دے ڈنڈے کھا کے وی۔کچ کچ کچ ہسدے
ہومر جانے بچیاں دے ۔ادھی رات دی واجے وجدے
اے بچے نئیں ڈرتے ۔ماں پیو نال پر لڑدے
جو کج ہونڈا پیڑدے ۔کھان توں منہ نئیں موڑدے
پنج ست روٹیاں کھا کے کہندے۔ ادھی روٹی ہوردے
کھواں ورگے پیٹ ایناں دے ساڈے توں نئیں پردے
ہومر جانے بچیاں دے ۔ادھی رات دی واجے وجدے
اے بچے نئیں ڈرتے ۔ماں پیو نال پر لڑدے
لیڑا کپڑے پھاڑدے ۔فلمی ماراں ماردے
کوئی برتن گھر وچ چھڈیا نئیں ۔کپ پیالے توڑدے
جناں وی سمجھاؤ ایناں نوں۔ذرا نئیں اکھاے لگدے
ہومر جانے بچیاں دے ۔ادھی رات دی واجے وجدے
اے بچے نئیں ڈرتے ۔ماں پیو نال پر لڑدے

کشور کرن۔چوکی



بوڑھی چڑیل

---تحریر: کامران احمد منڈی بہاؤالدین۔

تم کیا سمجھتے تھے کہ مرنے والوں کی روحیں بھی مر جاتی ہیں تو یہ تمہارا اندازہ بالکل غلط ہے تم بہت بڑے ظالم ہونے کے ساتھ ساتھ حسن پرست بھی ہو تم جو حسین چہرہ دیکھتے ہوا سے حاصل کرنے لگتے ہو تم نے میری بیٹی سے بھی یہی کیا نجانے میری معصوم بیٹی کہاں بھٹک رہی ہوگی تم سے میں بہت منتیں کرتی رہی لیکن تم نے مجھے اسی سردی کی رات اس کچرے کے پاس چھوڑا میرا ہڈیوں سے بھرا تھوڑا گوشت پرندوں اور جنگلی جانوروں نے کھالیا پھر میں نے ایک حسین دوشیزہ کا روپ دھار لیا جو تم کو بہت بھایا تم مجھ سے پیار کرنے لگے تم نے میرے پیار میں میری بیٹی کو طلاق دے دی تم بہت بڑے ظالم ہو بوڑھی بدروح نے کہا اعجاز یہ سب خاموشی سے سن رہا تھا اور پسینہ سے نہا رہا تھا اس کا سارا جسم پسینے کی ننھی ننھی بوندوں سے بھر چکا تھا شاید وہ اپنی غلطی پہ پچھتا رہا تھا ہاں شاید میں نے طلاق دے کر بہت برا کیا ہے اس بھیانک بڑھیا کی حالت بری ہونے لگی وہ ایک بہت ہی ڈراؤنی اور وحشت ناک ڈائن بن گئی اس کے بڑے بڑے دانت ہونٹوں سے باہر آنے لگے جو بہت ہی خوفناک لگ رہے تھے اس بوڑھی چڑیل کا سارا جسم آدھا آدھا کٹا ہوا تھا پھر وہ بوڑھی بدروح آگے بڑھی اور اعجاز کے اوپر جھک گئی اور اپنے دانت اس کی گردن پر گاڑ دیئے ایک۔ بھیانک دل کو دہلا دینے والی چیخ اس کمرے سے گونجی جو کہ سب لوگوں نے سنی لوگوں نے تھوڑی دیر تو دروازہ نہ کھولا پھر دروازہ توڑ ڈالا اندر بہت ہی خون آشام ماحول بنا ہوا تھا سب لوگ ڈر گئے بیڈ پر اعجاز کی بھیانک لاش پڑی ہوئی تھی اور دلہن کا نام ونشان نہ تھا۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

رات ہونے کو تھی آسمان پر بے شمار بادلوں نے جگہ لے لی تھی ہوائیں بھی اپنا زور پکڑ چکی تھیں دور سڑک پر گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی مدہم مدہم روشنی دکھائی دے رہی تھی ہوا کی وجہ سے گاڑی ہچکولے کھا رہی تھی جب گاڑی نزدیک آئی تو پتہ چلا کہ وہ ایک ٹرپ تھا جس میں ٹوٹل آٹھ افراد تھے۔ جن میں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں انہوں نے رات گزارنے کے لیے ایک نزدیک ہوٹل کا انتخاب کیا تھا وہ بہت کوشش تھے انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ رات گزارنے کے لیے کوئی تو جگہ ملی۔ اس وقت بھی سب گپوں میں مصروف تھے اچانک انہیں باہر ایک بوڑھا شخص نظر آیا جو اکیلے ایک درخت کے پاس بیٹھا ہوا تھا سب اس بوڑھے کی جانب چل پڑے سلام دعا کے بعد تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد بالآخر انہوں نے اسی اندھیری رات میں بوڑھے سے کہانی سننے کی فرمائش کی انہوں نے سوچا اس بہانے کچھ وقت گزر جائے گا بچوں کی زیادہ ضد پر بوڑھے نے ہاں کردی سارے دوستوں نے بوڑھے کو گھیر لیا اور کہانی سننے کے لیے بے تاب ہوگئے بوڑھے نے ایک سرد آہ بھری پھر بول پڑا۔

بیٹا ایک گاؤں میں شخص رہتا تھا جس کا باپ مر چکا تھا اور دو بہنوں کی شادی بھی ہو چکی تھی گھر میں صرف اعجاز اسکی ماں اور ایک چھوٹی بہن رہتے تھے چند ہی دنوں میں اعجاز کی شادی ہوگئی اس کی بیوی ایک نہایت ہی اچھی اور پیار کرنے والیلڑکی تھی اس کا نام شاہنہ تھا وہ ان سب کا بہت خیال رکھتی تھی اس کی صرف ایک ماں تھی جو کہ نہایت ہی بوڑھی اور لاغر ہو چکی تھی شاہنہ نے اپنے ساتھ بہت سارا جہیز بھی لایا تھا جو کہ اس کے دو بھائیوں نے اکھٹا کیا تھا لیکن وہ دونوں ہی دنیا چھوڑ کر چلے گئے تھے خیر شاہنہ کی ایک شرط تھی وہ کہتی تھی میں جس گھر میں بھی جاؤں گی اسی گھر میں اپنی بوڑھی ماں کو بھی ساتھ لے جاؤں گی یہ بات جب اعجاز کی ماں اور بہن کو پتہ چلا تو وہ آگ بگولہ ہوگئیں اس وقت بھی اعجاز کی ماں اپنی بیٹی کو سمجھا رہی تھی دیکھ نادیہ یہ بوڑھی اب ہمیشہ ادھر ہی رہ گی ہاں امی جان مجھے بھی اس پر بہت وحشت ہوتی ہے گھن آتی ہے مجھے اس کے ہڈیوں کے ڈھانچے پر نادیہ نے برا سا منہ بنا کر اعجاز بھی اس کی بوڑھی ماں کو حقارت سے دیکھتا تھا وہ شاہینہ کے سامنے تو اس سے پیار کرتا اور خدمت بھی اور بعد میں اس بوڑھی پر تھوکتا۔ ایک ان شاہینہ گھر پر نہ تھی شاہینہ کی ماں اس کے بیڈروم میں بے سود پڑی ہوئی تھی دوسرے کمرے میں اعجاز کی ماں اور نادیہ دونوں اعجاز کو سمجھا رہی تھی دیکھو بیٹا ہم اس چڑیل کی ماں کو ہمیشہ کے لیے اپنے گھر میں تو نہیں رکھ سکتے بہت سی بیماریاں پھیلتی ہیں پرسوں سے میری اور نادیہ کی صحت بہت خراب ہو رہی ہے ہاں اماں کہتی تو ٹھیک ہے ساری رات چین سے سونے نہیں دیتی ہر وقت آوازیں دیتی رہتی ہے کچھ دے جاؤ کبھی کچھ اور وہ شاہینہ بھاگتی جاتی ہے اس ضیف کی طرف ماں صرف تو دیکھ میں کرتا کیا ہوں۔ کمرے میں ایک اداسی ایک ویرانی چھائی ہوئی تھی بلب کی دھیمی دھیمی روشنی پھیل رہی تھی ایک طرف بیڈ پر دیتا ہے بے خبر بوڑھی اپنی زندگی کی چند گھڑیاں بتا رہی تھی جب چاپ ایک ہڈیوں کا مجسمہ لیٹا ہوا تھا وہ سیدھی لیٹی ہوئی تھی اور اپنے دونوں جھریوں بھرے ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ مر چکی تھی اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور اعجاز کمرے میں داخل ہوا اس کی آنکھوں میں ایک بے چینی تھی اس نے ایک بار ادھر ادھر نگاہ دوڑائی پھر اپنے مضبوط ہاتھوں سے اس بوڑھی کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور بوڑھی کے پوپلے منہ سے ہائے ہائے کی آواز بمشکل نکل رہی تھی بوڑھی نے دو تین بار اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن اتنی طاقت نہ تھی کہ ایک جوان مرد پر اپنی طاقت جما سکے اعجاز نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور گیٹ سے ہوتا ہوا باہر چلا گیا۔ کچھ ہی گھنٹوں بعد وہ گھر کی طرف آ رہا تھا لیکن یہ کیا اس کے کندھوں سے بڑھیا کدھر گئی اس کے کندھوں پر بوڑھی نہ تھی بلکہ اعجاز اس کو ایک پرانے ویران جنگل میں ایک بڑے کچے کے ڈھیر پر پھینک آیا تھا وہ بے چاری تڑپتی رہی سسکتی رہی لیکن اعجاز کو اس پر ذرا بھی ترس نہ آیا اس نے ایک نہ سنی اور اسے سسکتا ہوا چھوڑ آیا۔ دوسرے دن شاہینہ گھر واپس آگئی جب وہ اپنے کمرے میں گئی تو اس نے اپنی ماں کو کمرے میں نہ پایا وہ تھوڑی دیر تو خاموش رہی پھر اعجاز کی ماں کے پاس آئی امی جان اماں کدھر ہیں ہمیں کیا پتہ کمرے سے کبھی باہر بھی نہیں نکلنے دیا ہے تم نے لیکن وہ تمھیں تو گھر میں ہی ناں مجھ سے اتنے سوال کرنے کی ضرورت نہیں اعجاز کی ماں نے شاہینہ سے کہا اور جھڑک دیا۔ شاہینہ نے جب اعجاز سے پوچھا تو اس نے بھی بات گول مٹول کر دی ہاں شاہنہ ماں جان کو میں نے باہر جاتے ہوئے دیکھا تھا اس وقت میں چھت پر تھا جب میں نے چھت سے نیچے اتر کر دیکھا تو اماں جان وہاں نہیں تھی شاہنہ سمجھ چکی تھی کہ ان ہی ظالموں نے اس کی ماں کو کچھ کیا ہے سچ بتاؤ اعجاز میری ماں کہاں ہے تمہیں ایک بار بات کی سمجھ نہیں آتی اعجاز نے بھی شاہنہ کو خاموش کر دیا شاہینہ پتہ نہیں کیوں مجبور تھی خاموش ہو کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی شاید وہ اپنی جنت گم کر چکی تھی جب اعجاز کمرے میں داخل ہوا تو شاہنہ غصے سے بلبلا اٹھی اور اعجاز کا گریبان پکڑ لیا۔

بتاؤ کہاں ہے میری ماں بس مجھے بتا دو میں جا کر خود اپنی ماں کو لے آؤں گی۔

کیا ہو گیا تمہیں پاگل ہوگئی ہو تم اتنی رات کو اکیلا جاؤ گی چپ ہو جا بیٹا اس مکار کو جانے دے کیا پتہ کوئی لڑکا ہو باہر اور بہانہ ماں کا بنایا ہو اعجاز وہاں ہی رک گیا۔ نصف شب بیت چکی تھی ویران او سنسان سڑکوں کے درمیان شاہینہ بوجھل بوجھل قدموں سے واپس آ رہی تھی وہ دل میں یہ سوچ کر پاگل ہو رہی تھی کہ آخر میری جنت میری پیاری ماں ادھر سے کہاں گئی ہے جدھر اعجاز نے بتایا تھا وہاں تو سوائے ویرانی کے کچھ نہ تھا سورج طلوع ہو چکا تھا جب شاہینہ گھر پہنچی تو مار پیٹ اور جھڑکوں کے تو جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں کچھ دن گزر گئے اعجاز شاہینہ سے کھچا کھچا سا رہنے لگا روز ہی لڑائی ہونے لگی اور بات سا نوبت آ گئی کہ اعجاز نے شاہینہ کو طلاق دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک رات جب اعجاز آفس سے گھر آیا تو شاہنہ کو کہنے لگا شاہینہ بات آخر کب تک چھپائی جائے۔ میرے آفس میں ایک نئی لڑکی آئی ہے اب میں نے اس سے شادی کا ارادہ کیا ہے تم کو اب کھلی چھٹی ہے تم آج کل بہت بڑی ہو جہاں جانا چاہتی ہو چلی جاؤ ورنہ گھر کا کام کاج سنبھال لو اعجاز اب یہ ظلم مجھ پر نہ کرنا خدا کے لیے آپ جو کہیں گے میں ویسے ہی کروں گی میرا قصور کیا ہے مجھے معاف کر دیں پلیز ایسا مت کرنا مجھ پر ترس کھاؤ شاہینہ نے اعجاز کے پاؤں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا دفع ہو جاؤ یہاں سے نفرت ہے مجھے تم سے چلی جاؤ یہاں سے اعجاز نے اسے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا جیسے کسی کھلونے کو مار رہا ہو شاہنہ کمرے سے باہر چلی گئی کیا لڑکی ہے وہ خدا نے کیسا حسن سے نوازا ہے اس لڑکی کو کیا ہونٹ کیا ریشمی بال حسن شباب کا کوئی مجسمہ ہے وہ اعجاز اس لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا آخر اعجاز نے شاہنہ کو طلاق دے دی شاہنہ روتی رہی اور گھر سے باہر چلی گئی اور اپنے خاوند کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چل پڑی وہ اپنی آنکھوں میں آئے ہوئے اشک کو روک نہ سکی اور اشک بار ہونے لگی میں کہاں جاؤں کون ہے میرا اس دینا میں اے خدا تو ہی انصاف کر شاہینہ سڑکوں پر بھٹکتی رہی اعجاز اور اس لڑکی جس کا نام مشعل تھا ان کی دوستی بڑھتی چلی گئی اور بڑھتے بڑھتے اس دوستی نے محبت کا روپ دھار لیا اعجاز مشعل کی ایک ایک ادا پر مرنے لگا وہ اندھا ہو چکا تھا اس کی محبت میں آخر اس نے ماں سے بات کی اور شادی کے لیے تیار ہو گیا تھوڑے ہی دنوں بعد اعجاز نے ماں کو رشتے کے لیے بھیجا آخر کار اعجاز کی محبت رنگ لے آئی ان دونوں کی شادی ہوگئی وہ حسینہ تو واقعی ہی خوبصورت تھی ایک حسن تھا جو اعجاز کو اپنی طرف کھینچتا چلا گیا وہ کسی حسن کا مجسمہ محسوس ہو رہی تھی نیلی آنکھیں بڑی بڑی پلکیں گلابی چہرہ واقعی ہی وہ شاہنہ سے کہیں بار خوبصورت تھی وہ دلہن کے روپ میں اور بھی حسین لگ رہی تھی خیر سب رسمیں ہو چکی تھیں مشعل کمرے میں گھونگٹ ڈال کر بیٹھی ہوئی تھی دم بھی کمرے مین داخل ہو گیا اس نے آہستہ سے بڑے پیار کے ساتھ گھونگٹ اٹھایا اور غش کھا کر پیچھے ہٹ گیا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اس کی آنکھیں خوف سے باہر ابلنے لگیں وہ باہر کو بھاگنے لگا لیکن کمرے کا دروازہ خود بخود بند ہوتا چلا گیا وہ کوئی حسینہ کی دلہن نہ تھی بلکہ ایک بوڑھی دلہن تھی وہ بوڑھی تھی جس کو اعجاز اپنے ہاتھوں سے دور ویرانوں میں پھینک کر آیا تھا لیکن یہ یہاں اعجاز کو کچھ سمجھ نہ آئی

کہ اتنی خوبصورت مشعل سے یہ بھیانک بڑھیا کیسے پھر وہ بوڑھی بدروح اٹھی اور اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا جب اعجاز نے بوڑھی کا بھیانک چہرہ دیکھا تو اسے بار بار وہ دن سامنے آنے لگا جب اس نے بوڑھی کو دور پھینکا تھا وہ بوڑھی اٹھی اور اعجاز کی طرف بڑھنے لگی اعجاز اس بوڑھی سے شرمندہ ہونے کے ساتھ ساتھ خوف کے سخت شکنجے میں پھنسنے لگا وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس بوڑھی بدروح کو دیکھ رہا تھا تم کیا سمجھتے تھے کہ مرنے والوں کی روحیں بھی مر جاتی ہیں تو یہ تمہارا اندازہ بالکل غلط ہے تم بہت بڑے ظالم ہونے کے ساتھ ساتھ حسن پرست بھی ہو تم جو حسین چہرہ دیکھتے ہو اسے حاصل کرنے لگتے ہو تم نے بری بیٹی سے بھی یہی کیا نجانے میری معصوم بیٹی کہاں بھٹک رہی ہو گی تم سے میں بہت منتیں کرتی رہی لیکن تم نے مجھے اسی سردی کی رات اس کچرے کے پاس چھوڑا میرا ہڈیوں سے بھرا تھوڑا گوشت پرندوں اور جنگلی جانوروں نے کھا لیا پھر میں نے ایک حسین دوشیزہ کا روپ دھار لیا جو تم کو بہت بھایا تم مجھ سے پیار کرنے لگے تم نے میرے پیار میں میری بیٹی کو طلاق دے دی تم بہت بڑے ظالم ہو بوڑھی بدروح نے کہا اعجاز یہ سب خاموشی سے سن رہا تھا اور پسینہ سے نہا رہا تھا اس کا سارا جسم پسینے کی ننھی ننھی بوندوں سے بھر چکا تھا شاید وہ اپنی غلطی پر پچھتا رہا تھا ہاں شاید میں نے طلاق دے کر بہت برا کیا ہے اس بھیانک بڑھیا کی حالت بری ہونے لگی وہ ایک بہت ہی ڈراؤنی اور وحشت ناک ڈائن بن گئی اس کے بڑے بڑے دانت ہونٹوں سے باہر آنے لگے جو بہت ہی خوفناک لگ رہے تھے اس بوڑھی چڑیل کا سارا جسم آدھا آدھا کٹا ہوا تھا پھر وہ بوڑھی بدروح آگے بڑھی اور اعجاز کے اوپر جھک گئی اور اپنے دانت اس کی گردن پر گاڑ دیئے ایک بھیانک دل کو دہلا دینے والی چیخ اس کمرے سے گونجی جو کہ سب لوگوں نے سنی لوگوں نے تھوڑی دیر تو دروازہ نہ کھولا پھر دروازہ توڑ ڈالا اندر بہت ہی خون آشام ماحول بنا ہوا تھا سب لوگ ڈر گئے بیڈ پر اعجاز کی بھیانک لاش پڑی ہوئی تھی اور دلہن کا نام و نشان نہ تھا سب دوست اس کہانی میں بہت محو تھے اور خوف سے ان سب کے چہرے لال پیلے ہو رہے تھے بچوں آج شاہینہ دو بچوں کی ماں ہے اس کو ایک بہت ہی اچھا اور امیر گھرانے کا لڑکا مل گیا جس نے شاہینہ سے شادی کر لی اور اعجاز کی ماں پاگل ہو گئی ہے اس کی بیٹی نے اس کو زنجیروں سے باندھا ہوا ہے اور گھر گھر ے مانگ کر گزر بسر کرتی ہیں اور اپنی قبروں سے نکل آتی ہیں ہاں بیٹا یہ واقعہ ہی سچ میں ہوتی ہیں لاشیں دوبارہ اپنی قبروں سے اٹھ کر آجاتی ہیں جیسے کہ آپ کے سامنے ایک مثال میں ہوں بیٹا۔ میں ہی وہ بدنصیب ماں کا بدنصیب بیٹا اعجاز ہوں یہ کہنا تھا کہ سب دوستوں کے خوف سے رونگٹے کھڑے ہو گئے انہوں نے اندھا دھند ہوٹل کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہاں پہنچ کر پیچھے دیکھا تو وہ جگہ خالی تھی جہاں وہ بوڑھا بیٹھا ہوا تھا۔ ختم شد

غزل

تیری چاہت میں گزرتی ہر شام تھی
میرے دل سے نکلی ہوئی ہر دعا تیرے نام تھی
اک مجھ کو الزام نہ دو بے وفائی کا
میرے ہاتھوں کی لکیروں میں وفا عام تھی
قدر پوچھو اس سے جو کرتے ہیں محبت کی پوجا صرف
تیرے شہر میں محبت میری بدنام تھی
اپنی جان کا نذرانہ کیسے کرتا پیش تجھ کو
تیری عشق میں ہر سانس جو میری نیلام تھی
کیسے چھوڑ دیتا تنہا زندگی کے سفر میں صابر
تیرے بغیر تو میری زندگی گمنام تھی
(وسیم سلطان صابر، خٹک کرک)



بیسٹ پلان

آسمان پر گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ بجلی کی کڑک اور بادلوں کی گرج نے پر اسرار ماحول بنا رکھا تھا رات کی تاریکی نے ڈیرے ڈال رکھے تھے آج سردی کچھ حد سے زیادہ ہی پڑ رہی تھی بادلوں کی گھن گرج سے بارش ہونے کی سو فیصد توقع تھی کے۔ ایل۔ پی۔ (K-L-P) روڈ چوک ماڑی (سندھ) پر ٹریفک نہ ہونے کی برابر تھی محمد سلیم، محمد باقر، طیب اسلام، عبداللطیف، جونا اور میں۔ ملک پیٹرولیم سروس کے آفس میں اپنے اپنے کام میں مگن تھے چوہدری طارق محمود ضیاء 3 دن کی چھٹی پر اپنے گھر مشتھار (صادق آباد) گیا ہوا تھا۔ اس کی جگہ میں کمپیوٹر پر گاڑیوں کی ادھاری وصولی ان کے کھاتوں میں اتار رہا تھا آٹو ریورس ڈیک پر ہلکی آواز میں عزیز میاں قوال کی قوالی چل رہی تھی قوالی کا ایک ایک بول میرے دل پر ہتھوڑے برسا رہا تھا

تیری صورت نگاہوں میں پھرتی رہے
عشق تیرا ستائے تو میں کیا کروں
گر خدا روٹھ جائے تو سجدے کروں
گر صنم روٹھ جائے تو میں کیا کروں

اس قوالی میں نہ جانے کونسا جادو تھا میرے دل نے طوفان میں گھری ہوئی کشتی کی طرح ہچکولے کھانے شروع کر دیئے تھے میرا دل اور ذہن آہستہ آہستہ ماضی کی وادی میں داخل ہو رہا تھا میری انگلیاں کی بورڈ سے ہٹ چکی تھیں کمپیوٹر پر حرف دھندلے دھندلے نظر آنے لگے تھے میری آنکھیں سامنے لگے ہوئے وال کلاک پر جمی ہوئی تھیں۔ اور دماغ پر ماضی کے سدا بہار دن کسی فلم کی طرح چل رہے تھے میری آنکھوں میں شازیہ کا معصوم سا چہرہ گھوم رہا تھا میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی ہم اس طرح علیحدہ بھی ہو جائیں گے وہ دن مجھے اچھی طرح یاد ہے جب شازیہ نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں ہم ایک دوسرے کو اپنی جان



سے بھی زیادہ چاہتے تھے ڈاک کے ذریعے اس کا خون سے لکھا ہوا خط ملا خط پڑھتے ہی میں بے ہوش ہو گیا تھا اس خط کے بعد مجھے اس کا کوئی خط نہ ملا اور نہ ہی وہ مجھے کہیں ملی وہ میلسی شہر میں کرایہ کی کوٹھی میں رہتے تھے پھر اچانک کہیں چلے گئے تھے ان کے جانے کے دس دن بعد مجھے شازیہ کا خون سے لکھا ہوا خط ملا تھا اس خط نے میرے دل کا بھی خون کر دیا تھا نجانے وہ مجھ سے کس بات پر روٹھ گئی تھی؟ مجھے آج تک علم نہیں ہو سکا جس دن اس کا خط مجھے ملا تھا اس دن بھی اسی طرح آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور بجلی کڑک رہی تھی بہت تیز طوفانی بارش ہو رہی تھی خط کا ایک ایک لفظ میرے دل پر خنجر چلا رہا تھا میرا دل آج تک خون کے آنسو روتا ہے آج بھی ویسا ہی دن تھا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے بادل گرج رہے تھے اور بجلی کڑک رہی تھی فرق صرف اتنا تھا اس وقت دن تھا اور اب رات تھی اس وقت تیز طوفانی بارش ہو رہی تھی اور آج ابھی تک بارش نہیں ہوئی تھی میرا دل آج پھر اس کی یاد میں جل رہا تھا اچانک ایک پتھر کا ٹکڑا آفس کے شیشے پر چھناکے کی آواز سے لگا۔ میں چونک کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا میرے ساتھی بھی حیران و پریشان نظروں سے شیشے کی طرف دیکھ رہے تھے اچانک زوردار آواز میں بجلی کڑکی اور ایک سیکنڈ کے لیے ہر چیز کو روشن کر کے رکھ دیا۔ باہر سائیں سائیں کرتی ہوئی ہوائیں چل رہی تھی بادل پہلے سے بھی زیادہ خوفناک آواز میں گرج

نے محمد باقر سے کہا باہر جا کر دیکھوں یہ کون بدتمیزی کر رہا ہے باقر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا مجھے ڈر لگ رہا ہے میں نہیں باہر جاتا طیب اسلام کو باہر بھیج دو نہ دیکھ آئیں گے کون ہے طیب اسلام نے ٹارچ اٹھاتے ہوئے کہا اچھا میرے بہادر فرینڈ باقر صاحب ہم دیکھ لیتے ہیں پتھر مارنے کی کس نے جرات کی ہے میں نے طیب اسلام کو باہر جانے سے سختی سے منع کر دیا میری چھٹی حس کسی خطرے کا اشارہ دے رہی تھی میں نے کاؤنٹر کی دراز سے پسٹل نکال کر میگزین ڈالا اور کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ پتھر کا ٹکڑا آفس کے عقبی حصے سے کسی نے مارا تھا میں نے ٹارچ کی روشنی چاروں طرف گھمائی دور دور تک کپاس کے کھیت نظر آ رہے تھے مجھے کہیں بھی کسی ذی روح کا نام و نشان نظر نہ آیا ہوائی فائر کرنا مناسب نہ سمجھا فائر کی آواز سن کر ارد گرد کے لوگ پریشان ہو جاتے واپسی میں قدم اٹھائے ہی تھے چوڑیوں کی چھنک نے میرے بڑھتے ہوئے قدم روک دیئے میرے کانوں میں ایک سریلی اور جانی پہچانی آواز گونجی ہیلو ڈیئر یونس.........

میں نے آواز کی سمت ٹارچ کی روشنی ڈالی چند گز کے فاصلے پر ایک حسین و جمیل لڑکی کھڑی مسکرا رہی تھی کسی بت کی طرح گرم چادر میں لپٹ ایک ہی جگہ جامد کھڑی تھی ہونٹوں پر مسکراہٹ آنکھوں میں ہیرے جیسی چمک ہاتھ میں گلاب کا پھول سر سے پاؤں تک سراپا حسن کسی مصور کا شاہکار لگ رہی تھی

جب میں نے کچھ غور کیا تو چونک کر رہ گیا مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ شازیہ ہو سکتی ہے ڈیئر یونس مجھے ایسے گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو شاید تم حیران ہو میں تمہاری جان شازیہ ہوں کیسا لگا میرا سرپرائز کہو نہ ویلکم میری جان یونس اور پھر شازیہ میرے گلے سے لگ کر رونے لگی مجھے معاف کر دو یونس میں غلطی پر تھی معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو میری آنکھوں میں بھی آنسو امڈ آئے تھے میں نے شازیہ کے آنسو اپنے رومال سے پونچھے اور شازیہ کو ساتھ لے کر میں گیسٹ روم میں آ گیا۔ میرے ساتھ شازیہ کو دیکھ کر میرے ساتھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے سردی کافی زیادہ تھی میں نے چھوٹا ہیٹر بند کر کے بڑا آن کر دیا۔ میں نے انٹرکام پر خورشید کو چائے اور انڈے لانے کو کہا رسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے شازیہ سے کہا شازیہ میں باہر ہو کر آتا ہوں یہ تم کیسے بچوں کی طرح بیٹھی ہو سیدھی ہو کر لیٹ جاؤ۔ میں نے آفس میں آ کر سب کو حالات سے آگاہ کیا۔ سلیم کو میں نے مخاطب کرتے ہوئے کہا سلیم گاڑی اسٹارٹ کرو ہم نے ابھی گھر جانا ہے سلیم کو سائیڈ پر بلا کر کہا سلیم آپ کو تو معلوم ہے میرے گھر تک کا کیسا راستہ ہے تم نے میری گاڑی کی گھر تک حفاظت کرنی ہے ایسا کرو ارشاد کو جگا لو وہ گاڑی ڈرائیو کرے گا اور طیب کو بھی ساتھ لے لینا میرے کمرے میں گن رکھی ہے اور ساتھ سیف میں میگزین رکھے ہیں یہ لو سیف کی چابی میگزین نکال لینا ایسا کرو فورا" ابھی نکلنے کی کرو اور دی بلوچ ہوٹل پر چائے پینے کے بہانے کھڑے ہو جانا جب میری گاڑی دی بلوچ ہوٹل کے سامنے سے گزرے میری گاڑی سے اپنی گاڑی آدھ کلومیٹر پیچھے رکھ کر نگرانی کرنا اور مزید اپنی گاڑی کی ہیڈ لائٹس بند رکھنا شاباش جلدی کرو لینڈ کروزر گیراج سے باہر نکالو اور ہیٹر آن کر دینا اور تم جلدی نکلنے کی کرو مزید آپ کو بتاتا چلوں میں سندھ پنجاب بارڈر پنجاب کی حدود میں (کوٹ سبزل) بستی راؤ محمد علی میں رہتا ہوں اور میں جاب ملک پیٹرولیم سروس چوک ماڑی تحصیل اوباڑو (سندھ) کر رہا ہوں میرے گھر تک کا راستہ خاردار جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا ہے دور دور تک ریتلے ٹیلے ہیں اور کافی خطرناک سا ہے جب میں گیسٹ روم میں داخل ہوا شازیہ کھڑی ونڈو کے شیشوں میں سے آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی مجھے دیکھ کر بے تابی سے بولی یونس جلدی گھر چلو مجھے خوف آ رہا ہے بارش ہونے سے پہلے چلتے ہیں میرے سر میں بھی درد ہو رہا ہے جلدی گھر چلو میں نے ونڈو کے پٹ بند کرتے ہوئے کہا چلو بھئی گاڑی اسٹارٹ ہے اچھا شازیہ گاڑی سے یاد آیا وہ تمہاری ریڈ سپورٹس گاڑی کدھر ہے میں اپنی ریڈ سپورٹس میں کراچی سے آپ کے پاس آ رہی تھی کہ اچانک اس کے انجن میں آگ بھڑک اٹھی اب وہ حیدر آباد کی ایک ورکشاپ میں کھڑی ہے اور بذریعہ ا لکہ کوچ صادق آباد ٹائم کے ذریعے آئی ہوں میں نے کہا او نو کتنا بڑا نقصان ہو گیا خیر ڈیئر شازیہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں گاڑی پر جو خرچہ آئے گا وہ میں ادا کر دوں گا جب میں نے گھڑی کی طرف دیکھا گھڑی رات کا ایک بجا رہی تھی شازیہ سے میں نے پوچھا شازیہ گاڑی تم ڈرائیو کرو گی یا میں ڈرائیو کروں شازیہ کہنے لگی یونس میرا سر چکرا رہا ہے گاڑی تم خود ڈرائیو کرو میں پچھلی سیٹ پر بیٹھتی ہوں شازیہ پچھلی سیٹ پر منہ پھیر کر بیٹھ گئی میں نے لینڈ کروزر کے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھانا شروع کر دیا لینڈ کروزر نے

[illegible] کی رفتار پر دوڑنا شروع کر دیا سڑک پر ٹریفک کا نام ونشان تک نہ تھا اب لینڈ کروزر کچے کے علاقے میں داخل ہو چکی تھی جب بجلی چمکی تھی تو خاردار جھاڑیاں اور یہ ویرانہ بہت عجیب سا لگتا تھا گاڑی کی سپیڈ میں نے کم کر دی تھی سڑک ناہموار تھی اچانک گڑ گڑ کی آواز سے گاڑی جھٹکا کھا کر رک گئی میں گاڑی کا بونٹ کھول کر دیکھا بیلٹ ٹوٹ چکا تھا اور جنریٹر سے دھواں نکل رہا تھا انجن کافی گرمائش مار رہا تھا اور انجن سے ناگوار سی بو اٹھ رہی تھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا میں کیا کروں خیر میرے دل کی تسلی تھی پیچھے محمد سلیم میری گاڑی کی حفاظت کرتا ہوا آ رہا تھا اس جیپ پر بیٹھ کر گھر چلے جائیں گے شازیہ منہ پر کپڑا کیے گہری نیند سوئی ہوئی تھی میں نے شازیہ کو جگانے کے لیے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا خدا کی پناہ میرے اوپر کے ہوش اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے تھے جسم وہی شازیہ والا اور چہرہ بد شکل چڑیل کا تھا انگاروں کی طرح دہکتی آنکھیں گالوں کا گوشت لٹکا ہوا منہ سے باہر لمبے دانت نکلے ہوئے خونخوار نظروں سے مجھے گھور رہی تھی میرا پورا جسم پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔

جسم کی تمام قوت سلب ہو چکی تھی اس سے پہلے کہ میں اپنی جان بچانے کے لیے بھاگتا بجلی کی تیزی سے اچھل کر باہر آ گئی اس کے تیز لمبے نوکیلے ناخن کسی تیز دھار خنجر سے کم نہ تھے وہ قہقہے لگاتی ہوئی میری طرف بڑھ رہی تھی میں آہستہ آہستہ واپس قدم اٹھاتا ہوا پیچھے ہو رہا تھا پیچھے جھاڑی میں اڑ کر میں بے قابو ہو کر گر گیا چڑیل نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر ہوا میں اچھال دیا۔ ایک اور جھاڑی میں گر گیا تھری پیس سوٹ کی وجہ سے مجھے خاردار جھاڑیوں کے کانٹے کم ہی لگے تھے میں جھاڑی میں بری طرح پھنس کر رہ گیا تھا جھاڑی سے نکلنے کی کوشش میں میرے ہاتھوں سے خون نکلنے لگا چڑیل کے قہقہوں سے فضاء گونج رہی تھی ہاہاہا اس کے فلک شگاف قہقہے میری جان نکال رہے تھے اس نے گرجدار آواز میں کہا یونس مرنے سے پہلے میری حقیقت جان لو تاکہ تمہارے دل میں کوئی ارمان نہ رہے آج میں تمہارے خون سے پیاس بجھاؤں گی ہاہاہا سنو کان کھول کر سن لو۔ آج سے 4 سال پہلے تم اپنے دوستوں کے ہمراہ دریائے ستلج پر مرغابیوں کا شکار کر رہے تھے دریاء کے بیچ ایک کچھوئے کی پیٹھ پر 2 سنہری سانپ سوار تھے تم نے ان سنہری سانپوں پر فائر کیا تھا ایک سانپ موقع پر ہی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہلاک ہو گیا تھا اور ایک سانپ شدید زخمی ہو گیا تھا وہ سانپ نہیں تھے میں اور میرا خاوند سانپ کے بہروپ میں موسم سے لطف اندوز ہونے کے لیے سیر کر رہے تھے میرا خاوند ہلاک کر کے میرا سہاگ چھینا تم نے مجھ پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ کاش میں زخمی نہ ہوتی تمہاری وہیں پر تکا بوٹی کر دیتی میں نے قسم کھائی تھی جیسے ہی میں صحت یاب ہوئی اپنے خاوند کا بدلہ تم سے بھیانک شکل میں لوں گی چند ہی دنوں میں میں صحت یاب ہو گئی میرے تمام زخم مٹ گئے لیکن دل کا زخم نہ مٹا انتقام لینے کے لیے میلسی شہر میں کرائے کی کوٹھی لی ایک دن میں کالج کی طالبہ کے بھیس میں سڑک پار کر رہی تھی اور تم موٹر سائیکل پر شہر کی طرف آ رہے تھے تمہاری موٹر سائیکل سے ٹکرا کر میں گر گئی تھی میرے سر میں کافی شدید چوٹ لگی تھی کافی خون بہنے لگا تھا پھر تم مجھے ایک ڈاکٹر کے پاس لے گئے مرہم پٹی کروانے کے بعد تم مجھے میرے گھر چھوڑ کر آئے تھے جب تک میرے سر کا زخم ٹھیک نہ ہوا تم روزانہ میرے گھر میرا پتہ کرنے آتے رہے تھے میں نے اپنا نام شازیہ بتایا تھا ان ہی دنوں میں تم میری محبت میں گرفتار ہو چکے تھے جب تک تم میرا دیدار نہ کر لیتے تمہیں نیند نہ آتی تھی پھر ہماری محبت پروان چڑھتی گئی پھر میں تمہیں عشق جدائی میں تڑپتا چھوڑ کر روپوش ہو گئی میرا پلان کامیاب جا رہا تھا پھر تم میری جدائی میں سسکتے رہے اور میں انجوائے کرتی رہی۔ آج میں اپنے شوہر کے خون کا بدلہ لینے آئی ہوں آج تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا !!!! آج میں اپنی پیاس تمہارا خون پی کر بجھاؤں گی (میرے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھی) مجھے اپنی موت رقص کرتی ہوئی نظر آ رہی تھی چڑیل میری طرف قہقہے لگاتی ہوئی بڑھ رہی تھی میرے دل کی دھڑکن تیز تر تیز ہوتی جا رہی تھی چڑیل نے مجھے بالوں سے پکڑ کر جھاڑی سے باہر ایک جھٹکے سے کھینچ لیا خاردار جھاڑی کے کانٹوں نے میرے چہرے اور ہاتھوں کو چھیل کر رکھ دیا تھا میرے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل کر رہ گئی تھی میں نے کوٹ کی جیب سے بڑی مشکل سے پسٹل نکال کر تین چار فائر کیے گولیوں نے اس کا کچھ بھی نہ بگاڑا بس اس کے غصے میں اور اضافہ کر دیا تھا اس کی آنکھوں سے شعاعیں نکلی اور ریوالور کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا میرا کوٹ پھاڑ کر میرے بائیں بازو میں اپنے تیز نوکیلے دانت گاڑ دیئے میرا خون پینا شروع کر دیا عجیب طرح سے جسم میں ٹیسیں اٹھنا شروع ہو گئی تھی

میری زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد شروع ہو گیا تھا یکایک بادل خوفناک آواز میں گرجے اور بجلی کی کڑک نے کان پھاڑ کر رکھ دیئے اور تیز بارش شروع ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش نے طوفانی شکل اختیار کر لی اچانک جیپ کی بریکیں لگنے کی آواز آئی اور جیپ کی ہیڈ لائٹس روشن ہو گئی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں چڑیل کا چہرہ اور بھی زیادہ خوفناک نظر آ رہا تھا محمد سلیم، طیب اسلام، عبداللطیف جوتا اور ڈجبہ کرسیال سے آیا ہوا مہمان عادل حسین جیپ سے چھلانگ لگا کر باہر نکل آئے عادل حسین یہ خوفناک منظر برداشت نہ کر سکا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا سلیم نے چیختے ہوئے کہا یونس اٹھنے کی کوشش نہ کرنا اور گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے فضاء گونج کر رہ گئی گولیوں نے چڑیل کا کچھ نہ بگاڑا چڑیل مجھے چھوڑ کر ان کی طرف بڑھی چڑیل کی آنکھوں میں سے شعاعیں نکلی اور ان کی گنوں کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا میری زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد جاری تھا میرے بازو سے خون رس رہا تھا مجھ میں اٹھنے کی بالکل طاقت نہ تھی میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے قدرت نے جوش مارا آسمانی بجلی خوفناک آواز میں کڑکی اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمانی بجلی چڑیل پر گری اور چڑیل کو کوئلہ بنا کر رکھ دیا چڑیل کی چیخ بھی نہ نکلنے پائی اور پلک جھپکنے میں راکھ کا ڈھیر بن گئی قدرت کا یہ کرشمہ دیکھ کر میری آنکھوں سے موتیوں جیسے آنسو نکل کر بارش کے پانی میں مل گئے اور میں سجدے میں گر گیا اور پھر میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی مجھے کچھ ہوش نہ رہا مجھے جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو مقامی کلینک پر پایا ڈرپ لگی ہوئی تھی ڈاکٹر راوء محمد تسلیم میرے زخموں کی مرہم پٹی کر رہے تھے میرے عزیز و اقارب افسردہ بیٹھے میری طرف دیکھ رہے تھے میرا ماموں راؤ محمد علی اور راؤ سرور علی ایک طرف اداس کھڑے تھے مجھے ہوش میں دیکھ کر ان کے چہروں پر چمک سی آ گئی تھی میرے بازو میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں اور چند ہی دنوں میں اعلیٰ ڈاکٹرز کی کوششوں اور اللہ کے طفیل سے میرے زخم بھر گئے اب میرے دل سے شازیہ کے عشق کا بھوت اتر چکا تھا شازیہ کا چہرہ بے نقاب ہو چکا تھا قارئین یہ واقعہ میرے ایک دوست کے ساتھ پیش آیا تھا وہ امریکہ میں رہتے ہیں اور ایک پرائیوٹ کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں اس کہانی کے نام و مقامات بدل دیئے ہیں تنقیدی اور غیر تنقیدی آراء کا انتظار رہے گا

کھلی ہوئی ہیں ان کی زلفیں
ان میں بکھر جانے کو جی چاہتا ہے
ماتھے سے ٹپکتے ہوئے ان کے کوثر کے قطرے
جنہیں پی پی کر بہک جانے کو جی چاہتا ہے
ساگر سے گہری ہیں ان کی آنکھیں
ان میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے
دامن رخسار میں رکھا ہوا ہے جو ان کے تل
خود اس کے بن جانے کو جی چاہتا ہے
ہونٹوں پہ لگی ہوئی ان کے جو سرخی
میرے خون کی ہو جانے کو جی چاہتا ہے
گلے میں پہنی ہوئی ہے ان کے موتیوں کی مالا
اپنی بانہوں کی مالا ڈالنے کو جی چاہتا ہے
وہ دھڑکتا ہوا ان کے سینے میں دل
اس کی دھڑکن بن جانے کو جی چاہتا ہے
ہاتھوں میں ہیں ان کے راہے پیار کی لکیریں
ان راہوں کی منزل بننے کو جی چاہتا ہے
جلتا ہے جو دیا ان کے آنگن میں
اس کی طرح جلنے کو جی چاہتا ہے
چل پڑے ہیں وہ کسی اور راہوں میں
فراز ان راہوں میں مرجانے کو جی چاہتا ہے

(راؤ محمد یونس ناز)

عظمت کردار

دوران جنگ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے گھوڑے کی ٹانگ کاٹ دی گئی تو سلطان نے پیدل وار کو روکا اور پھر جنگ میں سلطان کو گھوڑا مل گیا تو انہوں نے رچرڈ پر وار کیا۔ رچرڈ کا گھوڑا گر کر ختم ہو گیا رچرڈ بے بس ہو کر موت کا انتظار کرنے لگا سلطان نے رچرڈ پر حملہ ملتوی کر دیا اور اپنے گھوڑے کی باگ موڑ کر تیزی سے اپنی پڑاؤ کی طرف گئے اور اصطبل سے ایک

بہترین گھوڑا ساتھ لیا اور رچرڈ کے پاس پہنچ کر وہ گھوڑا اس کو پیش کر دیا اور کہا..... "اب مقابلہ کرو یہ مسلمانوں اور بہادروں کی شان نہیں کہ کسی بے بس پر حملہ کریں" اس جنگ میں مسلمانوں کو مثالی فتح حاصل ہوئی۔ (مرزا ریاض احمد چک نمبر 225/ای بی)

غزلیں و نظمیں

صرف تیرے لئے این

مت پوچھئے کہاں جا کے دل لگا لیا ہم نے
خود پر حیران ہوں یہ کیا کیا ہم نے
لوگ اپنی محبت کے افسانے سناتے پھرتے ہیں
چپ چاپ کسی کو دل میں بسا لیا ہم نے
میں اس کو چاہتا ہوں یہ اس کے تصور میں بھی نہیں
اک طوفان اٹھے گا اگر اسے بتا دیا ہم نے
میں تو پہلے ہی تنہا تھا اس کی چاہت میں
خود کو کچھ اور تنہا بنا لیا ہم نے
مسافر ہوں چلا جاؤں گا کسی دن
اس کے شہر کو اپنا شہر بنا لیا ہم نے
☆ —— غلام فرید جاوید-حجرہ شاہ مقیم

غزل

اتنا ٹوٹا ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گا
اب اگر اور دعا دو گے تو مر جاؤں گا
پوچھ کر میرا پتہ وقت رائیگاں نہ کرو
میں تو بنجارا ہوں کیا جانے کدھر جاؤں گا
ہر طرف دھند ہے جگنو ہے نہ چراغ کوئی
کون پہچانے گا بستی میں اگر جاؤں گا
زندگی میں بھی مسافر ہوں تیری کشتی کا
تو جہاں مجھ سے کہے گی میں اتر جاؤں گا
پھول رہ جائیں گے گلدانوں میں یادوں کی نظر
میں تو خوشبو ہوں فضاؤں میں بکھر جاؤں گا
☆ —— غلام فرید جاوید-حجرہ شاہ مقیم

تمہارا قرب

ہمارا بس اگر چلتا تمہیں سب سے چرا لیتے
تمہیں دل میں چھپا لیتے تمہیں آنکھوں میں رکھ لیتے
کبھی نہ روٹھنے دیتے کبھی نہ ٹوٹنے دیتے
تمہیں ہم قید کر لیتے بس اپنے دل کی دنیا میں
کسی بھی حال میں ہم پھر تمہیں آزاد نہ کرتے
کبھی دنیا بھلا دیتے تمہیں اپنا بنا لیتے
ہمارے بس میں ہوتا تو
مگر ہے بے بسی ایسی ہمارا دل چلتا ہے
تمہیں ہی یاد کرتا ہے تمہارا قرب چاہتے ہیں
مگر ہم کیا کریں جاناں ہمارا بس نہیں چلتا
☆ —— آمنہ-راولپنڈی

غزل

اک ستمگر سے رابطہ رکھنا
درد سے دل کو آشنا رکھنا
میری آواز بھی نہ سن پاؤ
اس قدر بھی نہ فاصلہ رکھنا
گزری باتوں کو بھول بھی جاؤ
ایسی باتوں کو یاد کیا رکھنا
چھپ کے تنہائیوں میں رو لینا
سامنے سب کے حوصلہ رکھنا
کیا خبر جان کب نکل جائے
اپنے بیمار کا پتا رکھنا
تم جہاں بھی کہیں رہو رضوان
میری یادوں سے رابطہ رکھنا
☆ —— مظہر اقبال

بھول گیا

اور سب تیرے سوا بھول گیا
کیا ہوا کیا نہ ہوا بھول گیا
تیری منزل کا پتا یاد رہا
اپنی منزل کا پتا بھول گیا
وہ بھی قائم رہے اپنی ضد پر
ہم بھی تسلیم و رضا بھول گئے

اب ہیں وہ اپنی جفا پر نادم
ہم جب آئیں وفا بھول گئے
تم کسے یاد رہو گے ستار
لوگ تو نام خدا بھول جاتے ہیں
☆ —— عبدالستار-گجرات

پھر بھی زندہ ہیں

وقت کرتا جو وفا آپ ہمارے ہوتے
ہم بھی اوروں کی طرح آپ کو پیارے ہوتے
اپنی تقدیر میں پہلے ہی سے کچھ غم ہیں
اور کچھ آپ کی فطرت میں وفا کم ہے
ورنہ جیتی ہوئی بازی تو نہ ہارے ہوتے
ہم بھی پیاسے ہیں یہ ساقی کو بتا بھی نہ سکے
سامنے جام تھا اور جام اٹھا بھی نہ سکے
کاش ہم غیرت محفل کے نہ مارے ہوتے
دم گھٹا جاتا ہے سینے میں پھر بھی زندہ ہیں
تم سے کیا ہم تو زندگی سے بھی شرمندہ ہیں
مر ہی جاتے جو نہ یادوں کے سہارے ہوتے
وقت کرتا جو وفا آپ ہمارے ہوتے
☆ —— ساقی ساغر-یونان

آنسو

وہ وصل میں بھی ہجر کے انداز دکھائے
خوشبو کی طرح اس کا بدن ہاتھ نہ آئے
یہ کس کا تصور ہے کہ آنکھیں نہیں کھلتیں
ڈرتا ہوں مرا شیش محل ٹوٹ نہ جائے
میں ساحل امید پہ سوچ رہا ہوں
موجوں کی طرح وہ کبھی تبھی لوٹ کے آئے
قاسم مرے احوال کوئی پوچھ رہا تھا
کچھ بولنا چاہا مگر آنسو نکل آئے
☆ —— قاسم سلطان عرف کاشو-گجرات

غزل

دیتا رہا فریب کوئی سادگی کے ساتھ
اتنا بڑا مذاق میری زندگی کے ساتھ
شاید ملی سزا اس جرم کی مجھے
کیا تھا پیار اک اجنبی کے ساتھ
وہ زہر بھی دیتے رہے دوا کی طرح
اتنا برا سلوک میری سادگی کے ساتھ
اپنا سمجھ کر جس کے لئے اجڑ گئے ہم
کل شام جا رہا تھا کسی اجنبی کے ساتھ
☆ —— مس صبا-کلر سیداں

غزل

وہ خود بے وفائی کی تصویر بن گیا
کسی اور کے خوابوں کی تعبیر بن گیا
میں نے اسے ایسے مذاقاً مانگا تھا
وہ شخص حقیقتاً میری تقدیر بن گیا
میرے سوا گزارتا نہ تھا ایک پل بھی
آج میں اس کے لئے حقیر بن گیا
میں نے جو لکھا لفظ رائیگاں گیا
اس نے جو کہا وہ تحریر بن گیا
وہ میری زندگی مری جنت مری جان
مجھے چھوڑ کر کسی اور کی جاگیر بن گیا
وسیم کبھی کسی سے ایسا ہوا ہی نہیں
کہ میں شکار اور وہ تیر بن گیا
☆ —— وسیم عباس فراز-کنگن پور

غزل

منتظر ہیں تیرے زمانے بہت
ملنا ہو تو ہیں پھر بہانے بہت
بھول جاؤ تو اور بات جناب
ورنہ کارڈ بہت اور ڈاک خانے بہت
اہل ثروت کی کیا محبت ہے
ایسے لوگوں کے ہیں یارانے بہت
گھر بسی ہو نظر میں سچائی
من کے اندر ہیں پیر خانے بہت
وقت ہو تو کبھی سنو انجم
تیری زلفوں کے ہیں ترانے بہت
☆ —— محمد اسحاق انجم-کنگن پور

تیری راہوں میں

تیری راہوں میں آنکھوں کو بچھائے بیٹھے ہیں ہم
شمع تیری یادوں کی دل میں جلائے بیٹھے ہیں ہم
دل لگانے کی اب جو بھی چاہو سزا دے لو ہمیں
سر کو اب تمہارے سامنے جھکائے بیٹھے ہیں ہم
آج بھی تمہیں ٹوٹ کر چاہتے ہیں اے صنم
دل کے مندر میں تیری تصویر کو سجائے بیٹھے ہیں ہم
میری زندگی میں بہار بن کر لوٹ آؤ اب تو
آنکھوں میں تیرے ہی سپنے بسائے بیٹھے ہیں ہم
جن کا پیار تھا میرے دل کا سکون کبھی زخمی
ان کی جدائی کے زخم دل کو لگائے بیٹھے ہیں ہم
☆ ---------- سیف الرحمن زخمی۔ سیالکوٹ

غزل

پردیس جانے والے ایک عرض تو میری یاد رکھنا
التجا کرتا ہوں ہاتھ جوڑ کر میرے پیار کو دل میں رکھنا
اپنی باتوں میں کسی اور کے حوالے رکھنا
مجھ سے بچھڑے ہو ذرا خود کو سنبھالے رکھنا
لوگ پوچھیں گے کہ کیوں پریشان ہو
نگاہ سے کچھ بھی کہو ہونٹوں پر تالے رکھنا
مگر اپنے دل کی بات عباس گجر کسی سے نہ کہنا
بات بڑھ جائے گی دل ہی دل میں چھپا کے رکھنا
دنیا کچھ بھی کہے خاموش چلتے رہنا
اپنی کوشش جستجو میں منزل رکھنا
اپنے خیالوں کو شمع کی طرح روشن رکھنا
عظیم اپنا آسمان کی طرح بلند رکھنا
نہ سلام یاد رکھنا نہ پیغام یاد رکھنا
میری اتنی سی التجا ہے کہ میرا نام صرف یاد رکھنا
☆ ---------- ظہیر عباس گجر۔ چکسواری

کارِ محبت

اس قدر غم ہے کہ اظہار نہیں کر سکتے
یہ وہ دریا ہے کہ جسے پار نہیں کر سکتے
آپ چاہیں تو کریں درد کو دل سے مشروط
ہم تو اس طرح کا بیوپار نہیں کر سکتے
آپ کر سکتے ہیں خوشبو کو صبا سے محروم
اور کچھ صاحب کردار نہیں کر سکتے
ایک زنجیر سی پلکوں سے بندھی رہتی ہے
پھر بھی اک دشت کو گلزار نہیں کر سکتے
یہ گلِ درد ہے اس کو تو مہکنا ہے ضرور
آپ خوشبو کو گرفتار نہیں کر سکتے
کارِ دنیا کے لئے کارِ محبت جانی
جن کو بچنا ہے وہ پھر پیار نہیں کر سکتے
☆ ---------- محمد رضوان عرف جانی گجر۔ گجرات

غزل

تمہارے آنے کی اک آہٹ سی رہتی ہے
نہ جانے کیوں دل میں ہلچل سی رہتی ہے
تمہیں دیکھنے کو جی تو چاہتا ہے مگر
تمہاری آنکھوں میں اکثر اک شرارت رہتی ہے
تم جو مسکرا کے مجھے اک نظر دیکھ لو
ایسا لگتا ہے جیسے صحرا میں بارش سی رہتی ہے
تم چلو ساتھ میرے عمر بھر کے لئے
تمہیں دیکھ کر اکثر یہ خواہش سی رہتی ہے
میرے ہاتھوں کی لکیروں میں ہو شامل نام تمہارا
تقدیر سے اکثر یہ گذارش سی رہتی ہے
☆ ---------- ایم اشفاق بٹ۔ لالہ موسیٰ

کسی اپنے کے نام

چلے جاؤ بے شک میری زندگی
مگر اس دل سے کس طرح جاؤ گے
آئے گی میری یاد تو آنسو بہاؤ گے
چاہو گے مجھ سے ملنا پر مل نہیں پاؤ گے
ہوں گے تیری محفل میں سبھی مگر
ہمیں نہیں پاؤ گے
محفل میں رہ کر بھی تنہا ہو جاؤ گے
مانا کہ بنا لو گے اک اور دوست
مگر ہمیں کہاں سے لاؤ گے
☆ ---------- احمد حسن عرضی خان۔ قبولہ شریف

قطعہ نظر

کبھی یہ ناز کہ وہ میرا ہے فقط میرا
کبھی یہ ڈر کے وہ مجھ سے خفا تو نہیں

کبھی یہ دعا کہ اسے ملیں جہاں کی خوشیاں
کبھی یہ خوف کہ وہ خوش میرے بنا تو نہیں

یہ ضد ہے ہماری کہ تمہیں چھین لیں سب سے
ہم اور زمانے سے تقاضا نہیں کرتے
ہم گوشہ تنہائی میں رو لیتے ہیں اکثر
ہم شہر کی گلیوں میں تماشا نہیں کرتے

وہ وقت وہ لمحے کچھ عجیب ہوں گے
دنیا میں ہم خوش نصیب ہوں گے
دور سے جب اتنا یاد کرتے ہیں آپ کو
کیا ہو گا جب آپ ہمارے قریب ہوں گے

محبت ہر انسان کو آزماتی ہے
کسی سے روٹھ جاتی ہے کسی پہ مسکراتی ہے
محبت کھیل ہی کچھ ایسا ہے
کسی کا کچھ نہیں جاتا کسی کی جان چلی جاتی ہے
☆ ---------- شہزاد سلطان کیف۔ الکویت

یہی کہنا محبت ہے

اجالا جو کہیں دیکھو یہی کہنا محبت ہے
کسی کے خواب میں ابھرو یہی کہنا محبت ہے
فضاؤں میں جو بس جاؤ تو تھامو ہاتھ چاہت کا
اداسی میں کبھی اترو، یہی کہنا محبت ہے
کوئی تم سے جو پوچھے کیوں سفر یہ باندھ رکھا ہے
جو دریا پار جانا ہو یہی کہنا محبت ہے
ستارے جو کبھی اتریں کسی کا نام آتے ہی
دکھوں میں ڈوبتی آنکھو، یہی کہنا محبت ہے
کنارے ڈوب جائیں گر سمندر صرف زندہ ہو
جدائی میں بے لوگوں یہی کہنا محبت ہے
بشارت روح کو ہو گی نئے جذبوں کے موسم کی
اگر تم ٹوٹ بھی جاؤ یہی کہنا محبت ہے
بس جب کوئی اور اس دیکھ کر تجھ سے پوچھے رضا
تو حالِ دل نہ کہنا انہیں فقط یہی کہنا محبت
☆ ---------- محمد احمد رضا۔ صلالہ عمان

غزل

رہتی ہے دل کو ہر وقت وفا کی آس
پیاسی میری ہمیشہ نگاہ رہتی ہے
ملتے رہتے ہیں بہت سے چہرے مجھے
پیاسی پھر بھی نظر تیرے دیدار کو رہتی ہے
جس کی خاطر زندگی بے رونق گزر رہی ہے
اسی کی زبان پر میرے لئے بددعا رہتی ہے
مجھے جان سے مار دینے کی کوشش ہے ان کی
مگر ہم کو اس کی پھر بھی پرواہ رہتی ہے
ہم انکو گھر آنے کی دعوت دیتے ہیں
پھر بھی وہ محفل غیروں کی سجا لیتی ہے
اب چھوڑ دے ان کو ہمیشہ سے جواد
جو ہر بار تم کو دکھ بے پناہ دیتی ہے
☆ ---------- محمد افضل جواد۔ کالا باغ

وہم و خیال

اسے اپنے حال کی فکر نہ تھی..... وہ جو میرا واقف حال تھا..... وہ جو اس کی صبح عروج تھی..... وہ میرا وقت زوال تھا..... میرا درد کیسے جانتا میری بات کیسے مانتا..... وہ خود فنا کے سفر میں تھا اسے روکنا بھی محال تھا..... وہ ملا تو صدیوں کے بعد بھی..... میرے لب پہ کوئی گلہ نہ تھا..... اس کو میری چپ نے رلا دیا..... جسے گفتگو میں کمال تھا..... آج میرے ساتھ لگ کر بہت رویا ...... مجھے اتنا صرف وہ کہہ سکا..... جسے جانتا تھا میں اپنی زندگی وہ میرا وہم و خیال تھا
☆ ---------- فوزیہ ناز آف مری

غزل

تم نے میری زندگی کا مذاق بنا رکھا ہے
ہم نے پھر بھی تجھے دل میں بسا رکھا ہے
ہمیں اس گلی سے مطلب تو نہیں
تم نے ملنے کا بہانہ بنا رکھا ہے
بتا ہم کدھر جائیں تیرے بغیر ایس
تیرے عشق نے دیوانہ بنا رکھا ہے
تم ہم سے دور رہنا چاہتی ہے تو لاکھ رہو دور
دل میں تیری یادوں کا افسانہ بنا رکھا ہے
ہم تو تمہیں اپنا ہی سمجھتے ہیں
اک تم ہو جس نے بیگانہ بنا رکھا ہے

☆ ------------ محمد ہارون قمر بیج پور ہزارہ

غزل

جو ادھوری رہ گئی تھی وہ کہانی سوچنا
بیٹھ کر تنہا فقط باتیں پرانی سوچنا
جب کسی ساحل پہ آ جائے میری یاد تمہیں
کیوں جزیروں کی طرف بہتا ہے پانی سوچنا
تم اگر بچھڑنے پہ خوش ہو تو چلو یونہی سہی
بیٹھ کر تنہا فقط شامیں سہانی سوچنا
جب کبھی لکھنا کہانی زیست کے موضوع پہ تم
کیوں بدل جاتے ہیں لفظوں کے معانی سوچنا
چلے تو جاؤ گے رابعہ مگر تم یاد رکھ لینا
لوٹ کر آتی نہیں پھر کبھی جوانی سوچنا

☆ ------------ رابعہ فیصل مجید۔کراچی

غزل

یہ راہ وفا کی صلیب پر، دو اٹھانے کا شکریہ
بڑا پرخطر تھا یہ راستہ، تیرے لوٹ جانے کا شکریہ
تیری یاد جانے کس بھیس میں
میرے شعر و نغمات میں ڈھل گئی
یہ کمال ہے تیری یاد کا، مجھے یاد آنے کا شکریہ
مجھے خستہ حال دیکھ کر،
تیرے پھول سے ہونٹ کھل اٹھے
مجھے غم نہیں اس بات کا، تیرے مسکرانے کا شکریہ
یہ زمانے بھر کا اصول تھا، وہ اصول تو نے نبھاہ دیا
یہی رسم ٹھہرے گی معتبر، مجھے بھول جانے کا شکریہ

☆ ------------ رابعہ فیصل مجید۔کراچی

غزل

مجھے اپنا کر چھوڑ دیا چلو اچھا کیا
عہد وفا کو بھلا دیا چلو اچھا کیا
جب روشنی کی ضرورت پڑی تجھ کو
تو نے میرا ہی گھر جلا دیا چلو اچھا کیا
خود کے لئے بنا لیا پھولوں کا بستر
مجھے کانٹوں پہ سلا دیا چلو اچھا کیا
کھیل کھیل میں ہی میرے پیار کو
تماشہ جو بنا دیا چلو اچھا کیا
اپنی ایک خوشی کی خاطر تم نے ثانی
مجھے اتنا رلا دیا چلو اچھا کیا
میں نے چاہا تھا تجھ کو دیوانوں کی طرح
مجھے پاگل جو بنا دیا چلو اچھا کیا

☆ ------------ انتخاب: فاروق احمد ثانی۔چکوال

غزل

اپنے اندیشوں کی برسات دکھاتے کس کو
تم بھی جب بھول گئے یاد پھر آتے کس کو
کچھ میسر نہ ہوا اپنے زخموں کے سوا
مسکراتے ہوئے خوابوں میں سجاتے کس کو
ہم بھٹکتے ہی رہے شہر کے ویرانوں میں
اپنی تنہائی کا احساس دلاتے کس کو

☆ ------------ نیاز تنہا

غزل

جب عشق ستاتا ہے مجھے
تیرا چہرہ یاد آتا ہے مجھے
تھی جو تیرے ہونٹوں کی مسکراہٹ
جام اس مسکراہٹ کا پلاتا ہے مجھے
تیرا اک پل پلکیں اٹھا کر دیکھنا
نظارہ اس دیکھنے کا دکھاتا ہے مجھے
جب دیکھ دیکھ کر تھک جاتے تھے ہم
تیرا اک طرف چل پڑنا رلاتا ہے مجھے
گل کھلتے ہیں جب گلشن میں
تیرا نغمہ عندلیب سناتا ہے مجھے
انتظار میں ہوئی شام جو مسکان
اندھیرا شب بھر کا ڈراتا ہے مجھے

☆ ------------ شہزادہ صدی احمد مسکان۔ننکانہ صاحب

غزل

گویا انداز تعظیم ہے امیروں جیسا
میرا اندر کا ہے انسان فقیروں جیسا
ہم نے چہرے پہ سجا رکھی ہے شہر کی رونق
میرے دل کا عالم ہے ویراں جزیروں جیسا
اس کے اوصاف و خصائل نے مجھے جیت لیا
میرے مریدوں میں تھا وہ شخص پیروں جیسا
اس سے پہلے اسیری بھی رہائی جیسی
اب کی آزادی میں ہے حال اسیروں جیسا
اس تو محسن گنوائے ہیں خارِ باب تک
وہ جو ایک شخص تھا میرے ساتھ ہیروں جیسا

☆ ------------ ظہیر عباس گجر

غزل

جانے دل میں تجھے کب سے چھپا رکھا ہے
تیری یادوں کا اک دیپ جلا رکھا ہے
میری سانسوں میں صرف تیری خوشبو ہے
اپنے خوابوں میں بھی تجھ کو بسا رکھا ہے
جب جی چاہے تمہیں دیکھتا ہوں
اپنی آنکھوں میں تیرا عکس سجا رکھا ہے
میری باتوں میں بھی صرف تو ہی تو ہے
تمہیں اپنی روح کا حصہ بنا رکھا ہے

☆ ------------ ظہیر عباس گجر

بچے کی فریاد

ہم ہیں یتیم بچے
کوئی نہیں ہمارا
پانی پلا دے بابا
آئے ہیں دو سوالی
کر دو بھلا کسی کا
ہو گا بھلا تمہارا
حافظ خدا تمہارا

☆ ------------ محمد ہارون قمر بیج پور ہزارہ

دل سنبھل جائے

ہم وہیں پر ہی بسا لیں خود کو
وہ کبھی راہ میں روکے تو سہی
سب سے ہٹ کر مناتا ہے اسے
ہم سے اک بار وہ روٹھے تو سہی
دل اسی وقت سنبھل جائے گا
دل کا حال وہ پوچھے تو سہی
اس کی نفرت بھی محبت ہو گی
میرے بارے میں وہ سوچے تو سہی
اس کے قدموں میں بچھا دوں آنکھیں
میری بستی سے وہ گزرے تو سہی
اس کے سب جھوٹ بھی سچ ہیں
شرط اتنی ہے وہ بولے تو سہی

☆ ------------ انتخاب: محمد عمیر مظہر سنی۔تبکیاں

میری دعا آپ کے لئے

یہ جو ہم تم میں ہے رابطہ
خدا کرے یہ سدا رہے
یہ چراغ ہے تو جلا رہے
یہ پھول ہے تو کھلا رہے
تو جہاں بھی رہے سکھی رہے
تیرے ساتھ میری دعا رہے
تو دعا کرے تو قبول ہو
جو وفا کرے تو وصول ہو
کوئی غم نہ تیرے قریب ہو
تیرا جیون خوشی سے بھرا رہے
تو جہاں چلے صبا چلے
تو جہاں رہے بہار ہو
تیری جس طرف بھی اٹھے نظر
وہیں موسم گل کھلا رہے

☆ ------------ عبدالغفار تبسم۔لاہور

کاش! محبت ہو جائے

کچھ خواب تھے میری آنکھوں میں
اُس پا لینے کی چاہت تھی
چند لفظوں میں ہی کہتی ہوں
مجھے اُسے بہت محبت تھی
پر وہ کیا جانے چاہت کو
اُسے ہو جاتی تو پوچھتے ہم
دل جب جب ٹوٹ کر روتا ہے
کیا درد اُسے بھی ہوتا ہے
خواب حقیقت ہو جائیے
کسی اپنے جیسے سنگ دل سے آمنہ

کاش! اُسے محبت ہو جائے
☆ ---------- آمنہ-راولپنڈی

غم زندگی

غم زندگی نے لاکر...... ہمیں اس جگہ پہ مارا...... جہاں اس طرف کنارہ...... نہ ہی اس طرف کنارہ...... یہاں کس کو اتنی فرصت...... جو ہمارا حال پوچھے...... یہ مزاج ہے سبھی کا...... نہیں ذکر بس تمہارا...... یہ عجیب سا جہاں ہے...... یہاں سب ڈسے ہوئے ہیں...... کوئی دشمنی کا مارا...... تو کوئی دوستی کا مارا

☆ ---------- راجہ فیصل مجید-کراچی

صنم

پھولوں سے نازک ہیں تمہارے ہاتھ صنم
اب تم ہو گئی ہو جوان صنم
چار دن کی زندگی ہے اظہار محبت کر لو
دیکھو ہم بھی ہیں نادان صنم
کرو محبت کی باتیں پا کوئی شکوہ
سچ پوچھو تو تم ہی ہو میری جان صنم
صدیوں پہ امید لگائے بیٹھے ہیں
کسی روز میرے بھی بنو تم مہمان صنم
روح کو تمہارے بن بے چینی رہتی ہے
تم ابھی اس سے ہو نادان صنم
اپنا ہاتھ جس دن عامل کو دکھایا
وہ بھی دیکھتے ہی ہو گیا پریشان صنم
دیکھنا ہاتھ کی لکیریں بھی بدل جائیں گی جگر
بس تم مجھ پر ہو جاؤ مہربان صنم

☆ ---------- عامر سہیل جگر راجپوت بھٹی-سمندری

غزل

نیا درد اک دل میں جگا کر چلا گیا
کل پھر وہ میرے شہر میں آ کر چلا گیا
جسے ڈھونڈتا رہا میں لوگوں کی بھیڑ میں
مجھ سے وہ اپنا آپ چھپا کر چلا گیا
میں اس کی خاموشی کا سبب پوچھتا رہا
وہ قصے اِدھر اُدھر کے سنا کر چلا گیا
یہ سوچتا ہوں کیسے بھلاؤں گا اب اُسے
اک شخص وہ جو مجھے بھلا کر چلا گیا

☆ ---------- اسدالرحمٰن-شورکوٹ شہر

حوصلہ نہ ہوا

نظر کی پیاس بجھانے کا حوصلہ نہ ہوا
ملے تو لب بھی ہلانے کا حوصلہ نہ ہوا
پکارتی ہی رہیں اسے دور تک نظریں
مگر زبان سے بلانے کا حوصلہ نہ ہوا
تمہارے جبر و ستم ہنس کر سہہ لئے دل پر
تمہارے دل کو دکھانے کا حوصلہ نہ ہوا
لٹے کچھ ایسے محبت میں عرفان کہ پھر اب تک
کسی کو دل میں بسانے کا حوصلہ نہ ہوا

☆ ---------- ملک عرفان-چک 9 ب

غزل

آوارہ بنا دل اک گھٹا سی ہو گئی ہے
محبت اک بے رنگ آنچل سی ہو گئی ہے
میرا کمرہ سنہری سا ہو رہا ہے
تمہاری یاد صندل سی ہو گئی ہے
اداسی کر کے تاریک مجھ کو
تیری آنکھوں کا کاجل ہو گئی ہے
تمہارے بعد کچھ بدلا نہیں رفاقت
لیکن سنا ہے شام پاگل ہو گئی ہے

☆ ---------- رفاقت علی-بھاگ نگر

غزل

نگاہ ہے کہ پھر کسی سراب میں ہے
زمانہ اے ہجراں کس عذاب میں ہے
خواب خواب ہے آنکھیں بدن لہو لہو
سنگ کوہ گراں کسی خواب میں ہے
تیرے دست جنوں سے آگے میری محبت ہے
زندگی جیسے کسی پرانے حباب میں ہے
تشنگی بھی تیری آرزو بھی تیری ہے
تو سامنے ہو کے بھی کسی سراب میں ہے
زنداں جنوں مجھ میں ہو گا شاید اے خالد
کہ میری فنا فنا عذاب میں ہے

☆ ---------- ایم خالد محمود سانول-مردٹ

پھول اور کلیاں

دین اسلام

* قرآن مجید کی سورۃ اخلاص میں صرف ایک زیر آتا ہے۔
* اذان میں کل پندرہ فجر میں سترہ کلمات ہیں۔
* اذان میں تکبیر اللہ اکبر چھ بار کہی جاتی ہے۔
* سورۃ نمل میں بسم اللہ شریف دو مرتبہ آتی ہے۔
* پانچ نمازیں شب معراج کو فرض ہوئیں۔
* قرآن مجید میں کل 557 رکوع ہیں۔
* زکوٰۃ ہجری میں فرض ہوئی۔
* 8ہجری کو جوا حرام ہوا۔
* 3ہجری کو شراب حرام ہوئی۔

☆...... محمد ہارون قمر بیچ پور ہزارہ

زندگی

زندگی ایک ایسے درخت کی مانند ہے جس کے پھول تو راحت دیتے ہیں لیکن اس کے کانٹے اذیت دینے سے باز نہیں آتے۔ زندگی انسان کے ساتھ کیا بھیانک کھیل کھیلتی ہے یہ انسان کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ زندگی کا سفر بہت کٹھن راستہ ہے، اس راستے میں خوش نصیب ہوتے ہیں جو اپنی منزل طے کر لیتے ہیں۔ اکثر اس سفر میں تکلیفیں ہوتی ہیں۔ کوئی کسی کی جدائی میں تڑپتا ہے۔ کوئی کسی کے انتظار میں یہ سفر طے کر لیتا ہے۔ کوئی محبت کے سہارے زندگی بسر کرتا ہے۔ کسی کو اپنوں نے برباد کیا ہوتا ہے، کسی کو دشمنوں نے۔ پھر انسان کے لئے یہ سفر بڑی مشکل سے طے ہوتا ہے۔ اسے جب تمام صدمے نچھاور ہو جائیں تو وہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ انہیں اپنے آپ سے نفرت ہو جاتی ہے۔

☆...... آرساگر گلزار کنول

سکون قلب

دراصل ایک کھلی ہوئی حقیقت جس سے ہم اکثر صرف نظر کر جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ سکون قلب حالات اور چیزوں کے مرہون منت نہیں بلکہ نصیب اور انداز فکر کی بدولت میسر آتا ہے۔ سکون حاصل کرنے والے تختہ دار پر بھی پرسکون رہتے ہیں اور مضطرب رہنے والے تخت شاہی پر بھی سسکیاں بھرتے ہیں جس انسان کی اپنے ماحول سے صلح ہو وہ پرسکون رہتا ہے۔ اپنی زندگی کو اللہ کا احسان سمجھ کر اپنی پسند کو رب کریم کی پسند میں مدغم کر دینے والا سکون کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ حزن و ملال اسے کبھی چھو کر نہیں گزرتے اور ایک صدائے دلنواز سن لو کہ اطمینان قلب تو صرف یاد الٰہی سے ملتا ہے (القرآن) اسے ہمیشہ تسلیم و رضا کے سفر پر گامزن رکھتی ہے۔ اس کی زندگی سے حبس و تاریکی کا موسم چھوٹ جاتا ہے راستے ہموار یقین محکم و عزم، مصمم اور منزل تک رسائی کا مقدر ٹھہرتی ہے۔

☆...... کرن-نواب شاہ

زندگی

زندگی جو کہ پانچ حروف سے مل کر ایک لفظ بنتا ہے۔ اس میں کچھ غم، تکالیف، پریشانیاں، ہجر کی راتیں، یہ سب چیزیں شامل ہیں۔ یہ سب چیزیں اگر زندگی سے نکل جائیں تو زندگی برائے نام رہ جاتی ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ زندگی ایک چاہت کا نام ہے۔ زندگی ایک خوبصورت کام ہے۔ زندگی محبت بھرا جام بھی ہے مگر زندگی کا دوسرا روپ ناکامی بھی ہے۔ زندگی موت بھی ہے، غلامی بھی ہے اور موت کی شام بھی ہے کیونکہ جب زندگی کی شام ڈھل جاتی ہے تو موت آ جاتی ہے۔ پھر غم کی گہری سیاہ رات زندگی پر موت کی رات بن کر تن جاتی ہے۔

☆...... مسکین منور علی-ڈیرہ اللہ یار

معلومات

* **جانوروں کی باقیات کیسے محفوظ ہوئیں:** قدیم جانوروں کی باقیات جو زمین کی اندرونی تہوں میں سے دریافت کی جاتی ہیں، فوسلز کہلاتی ہیں۔ جب قدیم دور کوئی جاندار مرتا تھا تو اس کا جسم مٹی کے اندر موجود ایک مخصوص تہہ sedimant میں محفوظ ہو جاتا تھا جو جانور کے جسم کو محفوظ کر لیتی تھیں۔ اس لئے کئی سالوں کے گزرنے کے باوجود جانوروں کی باقیات دریافت ہوئی ہیں۔

* **اڑنے والی چھپکلی:** ٹھنڈے خون کے حامل رینگنے والے جانداروں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو ہوا میں اڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسی چھپکلیاں بھی ہیں جو قدیم ڈائنا سورز کی نسل سے ہیں۔ جو اپنے جسم پر موجود چھتری نما کھال کی مدد سے اڑتی پھرتی ہیں جو اس کی پسلیوں میں موجود ہوتی ہے۔ ان کی چھلانگ 60 فٹ تک طویل ہوتی ہے۔

* **لال رنگ کا بحیرہ احمر:** خلیج عرب کے نام سے بیسویں صدی تک بحیرہ احمر سمندر کا وہ حصہ ہے جو 1900 کلومیٹر طویل اور 300 کلومیٹر چوڑا ہے۔ حالانکہ بحیرہ احمر کا پانی بھی دیگر سمندروں کی طرح بے رنگ ہے مگر چونکہ اس سمندر میں لال رنگ کے سمندری پودے موجود ہیں اس لئے لال رنگ کا عکس سمندر کے پانی میں جھلکتا ہے۔ یہ سمندر لال پہاڑوں کی مناسبت سے بحیرہ احمر ہے۔

* **بحری جہاز کی آنکھ:** سونار نامی آلہ بحری جہاز کی آنکھ کہلاتا ہے جو جہاز کو سمندر کی گہرائی یا سمندر میں چھپی ہوئی آبدوز کا پتہ دیتا ہے۔ اس لئے آلے سے سمندر کی تہہ میں آواز کی موجیں پھینکی جاتی ہیں جو سمندر کی تہہ یا آبدوز سے ٹکرا کر واپس آتی ہیں اور اس فاصلے سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آبدوز کہاں ہے جس سے سمندر میں چھپی آبدوز کو تباہ کیا جاتا ہے۔

* **دو ٹانگوں پر چلنے والی چھپکلی:** چھپکلیاں گھروں اور دیواروں پر رینگتی ہوئی عام نظر آتی ہیں لیکن اس کے علاوہ ریگستانوں میں ایسی چھپکلیاں بھی دیکھی گئی ہیں جو اپنی پچھلی ٹانگوں پر چلتی ہیں۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا ہے کہ ریگستانوں کی تپتی ہوئی زمینوں اور ریت پر چھپکلیاں اپنا سفر جلد طے کرنا چاہتی ہیں۔ لہٰذا چار ٹانگوں پر لیٹ کر چلنے کی بجائے دو ٹانگوں پر چلنا پسند کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ چھپکلیاں پانی میں بھی تیرنے کی اہلیت رکھتی ہیں۔

☆...... خلیل احمد ملک-شیدانی شریف

معاف کرو

ملیر کالونی کراچی نزد چوراہا سکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ پر واقع نگینہ محل میں ایک بھکاری تبو نے دروازے پر صدا لگائی۔ ایک بچی سیدہ اقبال فاطمہ باہر نکلی۔ بھکاری تبو نے کہا۔ ایک روٹی کا سوال ہے بابا۔ بچی سیدہ اقبال فاطمہ بولی۔ کیا میں تمہیں بابا نظر آ رہی ہوں؟ بھکاری تبو بولا۔ اچھا بیٹا روٹی لا دو۔ بچی سیدہ اقبال فاطمہ بولی۔ کیا میں تمہیں بیٹا نظر آتی ہوں؟ بچی سیدہ اقبال فاطمہ: میرا نام سیدہ اقبال فاطمہ ہے۔ بھکاری تبو نے کہا۔ اچھا سیدہ اقبال فاطمہ روٹی لا دو۔ بچی سیدہ اقبال فاطمہ بولی۔ جاؤ معاف کرو۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

بہت موٹی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ محلہ کٹہرہ مسلم کے نگینہ ہاؤس میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ ایک چھوٹی سی بچی بلو نے ریسیور اٹھایا۔ نگینہ ہیڈ پوسٹ آفس کے کلرک سید علی مہدی رضوی نے پوچھا۔ بے بی آپ کے والد پوسٹ ماسٹر جنرل سید زاہد حسین نقوی گھر "نگینہ ہاؤس" میں ہیں؟ بچی بلو نے جواب دیا۔ نہیں۔ سید علی مہدی رضوی نے پوچھا۔ اور کوئی ہے جس سے میں بات کر سکوں ہاں میری ایک بہن ہے۔ بچی بلو نے جواب دیا۔ سید علی مہدی رضوی نے کہا۔ اچھا تو اسے ہی بلا لاؤ۔ بچی بلو نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ معاف کیجئے میں اسے جھولے میں سے نہیں اٹھا سکتی، وہ بہت موٹی ہے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

اقوال زریں

* کسی کی ناراضگی کے ڈر سے حق کو چھپانا بدترین جرم ہے۔
* بے غرض ہونا امیری کی دلیل ہے۔
* جس انسان نے خدا کی حدود سے باہر قدم رکھا اس نے اپنے اوپر ہی ظلم کیا۔
* فتح امید سے نہیں علم اور اللہ پر اعتماد سے حاصل ہوتی ہے۔
* تندرستی سب سے بہترین لباس اور جہالت سب سے دردناک مرض ہے۔
کوشش کر کے ناکام ہو جانا بہتر ہے بجائے اس کے کہ کوشش ہی نہ کی جائے۔
* دشمن سے کم اور دوست سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔
* خیالات کی آمدنی کم ہو تو لفظوں کی فضول خرچی نہیں کرنی چاہئے۔

☆...... محمد عمران بٹ-ڈھوک ڈل

اقوال زریں

* انسان حرام کی جتنی بھی روٹی کھالے اور حلال کا ایک لقمہ کھالے تو بہتر ہے۔
* وہ انسان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جس کے ساتھ ماں کی دعائیں نہیں ہیں۔
* کبھی کبھی کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا بھی تو پڑتا ہے۔
* مرد وہ نہیں جو لوگوں کو قتل کرے بلکہ مرد وہ ہے جو حق کے لئے آواز بلند کرے اور حق کے لئے لڑے۔
* دولت زندگی بھر ساتھ نہیں رہتی کبھی بھی جا سکتی ہے۔
* علم وہ واحد دولت ہے جسے نہ ہی کوئی چرا سکتا ہے نہ ہی چھین سکتا ہے۔

☆...... ایم شہزاد-لکھن کے

انمول موتی

□ انسان بیماری کے ڈر سے کھانا چھوڑ دیتا ہے مگر خدا کے ڈر سے گناہ نہیں چھوڑتا۔
□ سب سے خوبصورت چیز انسان کا ارادہ ہے۔
□ دل امیر کا ہو تو رکھ لیا جاتا ہے لیکن غریب کا ہو تو توڑ دیا جاتا ہے۔
□ بہترین قدم وہ ہے جو عبادت کی طرف اٹھے۔

☆...... محبوب عالم اینڈ مومن کھوکھر-کھنڈانوالہ

اچھی باتیں

- اللہ تعالیٰ دو باتوں کو پسند کرتا ہے: بردباری اور میانہ روی۔
- جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔
- چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔
- جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔
- بدترین شخص وہ ہے جس کے ڈر سے لوگ اس کی عزت کریں۔
- اپنے کسی بھائی کو مشکل میں دیکھ کر خوش مت ہو۔ ممکن ہے اللہ اسے مشکل سے نکال کر تمہیں مشکل میں ڈال دے۔
- اس دن پر آنسو بہاؤ جو تم نے نیکی کے بغیر گزار دیا۔
- ظالموں کو معاف کرنا مظلوموں پر ظلم ہے۔
- جو شخص اپنا راز چھپاتا ہے وہ اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔

☆...... مختیار علی کیانی-گاؤں تلی

انمول موتی

- بوڑھے کا گناہ جوان سے بدتر ہے۔
- تمہیں اس دن رونا چاہئے جس دن تم نے نیکی کے بغیر گزار دیا۔
- خدا سے ڈرو کیونکہ خدا باطن کو بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ظاہر کو۔
- شرم مردوں سے خوب ہے مگر عورتوں سے خوب تر ہے۔
- اس دن پر رو جو تیری عمر کا گزر گیا اور اس میں نیکی نہیں۔

کی۔
کاش میں کسی مومن کے سینے کا ایک بال ہی ہوتا۔

☆......مختیار علی کیانی-گاؤں قلی

محبت

* محبت ایک آفاقی جذبہ ہے یہ دنیا کی سب سے عظیم دولت ہے۔
* سچی اور پاکیزہ محبت کی یاد بھی کسی بڑی جیت سے کم نہیں۔
* جدائی محبت کی جوانی اور وصل بڑھاپا ہے۔
* مسکراہٹ محبت کی تخلیق ہے محبت کا اظہار ہے۔
* محبت میں ضروری نہیں کہ جسے چاہا جائے اسے حاصل بھی کیا جائے بلکہ کسی کی خوشی کی خاطر قربانی دینا ایک عظیم محبت کی نشانی ہے۔
* محبت کے بھی کئی روپ ہوتے ہیں، یہ زندگی کے جس موڑ پر مل جائے اسے حاصل کرلو۔
* محبت کے لئے اظہار ضروری نہیں بلکہ دل کے جذبات کو آنکھوں سے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

☆......مختیار علی کیانی-گاؤں تلی

اقوال زریں

* کسی بھی زخم یا دکھ کو بھلانے کے لئے وقت ایک مرہم ہے۔
* انسان کبھی برا نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اس کی برائی بری ہوتی ہے۔
* اپنوں کا پھول غیروں کے کانٹوں سے تکلیف دہ ہوتا ہے۔
* محنت کی کمائی کھانے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔
* اگر کچھ بننا چاہتے ہو تو ایک لمحہ بھی ضائع مت کرو۔
* تم خود نیکی کرو مگر دشمن سے نیکی کی امید نہ رکھو۔
* اگر کسی کو خوشی نہیں دے سکتے تو غم بھی نہ دو۔
* ہر نشے والی چیز حرام ہے۔
* ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔
* ماں ایک ایسی سہیلی ہے جو اولاد کے ہزاروں راز دل میں چھپا لیتی ہے۔
* انسان اپنے کردار سے پہچانا جاتا ہے، پھول اپنی خوشبو سے۔

☆......خرم شہزاد-لیہ

صرف پندرہ منٹ میں

(9 قرآن پاک اور ایک ہزار آیات پڑھنے کا ثواب مل سکتا ہے)

☐......3 مرتبہ سورۃ الفاتحہ: پڑھنے کا ثواب دو قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہے۔
☐......4 مرتبہ آیۃ الکرسی: پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہے۔
☐......4 مرتبہ سورۃ القدر: پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
☐......2 مرتبہ سورۃ الزلزال: پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہے۔
☐......2 مرتبہ سورۃ العادیات: پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہے۔
☐......4 مرتبہ سورۃ الکافرون: پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
☐......4 مرتبہ سورۃ النصر: پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہے۔
☐......3 مرتبہ سورۃ الاخلاص: پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہے۔
☐......1 مرتبہ سورۃ الکوثر: پڑھنے کا ثواب ایک ہزار آیات پڑھنے کے برابر ہے۔

پس اتنا اگر کوئی مسلمان پڑھ لے تو 9 قرآن، ایک ہزار آیات پڑھنے کا ثواب پا سکتا ہے یعنی کم سے کم محنت اور زیادہ سے زیادہ انعام۔ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اس امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا اچھا ہو کہ ہر مسلمان اتنا پڑھ لیا کرے جس کے پڑھنے میں تقریباً پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔

☆......سہیل خاں تنہا-لکھن کے

سنہری باتیں

* انتقام کی قدرت رکھتے ہو تو غصہ کو پی جانا افضل ترین عمل ہے۔
* عبادت توبہ کے بغیر درست نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔
* جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اس کو لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔
* حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تیرے دل کے اندر ہے اگر تو اس کو کھلے طباق میں رکھ کر بازار کا گشت لگائے تو اس میں ایک چیز بھی ایسی نہ ہو جس کو اس طرح آشکار کرنے سے تجھے شرم آئے۔
* جھوٹے میں مروت نہیں ہوتی، حاسد میں خوشی نہیں ہوتی غمگین میں بھائی چارہ نہیں ہوتا اور بد خلق کے لئے سرداری نہیں ہوتی۔
* نفس اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے اور نفس کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی دوستی ہے۔
* خوشامدی لوگ تیرے لئے تکبر کا بیج ہیں۔
* اپنے کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوں۔
* شکایت کا ترک کرنا صبر ہے۔
* اگرچہ فضیلت جماعت میں ہے مگر سلامتی گوشہ نشینی میں ہے۔

☆......محمد صفدر دکھی-کراچی

اچھی باتیں

* انسان دنیا میں تنکے کی طرح بہہ جانے کے لئے پیدا نہیں ہوا بلکہ اسے تو ملاح کی طرح موجوں کا مقابلہ کر کے دریا پار اترنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔
* ستارے آسمان کا زیور ہیں اور تعلیم یافتہ انسان زمین کی زینت ہیں۔
* عظمت ایک پھول ہے جسے حاصل کرنے کے لئے انسان کو سخت محنت جیسے کانٹوں سے گزرنا پڑتا ہے۔
* خاموشی اختیار کر کے دوسروں کی نظر میں بے وقوف بننا خاموشی توڑ کے بے وقوف بننے سے بہتر ہے۔
* دوسروں کے جذبات کا احترام کریں کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔
* اپنے آپ کو دوسروں کی ضرورت بناؤ ضرور کامیاب ہو گے۔
* زندگی کی پہیلی جو بوجھ لے وہ درحقیقت الجھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

☆......محمد صفدر دکھی-کراچی

آٹھ پیاری باتیں

☆ حیا اور پردہ وقار میں اضافہ پیدا کرتا ہے۔
☆ حسد دل کو تباہ کرتا ہے۔
☆ اولاد کے لئے جو کچھ بھی لاؤ پہلے لڑکی کو دو۔
☆ دنیا میں سب سے خطرناک جوانی کا غصہ ہے۔
☆ گفتگو چاندی ہے اور خاموشی سونا۔
☆ غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔
☆ تمہارا اپنے بھائی سے ملتے وقت مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔
☆ صرف رب کے حضور رویا کرو سدا سکھی رہو گے۔

☆......قمر عباس ساغر-ڈنگہ

زندگی

زندگی بس چونکا دینے ہی کا نام ہے۔ زندگی میں بہت سی باتیں ان کہی رہ جاتی ہیں۔ بے شمار سوالات کے جوابات نہیں ملتے ان گنت جذبات واحساسات یا زندہ دفن ہو جاتے ہیں یا مردہ ہی جنم لیتے ہیں۔ اصل ہنر زندگی کو اس تمام تر تلخ حقیقتوں، ان گنت مشکلات کے باوجود ذرا مختلف انداز کچھ نئے پن انداز کے ساتھ گزارنے کا نام ہے۔ زندگی ہم کو خفگیوں، ناراضگیوں، اداسیوں کی نذر کرنے کے لئے عطا نہیں کی گئی نہ میری مانو تو خوش رہو، اسی کا نام زندگی ہے۔

☆......خلیل احمد ملک-شیدانی شریف

یادرکھنے کی باتیں

☆ انسان کے اعمال ہی اس کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں۔ نیک نیتی سے کی جانے والی کوششیں کبھی ناکام نہیں ہوتیں۔ جو شکوہ کرتا ہے وہ اللہ کی تقسیم پر راضی نہیں۔

☆ حاسد اپنے سوائے کسی کا نقصان نہیں کرتا، ناکامی کی وجہ تقدیر نہیں ہڈحرامی، بدنیتی اور بے عملی ہوتی ہے۔

☆ قسمت آپ کے ہاتھ میں نہیں لیکن کام آپ کے ہاتھ میں ہے، قسمت آپ کا کام نہیں سنوار سکتی لیکن کام آپ کی قسمت سنوار سکتا ہے، اس لئے ہمیشہ اپنے آپ پر اعتماد کریں، خیال رکھیں کہ آپ ہر کام کیسے کر سکتے ہیں۔

☆ جب آپ روشنی میں ہوتے ہیں تو ہر چیز آپ کے پیچھے چلے گی لیکن جب آپ اندھیرے میں داخل ہوں گے تو ہر چیز حتیٰ کہ آپ کا سایہ بھی ساتھ چھوڑ جائے گا۔ یہی زندگی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر انسان کو رزق دینے کا وعدہ فرمایا ہے مگر یہ وعدہ اس نے نہیں کیا کہ وہ ہر اس کو بخش دے گا پھر کیوں ہم رزق کے لئے پریشان ہیں اور مغفرت سے بے پرواہ۔

☆ جو کہتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے وہ دراصل کچھ نہیں جانتا اور جو کہتا ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا وہ دراصل سب کچھ جانتا ہے۔

☆ بہتر کام وہ ہے جس میں دین و دنیا دونوں کا فائدہ ہو پھر وہ جس میں صرف دین کا، پھر وہ جس میں صرف دنیاوی فائدہ ہو وہ کام فضول ہے جس میں دینی فائدہ ہو نہ دنیاوی۔

☆ گلے شکوے سے زبان بند رکھو، نعمت عطا کی جائے گی۔ غیبت سے آپ کے دشمن کو فائدہ ہے کیونکہ اس سے آپ کی نیکیاں ضائع ہوتی ہیں اور اس کے گناہ جس کی غیبت کی جائے۔

☆......ایم خالد محمود سانول۔ مروٹ

افسوس ہے

☆ وقت کی پابندی کامیابی کی دلیل ہے پھر بھی ہم وقت کی قدر نہیں کرتے، افسوس ہے۔

☆ جسم کی پاکیزگی انسان کا نصف ایمان ہے پھر بھی ہم ناپاک رہتے ہیں، افسوس ہے۔

☆ سچے ارادے سے شروع کیا گیا کوئی بھی کام کرنے سے پہلے آدھا پورا ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے ارادے اچھے نہیں ہیں، افسوس ہے۔

☆ ماں باپ کا احترام کرنا آدھے حج کا ثواب ہے پھر بھی ہم اپنے والدین کا احترام نہیں کرتے، افسوس ہے۔

☆ غلام کو اچھا لباس دینا اچھا کھانا کھلانا اور اچھے طریقے سے رکھنا۔ آدھے جہاد کا ثواب ہے پھر بھی لوگ غلاموں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرتے ہیں، افسوس ہے۔

☆ نماز کی پابندی انسان کو جنت کا حقدار بنا دیتی ہے لیکن پھر بھی ہم پابندی کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے، افسوس ہے۔

☆......شمع ناصر۔ مندرہ

اقوال زریں

✤ خود کو بدل دو قسمت خود بدل جائے گی۔

✤ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

✤ منافق کی دوستی سے عداوت بہتر ہے۔

✤ دنیا میں مسافر بن کر رہو۔

✤ مکر و فریب پر چکائی ہوئی مٹھاس کا نام چاپلوسی ہے۔

✤ بے سلیقہ بات کرنے سے خاموشی بہتر ہے۔

✤ اچھا ہمسفر وہی ہے جو تمہیں چاہے۔

✤ آزاد خیال ہونا کوئی بری بات نہیں البتہ آوارہ مزاج ہونا بری بات ہے۔

✤ اگر دل سیاہ ہو تو چمکتی ہوئی آنکھ کچھ نہیں کر سکتی۔

☆......ذیشان شیر بہادر۔ چندوربالا

بہترین شعرا اپنے پیاروں کے نام

ایم، لاہور کے نام

یا لکھ دیا ہے میں نے کہ تم ہو گئے
زو تو اک ذرا میری تحریر سامنے

رضا بلال۔ لاہور

خرم، راولپنڈی کے نام

وا کر دیا مجھے زمانے بھر میں
ری چاہت نے یہ حال کر دیا زمانے بھر میں
ب تو خوشی پاس نہیں آتی مگر
وں نے گھیر لیا مجھے زمانے بھر میں

وسی مغل۔ واہ کینٹ

کے ایس، فیصل آباد کے نام

وہ زمانہ تھا کہ ہم روز ملا کرتے تھے
چپکے ایک دوسرے کے ہمراہ پھرا کرتے تھے
دیکھ کر جو چپ چاپ گزر جاتا ہے
اس شخص سے ہم پیار کیا کرتے تھے

عطاء اللہ شاد۔ جڑانوالہ

عمر فاروق، اڈا جسو آنہ بنگلہ کے نام

سامان رکھ لینا میری پہلی محبت کا
سوچ کر کرنا میری پہلی محبت
جانے کی ضد ہے تو چلے جاؤ مگر سن لو چاہت
لوٹ کے آنا میری پہلی محبت ہے

رائے عیس ولی چاہت۔ اڈا جسو آنہ بنگلہ

ثمر مریز بشیر گوندل، گوجرہ کے نام

کوئی دوستی کا بازار ہوتا
اس میں دوست نیلام سر عام ہوتا
خریدتا تجھے اپنے آپ کو بیچ کر
تجھے میری دوستی کا احساس ہوتا

قمر اعجاز ثمر گوندل۔ گوجرہ

AG کے نام

دیں کے وفا کا بدلہ بڑی سادگی سے ہم
تم ہم سے روٹھ جانا اور زندگی سے ہم

شعیب شیرازی۔ جوہر آباد

کسی دوست کے نام

ملے تھے تجھ سے تو ہم چند ساعتوں کے لئے
مگر یہ زخم دیئے تو نے مدتوں کے لئے
بچھڑ کے تجھ سے یہ محسوس ہو رہا ہے مجھے
کہ فاصلے بھی ضروری ہیں قربتوں کے لئے

محمد عمیر مظہر سنی۔ تنبکیاں

شمسہ کنول، چک شمالی کے نام

رابطوں سے نفرتوں کے راستے کم ہو گئے
ایک ایک کر کے دلوں کے فاصلے کم ہو گئے
ترک رسم دوستی ہرگز میرا مسلک نہ تھا
اتفاقاً دوستوں سے رابطے کم ہو گئے

عصمت۔ چک شمالی

محمد منیر سحری، کراچی کے نام

جو دل جیت لے وہ جگر ہم بھی رکھتے ہیں
جو قتل کر جائے وہ نظر ہم بھی رکھتے ہیں
آپ سے وعدہ ہے مسکرانے کا ورنہ
آنسوؤں کا سمندر ہم بھی رکھتے ہیں

ایم فاروق۔ رحیم یار خان

سلیم رحمان کے نام

ملے تو ہزاروں لوگ تھے زندگی میں
تم سب سے الگ تھے جو دل میں اتر گئے

ثقلین ساجد

رائے امیر حمزہ، اڈا جسو آنہ بنگلہ کے نام

بہت نام سنا تھا بچپن میں وفا کا

جب جوان ہوئے تو روایت ہی بدل گئی
رائے عیس ولی جاہت-اڈا جسوآنہ بنگلہ

ارشد محمود فوجی کے نام

حیران نہ ہوا کر یوں میرے یاد کرنے پہ
تعلق جن سے دل کا ہو وہ اکثر یاد آتے ہیں
انصر محمود عرف جانی-مندرہ

دوستوں کے نام

ساقی تجھ کو تھوڑی سی تکلیف تو ہو گی
ساغر کو ذرا مقام میں کچھ سوچ رہا ہوں
محمد وقاص احمد حیدر-سہگل آباد

ساجد، منڈی بہاؤالدین کے جنام

جنت کے محلوں میں ہو محل آپ کا
پھولوں کی وادی میں ہو شہر آپ کا
ستاروں کے آنگن میں ہو گھر آپ کا
دعا ہے میری رب سے خوبصورت کو مقدر آپ کا
محمد افنان-رکن ٹی

ایم این، ڈی آئی خان کے نام

کتنے مجبور ہیں تقدیر کے ہاتھوں فراز
نہ اسے پانے کی اوقات رکھتے ہیں نہ کھونے کا حوصلہ
عبادت کاظمی-ڈی آئی خان

کسی اپنے کے نام

وہ چپ رہتا تھا مگر نگاہیں بولتی تھیں فراز
کچھ لوگ خاموش رہ کر بھی دل جیت لیتے ہیں
رائے عیس ولی جاہت-اڈا جسوآنہ بنگلہ

ندیم، پکہ نالہ کے نام

یہ صنم کے رہے نہ وصل کے رہے
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
جسم کے اتنے ٹکڑے ہوئے
نہ کفن کے رہے نہ دفن کے رہے
محمد افنان-رکن ٹی

این کے نام

یہی تھی موت جو تجھ سے بچھڑ کر دیکھی ہم نے
زندگی تو وہی تھی جو تیری محبت میں گزار آئے
ثقلین ساجد

کے ایس، فیصل آباد کے نام

حالات غم سے جانا پگھل جاؤ گے
اک روز آتش عشق میں جل جاؤ گے
کون کسی کو سدا پلکوں پہ بٹھاتا ہے
مجھے معلوم ہے کہ کل تم بھی بدل جاؤ گے
عطاءاللہ شاد-جڑانوالہ

ایس اور آر، گجرات کے نام

میں نے تو سوچا تھا بھول جاؤں گا اسے
پر جب جب یاد وہ آیا خود کو بھول گیا
بس اس خیال سے آنسو چھپا لئے ہم نے
اداس رہ کر کسی کو اداس کیا کرنا
عمر بن بشیر قمر اعجاز گوندل-گوجرہ

شہزادہ بھیا کے نام

تیری قربت کے لمحے پھولوں جیسے
مگر پھولوں کی عمریں مختصر ہیں
شعیب شیرازی-جوہر آباد

صغریٰ پروین، چک شمالی کے نام

پھول اور بھی ہیں مگر گلاب جیسا کوئی نہیں
بہنیں اور بھی ہوں گی مگر آپ جیسی کوئی نہیں
عصمت رانی-چک شمالی

این کے نام

ہر رات کے چاند پہ ہے نور آپ سے، ہر صبح کی اوس کو ہے غرور آپ سے
ہم کہنا تو نہیں چاہتے لیکن، مر جائیں گے رہ کر دور آپ سے
یاسمین سلیم قادری-کراچی

A، پاک پتن کے نام

ہونٹ چہرے پہ اس کے یوں نظر آتے ہیں ساقی
دودھ میں رکھی ہوں جیسے دو پتیاں گلاب کی
محمد ثاقب رفیق-عارف والہ

□○□

لبابہ کاظمی، ڈی آئی خان

ہم نہ سمجھے میری نظروں کا تقاضا فراز
تو نے حسن کے پہرے پہ دربان بٹھا رکھے ہیں
سید عبادت علی کاظمی-ڈی آئی خان

اپنے شہر لاہور کے لئے

اگر دشمن حملہ کرے تو قہر بنتا ہے لاہور
شہیدوں غازیوں کا شہر ہے لاہور
داتا کی نگری اور بادشاہی مسجد کے میناروں کا شہر ہے لاہور
میرا اس بات پہ یقین کامل ہے
کہ نصر من اللہ و فتح قریب کا شہر ہے لاہور
محمد واصف-واہ کینٹ

کسی اپنے کے نام

خدا کرے میری محبت میں وہ مقام آئے
آنکھ بند ہو اور لبوں پہ تیرا نام آئے
وصی کنجاہی-واہ کینٹ

عامر علی، صوابی کے نام

تو کسی اور کے لئے ہو گا سمندر عشق وصی
ہم تو روز تیرے ساحل سے پیاسے گزر جاتے ہیں
خرم علی-صوابی

وارث آصف خان کے نام

چھونے سے قبل رنگ کے پیکر پگھل گئے
مٹھی میں نہ آ پائے کہ جگنو نکل گئے
بیلے ہوئے تھے جاگتی نیندوں کے سلسلے
آنکھیں کھلیں تو رات کے منظر بدل گئے
فرزانہ یاسمین-کلورکوٹ

قارئین کے نام

جس خواب میں ہو جائے دیدار مدنی نبیؐ کا
وہ نیند یااللہ ہم سب کو سلا دے
انعام علی-جنڈ

پنڈی میں مقیم دوست کے نام

بن کے مہک فضاؤں میں آ جاتے ہو
کبھی خوشبو بن کے ہواؤں میں آ جاتے ہو
اللہ ہر دکھ سے رکھے تم کو محفوظ
ہاتھ اٹھتے ہیں تو تم دعاؤں میں آ جاتے ہو
انعام علی-جنڈ

پرنس، منڈی بہاؤالدین کے نام

درد کا احساس تم کیا جانو گے
پیار کرتے ہیں تم سے تم کب مانو گے
انتظار کا مزہ کیا ہوتا ہے
جب دور ہوں گے تم سے تب تم یہ جانو گے
اسد شہزاد-گوجرہ

کسی خاص دوست کے نام

کیا لکھ دیا ہے میں نے کہ تم ہو گئے خفا
لاؤ تو اک ذرا میری تحریر سامنے
محمد فاروق-کوٹ رادھا کشن

سب دوستوں کے نام

بہت ناز ہے مجھے اپنے یاروں کی محبت و خلوص پہ اے انسان
یہی تیری میت پہ آ کے پوچھیں گے کہ کتنی دیر ہے دفنانے میں
محمد فاروق-رحیم یار خان

ایس امتیاز، کراچی کے نام

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا
اعجاز ساحل-کوٹ رادھا کشن

SR، سیالکوٹ کے نام

ٹوٹ جاتے ہیں بکھر جاتے ہیں کانچ کے گھر میں مقدر اپنے
اجنبی تو سدا پیار سے ملتے ہیں بھول جاتے ہیں تو اکثر اپنے
صنم چوہدری-سرگودھا

□☼□

لوگ ہنستے ہیں تو اس سوچ میں کھو جاتا ہوں
موج سیلاب نے پھر کس کا گھروندا ڈھایا
✪ .... محمد عمر-میاں چنوں

ماجد علوی،سردار گڑھ کے نام

عجب تماشا ہے مٹی کے بنے لوگوں کا واسی
بے وفائی کرو تو روتے ہیں اور وفا کرو تو رلاتے ہیں
محمد فاروق-رحیم یار خان

شہزادہ عالمگیر کے نام

اکثر میری آنکھوں کو تم جھیل بنا دیتے ہو
یاد آتے ہو اس قدر کہ مجھ کو درد دیتے ہو
بھول جانا تو نہیں آسان تم کو مگر اے جان جگر
جانے تم کس طرح مجھ کو بھلا دیتے ہو
لعل شاہ رخ خان-کرک

کسی اپنے کے نام

ہجر لازمی ہے تو پھر وصال کا وعدہ کیسا
یوں خزاں رت پہ بہاروں کا لبادہ کیسا
زخم دے کر نہ تم درد کی شدت پوچھو
درد تو درد ہے تھوڑا کیسا زیادہ کیسا
محمود وقاص احمد حیدری-سہنگل آباد

M،کنگن پور کے نام

جس نے انداز دیا مجھے مسکرانے کا
اسے بھی شوق ہے اب مجھے رلانے کا
جو لہروں سے چھین کر لایا تھا کنارے پہ
اب وہ منتظر ہے میرے ڈوب جانے کا
اے ڈی کنول-کھپرو

فرزانہ یاسمین، ڈگرنون کے نام

شاید مجھے نکال کے پچھتا رہے ہوں آپ
محفل میں اس خیال سے پھر آ گیا ہوں میں
عفیفہ عندلیب-علی پور چٹھہ

انیلہ شہزادی، لاہور کے نام

مجھے اپنے خلوص کا اتنا تو یقین ہے فراز
وہ مجھے چھوڑ تو سکتا ہے مگر بھول نہیں سکتا
✪ .... نعیم راج-کنگن پور

کدی مہک نہیں جاندی پھلاں وچوں پھل سکدے سکدے جاندے
کوئی قدر نہ جانے پیار دی دل ٹھدے ٹھدے ٹٹ جاندے
عفیفہ عندلیب-علی پور چٹھہ

حسن صباء، ایبٹ آباد

کس طرح ختم کریں اُن سے اپنا رشتہ امین
جن کو صرف سوچتے ہیں تو ساری دنیا کو بھول جاتے ہیں
ایم امین خان-ایبٹ آباد

M،کراچی کے نام

دل سے ہر پل چاہت کی صدا آتی ہے
یاد مجھ کو اس کی ہر اک ادا آتی ہے
قربان ہو جائے میری دوستی اس کی خوشیوں پہ
پھر یقین ہو اسے کہ ہم کو بھی وفا آتی ہے
اے ایچ سی-سیت پور

پیاری امی جان کے نام

تیرے بغیر کسی بھی رشتے کو نبھانا مشکل ہے
تو جو نہ ہو دھوپ تو کیا سائے میں ہی چلنا مشکل ہے
ارم مصطفیٰ-راولپنڈی

اپنے کسی کے نام

نام تو لے لوں اس کا اپنی زبان مگر پھر یہ سوچتا ہوں
معصوم ہے محبوب میرا کہیں زمانے میں رسوا نہ ہو جائے
وصی مغل-واہ کینٹ

کسی دوست کے نام

ہر بات سے انکار نہیں ہوتا
ہر راستے پہ انتظار نہیں ہوتا
یوں تو اور بھی ہیں آپ کو یاد کرنے والے
لیکن ہر کسی کی یاد میں مجھ جیسا پیارا نہیں ہوتا
محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

مجھے یہ شعر پسند ہے

بھیک میں ملی خوشی مجھے اچھی نہیں لگتی
میں اپنے ہی غم میں رہتا ہوں نوابوں کی طرح
✪ .... عامر شہزاد وفا-ہری پور

تیرا پیار عمر بھر میرے ساتھ رہے گا
یہ اور بات ہے کہ میری عمر وفا نہ کرے
✪ .... محمد واصف-واہ کینٹ

اپنے مطلب کے بنا کون کسی کو پوچھتا ہے ہادی
سوکھے ہوئے پتوں کو شجر بھی گرا دیتے ہیں
✪ .... حماد ظفر ہادی-منڈی بہاؤ الدین

مجھے اکثر ستاروں سے یہی آواز آتی ہے
کسی کے ہجر میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا
✪ .... ابرار احمد-گگومنڈی

تیرے شہر کے لوگ بھی عجیب ہیں فراز
قتل کر کے پوچھتے ہیں جنازہ کس کا ہے
✪ .... اے ڈی کنول-کھپرو

جانے کس دربار کا چراغ ہوں میں فراز
جس کا دل چاہتا ہے جلا کے چھوڑ دیتا ہے
✪ .... لعل شاہ رخ خان-کرک

بدنام ہوئے ہیں ہم شہر میں جس کی وجہ سے
اس شخص کو کبھی ہم نے جی بھر کے دیکھا بھی نہ تھا
✪ .... لعل شاہ رخ خان-کرک

صندل سی مہکتی ہوئی پرکیف ہوا
جھونکا کوئی ٹکرائے تو لگتا ہے کہ تم ہو
✪ .... ایم امیر عاصم ملک-میانوالی

یہ بھی اچھا ہے کہ ہم اچھے نہیں ہیں فراز
کسی کی آنکھ میں آنسو تو نہیں ہوں گے میرے مرنے کے بعد
✪ .... ایم امیر عاصم ملک-میانوالی

لاکھ تو پڑھتا رہے پیار کے منتر انعام
جن کی فطرت میں ڈسنا ہو وہ ڈسا کرتے ہیں
✪ .... انعام علی-جنڈ

یہ کون میرے دل میں کہتا ہے کہ میں ہوں
محسوس کروں اس کو تو لگتا ہے کہ میں ہوں
یادیں ہیں کہ رہ رہ کے سلگ اٹھتی ہیں اکثر
بادل کوئی تھم تھم کے برستا ہے کہ میں ہوں
☆ .... محمد اسحاق انجم-کنگن پور

یہ کتابوں میں لکھی کوئی بات ہے
توڑنا دل کسی کا بری بات ہے
ہم ضروری ہیں اک دوسرے کے لئے
تم نہ سمجھو تو یہ دوسری بات ہے
☆ .... محمد اسحاق انجم-کنگن پور

مجھے سمجھ نہیں آتا یہ پیار کا سودا ہے
ہو جائے جب یہ تو کچھ بھی نہیں رہ جاتا
✪ .... لقمان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان

وہ روز دیکھتا ہے ڈوبتے ہوئے سورج کو
کاش میں بھی کسی شام کا منظر ہوتا
✪ .... لقمان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان

میں نے تجھے چاہا تو نے چاہا کسی اور کو
خدا کرے جسے تو چاہے وہ چاہے کسی اور کو
✪ .... عصمت اینڈ صغریٰ-بھلوال

آج بھی دیکھ لیا اس نے کہ میں زندہ ہوں
چھوڑ آیا ہوں اسے آج بھی حیرانی میں
✪ .... محمد طیب عثمان-لاہور

نجانے زمانے والوں کو کیا عداوت ہے ہم سے
کہ جس چیز کو ہم چاہتے ہیں سب اس کے طلبگار بن جاتے ہیں
✪ .... محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

نہیں سجدے کیے ہم نے کبھی غیروں کی چوکھٹ پر
ہمیں جتنی ضرورت ہو خدا سے مانگ لیتے ہیں
✪ .... محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

مجبور تھے ہم وفا اپنی جتا نہ سکے
کرتے رہے یدل میں زخم کسی کو بتا نہ سکے
چاہتوں کی حد سے بڑھ کر چاہا اسے
صرف اپنا دل نکال کر اسے دکھا نہ سکے

✪ ......محمد فاروق-رحیم یار خان

پھول چاہتے تھے مگر ہاتھ میں آئے پتھر
ہم نے آغوش محبت میں سلائے پتھر
ان کی راہوں میں ہم نے چاند ستارے دیکھے
اپنی راہوں میں سلگتے ہوئے پائے پتھر

✪ ......عثمان غنی-پشاور

سپنوں کی دنیا سجا رکھی ہے، محبت کی جوتی جلا رکھی ہے
میرے دل کا اب کوئی بچا نہیں سکتا، پھر دل سے پیار کی امید جو لگا رکھی ہے

✪ ......محمد فاروق اینڈ اعجاز-کوٹ رادھا کشن

ہمارے جاگنے سے تنگ ہو تو سو جاتے ہیں ساقی
کل اگر آنکھ نہ کھلے تو مجھ کو معاف کر دینا

✪ ......افضال عباسی-راولپنڈی

دل جو ٹوٹے گا تو فریاد کرو گے تم
ہم نہ ہوں گے تو یاد کرو گے تم

✪ ......عبادت کاظمی-ڈیرہ اسماعیل خان

ہم نہ سمجھے تیری نظروں کا تقاضا فراز
تو نے حسن کے چہرے پہ دربان بٹھا رکھا ہے

✪ ......عدنان خان-ڈی آئی خان

زرخیز زمین بنجر نہیں ہوتی
دریا ہی بدل لیتے ہیں رستہ اسے کہنا

✪ ......وسیم اکرم-چکوال

عجب لطف آ رہا تھا دلدار کی دل لگی کا
کہ نظریں بھی مجھ پر تھیں اور پردہ بھی مجھ سے تھا

✪ ......افضال عباسی-راولپنڈی

دل فرسودہ میں پھر دھڑکنوں کا شور اٹھا
یہ بیٹھے بیٹھے مجھے کن دنوں کی یاد آئی

✪ ......افضال عباسی-راولپنڈی

آیا ہوں تیرے باغ میں پانی پلا مجھے
پیاسا ہوں تیرے پیار کا ہونٹوں سے لگا مجھے

✪ ......وحید علی عبدالحمید-مانانوالہ

اپنا کو کون سا جام پلا دیا
اپنا کا تو سارا سنسار ہلا دیا

✪ ......وحید علی عبدالحمید-مانانوالہ

کیا موسم ہے کہ پتے بھی نہیں شاخوں پر
آج تو پھول سے خوشبو بھی جدا لگتی ہے

✪ ......عدنان خان-ڈی آئی خان

کب تک ترسوں اس کی یاد میں اے خدا
اک ماں ہی دی تھی سچا پیار کرنے والی وہ بھی چھین لی

✪ ......شہزاد خالق-کلر سیداں

زندگی کا ادھورا پن اس سے زیادہ کیا ہو گا شہزاد
جس انسان کے لئے ماں کی دعاؤں کی صدا نہ رہے

✪ ......شہزاد خالق-کلر سیداں

دل تو چاہتا ہے کہ ہر بار آپ کو انمول خزانہ بھیجوں ساحل
مگر میری جھولی میں دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں

✪ ......محمد منیر سحری-کراچی

ایک چھوٹی سی غلطی پر وہ مجھے چھوڑ گیا فراز
جیسے صدیوں سے میری غلطی کی تلاش میں تھا

✪ ......ایم اے عمر-کھوئی رٹہ

یہ جوانی کی آوارگی اچھی نہیں ہے عمر
چلو گھر کو چلتے ہیں کہ شہر سارا سو گیا ہے

✪ ......ایم اے عمر-کھوئی رٹہ

نہیں حال ہمارا تمہارے حال سے الگ
تم فرصتوں میں یاد کرتے ہو ہمیں تمہاری یاد سے فرصت نہیں

✪ ......محمد نعمان-لاہور

دیوانہ ہوں میں اس کا وہ جانتی ہے
مگر ہر بار وہ کوئی نہ کوئی خنجر ضرور چلاتی ہے

✪ ......امانت حسین جنجوعہ-میرپور، آزاد کشمیر

خدا عروج تجھے اس قدر نصیب کرے
کہ تیرے نام کے آگے میرا نام آئے

✪ ......محمد واصف-واہ کینٹ

یہ دنیا عجب اک میلہ ہے
اس میلے میں میرا دل اکیلا ہے

✪ ......امانت علی حسین جنجوعہ-میرپور آزاد کشمیر

مت کر آسمانوں کو چھونے کی حسرت اسد
وقت انسان سے زمین بھی چھین لیا کرتا ہے

✪ ......اسد شہزاد-گوجرہ

کسی نے ملنے کا وعدہ کیا تھا تنہا شام کو ہادی
ہر روز ترستے سو جاتے ہیں اگلی شام کے انتظار میں

✪ ......حماد ظفر بادی-منڈی بہاؤالدین

رو رو کر اس نے کہا مجھے تم سے نفرت ہے منیر
اگر نفرت ہی تھی تو پھر وہ اتنا رویا کیوں

✪ ......محمد منیر سحری-کراچی

وہ تو وہ ہے تمہیں ہو جائے گی الفت مجھ سے
تم اک نظر میرا ذوق دید تو دیکھو

✪ ......ہانیہ-ملتان

بدلتے موسم پہ اپنی امیدیں نہ رکھو فراز
دن بہاروں کے بڑے مختصر ہوا کرتے ہیں

✪ ......مزمل عارف-مندرہ

کتنا خوف ہوتا ہے رات کے اندھیروں میں فراز
پوچھو ان پرندوں سے جن کے گھر نہیں ہوتے

✪ ......مزمل عارف-مندرہ

نفرت کی آگ نے جلا دیا تم جیسے حسینوں کو
اک بھیڑ سی لگی ہے کفن کی دکان پر

✪ ......جنید سیف-ڈگری

چلے آئے ہیں آنکھوں میں تیرا عکس پا کر
یہ آنسو آج پھر کوئی تماشا چاہتے ہیں

✪ ......جنید سیف-ڈگری

کتنی دلکش ہے خاموشی ان کی
ساری باتیں فضول ہوں جیسے

✪ ......شعیب شیرازی-جوہر آباد

جان ان پہ فدا کی ہے یہی پیار کا حق تھا
لٹا دیا میں نے کہ جو حقدار کا حق تھا

✪ ......محمد فاروق-رحیم یار خان

ہماری تڑپ تو کچھ بھی نہیں ابرار
سنا ہے آئینہ بھی ترستا ہے اس کے دیدار کو

✪ ......ابرار احمد-گگو منڈی

ہم جتنا آج اسے چاہتے ہیں کل بھی اتنا ہی چاہیں گے
وہ تو پاگل ہے روز روٹھ جاتا ہے مجھے آزمانے کے لئے

✪ ......مبارک حسین آرائیں-محراب پور

مجھ سے وہ اکثر ایک ہی سوال کرتی ہے تم مجھے اتنا پیار کیوں کرتے ہو
کوئی اسے جا کر بتا دے زندگی کس کو پیاری ہے

✪ ......رفاقت علی-بھاگ نگر

محبتوں میں حسب نسب نہیں ہوتا
حوصلہ تجھ میں نہ تھا مجھ سے جدا ہونے کا

✪ ......محمد اسحاق انجم-کنگن پور

کہاں تلاش کرو گے تم مجھ جیسے شخص کو
جو اپنی یاد سے زیادہ تجھے یاد کرتا ہے

✪ ......مبارک حسین-محراب پور

اشارہ تو مدد کا کر رہا تھا ڈوبنے والا
مگر یاران ساحل نے سلام الوداع سمجھا

✪ ......اسد شہزاد-گوجرہ

شرط محبت یہ نہیں کہ ہر وقت اس کا تقاضا کیا جائے
جن سے ہوتی ہے محبت وہ لوگ دل کی خاموش دھڑکنوں میں بستے ہیں

✪ ......محمد عمران پرنس-حاصل پور

ٹوٹ نہ جائے بھرم ہونٹ ہلاؤں کیسے
حال جیسا بھی ہے تم کو سناؤں کیسے
پھول ہوتا تو تیرے در پر سجا بھی رہتا
زخم لے کر تیری دہلیز پر آؤں کیسے

✪ ......مدثر سعید تبسم-ساڑی گاؤں

اب تو اشکوں کے ستارے بھی نہیں پلکوں پر
کن چراغوں کو جلائیں گے سحر ہونے تک

✪ ......شاہد حسین قادری-پشاور

جذبات محبت چھپ نہ سکے جب غیب سے ہم نے کام لیا
میری آنکھوں میں آنسو آ گئے جب تیرا کسی نے نام لیا

✪ ......اے ایچ-مانانوالہ

درختوں کے پتے گرتے ہیں سوکھ جانے کے بعد
کون کسی کو یاد کرتا ہے بچھڑ جانے کے بعد

✪ ......اسد علی-مانانوالہ

پھولوں سے کیا دوستی کرنی وہ تو پل بھر میں مرجھا جاتے ہیں
دوستی کرو تو کانٹوں سے جو چبھنے کے بعد بھی یاد آتے ہیں

✪ ......وحید علی-مانانوالہ

مانا کہ میں غریب ہوں، یہ بات سچ تو ہے لیکن
تو اگر اپنی محبت کے قابل سمجھے تو تیرا ہر غم خرید سکتی ہوں

✪ ......فرزانہ یاسمین-کلور کوٹ

محبت کر سکتے ہو خدا سے کرو فراز
مٹی کے کھلونوں سے کبھی وفا نہیں ملتی

✪ ......عبدالخالق آرائیں-پاک پتن

چھوٹی سی بات پر کوئی شکوہ نہ کرنا
جب کوئی بھول ہو جائے تو معاف کرنا
ناراض تب ہونا جب ہم دوستی توڑ دیں گے
کیونکہ ایسا تب ہو گا جب ہم دنیا چھوڑ دیں گے

✪ ......محمد فاروق-رحیم یار خان

آپ کے پیار کی ایک نظر چاہئے
دل ہے بے گھر اسے ایک گھر چاہئے

بس یونہی دیکھ کر مسکراتی رہو
یہ سہارا مجھے عمر بھر چاہئے
ابرار احمد-گگومنڈی

ہم نے چرچا تو بہت سنا تھا اس کی سخاوت کا مبارک
یہ کب معلوم تھا کہ وہ درد بھی دل کھول کر دیتا ہے
مبارک حسین آرائیں

میرے سجدوں کے تسلسل کو تو کیا جانے اے میرے دوست
سر جھکایا تو تیری خوشی مانگی، ہاتھ اٹھایا تو تیری زندگی مانگی
مبارک حسین آرائیں

اے دل تو تنہائیوں می رہنے کا عادی ہو جا
جنہیں تو یاد کرتا ہے وہ بہت مصروف رہتے ہیں
ہانیہ-ملتان

آنکھوں میں جو تحریریں تھیں ہونٹوں پہ وہ بول نہ تھے
ہم تھے تیرے پیار کے عاشق ہاتھوں میں کشکول نہ تھا
ہم نے تم کو ٹوٹ کے چاہا یہ تو تمہارا حق تھا لیکن
تم بھی ہم کو ٹوٹ کے چاہتے ہم اتنے انمول نہ تھے
شعیب شیراز-جوہرآباد

اُس کے ہاتھوں پہ اپنا نام دیکھا تو بہت خوش ہوا ساحل
یہ دیکھ کر وہ معصوم سے لہجے میں بولا، تیرے ہم نام اور بھی ہیں
رئیس صدام حسین ساحل-ٹبی خان بیلہ

اب اور کیا کسی سے مراسم بڑھائیں ہم
یہ بھی بہت ہے تجھ کو بھول جائیں ہم
اسد شہزاد-گوجرہ

جاتی تاخیر سے نہ مل کہ ہمیں صبر آ جائے
اور ہم بھی تجھ سے نظر چرانے لگ جائیں
اسد شہزاد-گوجرہ

سب مجھے ہی کہتے ہیں کہ تو اسے بھول جا صدام
کوئی اسے یہ کیوں نہیں کہتا کہ وہ مجھے یاد نہ آیا کرے
رئیس صدام حسین ساحل-ٹبی خان بیلہ

اتنی شدت سے وہ شخص میری رگوں میں اتر گیا اسد
کہ اُسے بھول جانے کے لئے مجھے مرنا ہو گا
اسد شہزاد-گوجرہ

نہیں ہے مقدر میں وہ پھر بھی اس سے پیار کرتے ہیں
اچھا لگتا ہے اپنے مقدر کو سزا دینے میں
ایم عمر-کھوئی رٹہ

مجھ میں عیب ہزار ہوں گے مگر ایک خوبی بھی ہے ہادی
شعر مجھے کیوں پسند ہے.

ہم جس کو تھام لیں اس کو چھوڑا نہیں کرتے
حماد ظفر ہادی-منڈی بہاؤالدین

احساس تیرا ہم نے تیرے بعد بھی رکھا
بھولا بھی تجھے اور یاد بھی تجھے ہی رکھا
اوجھل بھی کیا تجھے اپنی نگاہ سے
خوابوں کی دنیا میں آباد بھی رکھا
حماد ظفر ہادی-گوجرہ

وہ مجھے ٹوٹ کر چاہے گا اور بھول جائے گا ساغر
مجھے خبر نہ تھی اسے یہ ہنر بھی آتا ہے
ایم اے عمر-کھوئی رٹہ

دل کا بھی ہوتا ہے کبھی بچوں کا سا عالم
ہو زہر بھی خوش رنگ تو پینے کو مچل جائے
ایم اے عمر-کھوئی رٹہ

یہ رنجشیں تو محبت کے پھول ہیں اسد
تعلقات کو اس بات پر گنوا بھی نہ دے
سوال یہ ہے تمہاری رفاقتیں بھی رہیں
اکیلے کیسے رہیں ہم تمہارے ہوتے ہوئے
اسد شہزاد-گوجرہ

دل سے ہر پل چاہت کی صدا آتی ہے
یاد مجھ کو اس کی ہر اک ادا آتی ہے
قربان ہو جائے میری دوستی اس کی خوشیوں پر
پھر یقین ہو اسے کہ ہم کو بھی وفا آتی ہے
اسد شہزاد-گوجرہ

بہت ستایا ہے کسی کی بے بس یادوں نے
اے رات اب تو گزر جا کہ اور رویا نہیں جاتا
لقمان حسن-ڈی آئی خان

کچھ حادثوں سے گر گئے زمین پر اجنبی
ہم رشک آسماں تھے ابھی کل کی بات ہے
محمد عمیر مظہر سی-تمکیاں

اسے کہو کہ اپنی مصروفیات کم کر دے ہادی
سنا ہے بچھڑنے والوں کا یہ پہلا بہانہ ہوتا ہے
حماد ظفر ہادی-ملک وال

ابھی کچھ دیر نگاہوں میں پیاس رہنے دو
دل اس کے پاس ہے تو اس کے پاس رہنے دو
بانو-گوجرانوالہ

☆✪☆

☆ عبداللہ-تربیلہ ڈیم

یوں روکا نہ کرو تم، یہ گوارا نہیں سحر مجھے
جب مدہوش ہوتا ہوں میں اکثر شام کے بعد
باہر علی سحر-سمندری

دعائے بد نہیں دیتا فقط اتنا ہی کہتا ہوں
جس پہ تیرا دل آئے وہ تجھ سا بے وفا نکلے
☆ شاہد نواز-گوجرہ

دوستی کرنا اتنا آسان ہے جیسے مٹی پر مٹی سے لکھنا
لیکن دوستی نبھانا اتنا مشکل ہے جیسے پانی پر پانی سے پانی لکھنا
تصور اقبال پردیسی-گوجرہ

بنا لو اسے اپنا جو تمہیں چاہتا ہے تصور
خدا کی قسم بڑی مشکل سے ملا کرتے ہیں یہ شدت سے چاہنے والے
تصور اقبال پردیسی-گوجرہ

مانگا ہے رب سے تجھے ہم نے التجا کر کے
اب دور نہ جان کبھی مجھے تنہا کر کے
تجھ سے وابستہ ہے اب زندگی اپنی
چاہیں گے ہم تجھے محبت کی انتہا کر کے
شوکت رشید خیالی

اے محبت میں دھوکا ہم بھی دے سکتے تھے لیکن
رگوں میں دوڑتی وفا بغاوت نہیں کرتی
طراب حسین کھیتران-لاڑکانہ

آج کل کے پھولوں سے کانٹے ہی اچھے ہیں احسان
جو خوشبو نہیں دیتے مگر دامن پکڑ لیتے ہیں
احسان سحر-میانوالی

کبھی جو بچھڑنا چاہو تو یہ سوچ لینا احسان
میری سانسوں کو تم بن چلنا نہیں آتا
احسان سحر-میانوالی

اب گہری نیند سے جاگو دوستو
اپنے دیس کی شان بچاؤ دوستو
ابہادر دعا ربانی-گھوٹکی

ابھی غم طفل مکتب ہو سنبھالو اپنی ملت کو
یہ طوطے کچے پھلوں کا بڑا نقصان کرتے ہیں
احمد فراز کلیم

ہزاروں غم میرے سینے میں پڑے ہیں مگر
ہم نے ہر حال میں ہنسنے کی قسم کھائی ہے
قیصر عباس کاوش

ساحل کی گیلی ریت پہ لکھا تھا تیرا نام
لہروں نے چوم چوم کے لئے مٹا دیا
فوزیہ ناز

گھر بنا کے وہ میرے دل میں چھوڑ گیا فراز
نہ خود رہتا ہے نہ کسی اور کو بسنے دیتا ہے
حاجرہ غفور-لیہ

ہم باوفا تھے اس لئے نظروں سے گر گئے
شاید تمہیں تلاش کسی بے وفا کی تھی
محمد وقاص احمد چوہدری-سہگل آباد

عجیب لوگوں کے بسیرا ہے تیرے شہر میں کاوش
ادا میں مٹ جاتے ہیں مگر محبت نہیں کرتے
محمد وقاص احمد چوہدری-سہگل آباد

کانٹوں پہ پھول ہوتے ہیں
پھولوں کے کچھ اصول ہوتے ہیں
وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں
جن کے تحفے قبول ہوتے ہیں
عمر علی-ٹنن ایبٹ آباد

آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں ساغر کو خدا یاد نہیں
ساغر صدیقی .... مہر محمد احسان نذیر-بھولیر باجوہ، پسرور

مہندی رنگ دیتی ہے سوکھ جانے کے بعد
کون کسی کو یاد کرتا ہے دور جانے کے بعد
ملک عمر علی صواتی-ایبٹ آباد

بنا لو اسے اپنا جو تمہیں چاہتا ہو فراز
خدا کی قسم بڑی مشکل سے ملا کرتے ہیں یہ چاہنے والے
آنسہ کنول-سہگل آباد

پھول پتی سے کٹ سکتا ہیرے کا جگر
مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر
علامہ اقبال .... مہر محمد عرفان نذیر-بھولیر باجوہ، پسرور

یا مسیحائی اسے بھول گئی ہے محسن
یا پھر ایسا ہے میرا زخم ہی گہرا ہو گا
آنسہ کنول-سہگل آباد

چاہے ساری دنیا روٹھ جائے پرواہ نہیں وصی
اک تیرے روٹھ جانے سے جان جاتی ہے
ہانیہ گوہر-ملتان

آپ کے خطوط

اگست کا تازہ شمارہ خریدا بہت ہی اچھا لگا اس میں سب رائٹروں نے بہت ہی خوب اور بہت ہی خوفناک لکھا ہے کالا جادو سلسلہ بہت ہی اچھے انداز سے آگے بڑھتا جا رہا ہے ان کے رائٹر کو میری طرف سے بہت بہت مبارک باد قبول ہو موت کی منزل بھی سپر ہٹ جا رہی ہے دھند کے پار ایک اچھا موضوع ہے اس میں بہت ہی دلچسپی موجود ہے اس کو پڑھنے میں خوف تو نہیں آ رہا لیکن مزا ضرور آ رہا ہے ایک انوکھا ہے ایسا ہی ہونا چاہیے مختلف موضوع پر قلم کو چلانا چاہیے مبارک باد قبول ہو۔ بلحاظ جن بہت ہی اچھی سٹوری ہے۔ درندہ بھی اچھی رہی شیطانی بدروح کا راز بہت ہی خوب رہی اس کے رائٹر کو مبارک باد قبول ہو۔ پلیز خوفناک کو لیٹ نہ کیا کریں اس کو جتنی جلدی ہو سکے ہم تک پہنچایا کریں ہم اس کا انتظار ہی کرتے رہتے ہیں۔

------------------راحیل احمد۔ سیالکوٹ۔

☆ میں آپ لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ خوفناک ڈائجسٹ کیوں نہیں آ رہا ہے میں ہر روز ہی اپنے قریبی بکڈ پو پر جاتا ہوں لیکن وہ ہر بار یہی کہتا ہے کہ ابھی تک آپ کا رسالہ نہیں آیا ہے ایسا کیوں ہو رہا ہے ایسا ہونا نہیں چاہیے آپ کو تو پتہ ہے کہ میں خوفناک ڈائجسٹ سے کتنا پیار کرتا ہوں لیکن اس کے باوجود بھی آپ نے اس کو روک رکھا ہے پلیز ایسا نہ کریں اور جلد ہمیں ہمارا رسالہ شائع کر کے دیں ہم اس کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں کیونکہ اس کے سلسلے مجھے بہت ہی اچھے لگتے ہیں اس کی کہانیاں پڑھ کر بہت ہی سکون ملتا ہے اور پھر میں خوفناک کے علاوہ کوئی اور رسالہ پڑھتا ہی نہیں ہوں۔

------------------تنویر احمد۔ ہیر۔

☆ اگست کا خوفناک پڑھا بہت ہی اچھا لگا ٹائٹل بھی پسند آیا اور سٹوریاں بھی خاص کر جن سٹوریوں نے مجھے اپنے سحر میں جکڑے رکھا ان میں کالا جادو سلسلہ وار کہانی ہے اس کہانی میں مجھے ہر بار ایک سپنس نظر آتا ہے یہ ایسی کہانی ہے کہ اس کو پڑھنے کے لیے مجھے اگلے رسالے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور حد یہ ہو گئی ہے کہ میں دو ماہ سے بازار کے چکر کاٹ رہا ہوں لیکن مجھے رسالہ نہیں مل رہا ہے ایسا کیوں ہو رہا ہے ہمارے شہر میں خوفناک ڈائجسٹ ضرور بھیجا کریں مجھے کسی نے بتایا تھا کہ رسالہ شائع ہوتا ہے لیکن اتنی جلدی ختم ہو جاتا ہے کہ ادھر آیا اور ادھر بک گیا۔ اگر ایسا ہے تو پھر اس کی اشاعت کو زیادہ کر دیں تاکہ ہم کو بھی مل سکے اگر آپ کے پاس ستمبر اور اکتوبر کے رسالے ہوں تو مجھے بھیج دیں میں شدت سے اس کا انتظار کروں گا باقی کی سٹوریاں بھی بہت اچھی ہوتی ہیں لیکن میں کالا جادو بہت ہی شوق سے پڑھتا ہوں۔ اس کہانی میں ایک سپنس دکھائی دیتا ہے ایسا سپنس جو مجھے بہت ہی اچھا لگتا ہے جو مجھے ہر ماہ رسالہ خریدنے پر مجبور کر دیتا ہے اور یہی اچھے رائٹر کی پہنچان ہوتی ہے کہ کہانی کا اینڈ اس انداز میں کرے

کہ پڑھنے والے کو اگلے ماہ تک اس کی تحریر پڑھنے کے لیے انتظار کرنا پڑے۔ اور موت کی منزل کہانی بھی بہت اچھے انداز میں آگے بڑھتی جا رہی ہے۔ شما اب جادوگرنی بن گئی ہے دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گی یا نہیں۔ اور دھند کے پار ایک لاجواب موضوع ہے ساحل صاحبہ کے ہاتھوں میں تو ایک سحر ہے اور وہ اپنے ہی سحر میں ڈوب کر لکھتی ہیں جو مجھے اچھا لگتا ہے باقی کی تحریریں بھی بہت اچھی ہوتی ہیں لیکن یہ تین رائٹر مجھے بہت متاثر کر رہے ہیں۔

------------------عمر دراز بادشاہ۔ جڑانوالہ

☆ خوفناک ڈائجسٹ میں کافی عرصہ سے پڑھتی چلی آ رہی ہوں پہلے میں اس میں لکھا کرتی تھی لیکن پھر کچھ مجبوریوں کی بنا پر یا پھر یوں سمجھ لیں کہ ٹائم نہ ملنے کی وجہ سے اس میں کچھ لکھ نہ سکی لیکن پڑھتی میں اس کو ہر ماہ ہوں اس میں دو رائٹر مجھے بہت ہی پسند ہیں ان میں ایک عمران رشید۔ راولپنڈی۔ اور دوسرے ریاض احمد یہ دونوں ایسے رائٹر تھے جو رسالے میں اپنا ایک مقام پیدا کئے ہوئے تھے ان کی قسط وار کہانیاں رسالے کی جان ہوتی تھی اور پھر ہر کوئی ان کو پڑھنا بہت پسند کرتا تھا ریاض احمد کو تو ہر کوئی کنگ آف خوفناک کہا کرتا تھا جبکہ عمران رشید پر کچھ لوگ تنقید کرتے دکھائی دیتے تھے اور اب یہ حال ہے کہ دونوں اس رسالے سے غائب ہیں ریاض تو پھر بھی کبھی کبھی کچھ لکھ دیتے ہیں لیکن عمران رشید کو نجانے کیا ہو گیا ہے کہ انہوں نے بالکل ہی لکھنا چھوڑ دیا۔ ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے ان کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ لوگ ان کی کہانیوں کے دیوانے ہیں اور ان کو پڑھنا چاہتے ہیں بحرحال وہ جہاں بھی ہیں میرا لیٹر پڑھتے ہی وہ لکھنا شروع کر دیں ورنہ مجھے خود ہی ان کو فون کرنا پڑیں گے اور خود ہی ان سے کہنا پڑے گا کہ وہ اس میں اپنی حاضری دیں۔ ریاض احمد کی تحریریں پڑھ کر مجھ میں لکھنے کا شوق پیدا ہوا تھا اور میں نے کئی کہانیاں لکھیں لیکن سب ہی ادھوری۔ کیونکہ کسی کا بھی اینڈ نہ کر سکی دراصل میں چاہتی تھی کہ میں ریاض احمد جیسا اپناؤں ان جیسا لکھوں۔ کیونکہ مجھے ان کے لکھنے کا انداز بہت ہی پسند ہیں۔ انہوں نے ہر موضوع پر قلم چلایا ہے اور ایسی ایسی کہانیاں ہم تک پہنچائی ہیں کہ جو ہمارے ذہنوں میں بھی نہ ہوتی تھیں میں نے ان کے ناول بھی پڑھے ہیں جلتے ہاتھ اور جلتا کفن۔ کافی عرصہ پہلے ایک روز میں بازار گئی تو ایک شاپ میں ان کے ناول مجھے کتابی شکل میں دکھائی دیئے ان کی تحریر کو دیکھ کر میں نہ خریدوں یہ کیسے ہو سکتا ہے میں نے دونوں ناول خرید لیے۔ ان کو پڑھا تو ان کو داد دینے کو جی چاہا واہ کیا کہنے۔ بس میں نے اندازا لگا لیا کہ یہ کوئی عام رائٹر نہیں ہیں رائٹر کی دنیا میں ان کا ایک مقام ہے ایک نام ہے نجانے کتنے لوگ اور بھی موجود ہیں جو ان کو پڑھنا چاہتے ہیں۔ اب کالا جادو موت کی منزل اور دھند کے پار میں مقابلہ جاری ہے ابھی تک تو کالا جادو آگے جا رہی ہے اور دوسرے نمبر پر دھند کے پار۔ اس کے بعد موت کی منزل دھند کے پار ساحل نے اچھا موضوع لیا ہوا ہے بہت ہی پسند ہے ایسی کہانیاں شائع ہونی چاہیے۔ ان کے لکھنے کا انداز بہت اچھا ہے اور خاص کر خوفناک کہانی میں ان کے دل کو بھا دینے والی شاعری بہت ہی اچھی لگتی ہے یوں لگتا ہے کہ وہ رائٹر کے ساتھ ساتھ شاعرہ بھی ہیں۔ موت کی منزل میں سشما کا کردار بہت ہی اچھا ہے۔ وہ اب جادوگرنی بن گئیں ہیں نجانے وہ اب کچھ کرتی ہیں یہ تو پڑھتے ہی پتہ چلے گا۔ باقی کہانیاں بھی لاجواب تھیں۔ میں دو کہانیاں بھیج رہی ہوں ان کو جلد شائع کرنا میں چاہتی ہوں کہ اب میں بھی خوفناک ڈائجسٹ میں اور جواب عرض میں لکھوں سحرانہ آنکھیں خوفناک

نے لیے بھیجی ہے اور مسکراہٹ جواب عرض کے لیے اب دیکھتی ہوں کہ دونوں رسالوں میں شائع ہوتی ہیں کہ دوسرے لوگوں کی طرح مجھے بھی نمبر کی لائن میں لگنا ہوگا بہرحال جب بھی کا جی چاہے گا شائع کر دینا شکر گزار رہوں گی آخر میں سب کو ہی دلی مبارک باد قبول ہو۔ سب کو ہی سلام۔

---------------- عائشہ سحر عرف فری۔ اسلام آباد

☆ خوفناک ڈائجسٹ میرا پسندیدہ رسالہ ہے، میں اپنے فیورٹ رائٹر ریاض احمد سے گزارش کرتی ہوں کہ وہ رسالے کے لیے کوئی نہ کوئی لکھتے رہا کریں میں ان کی تحریروں کو بہت ہی پسند کرتی ہوں اور وہ میرے فیورٹ رائٹر ہیں ان کے لکھنے کا انداز بہت ہی اچھا لگتا ہے اور وہ میرے ہی نہیں بلکہ پورے خوفناک ڈائجسٹ کے فیورٹ ہیں اس کے علاوہ بہت سے ساتھی غائب سے لگتے ہیں ان سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی لکھیں رسالے میں پہلے والی روانی لے آئیں وہ مزہ واپس جو کبھی ہمیں ملتا تھا امید ہے کہ میری رائے پر عمل کیا جائے گا اور تمام رائٹر جو اس سے دور ہو چکے ہیں وہ واپس آ جائیں گے۔ اب چند ایک ہی رائٹر اس کو چلا رہے ہیں ان میں ساحل دعا بخاری۔ اور قمر نشاد ہیں جو اپنے قلموں کے ساتھ خوب انصاف کر رہی ہیں میری دعا ہیں ان کے ساتھ ہیں اور کالا جادو موت کی منزل بہت اچھے سلسلے ہیں ان کو جاری رہنا چاہیے۔ باقی میں ایک اور تحریر جلد لکھ کر روانہ کروں گی امید ہے کہ وہ بھی آپ لوگوں کو پسند آئے گی۔

---------------- (خوشبو سلیم قادری کراچی۔

☆ خوفناک بہت ہی اچھا رسالہ ہے اس کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے اس میں ایسی ایسی کہانیاں شائع کی جاتی ہیں کہ پڑھ کر راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے کہ انسان کا خوف ختم ہو جاتا ہے اس میں چند لوگوں کی کہانیاں پڑھ کر مجھے لکھنے کا جنون پیدا ہوا تھا ان میں خاص کر ساحل دعا بخاری ہیں ان کے لکھنے کا انداز مجھے بے حد پسند ہے میری دعا ہے کہ وہ لکھتی رہیں میں ان کی بہت بڑی فین ہوں اور اگر سچ کہوں تو میں نے ان کی تحریروں سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا ہے اور لکھتی رہوں گی دھند کے پار انہوں نے ایک ایسا موضوع لیا ہوا ہے جو بہت ہی سپر ہٹ جا رہا ہے ان کو داد دینا پڑے گی کہ انہوں نے ہمارے لیے ایک انوکھے موضوع کا انتخاب کیا ہے اور ہمارے پڑھنے کو دوبالا کیا ہے۔ اس کے علاوہ کالا جادو سلسلہ بہت ہی سسپنس لے کر چل رہا ہے ان کی بھی جتنی تعریف کروں کم ہیں ویلڈن۔ اور موت کی منزل یہ کہانی اپنے اندر سسپنس لیے ہوئی ہے اور میرے خیال میں رائٹر کی یہی پہچان ہوتی ہے کہ لکھتے لکھتے وہاں اپنا قلم روک لے کہ پڑھنے والے کے اندر ایک تجسس چھوڑ جائے کہ اس کو مزید کچھ پڑھنے کے لیے ایک ماہ تک انتظار کرنا پڑے۔ باقی رائٹر بھی بہت اچھا لکھتے ہیں خاص کر ریاض احمد کو خوفناک کا کنگ کہنا ہی مناسب ہوگا کیونکہ وہ ایسا کچھ لکھ رہے ہیں کہ پڑھنے والا حیران رہ جاتا ہے واقعی وہ خوفناک کے کنگ ہیں۔ ان کے لکھنے کا انداز بہت ہی لاجواب ہوتا ہے اور جہاں تک میں خوفناک کی کہانیاں پڑھ کر اندازہ لگا پائی ہوں کوئی وہی کچھ لکھ رہا ہے جو ریاض احمد نے بہت سال پہلے لکھ دیا ہوا ہے لیکن ہر کسی کے لکھنے کا انداز اپنا اپنا ہوتا ہے۔ اس بار بلحاظ جن نے بہت مزا ہے بہت ہی اچھی سٹوری انہوں نے ہمیں پڑھنے کو دی ہے اس کی تعریف نہ کرنا بھی ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ انوکھا بندھن قمر نشاد نے بہت ہی اچھی لکھی، ان سے میں کہنا چاہتی ہوں کہ وہ اپنی کوئی قسط کہانی

لکھ کر بھیجیں کیونکہ ان کے قلم میں اتنا سحر آ چکا ہے کہ وہ قسط وار سٹوری چلا سکتی ہیں امید ہے کہ وہ میری تجویز پر عمل کریں گی۔ شیطانی بدروح کا راز ایک اچھا موضوع تھا جو بہت ہی پسند آیا ان کو میری طرف سے سلام قبول ہو۔

---------------- (کشور کرن۔ چونکی۔

☆ میں بہت پہلے خوفناک میں لکھتی تھی اس وقت بہت سے ہمارے ساتھی ہوتے تھے صائمہ علی۔ امبر حسین۔ ایم اے راحت۔ خالد شاہان اور عمران قریشی اب ان میں مجھے کوئی بھی نظر نہیں آتا ماسوائے ریاض احمد کے ریاض احمد تو خوفناک کی جان ہیں ان کی تحریروں میں بہت پر کشش ہوتی ہے بہت اچھا لگتا ہے ان کو پڑھنا میں ان کی فین تھی اور اب بھی ہوں اب گو کہ میں لکھتی نہیں ہوں لیکن پڑھتی ہر ماہ ہوں۔ میں پرانے رائٹروں سے گزارش کروں گی وہ دوبارہ سے رسالے میں لکھنا شروع کر دیں تا کہ خوفناک کی محفل میں ایک بار پھر سے رونق آ جائے اس بار جن کہانیوں نے مجھے اپنے سحر میں جکڑے رکھا ان میں پراسرار قبرستان۔ موت کی منزل۔ کالا جادو۔ دھند کے پار۔ بہت ہی اچھی کہانیاں ان کو پڑھ کر بہت سکون ملتا ہے دھند کے پار ساحل بہنا تو بہت خوب قلم چلا رہی ہیں اور موت کی منزل میں بھی سسپنس دکھائی دینے لگا ہے ان کے لکھنے کا انداز بھی بہتر سے بہتر ہوتا جا رہا ہے کالا جادو تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کوئی بہت بڑا رائٹر اس کو لکھ رہا ہو۔ لیکن میں ایک کمی دیکھ رہی ہوں وہ ہے میرے پسندیدہ رائٹر ریاض احمد کی کمی۔ میں ان سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ کہاں غائب ہیں وہ تو خوفناک کے کنگ تھے پھر یوں غائب ہونا میری سمجھ سے بالاتر ہے وہ شاید نہیں جانتے کہ ان کو ہم لوگ کتنا مس کرتے ہیں ان کو ہم پڑھنا چاہتے ہیں وہ جہاں بھی ہیں رسالے میں لوٹ آئیں۔

---------------- نرگس ناز۔ سکھر

☆ آج پھر آپ کی محفل میں شامل ہو رہا ہوں سوچا دوستوں سے کچھ باتیں کر لی جائیں کچھ کہا جائے کچھ سنا جائے۔ ہاں تو میں سب سے پہلے ان لوگوں کی بات کروں گا جو رسالے سے شاید ناراض ہیں یا پھر کوئی مجبوری ہے کہ وہ لکھ نہیں پا رہے ہیں ان میں عمران قریشی۔ ایم اے راحت۔ خالد شاہان۔ صائمہ علی۔ امبر حسین۔ وغیرہ۔ ہم سب ساتھیوں کا ایک گروپ ہوتا تھا اور ایک سے بڑھ کر ایک تحریر لکھ رہے تھے ہر کسی کی کوشش ہوتی تھی کہ دوسرے سے بہتر لکھے جس میں ہر کوئی کامیاب ہو رہا تھا اور اب تو نئے لوگ آ گئے ہیں لیکن یہ بھی بہت اچھا لکھ رہے ہیں ان کی تعریف نہ کرنا ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ رابی خان بہت اچھا لکھتی ہیں ان کی تحریر میں بہت ڈر اور خوف ہوتا ہے اور عثمان غنی بھی کسی سے کم نہیں ہیں ان میں لکھنے کی بہت صلاحیتیں موجود ہے اور ذاکر حسین وہ بھی بہت اچھا لکھ رہے ہیں ان کے قلم میں بہت خوف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ عمران رشید رسالے میں بہت اچھا وارث آصف ہیں جنہوں نے قسط وار سلسلہ شروع کیا جو کہ کامیاب رہا لیکن پھر نجانے ان کیا بات ہے کہ انہوں نے اس کہانی کو مکمل نہیں کیا خیر یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔ ان کے علاوہ قمر نشاد نے لکھنا شروع کیا اور بہت ہی خوب لکھا جو ساتھی رسالے سے ناراض ہو کر نجانے کہاں چلے گئے ہیں جہاں بھی ان سے گزارش ہے کہ وہ جلد واپس لوٹ آئیں خوفناک کے قارئین کو ان کی تحریروں کی ضرورت ہے وہ ان سب کو پڑھنا چاہتے ہیں۔ ہماری ایک ساتھی تھیں فرزانہ نورین تھیں وہ بھی خوفناک میں اپنا راج قائم کیے ہوئے تھیں

ان کی کہانیاں پڑھ کر دل کو سکون ملتا تھا لیکن وہ بھی غائب ہیں میری ان سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی جلد واپس آئیں اور اپنی قلم کا جادو جگائیں لوگ آپ کو پڑھنا چاہتے ہیں آپ لکھنا نہ چھوڑیں۔ بحرحال جو کچھ ہے بھی اگر سب ہی اس میں لکھنا شروع کر دیں تو یقیناً خوفناک کی محفل میں وہی رونق آجائے گی وہ سب کچھ نظر آجائے گا جو کبھی ہوتا تھا اور ان سب سے ہٹ میں خوشبو سلیم قادری اور یاسمین قادری یہ بھی ہر ماہ خوفناک کے لیے بہت کچھ لکھتی تھیں اب ان کی کہانی پڑھ کر یوں لگا کہ جیسے انہوں نے میری بات مان لی ہے اور میں باقی سب ساتھیوں کو بھی یہی کہوں گا کہ وہ بھی جلدی خوفناک کی محفل میں لوٹ آئیں اور اپنے قلموں کا جادو جگائیں میری طرف سے سب ساتھیوں کو خلوص بھرا سلام قبول ہو

--------------- (ریاض احمد۔ باغبانپورہ لاہور۔)

☆ آج پھر میں خوفناک ڈائجسٹ تازہ شمارہ خرید لایا ہوں۔ کیونکہ اس نے مجھے بہت مزا دیا تھا اس کی میں جتنی بھی تعریف کروں کم ہے اس کے تمام سلسلے مجھے بہت ہی اچھے لگے ہیں خاص کر شاعری کا کالم بہت ہی عمدہ تھا۔ اور کہانیاں تو اس میں ایسی ہوتی ہیں کہ پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس بار جن رائٹروں کے قلم نے کمال دکھایا ہے ان میں ساحل دعا بخاری۔ دھند کے پار۔ کالا جادو۔ موت کی منزل بلحاظ جن۔ شیطانی بدروح کا راز۔ درندہ۔ انوکھا بندھن ان کہانیوں نے بہت ہی مزا دیا ہے ان کے لکھنے والے رائٹرز کو دل سے مبارکباد قبول ہو ان سب کو ہی میری طرف سے سلام قبول ہو اور سب کو عید مبارک۔

طالب۔ چتوکی---------------

ماہ اگست کا خوفناک ملا اس کو پڑھا بہت ہی مزا آیا کالا جادو اپنا سپنس لیے ہوئے تھی بہت ہی مزا آیا اس کو پڑھنے کا بہت ہی خوب لکھ رہے ہیں مجھے بہت ہی اچھی لگ رہی ہے۔ موت کی منزل۔ یہ کہانی بھی بہت عمدہ ہو گئی ہے اس کے اندر بھی بہت خوف اور سپنس پیدا ہو گیا ہے اس کے رائٹر کو بھی مبارک باد۔ دھند کے پار نے بھی اپنے سحر میں جکڑے رکھا اس کی تعریف نہ کروں تو زیادتی ہوگی کیونکہ انہوں نے آج تک ہمارے لیے جو کچھ بھی لکھا بہت ہی اچھا لکھا ہے ساحل دعا بخاری نہ صرف رائٹر ہیں بلکہ تنقید نگار بھی ہیں ان کے لیٹروں میں بہت مزا ہوتا ہے اور ان کو بھی میری طرف سے سلام۔ ان رائٹروں کو میں دلی طور پر مبارک باد کہنا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ یہ سب رائٹرز اسی طرح خوفناک میں لکھتے رہیں گے ان کے قلموں میں بہت خوف اور بہت سپنس ہے جو پڑھنے والے کو اپنے سحر میں ڈبو لیتا ہے اس کے باقی سلسلے بھی بہت ہی خوب تھے جن کو پڑھ کر بہت سکون ملا ہے خوفناک کی دنیا میں یہ پہلا رسالہ ہے جو مجھے بہت پسند آیا ہے اور میں اب ہر ماہ اس کو پڑھتا رہوں گا۔

زاہد چتوکی---------------

☆ خوفناک ڈائجسٹ میرے سامنے پڑا ہوا۔ اس کا ٹائٹل دیکھ کر میں نے اس کو خرید لیا تھا اور پھر جب کہانیاں پڑھی تو تبصرہ کے لیے قلم کاغذ کا سہارا لینا پڑا۔ سب سے پہلے بات ہو جائے قسط وار کہانیوں کی۔ کالا جادو اس میں خوف تو نہیں ہے لیکن سسپنس بہت زیادہ ہے ان کے لکھنے کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف ضرور کئی ناول کے مالک ہوں گے کیونکہ ان کے قلم چلانے کا انداز بہت ہی دھیما اور دلچسپ ہے اور کہانی کو اس انداز میں آگے بڑھا رہے ہیں کہ داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور موت کی منزل۔ یہ سٹوری بھی مجھے بہت پسند آئی ہے اس میں پیار کو پانے کے لیے سشما جو جو کر رہی ہے۔ بہت ہی اچھا لگ رہا ہے اور جہاں تک بات رہی دھند کے پار کی گو کہ ان کی قسط میں ہر بار نیا موضوع ہوتا ہے۔ لیکن اینڈ میں جو تاثر ظاہر کیا جاتا ہے وہ پچھلی کہانی سے

جا ملتا ہے جو ایک اچھے رائٹر کی نشانی ہے۔ درندہ بہترین سٹوری تھی۔ شیطانی بدروح کا راز۔ نے تو دل جیت لیا۔ انوکھا بندھن۔ کی تعریف نہ کرنا رائٹر کے ساتھ زیادتی ہوگی کیونکہ ان کی کہانیاں میں پڑھتا رہتا ہوں اور انکی ہر کہانی لاجواب ہوتی ہے بلحاظ جن ایک اچھی کہانی تھی مبارک باد۔ ہر کہانی نے مجھے بھی اپنے جال میں پھنسائے رکھا۔ سب نے ہی خوب قلم چلایا ہے اور ایک پورا اور پرا حق رسالے کو دیا ہے سب کو سلام قبول ہو۔

سفیان سعید۔ چتوکی---------------

☆ اگست کا شمارہ پڑھا بہت ہی اچھا لگا سب سے پہلے میں ریاض احمد صاحب سے گزارش کروں گی کہ وہ اپنی کسی کہانی کے ساتھ جلد رونما ہوں ہمیں ان کی کہانیوں کا شدت سے انتظار ہے اور اس کے علاوہ جن ساتھیوں نے میری کہانی دھند کے پار کو پسند کیا یا پھر پسند کرتے جا رہے ہیں ان سب کا بہت شکریہ مجھے پتہ ہی نہ تھا کہ میری کہانی کو اتنا سراہا جائیگا آپ کی عزت افزائی کا بہت ہی شکریہ اور میں اب مزید لکھتی رہوں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے میں خوفناک کے لیے وقت ضرور نکالا کروں گی اور ایک بات کہنی تھی مجھے یاسمین سے کہ میں آصف خان نیازی کو نیازی کہوں یا بے نیازی یہ میری اپنی مرضی ہے اور پھر بے نیازی کا خطاب میں نے ان کو دیا ہوا ہے وہ کون ہوتی ہیں ان کو بے نیازی کہنے والی آئندہ خیال رکھنے گا۔ وہ بے نیازی ہیں تو صرف میرے لیے۔ آپ کو کوئی بھی حق نہیں ہے ان کے بارے میں کچھ بھی کہنے کا باقی سب کو سلام قبول ہو۔

ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور---------------

☆ سب سے پہلے خوفناک کے پورے سٹاف کو سلام پیش کرتی ہوں اس کے بعد کہانیوں کی طرف آتی ہوں لیکن میں صرف اپنی فیورٹ رائٹر کی کہانی کے بارے میں کہوں گی۔ آپی کشور کرن آپ کیسی ہیں آپی جی میں آپ کی شعرو شاعری خوفناک ڈائجسٹ اور جواب عرض میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں آپی جی آپ کی شاعری نے تو میرا دل جیت لیا ہے خوفناک کے علاوہ جواب عرض میں تیرا گلاب جیسا شباب کہانی نے تو مجھے پاگل ہی کر دیا ہے یہ کہانی بہت ہی پسند آئی ہے یہ کہانی پڑھ کر میرے اندر اور بھی رسالہ پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے اور بھی بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں لیکن آپ کی کہانی میرے دل میں اتر گئی ہے اور آپ کی شاعری بھی بہت کمال کی ہے میں آپ سے ملنے کی بہت خواہش مند تھی آپ کو دیکھا تو مجھ میں بات کرنے کی ہمت ہی نہ رہی کیونکہ مجھے یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ ایک رائٹر اور شاعرہ جس کی میں دیوانی ہوں وہ آج میرے سامنے ہے میں آپ کو دیکھتی رہ گئی۔ لیکن بات نہ کر سکی۔ آپی جی مجھے رسالہ پڑھنے کا بہت ہی شوق ہے مگر میرے گھر والے بہت ہی سخت ہیں پھر بھی میں چھپ چھپ کر پڑھ لیتی ہوں اب میں نے آپ سے بات کرنے کی ہمت پیدا کر لی ہے جب آپ آئیں تو آپ سے ضرور بات کروں گی میری بہت سی فرینڈز ہیں وہ سب بھی آپ کی تحریروں کی فین ہیں پلیز آپ ایک بار ہمیں پھر سے ملیں میں آپ کی کامیابی کے بہت دعائیں کرتی ہوں اللہ آپ کو ہر کامیابی عطا کرے۔ آمین۔ آپ کی وجہ سے میں جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ دونوں رسالے پڑھنے لگی ہوں کیونکہ آپ نے ہی کہا تھا کہ آپ جواب عرض کے علاوہ خوفناک میں بھی لکھ رہی ہیں اور میں ہر وہ رسالہ خرید اکروں گی جس میں آپ کی تحریر ہوگی کیونکہ میں آپ کی تحریروں کی دیوانی ہو چکی ہوں۔

ثانیہ۔ چتوکی۔---------------

خوفناک ڈائجسٹ کوپن

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے پیغام ہے، اس کا نام ومقام

نام .... شہر ....

پیغام (شعری شکل میں) ....

....

....

....

بھیجنے والے کا نام ومقام

نام ....

شہر ....

ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ لاہور

یہ کوپن کاٹ کر اس پر شعر لکھ کر ہمیں ارسال کردیں

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

مجھے یہ شعر پسند ہے

____

____

____

مکمل پتہ ________

____